

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ



رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4	اجمالی فہرست
5	رموز
6	جلد ہفتم
8	فتاویٰ رضویہ کی غیر معمولی اہمیت پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
10	فہرست مضامین
28	فہرست ضمنی مسائل
38	باب الجماعة (جماعت کا بیان)
66	القَلَادَةُ الْمَرْصَعَةُ فِي نَحْرِ الْأَجُوبَةِ الْأَزْيَعَةِ ^{۱۳۱۲} (چار جواہروں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہار) (مولوی اشرف علی تھانوی کے چار ۴ فتوؤں کا ردِ بلخ)
114	الْقَطُوفُ الدَّانِيَةُ لِمَنْ أَحْسَنَ الْجَمَاعَةَ الثَّانِيَةَ ^{۱۳۱۳} (جماعتِ ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جھکے ہوئے خوشے) (جماعتِ ثانیہ کے ثبوت میں)
234	فَصْلُ الْمَسْبُوقِ (مَسْبُوقِ کابیان)
250	فصل الاستخلاف (خلیفہ بنانے کا بیان)
254	باب مفسدات الصلوة
254	(مفسداتِ نماز کا بیان)
292	باب مکروہات الصلوة
292	(مکروہاتِ نماز کا بیان)
322	تيجان الصواب في قيام الامام في المحراب ^{۱۳۲۰} (محراب میں قیامِ امام سے متعلق درجی کے تاج) (محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث)
398	باب الوتر والنوافل (وتر اور نوافل کا بیان)
488	اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (قوتِ نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ کا رد)
570	انهار الانوار من یم صلوة الاسرار ^{۱۳۰۵} (صلوة الاسرار کے پانی سے انوار کی نہریں) (نمازِ غوثیہ کے ثبوت میں تحقیقِ رضوی)

- 634..... ازہار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار^{۱۳۰۵ھ}
- 634..... (صلوۃ الاسرار کی باد صبا سے غنچوں کے پھول)
- 634..... (نماز غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ)
- وصاف الرجیح فی بسملة التراویح^{۱۳۱۲ھ} (تراویح میں بسم اللہ سے متعلق راجح قول کا بیان) (ختم تراویح میں ایک بار جس سے بسملہ پڑھنے کا بیان)
- 660.....
- 700..... تذلیل
- 708..... مآخذ و مراجع



فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)

الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ہفتم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات	حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ	مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی و مولانا سردار احمد حسین و مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فہرست	مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ	مولانا محمد یسین قادری شطاری
صفحات	۷۲۰
اشاعت	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ / دسمبر ۱۹۹۴ء
مطبع	آر اینڈ ڈبلیو، ایس پرنٹرز لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	۲۵۰

ملنے کے پتے

- * مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- * مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۳۷	باب الجماعة
۲۵۳	باب مفسدات الصلوٰۃ
۲۹۱	باب مکروہات الصلوٰۃ
۳۹۷	باب الوتر والنفل
۷۰۷	مآخذ ومراجع

فہرست رسائل

۶۵	○ القلادة البرصعة
۱۱۳	○ القطوف الدانية
۳۲۱	○ تيجان الصواب
۴۸۷	○ اجتناب العمال
۵۶۹	○ انهار الانوار
۶۳۳	○ ازهار الانوار
۶۵۹	○ وصاف الرجیح

رموز

- محقق: علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدير
- ح: علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبي صاحب غنية المستملی
- ش: علامہ محمد امین ابن عابدین الشامي، صاحب رد المختار
- ط: علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیہ الدر المختار وحاشیہ مراقی الفلاح
- الدر: الدر المختار، علامہ محمد علاء الدین الحصفی
- الدرر: الدرر شرح الغرر، ملا خسر و علامہ محمد بن فراموز
- بحر: البحر الرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم
- ہندیہ: فتاویٰ عالمگیری، جماعت علمائے احناف
- نہر: النہر الفائق، سراج الدین عمر بن تمیم
- فتح: فتح القدير، علامہ کمال الدین ابن ہمام
- غنیہ: غنیہ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبي
- حلیہ: حلیۃ المحلی، ابن امیر الحاج

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

الحمد لله اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزان علم و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصف شہود پر لانے کے لئے "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم شدہ ادارہ انتہائی سرعت رفتاری اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس سے قبل فتاویٰ رضویہ کی چھ مجلدات آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے ساتویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری نے کیا ہے جبکہ جلد ششم کا ترجمہ بھی انہیں کی رشتاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔

جلد ہفتم

یہ جلد فتاویٰ رضویہ (قدیم) کی جلد سوم سے باب الجماعۃ سے باب احکام المساجد تک ۲۶۹ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چار مستقل ابواب زیر بحث ہیں:

۱۔ باب الجماعۃ

۲۔ باب مفسدات الصلوٰۃ

۳۔ باب مکروہات الصلوٰۃ

۴۔ باب الوتر والنوافل

اس کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تہذیبات پر مشتمل سات رسائل بھی پیش نظر جلد میں شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ القلادۃ المرصعة فی نحر الاجوبة الاربعة (۱۳۱۲ھ)

مولوی اشرف علی تھانوی کے چار فتوؤں کا ردِ بلغ

۲۔ القطوف الدانیة لمن احسن الجماعة الثانية (۱۳۱۳ھ)

جماعت ثانیہ کے ثبوت سے متعلق نادر تحقیقات

۳۔ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب (۱۳۲۰ھ)

محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث

۴۔ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (۱۳۱۶ھ)

قنوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ کا رد

۵۔ انہار الانوار فی صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)

نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی

۶۔ ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)

نماز غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ

۷۔ وصال الرجیح فی بسملۃ التراويح (۱۳۱۲ھ)

ختم تراویح میں ایک بار جسر سے بسملہ پڑھنے کا بیان

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہ ہو سکے:

۱۔ حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة

جماعت اولیٰ کے بیان میں

۲۔ رعاية المنہ فی ان التہجد نفل اوسنہ

نماز تہجد نفل یا سنت

۳۔ الرد الاشد البھی فی ہجر الجماعة الکنگھی

جماعت ثانیہ کے بیان میں

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوٹل میں پڑھے گئے مقالہ کا وہ

حصہ جو فتاویٰ رضویہ سے متعلق ہے جلد ہفتم میں شامل کیا جا رہا ہے۔

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۲۳ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ

۱۲۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء

فتاویٰ رضویہ کی غیر معمولی اہمیت

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ دینِ قیم کے اسرار و حکم اور دقائق و حقائق انہی قلوب پر منکشف ہوتے ہیں جو مجلّا و مصفیٰ ہیں اور حسن مطلق کی جلوہ گاہ ہیں۔ چنانچہ یہی لوگ ہیں جو دین اور معاشرے کے تعلق پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دین، دنیا میں مخلوق خدا کی بہتری کے لئے آیا ہے، اس کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی اپنے معاشرے کے احوال و ظروف سے آگاہ نہیں وہ "عالم" کہلانے کا مستحق نہیں۔ مولانا مرحوم نے اپنے فتاویٰ میں معاشرے کے رسم و رواج اور عرف و عادات کو نگاہ میں رکھا ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں بنیادی نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کو رضاءِ مخلوق پر مقدم رکھے اور فتنہ و فساد سے بچنے اور انسانی قلوب کی مدارات و مراعات کے لئے غیر اولیٰ امور کو ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (طبع جدید) میں فرماتے ہیں:

"پس ان امور میں ضابطہ کلیہ واجبہ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و ترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلق پروا نہ کرے، اور اتیان مستحب و ترک غیر اولیٰ پر مدارات خلق و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت، ایذاء اور وحشت کا باعث ہونے سے بچے۔"

یہ بات شاید کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ جو لوگ شریعت مطہرہ کی روح اور حکمت و علت سے تغافل برتتے ہیں اور ظاہری الفاظ کی پیروی کرنے پر زور دیتے ہیں، وہ بعض اوقات امت میں اختلاف و تشکیک کا باعث بنتے ہیں اور لوگوں کو مشقت و تنگی سے دوچار کرتے ہیں۔ اگر ان کی نگاہ سے شریعت کا بنیادی مقصد او جھل نہ ہوتا تو ان کا زہد خشک لوگوں کو غیر اولیٰ اور لالیعنی باتوں میں الجھنے نہ دیتا۔ اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناعیت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفع و تنزہ کے لئے خلاف و جدال نہ کرے کہ یہ سب امور ایلاف و مواسات کے معارض اور

مراد و محبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں ہوشیار و گوش دار! کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمت جلیلہ و کوچہ سلامت و جادہ کرامت ہے جس سے بہت (سے) زاہدان خشک اور اہل تکشف جاہل و غافل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغر حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ ۴ (جدید) ص ۵۲۸)

میں یہاں مولانا مرحوم کے فتاویٰ سے اور مثالیں دینا چاہتا تھا، لیکن تنگی وقت کی بنا پر ایسا نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کو اسلامی فقہ میں جو عبور و رسوخ حاصل ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن و سنت سے ان کی گہری شیفنگی اور وابستگی ہے۔ چنانچہ میری اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے فتاویٰ کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں اور فلسفہ دین اور روح عصر سے آگاہ ہو کر لوگوں کے مسائل حل کریں اور انہیں مشقت و تنگی میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔



فہرست مضامین

۵۲	۳۷	باب الجماعة	تشہد میں سلام سے پہلے شریک ہو جانے سے جمعہ مل جاتا ہے۔
۵۲	۳۷	امام کے لئے وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت متوارثہ ہے	مقتدی نے التحیات پوری نہیں کی تھی کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات ضرور پوری کرے۔
۵۳	۳۷	محراب حقیقی، محراب صوری، مسجد شتوی، مسجد صفی کا بیان	ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آئے تو اس کے ساتھ اسے ملنا ضروری ہے یا نہیں۔
۵۳	۳۸	امام کو دور میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	کوئی بد مذہب ایک مصلے پر نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا اسی مصلے پر فوراً نماز شروع کر سکتا ہے۔
۵۴	۳۹	مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاناً بشرائ ترک جماعت کی اجازت ہے۔	جماعت ثانیہ جائز ہے۔
۵۸	۴۰	مسجد کی تنگی کی وجہ سے صف اول کے مقتدی امام سے متصل ہوں تو کراہت ہے یا نہیں۔	ایسی جماعت جو کراہت تحریمہ پر مشتمل ہو اس میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں۔
۶۱	۴۱	صف میں فرجہ ممنوع ہے اس کے متعلق احادیث	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو مقتدی کو پیچھے لائے خواہ نیت باندھنے کے بعد یا پہلے۔
۶۵	۵۱	آٹھ نورس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ اکیلے ہو اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔	رسالہ القلادة المربعة في نحر الاجوبة الاربعة مولوی اشرف علی کے چار فتوؤں کا رد۔
	۵۲	کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک ہو سکتا ہے یا نہیں۔	
	۵۲	مسابوق اپنی فوت شدہ نماز جس سے پڑھے یا آہستہ	
	۵۲	قضائ عمری کے ادا کرنے کا ایک اختراعی طریقہ کار	

۸۴	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔	۶۹	سوال اول و چہارم کا جواب
۸۵	جواب سوال سوم	۶۹	پاؤں سے معذور شخص کا حکم جو اذان سے قبل ایک شخص کو ساتھ ملا کر اقامت کے ساتھ جماعت کرا لیتا ہے۔
۸۵	خوف فوت تہجد کو ترک جماعت کے لئے عذر بنانا بیہودگی ہے۔	۶۹	عذر ساقط وجوب جماعت ہے نہ کہ ساقط جواز۔
۸۵	تہجد عادت صالحین ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا، گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ ہے۔	۶۹	کسی شے کے حقیقتاً ہونے اور حکماً ہونے میں بہت فرق ہے۔
۸۷	تہجد و جماعت میں تعارض نہیں لہذا ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تقویت کا داعی نہیں۔	۶۹	حدیث متواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔
۸۷	اذان سن کر مسجد میں نہ آنا ظلم اور نفاق ہے۔	۶۹	حدیث مبارکہ کہ نماز عشاء باجماعت، نصف شب اور نماز فجر باجماعت کا مل شب کے قیام کے مساوی ہے۔
۸۷	قیلولہ کا وقت ضحوة کبریٰ سے نصف النہار تک ہے۔	۷۱	حدیث مبارکہ "ما آجد لك رخصة" کا معنی اور مصنف کی تحقیق
۸۸	طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور کھانا تھوڑا کھائے۔	۷۶	پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر لِحاضر
۸۹	اگر کوئی شخص نوبجے عشاء پڑھ کر سو گیا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیس تو تہجد ہو گیا۔	۷۸	بعض لوگوں نے مسجد میں اقامت کہہ کر باجماعت نماز پڑھ لی، پھر مؤذن، امام اور دوسرے لوگوں نے جماعت کرائی تو جماعت مستحبہ دوسری پہلی جماعت مکروہ ہے۔
۹۰	سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیق جماعت کی دعا کرے اور اس پر سچا توکل کرے۔	۸۱	جواب سوال دوم
۹۰	کسی معتمد کو متعین کرے کہ وقت جماعت سے پہلے اس کو جگا دے۔	۸۱	تہجد فوت ہو جانے کے خوف سے ترک جماعت جائز نہیں۔
۹۰	ابن لسیع راوی میں کلام ہے۔ (حاشیہ)	۸۱	تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ ترک جماعت پر ہولناک وعیدیں۔
		۸۲	آئندہ کسی سنت کے فوت ہو جانے کے خوف سے فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔
		۸۳	بہ نیت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پائے تو ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔

۱۱۶	حنفی کے شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط	۹۱	جماعت اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہو سکتا۔
۱۲۵	اگر مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان و اقامت بروجہ سنت، اما موافق المذہب، سالم العقیدہ، متقی، مسائل داں، صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہیۃ ادا کر لی پھر باقی ماندہ لوگ آئے انہیں تکرار جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے اور بلاعادہ اذان جائز ہے۔	۹۴	ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن رواتب تہجد سے اہم اور آگد ہیں۔
۱۲۸	محراب میں جماعت ثانیہ مکروہ اور محراب سے ہٹ کر بلا کراہت جائز ہے۔	۹۵	تہجد اور سنن رواتب کی افضلیت سے متعلق وارد احادیث میں تطبیق۔ حاشیہ
۱۲۹	جماعت ہو رہی ہے تو الگ نماز پڑھنا گناہ ہے۔	۹۹	جماعت، سنن رواتب اور تہجد میں درجات کی ترتیب
۱۳۱	امام کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔	۱۰۰	ترک اولویت میں حکم کراہت نہیں۔
۱۳۱	جماعت کا تارک کون؟	۱۰۱	مصنف علیہ الرحمۃ کے رسالہ "حسن البرائۃ فی تنقید حکم الجماعۃ" کا خلاصہ
۱۳۲	حلال خور جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور جہاں جگہ ملے کھڑا ہو سکتا ہے اسے جماعت سے روکنا گناہ ہے۔	۱۰۱	حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ چھ اقوال ہیں: فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین، واجب کفایہ، سنت مؤکدہ، مستحب۔
۱۳۷	جو بلا عذر شرعی جماعت میں شریک نہ ہو سخت گناہ گار ہے (یہ جواب پورا دستیاب نہ ہوا)	۱۰۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تارکین جماعت پر اظہار غیظ و غضب۔
۱۳۸	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو بہتر ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے۔	۱۱۰	سنیت و وجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں۔
۱۴۰	امام کا مصلیٰ صف سے ملار ہے یا الگ، اور الگ رہے تو کتنا۔	۱۱۰	مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق۔
۱۴۱	جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کا کیا حکم ہے۔	۱۱۱	مسجد طریق جس کا امام و مؤذن معین نہیں اس میں ہر جماعت جماعت اولیٰ ہوتی ہے لہذا جو گروہ آئے اپنی اذان و اقامت سے جماعت کرائے۔
۱۴۳	جماعت جتنی کیئر ہو ثواب زیادہ ہوگا۔	۱۱۳	۵ رسالہ القطف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)
		۱۱۳	تکرار جماعت کے جواز و افضلیت کی بارہ صورتیں۔
		۱۱۵	جماعت ثانیہ کے جواز سے متعلق ضابطہ

۱۳۴	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۱۳۴	داڑھی منڈے صف اول ہی میں کیوں نہ ہوں انہیں ہٹانا منع ہے۔	۱۹۳
۱۵۰	بوقت ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔	۱۵۰	پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں پڑھنا واجب ہے۔	۱۹۴
۱۵۰	غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطع صف ہوگا۔	۱۵۰	وظیفہ یا ملاوت وغیرہ کے سبب جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔	۱۹۴
۱۵۱	امام آئین بالجسر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۱۵۱	جماعت ثانیہ کے لئے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں۔	۱۹۴
۱۵۲	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۱۵۲	بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا شدید ظلم ہے۔	۱۹۵
۱۵۲	وسط مسجد میں امام کا کھڑا ہونا مسنون متواتر ہے۔	۱۵۲	مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد انتظار کرنا ضرور ہے کہ لوگ ضرورت سے فارغ ہو کر آجائیں۔	۱۹۶
۱۵۲	محراب بنانے کی حکمت	۱۵۲	مکان چھوڑ کر آنے سے خطرہ ہو تو ترک جماعت کے لئے یہ عذر ہو سکتا ہے۔	۱۹۶
۱۵۳	حدیث "اذا جئت الصلوة فوجدت الناس فصل معمم" کے متعلق ایک علمی سوال	۱۵۳	جذامی کے باعث جماعت میں انتشار ہوتا ہو تو اسے گھر ہی نماز پڑھنا چاہیئے۔	۱۹۶
۱۸۶	محل اختلاف علماء میں خلاف کی مراعات بالا جماع مستحب ہے جبکہ مکروہ کار نکاب نہ ہو۔	۱۸۶	جو وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انہیں مسلمان جانے اس کی وجہ سے صف میں قطع ہوگا۔	۱۹۷
۱۸۹	حدیث "وان كنت قد صليت" اور آیہ کریمہ "من تطوع خيرا فهو خير له" کی بحث۔	۱۸۹	امام یا مقتدی کا وضو جاتا رہے تو باہر کس طرح آئے۔	۱۹۷
۱۹۱	فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔	۱۹۱	وہابیہ کی جماعت ہو رہی ہو اسی وقت سنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں جبکہ فتنہ نہ ہو۔	۱۹۸
۱۹۱	جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو مستحب وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔	۱۹۱	ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک فرض کی دو جماعتیں ممنوع ہیں۔	۱۹۸
۱۹۲	جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔	۱۹۲	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۱۹۸
۱۹۲	غسل کی ضرورت ہو اور غسل کرنے میں فجر کا وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر لے نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔	۱۹۲		
۱۹۲	تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل ہو جانے سے جماعت میں شرکت ہوگی یا نہیں۔	۱۹۲		
۱۹۳	لوگ تنہا تنہا فرض پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں تو وہ تارک جماعت کہلائیں گے یا نہیں۔	۱۹۳		

۲۱۸	امام کے لئے مصلیٰ ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو برا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔	۱۹۹	ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔
۲۱۸	ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا دار و مدار ہے۔	۲۰۰	جماعت کے لئے اوقات کا تعین گھڑی سے کیا جاسکتا ہے۔
۲۱۹	صف کے سلسلہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے۔	۲۰۰	کسی خاص شخص کے انتظار میں تاخیر جائز ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔
۲۲۵	مکہ معظمہ کے چار مصلوں کو ناجائز بتانے والے کا حکم	۲۰۰	سنت مؤکدہ کی تعریف
۲۲۹	امام پر مقتدی تحکم نہیں کر سکتا۔	۲۰۰	کسی مالدار کی محض مالدار کی سبب رعایت کرنا جائز نہیں مگر جبکہ رعایت نہ کرنے میں فتنہ ہو۔
۲۲۹	کھانا تیار ہو اور جماعت بھی تیار تو پہلے کیا کرے۔	۲۰۱	مقتدی ایک ہی ہو تو امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو اور پاؤں کا گنا امام کے گئے سے آگے نہ رکھے۔
۲۳۰	جماعت کا وقت ہو گیا ہے ابھی کچھ لوگوں نے وضو نہیں کیا ہے تو ان کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جاسکتی ہے یا نہیں۔	۲۰۲	مسجدیں دو طرح کی ہوتی ہیں عام اور خاص، جماعت کے لحاظ سے دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔
۲۳۱	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے کھینچنا چاہئے یا نہیں۔	۲۰۵	امام کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں۔
۲۳۱	مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔	۲۰۶	ترک جماعت یا مسجد میں نہ آنے کا جو عادی ہے وہ فاسق ہے۔
۲۳۳	فصل السبوق	۲۰۷	جماعت کو واجب یا سنت مؤکدہ نہ جاننا غلطی ہے۔
۲۳۳	جس کو مغرب کی تیسری رکعت ملی ہو وہ جب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے یہی صحیح ہے۔	۲۰۷	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال
۲۳۵	جو رکوع میں شامل ہو وہ نیت کے بعد بغیر ہاتھ باندھے جماعت میں شریک ہو جائے۔	۲۰۷	ایک مصلے پر چند آدمی فرداً فرداً فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔
۲۳۵	مسبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے۔	۲۱۰	متون شروح فتاویٰ سے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔
۲۳۶	مسبوق جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ امام سجدہ سہو میں ہو اقتداء درست ہوگی۔	۲۱۳	جماعت ثانیہ کے متعلق سوال

۲۵۳	باب مفسدات الصلوٰۃ	۱۳۶	امام التحیات میں ہو اس وقت سنتیں پڑھنا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔
۲۵۳	نمازی کو کوئی پکھلا سے ہوا کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۲۳۷	امام کے قعدہ اخیرہ میں مسبوق تشہد کی تکرار کرے اور السلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی ممانعت نہیں۔
۲۵۴	نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا گزرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔	۲۳۸	مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے گا سلام میں نہیں ورنہ نماز فاسد ہوگی۔
۲۵۴	نمازی کے آگے سے کتنے فاصلہ تک گزرنا منع ہے۔	۲۳۹	امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم اور مقتدی ایک یا دونوں رکوع نہ پائے تو امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔
۲۵۷	قعدہ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیر لگا دے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہو گیا ہے تکبیر کہے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۲۴۱	مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر مسافر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا۔
۲۶۹	تہافرض پڑھنے والا تکبیرات انتقالیہ بلند آواز سے اس لئے کہتا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہو جائے کہ یہ تکبیر بالجہر کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کے لئے جہر سے تکبیر کہی تو ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۲۴۲	مسبوق جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت ملی ہو وہ کس طرح نماز پوری کرے۔
۲۷۴	امام کے رکوع یا سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی رکوع و سجدہ کرے اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۲۴۳	اقتدائے مقیم بالمسافر پر ایک شبہ کا ازالہ
۲۷۹	آیہ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے منہ سے عادۃً صلی اللہ علیہ وسلم نکل گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔	۲۴۹	فصل الاستخلاف
۲۸۰	ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہوں اس پر لقمہ دینا فرض کفایہ ہے۔	۲۴۹	امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے۔
۲۸۶	لقمہ دینے کے کچھ اصول	۲۵۰	امام نے ایک امی کو خلیفہ بنایا اور اس نے دوسرے کو، نماز درست ہوگی یا نہیں۔
۲۸۹	لقمہ دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔	۲۵۲	امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔
		۲۵۲	امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتداء میں نماز پڑھے خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہو سکتا۔

۲۹۱	باب مکروہات الصلوٰۃ	۲۹۱	مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔	۳۰۲
۲۹۱	ستون کے درمیان امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	۲۹۱	فرض، واجب، سنت مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔	۳۰۵
۲۹۱	امام کی جگہ مقتدیوں سے تین گراہی ہو تو کیا حکم ہے۔	۲۹۱	پاس میں تمباکو ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔	۳۰۵
۲۹۶	سجدہ کو جاتے ہوئے پانچوں کو گھٹنے سے اوپر چڑھالینا یا کہنیاں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۲۹۶	چادر وغیرہ کی گھوکی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔	۳۰۶
۲۹۷	نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھالینا افضل ہے۔	۲۹۷	ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ، اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔	۳۰۸
۲۹۷	کسی کے واسطے امام نے قرأت یا رکوع دراز کیا تو کیا حکم ہے۔	۲۹۷	کہنی کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۳۰۹
۳۹۸	دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انہیں پہن کر نماز جائز نہیں۔	۳۹۸	ساری یا دھوتی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔	۳۱۲
۳۹۸	جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔	۳۹۸	جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔	۳۱۳
۲۹۹	چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔	۲۹۹	گتے سے نیچے تہبند مکروہ ہے۔	۳۱۳
۲۹۹	سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔	۲۹۹	بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے۔	۳۱۳
۳۰۰	جبکہ نہ دخول ہونہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔	۳۰۰	جو تیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے، جوتے کہاں رکھے جائیں۔	۳۱۳
۳۰۱	پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی، یوں ہی گلو بند، رومال، پگڑی وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔	۳۰۱	وردی میں نماز مکروہ ہے یونہی دھوتی میں۔	۳۱۸
۳۰۱	در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	۳۰۱	چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔	۳۱۸
۳۰۱	جرا ب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔	۳۰۱	در کے متعلق مفصل بیان۔	۳۱۸
			۵ رسالہ تیمجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب (محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق)	۳۲۱

۳۸۴	تہبند کے نیچے لنگوٹ ہو یا داڑھی میں ڈاٹ ہو یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔	۳۲۳	کلمہ لا بائس کبھی دفع تو ہم بائس کیلئے آتا ہے اگرچہ وہ کام سنت بلکہ واجب ہو۔
۳۸۵	کمر میں پڑکا ہو تو نماز صحیح ہے۔	۳۳۰	منانی وجوب، ترک سے نفی حرج ہے نہ کہ فعل سے۔
۳۸۵	شیر وانی، انگرکھے وغیرہ کے بٹن گھنڈی نہ لگے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان	۳۳۱	علامہ شامی کے کلام میں تثنائی کا رفع۔
۳۸۷	جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم	۳۳۷	محراب کے معنی اور اس میں قیام کے بارے میں مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔
۳۸۷	کس تصویر سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔	۳۴۶	موجودہ صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔
۳۸۸	گتے سے نیچے ازار ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔	۳۵۵	ردائے مشتمل میں نماز صحیح ہے۔
۳۸۹	ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم	۳۵۷	قرآن مجید قصد آخلاف ترتیب پڑھنا سخت گناہ ہے لیکن خلاف ترتیب سے نہ سجدہ سہو واجب ہوگا نہ نماز کا اعادہ
۳۹۰	آیہ کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ کون کو مقتدی نے قصد آیا سہو اُصلی اللہ علیہ وسلم کہا تو نماز کا کیا حکم ہے۔	۳۵۸	دلائی، چادر وغیرہ خلاف معتاد اوڑھ یا پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔
۳۲۹	جوتے پہن کر مسجد میں جانا خلاف ادب ہے۔ ادب کی بنا عرف پر ہے	۳۶۰	بغیر ٹوپی کے گلوبند سر پر باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔
۳۹۳	کسی نے پہلی آیت میں لم یکن الذین کفرو اور دوسری میں سورہ دم پڑھی تو اس سے دو کراہتیں پیدا ہوں گی۔	۳۶۲	مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔
۳۹۳	مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔	۳۶۲	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق (یہ جواب پورا دستیاب نہ ہو سکا)
۳۹۳	جو بلا عذر شرعی مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو وہ فاسق اور مردود الشادۃ ہے۔	۳۸۴	حقہ، بیڑی وغیرہ کی بدبو منہ میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی، ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔
۳۹۴	مسروقہ کپڑوں میں نماز مکروہ ہوگی۔	۳۸۴	نماز میں کھجلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھجلائے اس سے زیادہ نہیں۔
۳۹۴	امام عمامہ باندھے او مقتدی بلا عمامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی خرابی نہیں		
۳۹۵	نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کا کراہت وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں نماز مکروہ۔		

۳۲۲	جمعہ سے پہلے کی سنتیں چھوٹ جائیں تو جمعہ کے بعد وقت کے اندر پڑھ لے ادا میں شمار ہوں گی قضا میں نہیں۔	۳۹۷	باب الوتر والنوافل
۳۲۳	فجر کے فرض پڑھ لے اور سنتیں رہ جائیں تو سورج بلند ہونے کے بعد پڑھ لے اس سے پہلے نہیں۔	۳۹۷	جو فرض پڑھ چکا ہے اور اسی فرض کی جماعت قائم ہوئی تو وہ بہ نیت نفل شریک ہو جائے۔
۳۲۵	فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور سنت پڑھنے کا موقع نہ ہو تو جماعت میں شریک ہو نا ضروری ہے۔	۳۹۷	نئے کپڑے یا نئے جوتے میں نفل جائز ہے جبکہ انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگنے میں جوتے مانع نہ ہوں۔
۳۲۶	نفل اور سنتیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، رمضان شریف کے علاوہ وتر کی جماعت احياناً ہو جائے تو حرج نہیں۔	۳۹۸	رمضان شریف میں وتر باجماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں تھا، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔
۳۳۰	تراویح، کسوف، اور استسقاء کے علاوہ تمام نوافل جماعت سے جائز ہیں جبکہ تداعی کے ساتھ نہ ہو ورنہ مکروہ۔	۴۰۰	عشاء جماعت سے پڑھی ہو تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔
۳۳۰	تداعی کے معنی	۴۰۰	تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل
۳۳۲	صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب اور وقت	۴۱۰	تراویح و تحیۃ المسجد کے علاوہ تمام نوافل خواہ راتبہ ہوں یا غیر راتبہ گھر میں پڑھنا افضل ہے۔
۳۳۳	تراویح یا نوافل ایک نیت سے چار رکعت، قعدہ اولیٰ میں درود شریف، دعا وغیرہ اور تیسری میں ثناء پڑھنا جائز ہے۔	۴۱۶	نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے، کسوف وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔
۳۳۴	بالغ کی نماز نابالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔	۴۱۷	رمضان شریف کے اخیر جمعہ میں قضائے عمری کے لئے جو طریقہ اختراع کیا گیا ہے وہ غلط اور بدعت شنیعہ ہے۔
۳۳۵	نماز ضعیفی اور نماز چاشت ایک ہی ہے۔	۴۱۸	ایام عاشورہ میں نماز پڑھنا بہترین عبادت ہے۔
۳۳۵	شرعی معنوں میں جدت اچھی نہیں۔	۴۱۹	وتر کی نیت کس طرح کی جائے۔
۳۳۶	تہجد کم از کم دو رکعت ہے۔	۴۲۰	طویل قیام کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک میں ورم ہو نا حدیثوں سے ثابت ہے۔
۳۳۶	کچھ سونے کے بعد تہجد پڑھنا چاہئے۔	۴۲۱	عشاء کی آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔
		۴۲۲	تہجد پڑھنے والا تراویح کے بعد وتر پڑھ سکتا ہے۔
		۴۲۲	تراویح کی کچھ رکعتیں جماعت سے چھوٹ گئی ہوں تو ان کو وتر سے پہلے یا بعد پڑھ لے۔

۳۶۴	شبینہ کا حکم۔	۴۲۶	صلوٰۃ التسبیح، وتر اور سنت فجر میں کون کون سی سورتیں پڑھی

			جائیں۔
۴۶۷	عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔	۴۴۸	سنتیں پڑھنے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے باتیں کرنے سے سنتوں کا ثواب تو کم ہو جاتا ہے مگر باطل نہیں ہوتیں، نہ فرض میں نقصان آتا ہے ہاں سنتوں کا اعادہ بہتر ہے۔
۴۶۸	ایک مسجد میں دو حافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھائیں اور پہلے نے جو پارے پڑھے ہیں وہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔	۴۵۰	مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے۔
۴۶۸	عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے لیکن وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔	۴۵۳	تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ۔
۴۶۹	ختم قرآن کے دن بیسویں رکعت میں الم تا مفلحون اور چند دوسری آیتیں مثلاً مالکان محمد وغیرہ پڑھ کر تراویح ختم کرنے میں حرج نہیں۔	۴۵۵	اصح یہ ہے کہ بالغوں کی نماز نابالغوں کے پیچھے صحیح نہیں۔
۴۷۱	تراویح بلاعذر شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے جبکہ اس کا عادی ہو۔	۴۵۷	تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کو سنت عمری کہہ کر بدعت کہنا جہالت ہے
۴۷۲	ختم قرآن پر اُجرت کی ایک صورت۔	۴۵۸	تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید پڑھنا مؤکدہ ہے۔
۴۷۲	شبینہ مکروہ ہے۔	۴۵۹	صرف سورہ فاتحہ اور اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورہ فیل سے پڑھنا بہتر ہے، جیسا کہ عام طور پر رائج ہے۔
۴۷۲	تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم	۴۵۹	تراویح میں ختم قرآن میں ایک بار جس سے بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔
۴۷۳	تراویح کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ	۴۶۰	الم ترکیف سے تراویح جائز ہے، ہر ترویجہ کے بعد دعا مانگنا بھی جائز۔
۴۷۴	تراویح میں ہر سورہ پر جس سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم	۴۶۰	ایک حافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
۴۷۴	تراویح پڑھنے کا طریقہ	۴۶۱	بلاعذر شرعی تراویح کی جماعت چھوڑنا منع ہے۔
۴۷۵	شبینہ کے متعلق سوال	۴۶۳	ایک شخص ایک جگہ بیس رکعت پڑھائے اور دوسری جگہ بھی بیس رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
۴۸۱	سورہ توبہ پر اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ الْكُفَّارِ الخ پڑھنا بے اصل ہے بلکہ محدثاتِ عوام سے ہے۔		
۴۹۶	اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص	۴۸۲	جو شخص یہ کہے کہ تراویح میں قرآن شریف سننے سے بہتر

			ذکر ولادت شریف سننا ہے ایسے کا کیا حکم ہے۔
۴۸۳	کذب و بہتان کی نسبت ائمہ کرام اور علماء اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔	۴۸۳	وتر کی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔
۴۸۴	ایک جاہ و بابی مفتی مصنف "ضروری سوال" کی تیس جہالتوں کا بیان۔	۴۸۴	وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورہ اخلاص ہی کا ملانا ضروری نہیں۔
۴۸۴	قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، ہاں محل نظریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔	۴۸۴	دعائے قنوت میں سہو ہونے سے سجدہ سہو کب ہوتا ہے۔
۴۸۴	آیہ کریمہ "لیس لك من الامر شیء" اویتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظلمون کا شان نزول اور اس کا معنی	۴۸۴	وتر کا مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں وتر پڑھے یا نہیں۔
۵۰۳	ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق و ہدایت اور سبیل جنت ہے۔	۴۸۵	دعائے قنوت یاد نہ ہو اور سورہ اخلاص تین بار پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔
۵۰۳	محاورہ عرب میں لفظ زعم بمعنی مطلق قول اور بمعنی کلام نامحقق آیا ہے۔	۴۸۷	○ رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (قنوت نازلہ کے بیان میں)
۵۰۴	حدیث ائمہ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوت فجر کی نبی سے متعلق ہے اس میں تین روای شدید ضعیف ہیں۔	۴۸۸	نماز فجر میں قنوت پڑھنا جائز نہیں لیکن جب کوئی قنوت یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز فجر میں قنوت پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔
۵۰۴	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔	۴۸۹	تحقیق یہی ہے کہ نختیوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔
۵۰۷	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے افضل و احق برامات سمجھتے تھے مگر طالب قصاص عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔	۴۹۲	نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں میں نازل ہو۔
		۴۹۲	نکرہ چیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔
		۴۹۶	طاعون وباء اور ان کی مثل ہر بلیہ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے۔

۵۰۸	صاحب اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔	۵۲۷	نازلہ کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ ہے۔
۵۱۱	مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تعحیف اغلاط۔	۵۲۷	نازلہ مثلاً طاعون و وبا وغیرہ میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔
۵۱۳	مصنف "ضروری سوال" کی اغلاط ترجمہ	۵۳۰	زمانہ نازلہ میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے باقی نمازوں میں نہیں
۵۱۵	مصنف "ضروری سوال" کی اغلاط روایت	۵۳۰	قنوت نازلہ کے متعلق چند سوال
۵۱۶	ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔	۵۳۳	مقبوق و ترکس طرح پوری کرے۔
۵۱۷	شہداء بر معونہ کو قراء کہنے کی وجہ کیا ہے۔	۵۳۴	تراویح ہو رہی ہے اور کچھ لوگ آئے جنہوں نے عشاء نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کر سکتے ہیں، اس حکم پر ایک شبہ اور اس کا ازالہ۔
۵۱۸	ان شہداء کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر مرا۔	۵۵۵	جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو مگر تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں۔
۵۱۸	حضرت حرام بن لمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا۔	۵۵۵	وتر کی جماعت، جماعت فرض کی تابع ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔
۵۲۰	مصنف "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی۔	۵۶۷	تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں۔
۵۲۳	مصنف کی مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ سے مخالفت۔	۵۶۷	ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا اس کا اعادہ ہے یا نہیں۔
۵۲۴	مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اول نمبر کی وہابیت اور غیر مقلدی ہے، اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وہابیت پر قائم ہے۔	۵۶۸	تراویح کی جماعت ہو رہی ہے وہاں عشاء کی جماعت کی جاسکتی ہے۔
۵۲۴	خلاصہ کلام و تقریب مرام	۵۶۹	○ رسالہ انہار الانوار من یم صلوة الاسرار (نماز غوثیہ کے ثبوت میں)
۵۲۵	جابل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتویٰ پر اعتماد جائز	۵۷۱	صلوة الاسرار یعنی نماز غوثیہ مبارک، مشائخ عظام کا معمول اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔
۵۲۵	فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یا دوسری دعائیں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔		

۵۸۳	بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح ہے۔	۵۷۱	نماز غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جس کو اکابر علما نے اپنی تصانیف میں روایت فرمایا۔
۵۸۳	فعل جواز کی دلیل ہے اور عدم فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔	۵۷۱	نماز غوثیہ کی ادائیگی کا طریقہ
۵۸۴	محبوبان خدا سے تو تسل قطعاً محمود اور ہر گز اخلاص و توکل کے خلاف نہیں	۵۷۲	نماز غوثیہ کی اجازت دینے اور اجازت لینے کا بیان
۵۸۴	استشفاع و توسل پر متعدد احادیث و آثار	۵۷۲	شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب
۵۸۸	عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب سنیہ میں کہیں روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ بن جو بخاری و مسلم وغیرہا تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔	۵۷۳	نماز غوثیہ کی مداومت اولیاء طریقہ قادریہ کے آداب میں سے ہے۔
۵۹۰	عتبہ بن غزو ان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزو ان بن جابر مزینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔	۵۷۳	مصنف بہجۃ الاسرار امام ابوالحسن نورالدین علی شطرنوی کے فضائل
۵۹۳	نماز غوثیہ کے افعال پر کلام	۵۷۵	کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و مشہور ہے۔
۵۹۴	محبوبان خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔	۵۷۶	اکابر کی روایات کو بے وجہ و وجہ رد کرنا جہال یا خبیث و ضلالت ہے۔
۵۹۵	محبوبان خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔	۵۷۶	کسی خاص عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔
۵۹۷	تواضع لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافریا دنیا دار غنی کیلئے اس کے سبب تواضع ہو۔	۵۷۷	شیخ ابن عربی کی تصنیف 'فتوحات مکیہ' کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمۃ کے اپنے دستخط سے مزین ہے۔
		۵۸۱	نماز غوثیہ کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء ہے۔
		۵۸۲	جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلے وہ ہر گز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔

۵۹۷	محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے۔	۶۰۷
۶۰۰	توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوان باطن، لہذا یہ چلنا مقرر ہوا۔	۶۰۷
۶۰۱	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار اقدس پر حاضری کے آداب	۶۰۷
۶۰۲	بوقت توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو جائے	۶۰۷
۶۰۵	حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و اہل حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے۔	۶۰۸
۶۰۵	نکات عامضہ کو محبوبان خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیا ہے۔	۶۰۸
۶۰۵	روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابو جعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمۃ کا جواب	۶۰۹
۶۰۶	سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب ہے۔	۶۰۹
۶۰۶	خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں	۶۱۳
۶۰۶	علماء متقدمین و متاخرین نے آیہ کریمہ "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک" کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا۔	۶۱۵
۶۱۵	نماز کے افعال و احکام میں اسرار اور حکمتیں	۶۱۵
۶۱۵	نہاری نمازوں میں اخفاءِ قراءت اور لیلیٰ نمازوں میں جہر کی حکمت	۶۱۵
۶۱۵	جمعہ و عیدین میں نہایت کے باوجود حکم جہر کیوں ہے؟	۶۱۵

۶۲۶	تصور شیخ کی ترکیب	۶۱۵	نماز کسوف میں جماعت کثیرہ کے باوجود حکم جسر کیوں ہے۔
۶۳۳	○ رسالہ اذہار الانوار من صباصلوۃ الاسرار (نماز غوثیہ کے نکات اور طریقہ)	۶۱۵	رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے؟
۶۳۴	مصنف علیہ الرحمہ نے مولانا الشاہ محمد ابراہیم قادری مدد راسی کی استدعا پر انہیں نماز غوثیہ کی اجازت فرمائی۔	۶۱۵	ہر دور رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے؟
۶۳۴	نماز غوثیہ قضاء حاجات اور دفع اثرار کے لئے مجرب ہے۔	۶۱۵	فرض نمازوں میں پچھلی رکعتوں میں قرات کیوں معاف
۶۳۵	مصنف علیہ الرحمہ کا سلسلہ اجازت نماز غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مستملاً پہنچتا ہے۔	۶۱۵	منفرد پر جسر کے واجب نہ ہونے کی حکمت
۶۳۷	نماز غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں سرکار غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد۔	۶۱۵	رکوع، سجود اور قعود میں قرات کیوں ممنوع ہے۔
۶۳۸	نماز غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے ہیں: طریقہ صغریٰ اور طریقہ کبریٰ۔	۶۱۶	رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حکمت
۶۳۸	طریقہ صغریٰ کی تفصیل اور ارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح۔	۶۱۶	توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہئے اور اس عمل کی حکمت
۶۳۸	نماز غوثیہ سے قبل تازہ وضو کرنا اور صدقہ کرنا مستحسن ہے۔	۶۱۷	بوقت حاجت عراق کی طرف چلنے کے لئے گیارہ قدموں کی تخصیص کی وجہ۔
۶۳۹	نماز غوثیہ کے بعد کن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے۔	۶۱۹	بالجملہ نماز غوثیہ میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں ہے۔
۶۴۱	نماز غوثیہ کے بعد درود و سلام کن الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے۔	۶۲۰	عقائد وہابیہ پر اطلاع پانے اور ان کے رد کیلئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔
۶۴۲	حمد باری تعالیٰ اور درود و سلام کے بعد معتدل چال سے بغداد کی طرف گیارہ قدم چلے۔	۶۲۰	اعمال مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت ہے۔
		۶۲۲	اصول مذاہب وہابیہ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سنی موحّد ہیں۔
		۶۲۲	ناد علی کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ
		۶۲۳	علماء وہابیہ سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک چھیڑتا ہوا سوال
		۶۲۳	ختم خواجگاں، ختم مجدد الف ثانی اور دعاء حزب التحریر کے فوائد

۶۶۳	کسی آیت کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔	۶۳۲	مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے جہت بغداد اور جہت مدینہ منورہ کا استخراج
۶۶۳	بسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر ہونا تو درکنار ثابت بھی نہیں۔	۶۳۸	وہ ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پر۔
۶۶۵	قول جزئیت پر ادعائے اجماع محض افتراء ہے بلکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو عدم جزئیت پر اجماع تھا۔	۶۳۹	جس دعا کے اول و آخر درود شریف ہو وہ رد نہیں ہوتی۔
۶۶۷	تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس تک کسی سورۃ کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جز فاتحہ ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔	۶۳۹	ابو جعفر منصور کا حضرت امام مالک سے سوال کہ میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف۔
۶۶۸	جزئیت بسم اللہ شریف ہر گز قطعی نہیں خود قائلین جزئیت منکر قطعیت ہیں۔	۶۵۲	لطیفہ نظیفہ کہ نماز غوشیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں غوث اعظم نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔
۶۷۲	ختم قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر قراء کا اجماع ہے۔	۶۵۹	۵ رسالہ وصاف الرجیح فی بسملۃ التراويح (ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار جس سے پڑھنا چاہئے)
۶۷۲	سورہ براء کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ابتداء تلاوت ہو تو اتیان بسمہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورتوں کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں۔	۶۶۱	بسم اللہ شریف قرآن مجید کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔
۶۷۶	غیر مبسمین کی قرات میں ترک بسمہ تو قطعاً نافی جزئیت ہے اور مبسمین کی قرات میں اثبات بسمہ ہر گز مثبت جزئیت نہیں۔	۶۶۱	بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار جس سے پڑھی جائے ورنہ سنت ختم ادا نہ ہوگی۔
۶۷۷	اگر مذہب عاصم جزئیت ہو بھی تو ہم پر ان کی اتباع لازم نہیں کیونکہ مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں۔ ایک ہی بار بسم اللہ شریف پڑھنے کی صورت میں ختم قرآن ہر گز ناقص نہیں۔	۶۶۲	بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ ۱۴ سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے۔
۶۷۷	اگر بفرض غلط روایت عاصم جزئیت ہر سورت ہو بھی تو پھر بھی ختم تراویح میں ہر بسمہ میں جس کی اصلاح حاجت نہیں۔	۶۶۲	مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پندرہ افادات
		۶۶۲	بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے نزدیک کسی سورت کی جز نہیں۔

۶۸۹	دور صحابہ سے اب تک تعلیم و تدریس قرآن کا طریقہ	۶۷۸	قرات واحدہ کی اتباع و عدم اتباع کی تحقیق۔
۶۹۰	صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے تھے۔	۶۷۹	اگر بفرض غلط جسر بھی متواتر ہو جب بھی مصالح شرعیہ یہاں اخفاء کا حکم فرماتی ہیں۔
۶۹۱	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سورہ بقرہ پڑھی۔	۶۸۰	تالیف قلوب کے لئے ترک افضل جائز ہے۔
۶۹۲	صحت روایت پر مدار قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۶۸۱	نماز تراویح میں جسر بسمہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر بتانا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء صریح ہے بلکہ کسی نماز میں بھی جسر بسمہ متواتر نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں سخت نزاع ہے۔
۶۹۸	خلاصہ کلام و تقریب مرام	۶۸۱	ائمہ دین جسر کو بدعت قرار دیتے ہیں۔
۶۹۹	قاری عبدالرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رد	۶۸۲	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔
۷۰۰	گنگوہی صاحب سے پانچ سوال	۶۸۵	بسم اللہ شریف نماز میں باواز پڑھنا گنواروں کی قراءۃ ہے۔
۷۰۰	قاری عبدالرحمان پانی پتی پر بیس وجوہ سے رد۔	۶۸۷	ہمارے علماء نے صاف فرمادیا کہ بسم اللہ شریف کے جسر و اخفاء میں امام قرات کا اتباع بیرون نماز ہے نماز میں آہستہ ہی پڑھے۔
۷۰۲	قرآن عظیم میں روافض کے ادعائے تحریف۔	۶۸۷	جسر و اخفاء کے بارے میں روایات قراء سب بیرون نماز کی ہیں۔
۷۰۵	بعض ائمہ مجتہدین اور قراء کے سنن وصال۔		



فہرست ضمنی مسائل

۶۷۸	جسر و اخفاء کے بارے میں روایاتِ قراء سب بیرون نماز کی ہیں		تجوید و قرأت
	امامت	۴۷۳	تراویح میں ہر سورہ پر جس سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم
۱۱۶	حنفی کی شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط	۴۸۴	وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورہ اخلاص ہی ملانا ضروری نہیں۔
۱۵۱	امام آئین بالجسر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۶۶۱	بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار جس سے پڑھی جائے ورنہ سنت ختم ادا نہ ہوگی۔
۲۱۸	امام کے لئے مصلیٰ ہو نا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو برا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔	۶۶۷	تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس تک کسی سورۃ کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جز فاتحہ ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔
۲۲۹	امام پر مقتدی تحکم نہیں کر سکتا۔	۶۷۲	ختم قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر قراء کا اختلاف ہے۔
۲۴۹	امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے۔	۶۷۲	سورۃ برآۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ابتداء تلاوت ہو تو اتیان بسمہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورتوں کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں۔
۲۵۰	امام نے ایک اقی کو خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو نماز درست ہوگی یا نہیں۔	۶۷۸	قرأت واحدہ کی اتباع وعدم اتباع کی تحقیق
	احکام مسجد		
۲۳۱	مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔		

۱۹۲	مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔	۳۶۲	جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔
۱۹۳	حقہ، بیڑی وغیرہ کی بدلو منہ میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام	۳۸۳	داڑھی منڈے صف اول ہی میں کیوں نہ ہوں، انہیں ہٹانا منع ہے۔
۱۹۹	جوتے پہن کر مسجد میں جانا خلاف ادب ہے، ادب کی بناء عرف پر ہے۔	۳۹۲	ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔
۲۹۷	مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔	۳۹۳	نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھالینا افضل ہے۔
۲۹۸	مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔	۴۵۰	دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انہیں پہن کر نماز جائز نہیں
۲۹۸	سجود السو		جھوٹا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔
۲۹۹	دعائے قنوت میں سہو ہونے سے سجدہ سہو کب ہوتا ہے۔	۴۸۳	چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی، نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔
۲۹۹	تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں۔	۵۶۷	سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔
۳۰۰	اجارہ		جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔
۳۰۱	ختم قرآن پر اُہرت کی ایک صورت	۴۷۲	جرا ب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔
۳۱۸	امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر	۴۷۲	چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔
۳۵۵	حظر و اباحت		ردائے مشتمل میں نماز صحیح ہے۔
۳۶۰	نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔		بغیر ٹوپی کے گلوبند سر پر باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔
۳۶۲	آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ اکیلے ہو، اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔	۵۱	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق
۳۸۴			نماز میں کھجلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھجلائے اس سے زیادہ نہیں۔
۳۸۴			تہبند کے نیچے لنگوٹ ہو یا داڑھی میں ڈاٹ ہو یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔

۹۰	کمر میں پڑکا ہو تو نماز صحیح ہے۔	۳۸۵	کسی معتمد کو مقرر کرے کہ وقت جماعت سے پہلے اس کو

	جگادے۔		
۹۴	ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن رواتب تہجد سے اہم اور اکمل ہیں۔	۳۸۵	شر وانی، انگرکھے وغیرہ کے بٹن گھنڈی نہ لگے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔
۹۹	جماعت، سنن رواتب اور تہجد میں درجات کی ترتیب	۳۹۴	امام عمامہ باندھے اور مقتدی بلا عمامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی خرابی نہیں
۱۰۱	حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ چھ اقوال ہیں فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین، واجب کفایہ سنت موکدہ، مستحب۔	۳۹۵	نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کو کرتا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں نماز مکروہ۔
	رسم المفتی	۴۴۴	بالغ کی نماز نابالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔
۲۱۰	متون شروح فتاویٰ سے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔	۴۶۴	شبینہ کا حکم۔
۵۲۵	جاہل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتویٰ پر اعتماد جائز	۴۷۲	شبینہ مکروہ ہے۔
	عقائد و کلام	۴۸۱	سورہ توبہ پر اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَمِنَ الشَّرِّ اَلَّذِیْ لَمْ یُطْرَقْ عَلَیْہِ اَصْلُہُ۔
۴۹۷	کذب و بہتان کی نسبت ائمہ کرام اور علمائے اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔		فوائد فقہیہ
۵۰۳	ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق و ہدایت اور سمیل جنت ہے۔	۸۱	پاؤں کا عذر فی الخضور ہے نہ عذر للحاضر تہجد فوت ہو جانے کے خوف سے ترک جماعت جائز نہیں۔
۵۷۶	اکابر کی روایات کو بے وجہ و جہ رد کرنا جہالت یا خبث و ضلالت ہے۔	۸۱	تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ ترک جماعت پر ہولناک وعیدیں۔
۵۸۱	نماز غوثیہ کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء ہے۔	۸۵	خوف وقت تہجد کو ترک جماعت کے لئے عذر بنانا بیہودگی ہے۔
۵۸۲	جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔	۸۷	قیلولہ کا وقت غصوہ کبریٰ سے نصف النہار تک ہے۔
		۸۹	اگر کوئی شخص نو بجے عشاء پڑھ کر سو گیا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تہجد ہو گیا۔

۶۰۵	نکات غامضہ کہ محبوبان خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیا ہے۔	۵۸۳	قاعدہ نفیسہ کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح ہے۔
۶۰۵	روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابو جعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب۔	۵۸۳	محبوبان خدا سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص وتوکل کے خلاف نہیں۔
۶۰۶	سوال حاجت سے پہلے دو رکعت کی تقدیم مناسب ہے۔	۵۹۳	استشفاع وتوسل پر متعدد احادیث وآثار نماز غوثیہ کے افعال پر کلام۔
۶۰۶	خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعاء بخشش کریں۔	۵۹۳	محبوبان خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔
۶۰۷	محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے۔	۵۹۵	محبوبان خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔
	منظرہ وردِ بد مذہباں	۵۹۷	تواضع بغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافریا دنیا دار غنی کے لئے اس کے سبب تواضع ہو۔
۴۹۹	ایک جاہل وہابی مفتی مصنف "ضروری سوال" کی تیس جہالتوں کا بیان۔	۵۹۷	حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء و علماء کا خشوع وخضوع۔
۵۱۱	مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تعجیف اغلاط۔	۶۰۰	حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے۔
۵۱۳	مصنف "ضروری سوال" کی اغلاط ترجمہ۔	۶۰۱	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر حاضری کے آداب۔
۵۱۵	مصنف "ضروری سوال" کی اغلاط روایت۔	۶۰۲	بوقت توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو جائے۔
۵۱۶	ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔	۶۰۵	حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و اہل حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے۔
۵۲۰	مصنف "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی		
۵۲۳	مصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ سے مخالفت		

۶۶۲	بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی، نہ وہ فاتحہ کی جز نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے۔	۵۲۳	مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اول نمبر کی وہابیت اور غیر مقلدی ہے اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وہابیت پر قائم ہے۔
۶۶۲	مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پندرہ افادات	۶۲۰	عقائد وہابیہ پر اطلاع پانے اور ان کے رد کے لئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔
۶۶۲	بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے نزدیک کسی سورت کی جز نہیں۔	۶۲۲	اصول مذاہب وہابیہ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سنی موحد ہیں۔
۶۶۳	کسی آیت کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔	۶۲۳	علماء وہابیہ سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک چھٹا سوال۔
۶۸۹	دور صحابہ سے اب تک تعلیم و تدریس قرآن کا طریقہ	۶۹۹	قاری عبد الرحمن پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رد۔
	فوائد حدیثیہ	۷۰۰	گنگوہی صاحب سے پانچ سوال
۷۱	حدیث مبارکہ "مَا أَجِدُكَ رَحْمَةً" کا معنی اور مصنف کی تحقیق۔	۷۰۰	قاری عبد الرحمن پانی پتی پریس وجوہ سے رد۔
۹۵	تہجد اور سنن رواتب کی افضلیت سے متعلق وارد احادیث میں تطبیق	۷۰۲	قرآن عظیم میں روافض کے ادعائے تحریف
۵۰۴	حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوت فجر کی نبی سے متعلق ہے اس میں تین راوی شدید ضعیف ہیں۔		تفسیر و علوم قرآن
	اسماء الرجال	۴۹۹	آیہ کریمہ "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يَعَذِّبُهُمْ فَانْهَاهُمْ ظُلْمُونَ" کا شان نزول اور اس کا معنی
۵۰۴	عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔	۶۰۶	علماء متقدمین و متاخرین نے آیہ کریمہ "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُوكَ" کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا۔

۵۸۸	عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ مڑوک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ ہیں جو بخاری و مسلم وغیرہا تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔	فضائل و مناقب	
۵۹۰	عتبہ بن غزو ان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزو ان بن جابر مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔	تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل	۴۰۰
	تاریخ و تذکرہ	حدیث متواترہ ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔	۶۹
۳۴۶	موجودہ صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔	حدیث مبارک کہ نماز عشاء باجماعت، نصف شب اور نماز فجر جماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے۔	۶۹
۵۰۸	صاحب اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۷۰ ہجری کو ہوا۔	بہ نیت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پاسکے تو ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔	۸۳
۵۰۸	شہداء بر معونہ کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر مرا۔	فاروق اعظم اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔	۸۳
۵۱۸	حضرت حرام بن لجان رضی اللہ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا۔	تہجد عادت صالحین ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا اور برائیوں کا کفارہ ہے۔	۸۵
۵۷۷	شیخ ابن عربی کی تصنیف "فتوحات مکیہ" کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمہ کے اپنے دستخط سے مزین ہے۔	شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب۔	۵۷۲
۶۳۵	مصنف علیہ الرحمہ کا سلسلہ اجازت نماز غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک متصلاً پہنچتا ہے۔	مصنف "بہجۃ الاسرار" امام ابو الحسن نور الدین علی شہنطونی کے فضائل۔	۵۷۳
۷۰۵	بعض ائمہ مجتہدین اور قراء کے سنہین وصال۔	کتاب "بہجۃ الاسرار" کتاب عظیم و مشہور ہے۔	۵۷۵
		نماز غوثیہ قضاء حاجات اور دفع اشرار کے لئے مجرب ہے۔	۶۳۴
		نماز غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد۔	۶۳۷

۶۶۴	بسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر ہونا تو درکنار، ثابت بھی نہیں۔		فوائد اصولیہ
۶۶۵	قول جزئیت پر ادعائے اجماع محض افترا ہے بلکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو عدم جزئیت پر اجماع تھا۔	۶۹	عذر ساقط و وجوب جماعت ہے نہ کہ ساقط جواز۔
۶۶۸	جزئیت بسم اللہ شریف ہر گز قطعی نہیں خود قائلین جزئیت منکر قطعیت ہیں	۶۹	کسی شے کے حقیقتاً ہونے اور حکماً ہونے میں بہت فرق ہے۔
۶۷۶	غیر مسلمین کی قرأت میں ترک بسم اللہ تو قطعاً ناجزی جزئیت ہے اور مسلمین کی قرأت میں اثبات بسم لہر گز ثبوت جزئیت نہیں۔	۸۲	آئندہ کسی سنت کے فوت ہو جانے کے خوف سے فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔
	تالیف قلوب کے لئے ترک افضل جائز ہے۔	۸۷	تہجد و جماعت میں تعارض نہیں لہذا ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تقویت کا داعی نہیں۔
۶۹۴	صحت روایت پر مدار قرأت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق۔	۹۱	جماعت اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہو سکتا۔
	سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	۱۰۰	ترک اولویت، میں حکم کراہت نہیں۔
۶۰۹	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب دعاء میں تقاؤل پر بہت نظر رکھتے تھے۔	۱۱۰	سنیت و وجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں۔
۶۱۳	نماز کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔	۱۱۰	مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق
	تصوف و اخلاق	۳۳۰	منافی و وجوب، ترک سے نفی حرج ہے نہ کہ فعل سے۔
۸۸	طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور کھانا تھوڑا کھائے۔	۴۹۲	نکروہ چیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔
		۴۹۶	اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص
		۴۹۹	قتوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، ہاں محل نظریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔
		۵۸۳	فعل جواز کی دلیل ہے اور عدم فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔

۶۲۶	تصور شیخ کی ترکیب	۹۰	سوئے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیق جماعت کی دعا کرے اور اس پر سچا توکل کرے۔
۶۳۴	نماز غوثیہ قضاء حاجات اور دفع اشرار کے لئے مجرب ہے۔	۵۷۱	صلوۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ مبارک نماز، مشائخ عظام کا معمول اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔
۶۳۸	نماز غوثیہ میں مشائخ قادر یہ کے ہاں دو طریقے ہیں: طریقہ صغریٰ اور طریقہ کبریٰ	۵۷۲	نماز غوثیہ کی اجازت دینے اور لینے کا بیان
	لغت	۵۷۳	نماز غوثیہ کی مداومت اولیاء طریقہ قادر یہ کے آداب میں سے ہے۔
۵۰۳	محاورہ عرب میں لفظ زعم بمعنی مطلق قول اور بمعنی کلام نامحقق آیا ہے۔	۶۰۷	توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوان باطن للذایہ چلنا مقرر ہوا۔
	ریاضی	۶۰۷	قضائے حاجت کے لئے صلوۃ کن فیکون اور اس کے بعد کرنے کا طریقہ۔
۶۳۲	مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے جہت بغداد اور جہت مدینہ منورہ کا استخراج	۶۰۸	ظاہر مصلح خاطر ہوتا ہے لہذا جس امر میں جمع عزیمت و صدق ارادت کا اہتمام درکار ہو اس کے مناسب افعال و جوارح رکھے جائیں۔
	متفرقات	۶۰۹	جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔
۵۱۷	شہداء بر معونہ کو قراءت کہنے کی وجہ کیا ہے۔	۶۱۶	توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہئے اور اس عمل کی حکمت
۵۷۶	کسی خاصی عبارت کو الحاق ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔	۶۲۰	اعمال مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت ہے۔
۶۰۷	نماز استسقاء میں قلب رداء کی حکمت	۶۲۲	ناد علی کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ
۶۰۸	نگیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشت شہادت سے اشارے کی حکمت۔	۶۲۳	ختم خواجگان، ختم مجدد الف ثانی اور دعاء حنفیہ الحمر کے فوائد
۶۱۵	نماز کے افعال و احکام میں اسرار اور حکمتیں		
۶۱۵	نہاری نمازوں میں اخفاء قراءت اور لیلیٰ نمازوں میں جسر کی حکمت		
۶۱۵	جمعہ و عیدین میں نہایت کے باوجود حکم جسر کیوں ہے۔		

۶۱۵	منفر دپر جس کے واجب نہ ہونے کی حکمت	۶۱۵	نماز کسوف میں جماعت کثیرہ کے باوجود حکم اخفاء کیوں ہے۔
۶۱۵	رکوع، سجود اور قعود میں قراءت کیوں ممنوع ہے۔	۶۱۵	رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے۔
۶۱۶	رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حکمت	۶۱۵	ہر دور رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے۔
۶۵۲	لطیفہ نظیفہ کہ نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔	۶۱۵	فرض نماز میں پچھلی رکعتوں میں قراءت کیوں معاف۔





باب الجماعة

(جماعت کا بیان)

مسئلہ ۸۴۶: از میرٹھ خیر نگر دروازہ خیر المساجد مرسلہ مولوی ابوالعارف محمد حبیب اللہ صاحب قادری برکاتی ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگر دروازہ کا صحن محراب کے ہر دو جانب میں مساوی نہیں ہے بلکہ دست راست کی جانب ۱۶ فٹ بڑھا ہوا ہے گرمی، برسات وغیرہ میں جب نماز صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے دائیں جانب ۱۶ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مرسلہ خدمت ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ جب صحن مسجد میں جماعت قائم ہو جائے تو امام کو رعایت وسط صف کی لازم ہے یا محاذات محراب ضروری ہے بینوا تو جروا۔

الجواب:

امام کے لئے سنت متوارثہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک معہود وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام وسط صف میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی و متورث ہے، محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسط دیوار قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے، یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا اتباع نہ ہوگا مگر مراعات توسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت و انتقائے کراہت و انتثال ارشاد حدیث توسطوا الامام (امام در میان میں کھڑا ہو۔ت)، جس مسجد میں مسقف حصہ نہ ہو وہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے افضل المساجد مسجد الحرام شریف، اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد مستقل ہے فقہائے کرام درجہ مسقفہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر مسقف کو مسجد صیفی جب ان کے وسط متطابق نہ ہوں تو ہر مسجد کے لئے اس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانب راست زائد ہے تو امام محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو

کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو۔ در مختار میں ہے: یصف الامام ویقف وسطاً¹ (امام صف بنوائے اور درمیان میں کھڑا ہو۔ ت) درایہ شرح ہدایہ میں ہے:

السنة ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب مانصبہ الاوسط المساجد وہی قد عینت لمقام الامام مبسوط ² ۔	سنت یہ ہے کہ امام صف کے محاذی درمیان میں کھڑا ہو، کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا تمام محرابیں مساجد کے وسط میں بنائی گئی ہیں اور وہ مقام امام کا تعین کر رہی ہیں، مبسوط۔ (ت)

امام بکر خواہر زادہ میں ہے:

لوقام فی احد جانبی الصف یکرہ ولوکان المسجد الصیفی بجانب الشتوی وامتلاً المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ ³ الخ اثر ہماش۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر امام صف کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک طرف کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے، اگر مسجد صیفی شتوی کے پہلو میں ہو اور مسجد بھری ہو تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہوتا کہ امام کی دونوں طرف لوگ برابر ہوں الخ ان دونوں عبارتوں کو شامی نے نقل کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۴۷: ازار وہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنبرہ ضلع آگرہ مسؤلہ مرسلہ محمد صادق علی خاں صاحب رمضان شریف ۱۳۳۰ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر درمیں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اس میں تنہا امام کو کھڑے ہو کر
نماز پڑھانی کیسی ہے اور اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی رد المحتار عن معراج الدراية عن	رد المحتار میں معراج الدراية کے حوالے سے ہے کہ

¹ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

² رد المحتار بحوالہ معراج الدراية، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۲۰

³ رد المحتار بحوالہ معراج الدراية، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۲۰

سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین ^۱ ۔	سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس بات کو مکروہ جانتا ہوں کہ امام دوستوں کے درمیان کھڑا ہو۔ (ت)

پھر امام و مقتدیان کا درجہ بدلا ہونا کہ امام درجہ مسقف میں ہے اور سب مقتدی صحن میں، یہ دوسری کراہت ہے کما فی جامع الرموز (جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) پھر اگر در کی کرسی صحن سے بقدر امتیاز بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے^۳ کما فی الدر المختار والتفصیل فی فتاؤنا (جیسا کہ در مختار میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

مسئلہ ۸۳۸: از دھاکہ بنگالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب علم پر جو طلب علم دین کرتا ہے جماعت نماز پنجگانہ واجب ہے یا نہیں؟ بیہینوا تو جروا۔

الجواب:

علماء نے طالب و مشتغل علم کو احیاناً ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بچند شرائط، اس کا اشتغال خاص علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ نحو و صرف و لغت و معانی و بیان و بدیع و غیر ہا اگرچہ بوجہ آیت داخل علم دین ہیں، اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغال فقہ کا بہانہ کر کے جماعت تو ترک کرے اور اپنا وقت بطالت و فضولیات میں گزاریے جیسا کہ بہت طلبائے زمانہ کا انداز ہے، یا حالت ایسی ہو کہ کسی وقت اہتمام جماعت کے سبب اس کے کام میں حرج واقع ہو جس کا بندوبست نہ کر سکے نہ دوسرا وقت اس کا بدل سکتا ہو مثلاً ایک مجمع طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے، پھر بایں ہمہ کسل نفس کے لئے اس مسئلہ کو حیلہ بنا کر ترک جماعت پر مداومت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو ورنہ معذور نہ ہو گا بلکہ مستحق تعزیر ٹھہرے گا، در مختار میں در بارہ اعذار ترک جماعت لکھا۔

کذا اشتغاله بالفقہ لا بغیرہ کذا اجزم بہ الباقانی تبعاً للبهنسی ای الا اذا واطب	اسی طرح جو طالب علم فقہ میں مشغول ہو نہ کہ کسی دوسرے فن میں، اس پر بہنسی کی اتباع میں باقانی نے جزم کیا ہے مگر

^۱ رد المحتار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۸/۷۷

^۲ جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۹۴/۱

^۳ در مختار، باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۹۲/۱

تکاسلا فلا یعذر ویعذر ¹ ۔	اس صورت میں جب وہ سستی کی وجہ سے دوام اختیار کرے تو وہ معذور نہ ہوگا اور اس پر تعزیر ہوگی۔ (ت)

نور الایضاح و مرآۃ الفلاح میں ہے:

(وتکرار فقہ) لانحو ولغة (بجماعة تفوته) ولم یداو م علی ترکھا ² ۔	(اور تکرار فقہ) نہ کہ نحو ولغت کا (جماعت کے ساتھ جو فوت ہو جائے) اور نہ جماعت کے ترک پر دوام اختیار کرنے والا ہو۔ (ت)

قنیہ کے لفظ یہ ہیں:

من لایحضرھا لاستغراق اوقاته فی تکریر الفقہ الخ ³ ۔	جو جمع اوقات میں تکرار فقہ کی وجہ سے حاضر جماعت نہیں ہو سکتا الخ (ت)

علامہ شامی نے فرمایا:

ثم اشتغال لابغیر الفقہ فی بعض من الاوقات عذر معتبر ⁴ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	بعض اوقات میں وہ اشتغال جو فقہ کے علاوہ میں ہو معتبر عذر نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۴۹: از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صف اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پچھے امام کی لہڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی لہڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صف بھی مسجد کے اندر ہو جائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صف اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی؟ بینوات وجروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں بیشک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم و گنہگار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنت دائمہ ہے جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے اور ترک واجب مکروہ تحریمی، اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

¹ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۲/۱

² مرآۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الامامة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۳

³ رد المحتار بحوالہ القنیہ، باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۱۱/۱

⁴ رد المحتار، باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۱۲/۱

ترك التقدم لامام الرجال محرم وكذا صرح الشارح وسماه في الكافي مكروهاً وهو الحق اي كراهة تحریم لان مقتضى المواظبة على التقدم منه عليه الصلاة والسلام بلاترك الوجوب فلعدمه كراهة التحريم ¹ ۔	مردوں کے امام کے لئے تقدیم کا ترک حرام ہے، شارح نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، کافی میں اسے مکروہ کا نام دیا اور یہی حق ہے، اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ آگے کھڑا ہونا اور اسے کبھی ترک نہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے اور وجوب کا ترک کراہت تحریمی ہوتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

مقتضى فعله صلى الله تعالى عليه وسلم التقدم على الكثير من غير ترك الوجوب ² ۔	مقتدی کثیر ہونے کی صورت میں حضور علیہ السلام کا ہمیشہ آگے کھڑا ہونا اور کبھی ترک نہ فرمانا وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

التقدم واجب على الامام للمواظبة من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وترك الواجب موجب لكراهة التحريم بالمقتضية للآثم ³ ۔	امام کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ اسی پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی اور واجب کا ترک کراہت تحریمی کا موجب ہے جو گناہ کا مقتضی ہے۔ (ت)

اقول: وبالله التوفيق ظاهر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یونہی تھا کہ صف کے لئے پوری جگہ عطا فرماتے نہ وہ ناقص و قاصر تقدم جو سوال میں مذکور ہوا۔ دلیل واضح اس پر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکمیل صف کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرجہ چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا:

اقبوا صفوفكم وتراصوا فاني اراكم من وراء ظهري ⁴ اخرجه البخاري والنسائي	اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے

¹ فتح القدير باب الامانة مطبوعه مكتبة نورية رضوية كھر ۳۰۹/۱

² فتح القدير باب الامانة مطبوعه مكتبة نورية رضوية كھر ۳۰۹/۱

³ بحر الرائق، باب الامانة مطبوعه ائمه سعيد كينى كراچى، ۳۵۱/۱

⁴ صحيح البخاري باب الزايق لمنك بالملك الخ مطبوعه قديمى كتب خانہ كراچى، ۱۰۰/۱، سنن النسائي احث الامام على رص الصفوف والمقاربه بيننا مطبوعه

مكتبة سلفيه لاہور ۹۳/۱

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مسلم بلفظ اتبوا الصفوف فانی اراکم خلف ظہری ¹ ۔	دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور مسلم شریف میں ان الفاظ سے ہے: اپنی صفیں مکمل کرو کیونکہ میں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

سدواخلل فان الشيطان يدخل فيبا بينكم بمنزلة الحذف ² ۔ رواه الامام احمد عن امامة الباهلي رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	یعنی صف چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا ہے۔ اسے امام احمد نے حضرت ابوالمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور یہ مضمون حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام احمد بسند صحیح ان سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

راصوا الصفوف فان الشياطين تقوم في الخلل ³ ۔	یعنی صفیں خوب کھنی رکھو جیسے رانگ سے درزیں بھر دیتے ہیں کہ فرجہ رہتا ہے تو اس میں شیطان کھڑا ہوتا ہے۔

نسائی کی روایت صحیحہ میں ہے:

راصوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالاعناق فوالذي نفس محمد بيده اني لارى الشياطين تدخل من خلل الصف كانها الحذف ⁴ ۔	اپنی صفیں خوب کھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بیشک میں شیاطین کو رخنے صف میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں گویا وہ بھیڑ کے بچے ہیں۔

¹ صحیح مسلم ، باب تسوية الصفوف الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۸۲/۱

² مسند احمد بن حنبل حدیث ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۶۲/۵

³ مسند احمد بن حنبل ، از مسند انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۴/۳

⁴ سنن النسائی حث الامام علی رض الصفوف الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۳/۱

ابوداؤد طرابلسی کی روایت میں یوں ہے:

اقبوا صفوفکم وتراصوا فالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیاطین بین صفوفکم کانہا غنم عفر^۱۔	اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیاطین کو تمہاری صفوں میں دیکھتا ہوں گویا وہ بکریاں ہیں بھگسے رنگ کی۔

فائدہ: بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرجہ میں داخل ہو کر ادھر سے ادھر نکلتے ہیں یوں ہی شیطان جب صف میں جگہ خالی پاتا ہے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کو آگھستا ہے اور بھگسے رنگ کی تخصیص شاید اس لئے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی رنگ کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر متشکل ہوئے۔ چوتھی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا:

اقبوا الصفوف فانما تصفون بصفوف الملئکة وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا فی ایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیاطین ومن وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہا للہ^۲۔ رواہ الامام احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابن خزیمہ وصحاحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعند النسائی والحاکم عنہ بسند صحیح الفصل الاخیر اعنی من قوله من وصل^۳ الحدیث۔	یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں رکھو اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صف میں شیطان کے لئے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، حاکم اور ابن خزیمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا۔ نسائی اور حاکم نے انہی سے سند صحیح کے ساتھ آخری جملہ من وصل صفا کو فصل کر کے روایت کیا ہے الحدیث۔

^۱ مسند ابوداؤد الطرابلسی حدیث ۲۱۰۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ص ۲۸۲

^۲ سنن ابوداؤد باب تسویر الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷، مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عمر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۹۸

^۳ المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوۃ من وصل صفا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۱۳، سنن النسائی کتاب الامارۃ من وصل صفا مطبوعہ مکتبہ سلفیہ

ملائکہ کی صف بندی کا دوسری حدیث میں خود بیان آیا:

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باہر تشریف لا کر ارشاد فرمایا: ایسے صف کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسی صف باندھتے ہیں: فرمایا: اگلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اسے امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔	خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال الاتصفون كما تصف الملائكة عن ربها فقلنا يا رسول الله كيف تصف الملائكة عند ربها قال يتمون الصف الاول ويتراصون في الصف¹ - اخرجه احمد ومسلم وابوداؤد والنسائي وابن ماجة عن جابر بن سمره رضى الله تعالى عنه -

اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ فرجہ رہ گیا اور نیتیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اس فرجہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انہیں حکم ہے کہ دب جائیں اور جگہ دے دیں تاکہ صف بھر جائے۔ فتح القدیر و بحر الرائق و مراقی الفلاح و در مختار وغیرہا میں ہے:

علامہ شرنبلالی نے چوتھی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے کہ اس حدیث سے اس شخص کی جہالت واضح ہو جاتی ہے جو ریاکاری کا تصور کرتے ہوئے صف میں اپنی کسی جانب نمازی کو شامل ہونے سے روکتا ہو بلکہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بجائے دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ (ت)	واللفظ للشرنبلالی قال بعد ایراد الحديث الرابع وبهذا يعلم جهل من يستمسك عند دخول احد بجانبه في الصف يظن انه رياء بل هو عانة على ما امر به النبي صلى الله تعالى عليه وسلم² -

¹ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، حدیث ۱۱۹ باب الامر بالسكون فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نور محمد صح المطابع کراچی ۱۸۱۱، مسند احمد بن حنبل حدیث جابر بن سمرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۰۱/۵، سنن ابوداؤد باب تسوید الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۰۱، سنن نسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۳۹۱

² مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی، فصل فی بیان الحق بالامایہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرجہ چھوڑا اور صف دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کر لی اور نیتیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صف اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکمیل کر کے دوسری صف باندھتے، اب ایک شخص آیا اور اس نے صف اول کا رخ نہ دیکھا اسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرجہ بھر دے کہ صف دوم بے خیالی کر کے آپ تقصیر وار ہے اور اس کا چیرنا روا۔ قنیه و بحر الرائق و شرح نور الایضاح و در مختار وغیرہ میں ہے:

واللفظ لشرح التنوير لوجود فرجة في الاول لا الثاني، له خرق الثاني لتقصيرهم ¹	شرح تنوير کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے صف اول میں رخ نہ پایا حالانکہ دوسری میں نہ تھا تو اس کے لئے دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے دوسری صف کو چیرنا جائز ہوگا۔ (ت)۔

بحر میں: لاحرمۃ له لتقصيرهم² (دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے بعد میں آنے والے کو دوسری صف چیرنا جائز ہے) یونہی اس رخ نہ بندی کے لئے کچھلی صف کے نمازیوں کے آگے گزرنا جائز ہے کہ انہوں نے خود اس امر عظیم میں بے پروائی کر کے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ساقط کر دی۔ قنیه میں ہے:

قَامَ فِي اخِرِ الصَّفِّ فِي الْمَسْجِدِ وَبَيْنَ الصُّفُوفِ مَوَاضِعٌ خَالِيَةٌ فَلِلدَّخْلِ اِنْ يَمْرُبِينَ يَدِيهِ لِيَصِلَ الصُّفُوفَ لِانْهَ اسْقَطَ حَرَمَةَ نَفْسِهِ فَلَا يَأْتُمُّ الْمَارِبِينَ يَدِيهِ ³	ایک آدمی آخری صف میں کھڑا ہو گیا حالانکہ اس کے اور دوسری صفوں کے درمیان خالی جگہیں تھیں تو آنے والے نمازی کو اجازت ہے کہ وہ اس کے آگے سے گزر کر صف مکمل کرے کیونکہ آخر میں کھڑے ہونے والے نے اپنا احترام خود ختم کیا ہے لہذا اس کے سامنے سے گزرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ (ت)

حدیث میں ہے:

من نظر الى فرجة في صف فليسدّها بنفسه فان لم يفعل فمرّار فليخط على رقبتة فانه لا حرمۃ له ⁴ - اخرجه الديلمي	یعنی جسے صف میں فرجہ نظر آئے وہ خود وہاں کھڑا ہو کر اسے بند کر دے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وہ اس کی گردن پر قدم رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لئے

¹ در مختار باب الامة، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۴/۱

² بحر الرائق باب الامة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۴/۱

³ القنیه باب فی السترۃ، مطبوعہ مکتبہ بھارت، ص ۳۹۸

⁴ المعجم الکبیر مروی از ابن عباس حدیث ۱۱۱۸۳، اور ۱۱۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱۳/۱، ۱۰۵

ف: مسند الفردوس مجھے دستیاب نہیں اور ماثور الخطاب سے یہ حدیث نہیں مل سکی۔ نذیر احمد سعیدی

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما	کوئی حرمت نہ رہی۔ اسے دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

یونہی اگر صف دوم میں کوئی شخص نیت باندھ چکا اس کے بعد اسے صف اول کا رخنہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں چلے اور جا کر فرجہ بند کر دے کہ یہ مشی قلیل حکم شرع کے امتثال کو واقع ہوئی، ہاں دو صف کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مشی کثیر ہو جائے گی۔ علامہ ابن امیر الحاج حلیہ میں ذخیرہ سے ناقل:

ان كان في الصف الثاني فرأى فرجة في الاول فمشى اليها لم تفسد صلاته لانه مأمور بالمرآضة قال عليه الصلاة والسلام تراصوا في الصفوف ولو كان في الصف الثالث تفسد ¹	اگر کوئی آدمی دوسری صف میں کھڑا تھا کہ اس نے پہلی میں رخنہ دیکھا اور وہ اسے پر کرنے کے لئے چلا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نماز میں مل کر کھڑا ہونا حکم شرعی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: صفوں میں خوب مل کر کھڑا ہوا کرو۔ اور اگر نمازی تیسری صف میں تھا تو اب نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

ظاهر التعليل بأمر انه يطلب منه المشى اليها تأمل ²	امر کے ساتھ علت بیان کرنا بتا رہا ہے کہ اس نمازی سے رخنہ پر کرنے کا مطالبہ ہے تا مل۔ (ت)

ثم اقول: وبالله التوفيق يه احكام فقه وحديث باعلى اندامادی کہ وصل صفوف اور ان کی رخنہ بندی اہم ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ ممنوع و ناجائز، یہاں تک کہ اس کے دفع کو نمازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی جس کی بابت حدیثوں میں سخت نہی وارد تھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لويعلم المأربين يدي المصلي ماذا عليه لكان ان يقف اربعين خيرا له من ان يمر بين يديه ³ - اخرجه الاثمة احمد و الستة عن ابى جهميم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحافظ في بلوغ المرام ووقع	اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے سے اس کے حق میں بہتر تھا۔ اسے امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت ابو جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ نے بلوغ المرام میں کہا کہ مسند بزار

¹ ردالمحتار بحوالہ الحلیہ، باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۲۱ھ

² ردالمحتار بحوالہ الحلیہ، باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۲۱ھ

³ صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب اثم المار بین یدی المصلي مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۸۱ھ

میں ایک اور سند سے مروی الفاظ یہ ہیں: چالیس سال، میں کہتا ہوں احادیث آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔	فی البزار من وجہ آخر اربعین خریفاً ¹ قلت والا حدیث یفسر بعضها بعضاً

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر کیگناہ ہوتا ہے تو وہ اس ایک قدم چلنے سے سو سال تک کھڑے رہنے کو بہتر سمجھے گا۔ اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)	لو یعلم احدکم ماله فی ان یمربین یدی اخیه معترضاً فی الصلاة کان لان یقیم مائة عام مخیر له من الخطوة التی خطاها ² ۔ رواہ احمد وابن ماجه عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس میں سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم رکھنے سے بہتر فرمایا۔ امام طحاوی فرماتے ہیں: پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لئے سو³ (سال) فرمائے گئے۔ تیسری حدیث میں ہے:

اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا ہو تو چاہتا اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ اسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں شیخ عبد الحمید بن عبد الرحمن سے منقطع طور پر روایت کیا ہے۔	لو یعلم المار بین یدی المصلی لاحب ان ینکسر فخذہ ولایمر بین یدیہ ³ ۔ رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عبد الحمید بن عبد الرحمن منقطعاً۔

چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنے چاہے تو اسے دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے	اذا صلی احدکم الی شییء یستترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ہو شیطان ⁴ ۔ اخرجه

¹ بلوغ المرام مع مسک الختام باب سترۃ المصلی مطبوعہ مطبع نظامی کانپور (انڈیا) ۱۵۸/۱

² سنن ابن ماجہ باب المرور بین یدی المصلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۸

³ مصنف ابن ابی شیبہ من کان یکرہ ان یمر الرجل الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲۸۲/۱

⁴ صحیح البخاری، باب لیرد المصلی من مربین یدیہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۷۳/۱

احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	اسے احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تہدیدیں ہیں اسی وقت روا رکھا گیا ہے جب دوسرا اس سے زیادہ اشد اور
افسردہ تھا کہ لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

ایک دلیل: اس وجوب اور فرجہ رکھنے کی کراہت تحریمی پر یہ ہے۔

دلیل دوم: احادیث کثیرہ میں صیغہ امر کا وارد ہونا کما سمعت وما ترک لیس بأقل مما سردت (جیسا کہ تو نے سن لیا
اور جن روایات کو میں نے ترک کر دیا ہے وہ بیان کردہ سے کم نہیں ہیں۔ ت) اس لئے ذخیرہ وحلیہ میں فرمایا: انہ، مأمور
بالمراصة¹ (کیونکہ مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ ت) فتح القدر و بحر الرائق وغیرہا میں فرمایا: سد الفرجات بالمأمور
بہا فی الصف² (صف کے درمیانی رخنے کو پر کرنے کا حکم ہے۔ ت) اور اصول میں مبرہن ہو چکا ہے امر مفید وجوب ہے الا
ان یصرف عنہ صارف (مگر اس صورت میں جب اس کے خلاف کوئی قرینہ ہو۔ ت)
دلیل سوم: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ صف میں جگہ چھوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی الخانیة والدر المختار وغیرہما واللفظ للعلائی لوصلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجة ³ ۔	خانہ، در مختار اور دیگر کتب میں ہے علائی کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے رفوف مسجد میں نماز ادا کی حالانکہ صحن مسجد میں جگہ تھی تو مکروہ ہوگی جیسا کہ ایسی صف میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جو ایسی صف کے پیچھے ہو جس میں رخنے تھا۔ (ت)

اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے،

الا اذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ	مگر جب اس کے خلاف دلیل موجود ہو جیسا کہ فتح، بحر، حواشی در

¹ رد المحتار بحوالہ حلیہ عن الذخیرۃ باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۲۱/۱

² بحر الرائق باب الامامة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۴/۱

³ در مختار باب الامامة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۴/۱

فی الفتح والبحر وحاشی الدر وغیرہما من تصانیف الکرام الغر۔	اور دیگر تصانیف علماء عظام میں تصریح ہے۔ (ت)

دلیل چہارم احادیث سابقہ میں حدیث رابع کے وعید شدید من قطع صفاً قطعہ اللہ (جس نے صف قطع کی اللہ اسے قطع کرے گا۔ ت) علامہ طحاوی پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورہ در مختار فرماتے ہیں:

قوله كقيامه في صف الخ هل الكراهة فيه تنزيهية او تحريمية ويرشد الى الثاني قوله عليه الصلوة والسلام من قطع صفاً قطعہ اللہ انتہی فافہم ¹ ۔	قوله جیسا کہ کھڑا ہونا اس صف میں الخ اس میں کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد من قطع اللہ الخ کراہت تحریمی کی طرف راہنمائی کرتا ہے انتہی فافہم (ت)

جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب صورت مذکورہ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ جب امام صف اول میں صرف اس قدر فاصلہ قلیلہ چھوٹا تو بالیقین صف اول ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے بوجہ تنگی مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم، اور جو مکروہ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریمی ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد عبارت منقولہ صدر جواب کے فرماتے ہیں:

واستلزم ما ذکر ان جماعة النساء تكره كراهة تحريم لان ملزوم متعلق بالحكم اعني الفعل المعين ملزوم لذلك الحكم ² انتہی	مذکورہ بات اس کو مستلزم ہے کہ خواتین کی جماعت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ملزوم متعلق حکم یعنی فعل معین کا اس حکم کو ملزوم ہوتا ہے۔ انتہی۔ (ت)

بحمد اللہ اس تحقیق اہیق سے چند مسائل نفیہ ثابت ہوئے:

اولاً: ہر صف پر تقدّم جو بنفس ہدایہ و کافی وغیرہما واجب ہے وہ صرف تھوڑا آگے بڑھ جانے سے ادا نہیں ہوتا جب تک پوری صف کی جگہ نہ چھوٹے۔

ثانیاً: ہر صف میں اول سے آخر تک دوسری صف کے لئے صف کامل کی جگہ بچنا واجب ہے۔

ثالثاً: کسی صف میں فرجہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے، جب تک اگلی صف پوری نہ کر لیں صف دیگر ہر گز نہ باندھیں۔

¹ ردالمحتار، باب الامامة، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۲۱ھ

² فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑ ۱۴۰۶ھ

رابعاً: صورت مذکورہ سوال دو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے ایک ترک تقدم دوسری بقائے فرجہ۔

خامساً: اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا یا نہیں ہاتھ کو کھڑا ہو گیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لڑک السنۃ پھر اور لوگ بھی آتے اور یونہی برابر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی کی ہے کہ اگرچہ اکیلے مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے دائیں جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر، اور یہ سنت عوام میں صد ہا سال سے متروک ہے اکیلا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

اکیلا نمازی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو یعنی اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کو نماز پڑھائی تو ان کو آپ نے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور ظاہر روایت کے مطابق وہ امام سے پیچھے کھڑا نہ ہو۔ امام محمد سے مروی ہے کہ مقتدی اپنے پاؤں کی انگلیاں امام کی یڑی کے پاس رکھے اور عوام میں یہی طریقہ جاری ہے انتہی۔ میں کہتا ہوں ہمارے دور کے لوگ تجاوز کر گئے ہیں حتیٰ کہ وہ امام محمد سے مروی روایت سے بھی نکل گئے ہیں جیسا کہ مشاہدہ میں ہے۔ (ت)	الواحد یقوم عن یمنہ ای ان کان مع الامام واحد وقف عن یمن الامام لانه علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی بابن عباس فاقامہ عن یمنہ ولا یتأخر عن الامام فی ظاہر الروایۃ، وعن محمد انه یضع اصابعہ عند عقب الامام وهو الذی وقع عند العوام¹ انتہی قلت و عوام زماننا قد تعدوا حتی خرجوا عن روایۃ محمد ایضاً کما ہو مشاہد۔

پھر جو بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدرے تقدم رہے گا اس صورت میں وہ توسط جس کی نسبت درمختار میں فرمایا:

اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان کھڑا ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)	لو توسط اثنین کرۃ تنزیہاً وتحریماً² لو اکثر²۔

اگر نہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرجہ رکھنا اور صف کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے، یہ مسائل واجب الحفظ ہیں اکثر اہل زمانہ ان سے غافل ولعلک لاتجد هذا التحقیق الخطیر بھذا الايضاح والتقریر فی غیر هذا التحریر (شاید ایسی بے مثال

¹ کافی شرح وافی

² درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۸۳۱

تحقیق اپنی وضاحت و تفصیل کے ساتھ اس تحریر کے علاوہ کہیں نہ ملے (ت) والحمد للہ علی ما علم اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵۰: یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نورس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینواتو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے

فَان صَلَاةُ الصَّبِيِّ الْمَيِّزِ الَّذِي يَعْقِلُ الصَّلَاةَ صَحِيحَةٌ قَطْعًا، وَقَدَامَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَسَدَ الْفَرْجِ وَالتَّرَاصُ فِي الصَّفُوفِ وَنَهَى عَنْ خِلَافِهِ بِنَهْيٍ شَدِيدٍ۔	کیونکہ وہ بچہ جو صاحب شعور ہو اور نماز کو جانتا ہو اس کی نماز بالیقین صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف کے رخنے کو پر کرنے اور اس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اور اس کے خلاف سے سخت منع فرمایا ہے۔ (ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ در مختار میں ہے: لو واحدًا دخل في الصف^۱ (اگر بچہ اکیلا ہو تو صف میں داخل ہو جائے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے:

ان لم يكن جمع من الصبيان يقوم الصبي بين الرجال ^۲ ۔	اگر بچے زیادہ نہ ہوں تو بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہو جائے (ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

امام حاذق الامرد فصرح الكل بعدم افساده الامن شذو لا متمسك له في الرواية كما صرحوا به	بے ریش بچے کے محاذی ہونے پر تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر شاذ طور پر کوئی فساد نماز کا قائل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ روایت

^۱ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مکتبائی دہلی ۱/۸۴

^۲ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی فصل فی بیان احوال الامامة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

الروایۃ کما صرحوا بہ ولا فی الدراية^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔	میں ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے اور نہ ہی درايت میں ہے۔ (ت)

۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ

از سہرام محلہ دائرہ ضلع آڑہ مرسلہ حافظ عمر جلیل

مسئلہ ۸۵۴ تا ۸۵۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں:

(۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوکہ میں شریک نہیں تھا وہ جماعت ثانیہ میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) امام فرض پڑھا رہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اس کا جو فرض چھوٹ گیا ہے باوازل بلند پڑھے یا آہستہ؟
(۳) قضا عمری کو امام وداع جمعہ کو فجر سے عشاء تک بجھر پڑھا دے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیا ادا ہو جائے گی؟
(۴) نماز جمعہ میں اگر کوئی شخص تشہد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا و توجروا
الجواب: (۱) نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے نیا شخص شریک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۲) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں منفرد ہے، اور تصریح فرماتے ہیں کہ منفرد کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ دقت ہے کہ منفرد کا جہر اور کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوت خیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن مسبوق کا جہر کہ ناواقف کو شرکت کی طرف داعی ہو، امر ناجائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا لہذا یہ ہی اصوب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے۔

(۳) یہ قضا عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے۔

(۴) اسلام سے پہلے جو شریک ہو گیا اسے جمعہ مل گیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۵۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام

پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کر لے یا اتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے؟ بینوا و توجروا

الجواب:

ہر صورت میں پوری کر لے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہو جائے لان التشہد واجب والواجب

^۱ فتح القدیر، باب الامامة، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۳۱۲/۱

لايتترك لسنة والمسئلة منصوص عليها في الخانية وغيرها في كتب العلماء (تشہد واجب ہے اور واجب کو کسی سنت کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا اس مسئلہ پر خانہ اور دیگر علماء کی کتب میں نص موجود ہے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵۷۴۸۵۶: از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسٹنٹ انجینئر ریلوے ۲ جمادی الاخریٰ

۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید مسجد یا خلاف آں نماز فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہو جانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اسی مقام پر اور اسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا؟ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے آواز بلند کہہ دیا، اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا، آیا وہ نماز درست ہوئی؟ اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمائیے۔

(۲) اگر ہجڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر، اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اسی مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ؟ کیا اس شخص کی نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب:

(۱) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انہوں نے اقتداء کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولیٰ ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولیٰ ہوئی تو کنہگار ہوئے اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں، اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت توڑ دے، باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔

(۲) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۵۸: از میرٹھ کمبوہ دروازہ کارخانہ داروغہ یاد الہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ مضان ۱۳۰۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد
ہے جماعت اولیٰ کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہو جاتے ہیں مگر جماعت نہیں کرتے برابر کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز
پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

- (۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں جب تو بالاجماع اس میں تکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید
جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں نئی اذان واقامت سے جماعت کرتے جائیں۔
 - (۲) اور اگر مسجد محلّہ ہے تو اگر اس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلّہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز۔
 - (۳) یا اول اہل محلّہ ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے۔
 - (۴) یا اذان آہستہ دی تو ان کے بعد آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادہ جماعت کریں۔
 - (۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعت اولیٰ فاسد یا مطلقاً مکروہہ یا باقی ماندہ لوگوں
کے حق میں غیر اکمل واقع ہوئی جب بھی انہیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں۔
- یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجد محلّہ ہے اور اس کے اہل بروجہ مسنون اذان دے کر امام نظیف موافق
المذہب کے پیچھے جماعت کر چکے اب غیر لوگ یا اہل محلّہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے آئے، انہیں بھی اس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے
یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر الروایہ سے حکم کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اجل مولیٰ خسرو نے درر و غرر و مدقق اکمل علامہ
محمد بن علی دمشقی حصکفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذان جدید جماعت
ثانیہ کریں ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں، اور اسی طرف در مختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی منہج وغیرہ میں تصریح کی، اور قول محقق منہج یہ ہے
کہ اگر یہ لوگ اذان جدید کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی، ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی ورنہ اصلاً کسی طرح کی
کراہت نہیں، یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتویٰ، در مختار میں ہے:

محلّہ کی مسجد میں اذان و تکبیر کے ساتھ جماعت کا تکرار مکروہ
ہے البتہ راستہ کی مسجد اور ایسی مسجد میں مکروہ نہیں جہاں امام
اور مؤذن نہ ہو۔ (ت)

یکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة في مسجد
محلة لاني مسجد طريق او مسجد لا امام له
ولا مؤذن¹۔

¹ در مختار باب الامامة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۲/۱

ردالمحتار میں ہے:

اس کی عبارت خزائن میں یہاں سے زیادہ جامع ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ مسجد محلّہ میں جدید اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب یہاں پہلے کسی غیر اہل محلّہ اذان واقامت کے بغیر تکرار جماعت کریں یا مسجد راستہ کی ہو تو بالاتفاق جماعت جائز ہوگی جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام اور مؤذن مقرر نہیں اور لوگ گروہ در گروہ اس میں نماز ادا کرتے ہوں، تو یہاں افضل یہی ہے کہ ہر فریق علیحدہ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے اھ اور اسی کی مثل درر میں ہے محلّہ کی مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس کا امام اور جماعت معلوم ہو جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے، منع میں ہے مسجد کو محلّہ کے ساتھ مقید کرنا شارع عام کی مسجد سے احتراز ہے اور اذان ثانی کے ساتھ مقید کرنا اس صورت سے احتراز ہے جب مسجد محلّہ میں بغیر اذان کے جماعت ہو گئی ہو کیونکہ اب بالاتفاق (تکرار جماعت) مباح ہے اھ پھر کراہت پر دلیل نقل کرنے کے بعد شامی نے فرمایا اس استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت مکروہ ہے اگرچہ تکرار بغیر اذان کے ہو اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت

عبارتہ فی الخزائن اجمع مباحنا ونصہا یکرہ تکرار الجماعة فی مسجد محلّة بأذان واقامة الاذاصلی بہما فیہ ولا غیر اھلہ او اھلہ لکن بمخافتة الاذان ولو کرر اھلہ بدونہما وکان مسجد طریق جاز اجماعاً کما فی مسجد لیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیہ فوجاً فوجاً فان الافضل ان یصلی کل فریق بأذان واقامة علیحدة کما فی امالی قاضی خاں¹ ونحوہ فی الدرر والبراد بسجد المحلة ماله امام وجماعة معلومون کما فی الدرر وغیرہا قال فی المنبع والتقید بالسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع وبالأذان الثانی احتراز عما اذاصلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعاً² ثم قال اعنی الشامی بعد ما نقل الدلیل علی الکراہة، مقتضی هذا الاستدلال کراہة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ویؤیدہ ما فی الظہیریة لودخل جماعة المسجد بعد

¹ ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۸ھ

² ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۸ھ

بھی کرتی ہے کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں اس وقت آئے جب اہل محلہ اس میں جماعت کروا چکے تھے تو وہ اکیلے اکیلے نماز ادا کریں اور یہی ظاہر روایت ہے اہ اور یہ گزشتہ منقول اجماع کے مخالف ہے الخ اس سے پہلے باب الاذان میں عبارت ظہیریہ کے نقل کرنے کے بعد ثامی نے کہا اور شرح منیہ کے آخر میں ہے اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر افراد جماعت تین سے زیادہ ہوں تو تکرار مکروہ ہوگا ورنہ نہیں اور امام یوسف سے مروی ہے جب ہیئت اولیٰ پر نہ ہو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ، اور یہی صحیح ہے اور محراب سے اعراض کر لینے سے ہیئت مختلف ہو جاتی ہے، بزازیہ میں یونہی ہے اہ اور تاتار خانیہ میں ولوالحیہ کے حوالے سے ہے کہ ہم اس پر عامل ہیں۔ (ت)	ماصلیٰ فیہ اہلہ یصلون وحداناً وهو ظاہر الروایۃ ھ وهذا مخالف لحکایۃ الاجماع المارۃ¹ الخ، وقال قبل هذا فی باب الاذان بعد نقل عبارة الظہیریۃ، وفی آخر شرح المنیۃ وعن ابی حنیفۃ لو كانت الجماعة اکثر من ثلاثة یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الهيئة الا ولی لا تکرہ والاتکرہ وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة کذا فی البزازیۃ ھ وفی التاتارخانیۃ عن الولوالحیۃ وبہ ناخذ²۔

اسی میں ہے:

آپ جان چکے کہ صحیح یہی ہے کہ تکرار جماعت مکروہ نہیں جبکہ وہ ہیئت اولیٰ پر نہ ہو۔ (ت)	قد علمت ان الصحیح انه لا یکرہ تکرار الجماعة اذا لم تکن علی الهيئة الاولیٰ³۔
بالجملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج و معمول در و منبع و خزائن شروح معتمدہ کے طور پر تو بالا اجماع اور عند التحقیق قول صحیح مفتی پر بلا کراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور محراب سے ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتویٰ جس امر کی ترجیح و تصحیح فرمائے اس کا اتباع کریں۔ در مختار میں ہے:	اما نحن فعلمنا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو افتونا فی حیاتهم⁴۔
رہا ہمارا معاملہ تو ہم پر اس قول کی اتباع لازم ہے جسے علماء نے ترجیح دی اور جس کی انہوں نے تصحیح فرمائی، جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے۔ (ت)	

¹ رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۹ھ

² رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۱۱ھ

³ رد المحتار باب الاذان ، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۱۲ھ

⁴ در مختار مقدمہ کتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ، ۱۵/۱

پھر خلاف صحیح مذہب اختیار کر کے اسے ناجائز و ممنوع بتانا اور اس کے سبب لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بے جا ہے۔

شم اقول: حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب، علماء فرماتے ہیں:

من لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل۔	جو شخص اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔ (ت)

اب دیکھئے کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش و کاوش سے یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولیٰ کا التزام تام کر لیتے، رہا وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے، ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جو رہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق روافض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکات عالیہ ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی نخواہی جماعت اولیٰ کی کوشش کرتے، اب وہ خوف بالائے طاق اور اہتمام التزام معلوم، جماعت کی جو قدرے وقعت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی ایک طرح کی خجالت و ندامت ہوتی ہے جب بفتویٰ مفتیان یہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کئے تو ایک تو مرگ انبوہ جسنے دارد دوسرے شدہ شدہ عادت پڑ جاتی ہے چند روز میں یہ رہی سہی وقعت بھی نظر سے گر جائے گی اور اس کے ساتھ ہی سستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی، اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت فوت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجئے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و ندامت کا صدمہ اٹھائیں، جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہو چکی اول ہو چکی اب جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلی نماز ہے جب جی میں آیا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھر ہی میں سہی، لہذا ائمہ فتویٰ رحمہم اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح و تضحیح فرمایا کرتے ہیں من و تو سے ان کے علوم و وسیع عقول رفیعہ لاکھوں درجے بلند و بالا ہیں روایت و روایت و مصالح شریعت و زمانہ و حالت کو جیسا وہ جانتے ہیں دوسرا کیا جانے لگا پھر ان کے حضور دخل در معقولات کیسا! فاللہ الہادی و ولی الایادی اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عبد ذلیل پر فیض مولیٰ عزیز و جلیل، اگر تفصیل کیجئے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن

ع: درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

(اگر خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے)

تنبیہ: مگر یہ ان کے لئے ہے جو احیائاً کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولیٰ سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلا عذر مقبول شرعی جماعت اولیٰ ترک کریں یہ بلاشبہ ناجائز ہے کما حققناہ فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵۹: از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمۃ اللہ تعالیٰ ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ می فرماید علمائے دین درین مسئلہ کہ دو جماعت در یک مسجد در یک وقت بلا علمی پس نماز مصلین جماعت ثانیہ جائز است یا نہ؟ بینوا توجروا	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بغیر علم ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعت ہونا کیسا ہے؟ پھر دوسری جماعت کے نمازیوں کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ بیان کرو اور پاؤ۔ (ت)

الجواب:

در جواز بمعنی صحت شک نیست اگرچہ باوصف علم باشد آرے بحال علم جواز بمعنی حل نیست مگر آنکہ امام اول ناشایان امامت باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم	جواز بمعنی صحت میں کوئی شک نہیں (یعنی درست ہے) اگرچہ جماعت ثانیہ کا باوصف علم ہو البتہ باوصف علم جواز بمعنی حل لینا درست نہیں مگر اس صورت میں کہ امام اول امامت کے لائق نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۸۶۰: از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدی امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی آستین کنسیوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صحیح نہیں پڑھتا اس میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

غلط خوانی امام اگر تاحد فساد ہے جب تو ظاہر کہ اس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرعاً وہ جماعت و نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مثلاً حرف صحیح تو خوب ادا کر لیتا ہے مگر پورے اوصاف زائد مثل تفخیم و ترقیق لام و راو غیر ہما نہیں ادا ہوتے یا اظہار و اخفا یا مد و قصر و تحقیق و تسہیل و غیر ہا ان قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتا جن کی مراعات اگرچہ تجوید واجب ہو فقہاً صحت نماز کے لئے کچھ ضرور نہیں تو ضرور شریک ہو کہ جماعت کا ترک یا اس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہر گز روا نہیں، پو نہی اگر جماعت کراہت تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت نہ کرے فان سلب المفسد اہم من جلب المصالح (کیونکہ مفسدات کو ختم کرنا مصلحات کے حصول سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ت) اور اگر صرف کراہت تنزیہیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری جماعت پاکیزہ ملے اس میں بھی شرکت نہ چاہئے ورنہ شریک ہو جائے کہ ترک جماعت کراہت تنزیہیہ سے اشد ہے بخلاف کراہت تحریم کہ اس کا مرتبہ قول سنیت جماعت پر ترک جماعت سے بدتر، اور مسلک معتمد یعنی وجوب جماعت

پر ہمسر و برابر ہے،

حاشیہ حلبی پھر شامی علی الدر میں ہے کہ جماعت واجب ہے پس یہ کراہت تنزیہی کے ترک پر مقدم ہوگی اور اسی میں معراج کے حوالے سے ہے کہ ہمارے اصحاب احناف نے فرمایا ہے کہ نماز جمعہ کے علاوہ کسی نماز میں فاسق کی اقتدا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ غیر نماز جمعہ میں دوسرے امام کو پایا جاسکتا ہے اہ فرمایا: فتح میں ہے کہ اس دلیل کی بناء پر امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدا مکروہ ہوگی جبکہ شہر میں متعدد جگہ پر جمعہ قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسری جگہ نماز جمعہ کا میسر آنا ممکن ہے اہ اور در میں نہر اور اس میں محیط کے حوالے سے ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اہ ردالمحتار میں ہے، اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے سے اولیٰ اہ اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی شخص صفوں سے دور کھڑے ہو کر اپنے ہم مذہب امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض شمار نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ تو اس جماعت سے اعلیٰ جماعت کے ارادے میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فی حاشیة الحلبي ثم الشامي على الدر، الجماعة واجبة فتقدم على ترك كراهة التنزيه¹ وفيه في المعراج قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لانه في غيرها يجد اماما غيره قال في الفتح وعليه فيكرة في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المصر على قول محمد المفتي به لانه بسبيل الى التحول² وفي الدر عن النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة³ في ردالمحتار افاد ان الصلاة خلفهما اولى من الانفراد⁴ وفيه لو انتظر امام مذهبه بعيدا عن الصفوف لم يكن اعراضا عن الجماعة للعلم بانه يريد جماعة اكمل من هذه الجماعة⁵ - والله تعالى اعلم

¹ ردالمحتار باب الامامة مطلب في الاقتداء بشافعي الخ مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۶/۴

² ردالمحتار باب الامامة مطلب في تكرار الجماعة في المسجد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۴/۴

³ در مختار باب الامامة باب الامامة مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۸/۱

⁴ ردالمحتار باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۵/۴

⁵ ردالمحتار باب الامامة مطلب اذا صلى الشافعي قبل الحنفی الخ مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۷/۴

مسئلہ ۸۶۱: از کلکتہ غلام قادر بیگ صاحب مرسلہ غلام قادر بیگ صاحب
 ۵ رجب ۱۳۱۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیانہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹانہ
 امام آگے بڑھا تو یہ اس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے؟ بینوا تو جروا
 الجواب: دونوں صورتیں جائز ہیں، فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولیٰ ہے، اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے
 کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے، بہر حال دونوں طریقے روا ہیں، فتح کی عبارت یہ ہے:

لو اقتدی واحد باخر ف جاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبہ قبل التکبیر لا یضره ^۱ ۔	اگر ایک آدمی نے دوسرے کی اقتدائی کہ تیسرا آگیا تو وہ مقتدی کو تکبیر کے بعد کھینچے، اگر اس نے تکبیر سے پہلے ہی کھینچ لیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (ت)

خلاصہ کا نص یہ ہے:

ینبغی ان یجذب احدا من الصف فی المسجد او فی الصحراء ولا ثم یکبر ^۲ ۔	مناسب یہی ہے کہ وہ کسی ایک نمازی کو صف سے پہلے کھینچ لے خواہ مسجد ہو یا صحرا پھر تکبیر کہے۔ (ت)

مگر یہاں واجب التنبیہ یہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہئے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب
 ناواقفی اپنی نماز فاسد کر لے، تحقیق منع اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے
 کلام کرنا مفسد ہے یونہی اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پس اگر ایک شخص نے کسی
 نمازی کو پیچھے کھینچنا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اس کا حکم مان کر پیچھے ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر
 اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ
 باندھی ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرہ تا مل کر لے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی
 صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جہل غالب، تو عجب نہیں کہ عوام اس فرق سے غافل ہو کر بلا وجہ
 اپنی نماز خراب کر لیں، ولذا علماء نے فرمایا: غیر ذی علم کو اصلانہ کھینچے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ
 ہو، درمختار میں ہے:

^۱ فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۹/۱

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ جنس آخر ملتصق بصحۃ الاقتداء الخ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کونئہ، ۱۵۷/۱

لو امتثل امر غیرہ فقیل له تقدم فتقدم فسدت بل یبکث ساعة ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیاً للزاهدی ^۱ ملخصاً۔	اگر نمازی کسی غیر کا حکم بجالایا مثلاً اسے کہا گیا آگے ہو جا وہ آگے ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ وہ ایک گھڑی ٹھہرے اور پھر اپنی رائے سے آگے بڑھے قہستانی بحوالہ زاهدی ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی المنح بعد ان ذکر لوجذبہ آخر فتاخر الاصح لاتفسد صلاتہ وفي القنیۃ قیل لمصل منفرد تقدم فتقدم بامرہ فسدت وعللہ فی شرح القدوری بأنہ امتثال لغير امر اللہ تعالیٰ ہ کلام المصنف و ذکر الشرنبلالی ان امتثاله انما هو لامر رسول اللہ صی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یضراہ قال ط لوقیل بالتفصیل بین کونہ امتثال امر الشارع فلا تفسد و بین کونہ امتثال امر الداخل مراعاة لخطرہ من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسناً ^۲ مافی رد المحتار ملتقطاً قول: وهذا التفصیل کما تری من الحسن بسان بل هو المحل لکلمات العلماء وبہ یحصل التوفیق وبالله التوفیق۔	منح میں اس کے بعد ہے کہ اگر اس کو کسی دوسرے نے کھینچا اور وہ پیچھے ہو گیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، اور قنیہ میں ہے منفرد (تنہا) نمازی کو کہا گیا آگے ہو اور وہ اس کے حکم کی بنا پر آگے ہوا تو نماز فاسد ہوگی۔ شرح قدوری میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ غیر اللہ کا حکم بجالانا ہے اہ کلام مصنف ختم ہوا، شرنبلالی نے فرمایا یہ بجا آوری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر تھی لہذا نقصان دہ نہیں اہ طحاوی نے فرمایا کہ اگر تفصیل بیان کی جائے درمیان اس کے کہ اگر شارع کا امر سمجھتے ہوئے بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور درمیان اس کے کہ اگر داخل ہونے والے کے امر کی وجہ سے اس کے ارادے کی رعایت کرتے ہوئے بجالایا امر شارع کی طرف نظر کئے بغیر، تو نماز فاسد ہوگی، تو یہ (تفصیل بیان کرنا) بہتر ہوتا ہے یہ ردالمحتار کی گفتگو کا خلاصہ تھا، اقول: (میں کہتا ہوں) یہ تفصیل اس جگہ احسن ہی نہیں بلکہ کلمات علماء کا محل بھی ہے اور اس کے ساتھ ان کے کلام میں تطبیق بھی پیدا ہو جاتی ہے وبالله التوفیق (ت)

^۱ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۹

^۲ ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۳۲۲

در مختار میں ہے:

یجذب احد الکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی ¹	کسی کو کھینچ لے، مگر ہمارے زمانے کے علماء نے فرمایا نہ ملخصاً۔ کھینچنا ہی بہتر ہے ملخصاً (ت)

خزان الاسرار میں ہے:

ینبغی التفویض الی رأى المبتلى فان رأى عالماً	اس معاملہ کو مبتلا ہونے والے شخص پر چھوڑ دیا جائے اگر وہ محسوس جذبہ ² ۔ کرتا ہے کہ یہ آدمی مسئلہ جانتا ہے تو اسے کھینچ لے (ت)

رد المحتار میں ہے:

هو توفیق حسن اختاره ابن وهبان فی شرح	یہ بہت اچھی تطبیق ہے اسے ابن وهبان نے اپنی شرح منظومہ منظومته ³ ۔ میں اختیار کیا ہے۔ (ت)

رہا یہ کہ جب نہ مقتدی بٹے نہ امام بڑھے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلاً امام قعدہ اخیرہ میں ہو جہاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اس آنے والے کو کیا کرنا چاہئے، اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہو نا صرف خلاف اولیٰ ہے۔

قال الشامی الظاہران هذا اذا لم یکن فی القعدة	امام شافعی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وہ قعدہ الاخيرة والا اقتدی الثالث عن یسار الامام ولا تقدم ولا تاخر ⁴ ۔ الخيرہ میں نہ ہو ورنہ (یعنی اگر قعدہ اخیرہ میں ہو) تو تیسرا شخص امام کے بائیں جانب اقتداء کرے، نہ آگے ہو اور نہ پیچھے۔ (ت)

اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ پیچھے شامل ہو جائے کہ امام کے برابر تین مقتدیوں کا ہو نا مکروہ تحریمی ہے۔

فی الدر لوتوسط اثنین کرہ تنزیہاً وتحریماً لو اکثر	در میں ہے اگر دو کے درمیان امام کھڑا ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور 5۔ اگر دو سے زیادہ کے درمیان ہو تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

¹ در مختار، باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

² رد المحتار بحوالہ خزان الاسرار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۸ھ

³ رد المحتار بحوالہ خزان الاسرار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۸ھ

⁴ رد المحتار باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۲۰ھ

⁵ در مختار، باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ

مراتی الفلاح میں ہے

حکم مسئلہ سے آگاہ نمازی کو کھینچ لے تاکہ اسے پریشانی نہ ہو اور اگر امام صاحب علم نہیں تو تنہا ہی کھڑا ہو جائے اھ قلت (میں کہتا ہوں) جب اس کا تنہا کھڑا ہونا اس لئے بہتر ہے تاکہ فساد محتمل سے دوسرے کی نماز بچائی جاسکے تو اس وقت تنہا کھڑا ہونا کیوں نہ بہتر ہوگا جب اپنی اور دوسرے دونوں کی نماز ایسے خلل یقینی سے بچائی جا رہی ہو جو اعادہ کا موجب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	جذب عالمًا بالحکم لا یتأذی بہ والاقام وحدہ ¹ قلت فأرشد الی القیام وحدہ صوتاً لصلوة غیرہ عن الفساد المحتمل فکیف اذا کان فیہ صون صلاة نفسه وغیرہ جمعياً عن الخلل المتیقن الموجب للاعادة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ مراتی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی فصل فی بیان الحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸



الْقِلَادَةُ الْمُرَصَّعَةُ فِي نَحْرِ الْأَجُوبَةِ الْأَرْبَعَةِ^{۱۳۱۲ھ}

(چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہار)

(مولوی اشرف علی تھانوی کے چار^۲ فتوؤں کا ردِ تبلیغ)

مسئلہ ۸۶۲ : ازکان پور بازار میدہ دکان نور بخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیکنوی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری ۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمع کمالات عقلیہ و نقلیہ جناب احمد رضا خاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم، ایک استفتا خدمت شریف میں ارسال ہے پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں تخالف ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اس کو مہر و دستخط سے مزین فرمائیں، اگر دونوں جواب خلاف تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں ما جوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ (اے علماء رحمکم اللہ تعالیٰ! تمہارا جواب اس سلسلہ میں کیا ہے؟۔ ت) ان مسئلوں میں کہ:

(۱) ایک شخص اپنے ایک پیر سے معذور ہے چونکہ اس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان و جماعت کے اپنی نماز عشاء ہمراہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہو گا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہوگی اس میں کچھ کراہت ہوگی یا نہ؟

(۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یا نہ؟

(۳) ایک شخص ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی ظہر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے اور عذر اس کا خوف فوت تہجد ہے جائز ہے یا نہ؟

(۴) چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان وجماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ؟ بینوا تو جروا

جواب کان پور:

جواب سوال اول: نفس جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعت اولیٰ کی فضیلت سے محروم رہے گا، جماعت اولیٰ وہی ہوگی جو اذان و اقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔

جواب سوال دوم: خوف فوت تہجد ترک جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔

جواب سوال سوم: یہ عذر ترک جماعت ظہر نہیں ہو سکتا۔

جواب سوال چہارم: ضرورت شدیدہ میں ترک جماعت اولیٰ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

اشرف علی ازگروہ اولیا

جواب مراد آباد:

جواب سوال اول: کاہیہ ہے کہ شخص مندرجہ سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمہ ہے ثواب جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لئے کہ اولاً تو معذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ معذوری کے ہے۔

کما فی الہندیۃ وتسقط الجماعۃ بالاعذار حتی لا تجب علی المریض والمقعد والزمن ومقطوع البید والرجل من خلاف والمفلوج الذی لا یستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز او کان قیماً لمریض او یخاف ضیاع مالہ ^۱ انتھی ملخصاً۔	جیسا کہ ہندیہ میں ہے عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے حتیٰ کہ مریض، بیٹھ کر چلنے والے، لولے اور جس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت کئے ہوئے ہوں، ایسا فالج زدہ جو چلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، نہایت ہی عاجز بوڑھا یا وہ شخص کسی بیمار کا نگہبان ہو یا اسے اپنے مال کے ضیاع کا خطرہ ہو مذکور سب افراد پر جماعت واجب نہیں ہے انتھی ملخصاً (ت)

ومع هذا (اور اس کے باوجود) اس شخص کا بغیر اذان و اقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعاً معذور نہیں ہے موجب کراہت تحریمہ کا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۸۳/۱

لکھا ہے:

ویکرہ اداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير اذان واقامة ¹ ۔	مسجد میں فرض نماز بغیر اذان و قامت باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

ونیز درانت (نیز اسی میں ہے۔ ت)

الاذان سنة لاداء المكتوبة بالجماعة وقيل انه واجب، الصحيح انه سنة مؤكدة ² ۔	باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کے لئے اذان سنت ہے اور بعض نے اسے واجب کہا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ (ت)

پس حصول ثواب نفس جماعت کہاں بلکہ بوجہ ترک سنت مؤکدہ کے موجب معصیت ہے۔

كما قال العلامة الشامي صرح العلامة ابن نجيم في رسالته المؤلفة في بيان المعاصي بان كل مكروه تحريماً من الصغائر ³ وصرح ايضاً بأنهم شرطوا لاسقاط العدالة بالصغيرة الادمان ⁴ عليها۔	جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا علامہ ابن نجیم نے اپنے اس رسالہ میں جو انہوں نے بیان معاصی میں تحریر کیا ہے فرمایا: ہر مکروہ تحریمی صغائر میں سے ہے، اور یہ بھی صریح کی ہے کہ اہل علم نے صغیرہ کے سبب اسقاط عدالت کے لئے اس پر ہیشگی کو شرط قرار دیا ہے۔ (ت)

اور جو جماعت بعد کو مع اذان ہوگی وہ بلا کراہت ہوگی کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) فقط

جواب سوال دوم: کا یہ ہے کہ جواب سوال اول سے بخوبی مرہن ہو گیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہ تحریمہ ہے پس دوسرے شخص کا اس معذور کے ساتھ قبل اذان کے بخوف فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور ترک جماعت کہ سنت مؤکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوٰۃ تہجد کے کہ مستحب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترک سنت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں، درمختار میں لکھا ہے:

ومن المندوبات ركعتا السفر والقنوم منه	سفر پر جانے اور اس سے واپسی پر دو رکعت اور

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ و احوال المؤمن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۳/۱

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ و احوال المؤمن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۳/۱

³ رد المحتار مطلب لکروہ تجزی من الصغائر الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۳۷/۱

⁴ رد المحتار مطلب لکروہ تجزی من الصغائر الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۳۷/۱

و صلوة الدلیل ^۱ ۔	رات کی نماز مندوبات سے ہے۔ (ت)

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

قال في البحر الذي يظهر من كلام اهل المذهب ان الاثم منوط بترك الواجب او السنة المؤكدة على الصحيح لتصريحهم بان من ترك سنن الصلوات لخمس قيل لا يآثم والصحيح انه يآثم وتصريحهم بالآثم لمن ترك الجماعة مع انها سنة مؤكدة على الصحيح ^۲ ۔ فقط	بحر میں ہے کہ اہل مذہب کے کلام سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ صحیح مذہب پر گناہ تب ہو گا جب ترک واجب یا ترک سنت مؤکدہ ہو کیونکہ علماء کی تصریح ہے جو شخص صلوٰات خمسہ کی سنن ترک کر دے ایک قول کے مطابق گنہگار نہ ہو گا اور صحیح یہ ہے کہ گنہگار ہو گا اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جماعت کا ترک گناہ ہے حالانکہ وہ صحیح قول کے مطابق سنت مؤکدہ ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم: بہتر یہ ہے کہ بخوف فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعت اولیٰ کا ہو وے ولذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہو جائے کہ جماعت ثانیہ ہو وے اس لئے کہ ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قول محقق یہی ہے کہ جماعت ثانیہ بلا کراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفس جماعت اولیٰ کے، اور جماعت اولیٰ، اولیٰ ہے، چنانچہ میرے استاد کامل و محدث والد ماجد قدس سرہ، کاثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبسوط ہے من شاء فليطلع علیہا (جو شخص تفصیل چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت) بناءً علیہ واسطے اوائے نماز تہجد کے کہ اعلیٰ درجہ کی مستحب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولیٰ ترک ہو جائے نہ مطلق جماعت بلاشبہ جائز ہے اس لئے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فليطلع الاحادیث المروية في هذا الباب من الصحاح والحسان (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ان احادیث صحیحہ اور حسان کا مطالعہ کرے جو اس مسئلہ کے بارے میں مروی ہیں۔ ت) فقط۔

جواب سوال چہارم: بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندرجہ سوال کا درست نہیں مکروہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے

كما في الهندية ويكره اداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغیر اذان واقامة ^۳ ۔	جیسا کہ ہندیہ میں ہے مسجد میں اذان واقامت کے بغیر فرض نماز کی جماعت مکروہ ہے۔ (ت)

^۱ در مختار، باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی، ۹۶/۱

^۲ رد المحتار مطلب فی السنۃ وتعرفہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۷۷

^۳ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ و احوال المؤمن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۴/۱

یہی حکم صورِ مسئلہ کا کہ تحریر ہوا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط حررہ العبد المفتقر

قاسم علی خلیفہ^{۱۲۹۶} مولانا محمد عالم

الجواب الصحیح والمجیب نجیح

بینظیر ۱۳۰۸ھ شگفتہ محمد گل

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب

(اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ الحمد للہ الذی یدہ علی الجماعة والصلوة والسلام علی صاحب الشفاعة والہ وصحبہ اولی البراعة وسائر اهل السنة والجماعة۔	شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحمت والا اور مہربان ہے، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس کا مبارک ہاتھ جماعت پر ہے اور صلوة و سلام اس ذات اقدس پر ہو جو صاحب شفاعت ہے اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو صاحب فضیلت ہیں، اور تمام اہل سنت و جماعت پر۔ (ت)

جواب سوال اول و چہارم: ہاں فعل مذکور مکروہ و محظور ہے نہ اس وجہ سے کہ معذور سے جماعت ساقط یا اسے بے جماعت ثواب ثابت کہ: اولاً ساقط وجوب ہے نہ جواز بلکہ جماعت افضل اور عزیمت،

وفی رد المحتار قوله من غیر حرج قید لكونها ستة مؤكدة او واجبة فبالحرج يرتفع الاثم ویرخص فی ترکها ولكنه یفوتہ الافضل ^۱ الخ۔	رد المحتار میں ہے کہ ماتن کا قول من غیر حرج قید ہے اس بات کی کہ جماعت سنت مؤکدہ یا واجب ہے اور حرج کی وجہ سے گناہ ختم، اور جماعت کے ترک میں رخصت ہوگی البتہ وہ افضل کو فوت کر دے گا الخ (ت)

تاییداً بے جماعت ثواب مانع جماعت فشتان مابین الحکم والحقیقة (حکم اور حقیقت میں نہایت ہی فرق ہے۔ ت)
سورۂ اخلاص ثلث قرآن عظیم کے برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا ختم قرآن سے ممنوع ہوگا (نماز مع) جماعت عشاء قیام
نصف شب اور مع جماعت فجر قیام تمام لیل کے مساوی ہے کیا یہ نمازیں جماعت سے پڑھنے والا احیائے لیل سے باز رکھا جائے گا،
شرع میں اس کی نظائر ہزار دو ہزار ہیں۔

^۱ رد المحتار مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۰۱ھ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر روایت میں ہے سورہ اخلاص "قل هو اللہ احد" کی تلاوت قرآن کی تہائی کے برابر ہے۔ اسے امام مالک، احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے؛ بخاری نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے؛ مالک، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے؛ احمد و ترمذی اور اسنوں نے اس روایت کو حسن قرار دیا؛ اور نسائی نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے؛ احمد، نسائی اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے؛ ترمذی نے اسے حسن قرار دیتے ہوئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے؛ احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو،	فی الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل هو اللہ احد تعدل ثلث القرآن^۱ أخرجه مالک واحمد والبخاری وابو داؤد و نسائی عن ابی سعید الخدری والبخاری عن قتادة بن النعمان واحمد ومسلم عن ابی الدرداء ومالك واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة و الحاکم عن ابی ہريرة واحمد والترمذی وحسنه والنسائی عن ابی ہريرة واحمد والترمذی وحسنه والنسائی عن ابی یوب الانصاری واحمد والنسائی والضیاء فی المختارة عن ابی بن کعب والترمذی وحسنه عن انس بن مالک واحمد وابن ماجة عن ابی مسعود البدری. وفي الباب عن^۲ عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمرو ومعاذ^۳ بن جبل و جابر^۴ بن عبد اللہ وعبداللہ بن عباس وامر^۵ کلثوم بنت عقبة وغيرهم^۶

(اس کو ان سے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)
 اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ (ت)
 (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)
 (اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ ت)
 (اس کو ابوعبیدہ نے روایت کیا ہے۔ ت)
 (اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ت)
 اس کو بہیقی نے سنن کبریٰ میں رجاء غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے یہ پندرہ کے پندرہ صحابی ہیں (لہذا حدیث متواتر ہوئی)
 ۱۲ منہ غفرلہ

عہ ۱ رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ
 عہ ۲ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ ۱۲ منہ
 عہ ۳ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ
 عہ ۴ البزار ۱۲ منہ
 عہ ۵ ابوعبیدہ ۱۲ منہ
 عہ ۶ الامام احمد ۱۲ منہ
 عہ ۷ رواہ البیہقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فهو لاء خمسة عشر صحابياً ۱۲ منہ

^۱ صحیح البخاری باب فضل قل هو اللہ احد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۵۰/۲

معاذ بن جبل، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عباس، ام کلثوم بنت عقبہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔ مالک، احمد اور مسلم نے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے تمام رات قیام کیا (ت)	رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مالک واحد و مسلم عن امیر المؤمنین عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی العشاء فی جماعة فکانما قام نصف اللیل ومن صلی الصبح فی جماعة فکانما صلی اللیل کلہ¹۔

ثالثاً نہ ایسی حالت میں بے ادائے جماعت ثواب جماعت ملنا ثابت۔

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں مسئلہ اعمیٰ کے تحت یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاناینا کو فرمانا کہ "میں تیرے لئے رخصت نہیں پاتا" اس کا معنی یہ ہے کہ میں تیرے لئے جماعت کی فضیلت و ثواب بغیر حاضری جماعت کے نہیں پاتا اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے حاضری جماعت کے ناپائیدار لازم فرمائی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دوسرے صحابی عتبہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی عذر کی بنا پر جماعت سے رخصت عنایت فرمائی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں موجود ہے (ت) تنبیہ اقول: (میں کہتا ہوں) ہمارا استشاد و دلیل ان دونوں بزرگوں کے اس افادہ سے ہے کہ فضیلت جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہ ہوگی	قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر و العلامة ابراہیم الحلبي فی الغنیة فی مسألة الاعی و قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم له ما اجد لك رخصة معناه لا اجد لك رخصة تحصل لك فضيلة الجماعة من غير حضورها لا الايجاب علی الاعی لانه علیه الصلوة والسلام رخص لعتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی ما فی الصحيحین²۔ تنبيه اقول: استشهادنا انما هو بهما افاد من عدم حصول الفضيلة ولوللمعذور بدون الحضور وفيه

¹ صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعة الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۲۳۲/۱

² غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی ص ۵۱۰

ایضاً تفصیل یعلم بالرجوع الی المراقی وغیرہا
 اما کون معی الحدیث هذا فعندی محل نظر
 یعرفه من جمع طرق الحدیث ففی صحیح
 مسلم عن ابی ہریرۃ قال اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم رجل اعی فقال یا رسول اللہ انہ
 لیس لی قائد یدقودنی الی المسجد فسأل رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یرخص لہ
 فیصلی فی بیتہ فرخص فلما ولی دعاہ فقال هل
 تسمع النداء بالصلاۃ فقال نعم قال فاجب¹
 واخرجه السراج فی مسنده مبیناً فقال اتی ابن
 ام مکتوم الاعی² الحدیث وعند الحاکم عن
 ابن ام مکتوم قلت یا رسول اللہ ان المدینۃ
 کثیرۃ الهوام والسباع قال اتسمع حی علی الصلوۃ
 حی علی الفلاح قال نعم فحی ہلا³ وعند احمد
 وابن خزیمۃ

خواہ وہ شخص معذور ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں بھی تفصیل
 ہے جس کے جاننے کیلئے مراقی وغیرہ کی طرف رجوع ضروری
 ہے، باقی حدیث کا یہ معنی کرنا میرے نزدیک محل نظر ہے
 جس کی معرفت حدیث کے طرق کو جمع کرنے سے ہوگی۔ تو
 صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
 ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں
 ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی مسجد
 میں لانے والا نہیں، انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے چاہا کہ آپ اسے اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ گھر
 میں نماز ادا کر لے، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، جب وہ
 لوٹے تو آپ نے دوبارہ بلایا اور پوچھا: کیا تم نماز کی اذان سنتے
 ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کا جواب دو (یعنی باجماعت
 نماز پڑھو) اور اسے سراج نے مسند میں تفصیلاً بیان کرتے
 ہوئے اس صحابی کا نام لیا کہ آپ کی خدمت میں حضرت ابن
 ام مکتوم نابینا صحابی حاضر ہوئے الحدیث۔ حاکم روایت کرتے
 ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ
 میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ میں بہت سے
 کاٹنے والے کیڑے اور درندے ہیں، فرمایا: تم حی علی
 الصلوۃ حی علی الفلاح سنتے ہو؟ عرض کیا ہاں۔

¹ صحیح مسلم باب فضل صلوۃ الجماعة الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۲/۱

² عمدۃ القاری شرح البخاری، بحوالہ السراج فی مسندہ ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت ۱۳/۵

³ المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۷/۱

والحاکم عنه بسند جيد ایسعی ان اصلی فی بیٹی قال اتسبع الاقامة قال نعم قال فأتها¹ وفي اخرى قال فاحضرها² ولم يرخص له - و للبيهقي عنه سألہ ان يرخص له فی صلاة العشاء والفجر قال هل تسع الاذان قال نعم مرة او مرتين فلم يرخص له فی ذلك³ وله عن كعب بن عجرة جاء رجل ضرير الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيه ابيلغك النداء قال نعم قال فاذا سمعت فاجب⁴ ولاحمد وابي يعلى والطبرانی فی الاوسط و ابن حبان عن جابر واللفظ له قال اتسبع الاذان قال نعم قال فأتها ولو حبوا⁵ فكان ذلك فيما نرى والله تعالى اعلم انه رضى

فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ مسند احمد، ابن خزیمہ اور حاکم نے انہی سے سند جيد کے ساتھ نقل کیا کہ میں نے عرض کیا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں نماز ادا کر لوں؟ فرمایا: کیا اقامت سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ دوسری روایت میں ہے: اس میں حاضری دو تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے رخصت نہ دی۔ بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کی رخصت چاہی کہ ان کو عشاء اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت دے دیں۔ فرمایا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ ایک یاد دفعہ پوچھا آپ نے انہیں اس بارے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تجھے اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ بتایا: جب تو سنتا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں حاضری دے) مسند، ابویعلی، طبرانی کی اوسط میں اور

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث عمر بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۲۳/۳

² المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۷/۱

³ مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعة مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲۳/۲

⁴ مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعة مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲۲/۲

ف: یہ دونوں حوالے مجمع سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے، ہو سکتا ہے یہ لفظ للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو

کیونکہ مجمع نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

⁵ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجماعة والاعذار الخ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت ۲۵۲/۴

ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی الفاظ ابن حبان کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے، اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا لوگوں میں یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زر قانی علی الموطا کا مطالعہ کیا تو اس میں بعینہ یہی بات منقول تھی کہ تمام اہل علم کی یہی رائے ہے کہ ان پر تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا افراد پر تنہا چلنا دشوار نہیں ہے اھ اور اب علامہ شامی کی وہ بحث بھی ترجیح پائے گی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر جمعہ واجب قرار دیتے ہوئے کی ہے تو کہا بلکہ مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمعہ واجب ہوگا جو بغیر کسی قائلہ اور بلا مشقت تنہا راستہ جان کر چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر پوچھے پہنچ سکتے ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کرنی ہو کیونکہ یہ اس وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود بخود نکلنے پر قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے کہیں زیادہ مشقت اٹھانا ہوتی ہے تاہم اھ پھر میں نے امام نووی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انہوں نے دونوں محققین کا جمہور سے معنی رخصت ذکر کیا ہوا نقل کر کے فرمایا جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت

اللہ تعالیٰ عنہ لم یکن یشق علیہ المشی وكان یہتدی الی الطريق من دون حرج کمایشاہد الآن فی کثیر من العبیان ثم راجعت الزرقانی علی الموطا فرأیتہ نص علی ذلک نقلاً فقال و حملہ العلماء علی انہ کان لا یشق علیہ المشی وحده ککثیر من العبیان^۱ اھ یترجح بحث العلامة الشامی حیث بحث ایجاب الجمعة علی امثال هؤلاء ، فقال بل یظهر لی وجوبها علی بعض العبیان الذی یمشی فی الاسواق ویعرف الطرق بلا قائد ولا کلفة ویعرف ای مسجد اراده بلا سؤال احد لانه حینئذ کالمریض القادر علی الخروج بنفسه بل ربما تلحقه مشقة اکثر من هذا تأمل^۲ ھ ثم رأیت الامام النووی نقل فی شرح مسلم ما ذکر المحققان من معنی الرخصة عن الجمہور فقال اجاب الجمہور عنہ بانہ سأل

^۱ شرح الزرقانی علی الموطا فصل صلوۃ الجماعة مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر ۱۲۷۱ھ

^۲ رد المحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۲۰۲ھ

هل له رخصة ان يصلى في بيته وتحصل له فضيلة الجماعة بسبب عذره ففيل لا قال ويؤيد هذا ان حضور الجماعة يسقط بالعدر باجماع المسلمين ودليله من السنة حديث عتب بن مالك¹ الخ۔

اقول: وقد علمت ما في هذا التأييد فان الشان في ثبوت الحرج له رضى الله تعالى عنه ولعل عتب بن كان ممن يتخرج بالمشى وحده دون ابن ام مكتوم رضى الله تعالى عنهما، ثم ان الامام النووى استشعر ورود قوله صلى الله عليه وسلم فاجب فاجاب باحتتام انه بوجى نزل في الحال وباحتتام تغير اجتهداه صلى الله تعالى عليه وسلم وبان الترخيص كان بمعنى عدم الوجوب وقوله فاجب ندب الى الافضل۔

ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب نفی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر حاضری جماعت کے سقوط پر تمام امت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس کی دلیل سنت سے وہ حدیث ہے جو حضرت عتب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں مروی ہے، الخ (ت) (اقول: میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتب بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو۔ بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد "فاجب" کے ورود سے یہ بات سمجھی تو جواب احتمال سے دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی حال میں وحی نازل ہونے کے ساتھ دیا اور بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رخصت بمعنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کر رہا ہو۔

¹ شرح مسلم للنووی مع مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعة مطبوعہ نور محمد صح المطابع کراچی ۲۳۲/۱

اقول: اما الاولان فتسليم للقول واما حمل فاجب على الندب فخلافا للظاهر لاسيما مع بناءه على سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافهم والله تعالى اعلم۔	اقول: (میں کہتا ہوں) پہلے دونوں احتمال قول کی وجہ سے تسلیم مگر فاجب کو ندب پر محمول کرنا خلاف ظاہر خصوصاً جب اس کی بنا اذان کے سماع پر ہو کیونکہ ندب تو ہر حال میں حاصل تھا، فافهم والله تعالى اعلم (ت)

رابعاً: سب سے قطع نظر کیجئے تو پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر الحاضر کا لمطر والطين واما لما بلکہ وجہ اولاً وہی اتیان جماعت بے اذان کہ در باب استئذان مکرر اذان اگرچہ مواہب الرحمن و مرآۃ الفلاح و رد المحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں

ويعارضها كثير من روايات المبسوط والمحيط والخانية والخلاصة والبزازیة والهندية وغيرها من المعتبرات حتى نفس رد المحتار ومشروحه الدر المختار كما بيناه فيما علقناه على هامشه۔	مبسوط، محیط، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ اور دیگر معتبر کتب کی اکثر روایات اس کے معارض ہیں حتی کہ خود رد المحتار اور اس کا متن در مختار میں بھی معارض ہیں جیسا کہ ہم نے اس کے حاشیہ میں بیان کیا ہے۔ (ت)

مگر اس قدر بلاشبہ ثابت کہ نماز پنجگانہ عہ^۱ سے جو نماز وقتی رجال احرار غیر عرۃ مسجد میں باجماعت ادا کریں اس کے لئے سوا بعض صور مستثناة عہ^۲ کے وقت میں اذان کا پہلے ہو لینا سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے اور بے اس کے

عہ^۱ دخلت الجمعة وخرجت صلوة العیدین والكسوف والجنائز والاستسقاء وغيرها والقوائت وجماعة النساء والصبيان والعبيد والعراة وجماعة البيوت والصحراء ومستند كل ذلك مذكور فيما علقناه على رد المحتار ۱۲ من غفر له (م)	اس میں جمعہ داخل اور عیدین، کسوف، جنازہ اور استسقاء وغیرہ اور قضا اور جماعت خواتین، بچوں، غلاموں، ننگوں اور گھریلو جماعت اور جنگل کی جماعت اس سے خارج ہے اور ہر ایک پر دلیل ہم نے اپنے حاشیہ رد المحتار میں تحریر کی ہے ۱۲ من غفر له (ت)

عہ^۲ مثلاً جمعہ کے دن شہر یا قصبہ میں جو معذور ظہر پڑھیں انہیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ انہیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں، موسم حج میں عصر، عرفہ وعشائے مزدلفہ کے لئے تکبیر ہوتی ہے نہ اذان (باقی بر صفحہ آئندہ)

جماعت کر لینا مکروہ وگناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً اصلاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان و اقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی، بلکہ علماء فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کر لی کہ آواز اذان اوروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار و اعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے، وجیز امام کروری میں ہے:

مردوں کے لئے مسجد میں فرائض کی جماعت اذان و اقامت کے بغیر مکروہ ہے، جنگل، گھنے باغوں اور گھروں میں مکروہ نہیں الخ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) اس کا قول "بلا اعلامین" یعنی اذان و اقامت کو جمع کئے بغیر لہذا منافی کراہۃ دونوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ صرف ایک کے ساتھ اس کا قول لا فی المفازۃ الخ اس پر دلیل ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ اذان کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ جنگل میں ہو اور ان دونوں کے ترک پر اساءت کی تصریح ہے (ت)

ویکرہ للرجال اداء الصلوة بجماعة فی مسجد بلا اعلامین لا فی المفازة والکروم والبیوت^۱ الخ اقول: قوله بلا اعلامین ای بدون الجمع بینہما فنافی الکراہة هو الایتنان بہما لا باحدہما بدلیل قوله لا فی المفازة الخ فان ترک اعلام الشروع مکروہ مطلقاً ولو فی المفازة وقد نص علی الاساءة فی ترکہما۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہندیہ میں خانہ کے حوالے سے یوں ہی ہے اور ان فوت شدہ نمازوں کے استثناء کی ضرورت نہیں جو مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ شامی نے کیا ہے اور نہ ہی ماورائے اول کے فوت شدہ کا استثناء ضروری ہے اگرچہ وہ غیر مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ ہم نے اس پر اضافہ کیا ہے کیونکہ یہاں گفتگو ادا میں ہو رہی ہے۔ (ت)

كما فی الہندیة عن الخانیة ولا حاجة ہہنا الی استثناء فوائت تودی فی المسجد كما فعل الشامی ولا ماوراء اول فوائت ولو ادیت فی غیر المسجد كما زدناہ علیہ لان الکلام ہہنا فی الاداء ۲ امنہ غفرلہ (م)

^۱ فتاویٰ برازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلوة فصل الاول فی الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴/۲۴

درر وغر علامہ مولیٰ خسرو میں ہے:

(یأتی بہما) ای الاذان والاقامة (المسافر والمصلی فی المسجد جماعة و فی بیتہ بمصر و کرہ للاول) ای المسافر (ترکہا) ای الاقامة (وللثانی) ای للمصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضاً) ای کالاقامة¹۔	(ان دونوں کو بجلائے) یعنی اذان واقامت کے ساتھ (مسافر اور نمازی مسجد میں جماعت کے لئے اور شہر میں گھر پر نماز ادا کرنے والا، اور پہلے کے لئے مکروہ ہے) یعنی مسافر کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی تکبیر کا (اور دوسرے کے لئے) یعنی مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی اذان کا (بھی) یعنی اقامت کی طرح مکروہ ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

لوصلى بعض اهل المسجد باقامة و جماعة ثم دخل المؤذن والامام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للاولی كذا فی المضمرات²۔	اگر کچھ اہل مسجد نے اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لی پھر مؤذن، امام اور باقی لوگ آئے تو ان کی جماعت مستحب ہے، پہلی جماعت مکروہ ہوگی، مضمرات میں اسی طرح ہے۔ (ت)

یہ خاص جزئیہ مسئلہ مسئلہ ہے خلاصہ و خانیہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للامام البخاری جماعة من اهل المسجد اذنودی فی المسجد علی وجه المخافة بحيث لم یسمع غیرهم ثم حضر من اهل المسجد قوم وعلیوا فلهم ان یصلوا بالجماعة علی وجهها ولا عبرة للجماعة الاولی³ اھ	الفاظ امام بخاری کے ہیں کہ جماعت کے لئے اہل مسجد میں سے ایک گروہ نے مسجد میں اتنی آہستہ اذان دی کہ ان کے غیر نے نہ سنی پھر دیگر لوگ آئے اور ان کو علم ہوا تو ان لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ سنت طریقہ پر جماعت کروائیں پہلی جماعت کا کوئی اعتبار نہیں اھ (ت)

پس اس معذور اور اس کے شریک اور ان ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت مسنونہ معتبر شرعیہ نہیں بلکہ

¹ الدر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الاذان مطبوعہ مطبع احمد کامل لکائنہ فی دار السعادت مصر ۱/۵۶

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول من باب الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

³ خلاصۃ الفتاویٰ، الفصل فی الاول فی الاذان، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۱/۳۸

مکروہ ممنوعہ ہے اور جو جماعت باذان و اقامت اس کے بعد ہوگی اس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت مسنونہ و جماعت اولیٰ ہے۔

۴۱ یحاجب یہ جماعت جماعت نہیں تو دقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت شہود جماعت باہر جانا ہو ایہ بھی مکروہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد:

ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ	ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اس کی سند ضعیف ہے ہم نے بحر وغیرہ کی اتباع میں اسی پر اقتصار کیا ہے حالانکہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ثابت ہے لیکن اس میں مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص ہے، کہا، رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں کوئی شخص اذان نہیں سنتا، پھر کسی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکل جاتا ہے اور واپس مسجد کی طرف نہیں آتا مگر یہ کہ وہ منافق ہے اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں ذکر کیا اور امام ابو داؤد نے مراسیل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے منافق کے علاوہ کوئی نہیں نکلتا مگر عذر کی وجہ سے، جب کوئی حاجت و ضرورت اس شخص کو نکالے اور وہ شخص واپسی کا ارادہ رکھتا ہو تو منافق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ سندہ ضعیف و اقتصرنا علیہ تبعاً للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی هذا ثم یخرج منه الا لحاجة ثم لا یرجع الیہ الا منافق¹ رواہ الطبرانی فی الاوسط و لا بی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق الا احد اخرجته حاجة و هو یرید الرجوع² ۱۲ منہ غفرلہ (م)

¹ مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فیمن خرج من المسجد بعد الاذان مطبوعہ دار الکتب بیروت ۵/۲

² کتاب المراسیل باب ماجاء فی الاذان مطبوعہ مطبعہ علمیہ لاہور ص ۳۴

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان کو مسجد میں پایا پھر وہاں سے نکل گیا حالانکہ اسے نکلنے کی کوئی حاجت بھی نہ تھی اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ت)	علیہ وسلم من ادرکہ الاذان فی المسجد ثم خرج، لم یخرج لحاجة وهو لا یرید الرجعة فهو منافق ¹ ۔

در مختار میں ہے:

مکروہ تحریمی ہے سبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو گئی ہو، شارح نے کہا ماتن اکثر پر چلا ہے (یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ اذان کا وقت ہونے پر اذان ہو جاتی ہے) اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہ۔ (ت)	کرہ تحریمًا للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جرى علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولاً ² ۔

بحر الرائق میں ہے:

نماز کے بغیر نکلنے سے ظاہراً مراد یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی ہو الخ (ت)	الظاهر من الخروج من غير صلاة عدم الصلوة مع الجماعة ³ الخ
اقول: (میں کہتا ہوں) اس سے ظاہراً مراد وہ جماعت ہے جو مسنونہ مشروعہ ہونے کہ وہ جو مکروہ و ممنوع ہو کیونکہ نکلنے پر ممانعت وہ طلب جماعت کے واسطے ہے اور یہ حکم اسی جماعت کے لئے ہوگا جو شرعاً مطلوب ہے، یہ کیسے نہ ہو حالانکہ پہلے گزر چکا ہے، کہ بغیر اذان کے جماعت ایسے ہے جیسے جماعت ہوئی ہی نہیں، پس اس کا ہر گز اعتبار نہ کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ تمام نقائص و عیوب اور کمزوریوں سے پاک ہے، وہ سب سے بہتر جانتا ہے۔ اس جل مجدہ،	اقول: وظاهر ان المراد بالجماعة هي الجماعة المسنونة المشروعة دون المكروهة الممنوعة فان النهی عن الخروج انما هو لطلب الجماعة فلا يتناول الا الجماعة المطلوبة شرعاً كيف وقد تقدم ان الجماعة بلا اذان كلا جماعة فلا يعتد بها اصلاً والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم

¹ سنن ابن ماجہ باب الاذان وانت في المسجد فلا تخرج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۳

² در مختار، باب اوراک الفریضہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۹۹/۱

³ بحر الرائق باب اوراک الفریضہ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۷۲/۲

وا حکم۔	کا علم کامل اور اکمل ہے (ت)

جواب سوال دوم: خوف فوت تہجد نہ ترک جماعت مامور بہا کا مجوز ہو سکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا صحیح نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کا داعی نہ خود اس عذر کا غائباً کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ مسموع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی سہی کیا اَلِ الْیَہِ کَلَامُ الْمَحْقَقِ فِي الْفَتْحِ وَمَالَ الْیَہِ تَلْمِیْزُہُ الْمَحْقَقِ مُحَمَّدٌ الْحَلْبِیُّ فِي الْحَلِیَہِ قَائِلًا اِنَّہُ الْاَشْبَہُ (جیسا کہ اس کی طرف فتح القدر میں کلام محقق لوٹا ہے اور ان کے شاگرد محمد حلبی نے حلیہ میں یہ کہتے ہوئے اسی طرف رجوع کیا کہ یہی اشبہ ہے۔ ت) کہ اولاً وہ بر تقدیر سنیت بھی معارضہ جماعت کا صالح نہیں در بارہ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترک جماعت پر سخت ہو لہذا حکم کفر تک وارد،

اس طرح کے مقامات پر تاویلات معروفہ کے ساتھ، اور اس پر مسند احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سند کے ساتھ ذکر کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کر دی تو تم نے کفر کیا۔ (ت)	علی تاویلاتہ المعروفۃ فی امثال المقام وحديثه ^۱ عند احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسند حسن وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المختلفین عن الجاعات لو ترکتم ^۲ سنة نبیکم لکفرتم ^۱ ۔

اور جماعت^۲ عشا کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلادینے کا قصد فرمانا ثابت کیا^۲ فی الصحیحین من

اس حدیث کے الفاظ عنقریب تیسرے سوال کے جواب میں آرہے ہیں ۱۲منہ۔ (ت) یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور مسلم وغیرہ میں اس کے الفاظ "تم گمراہ ہو جاؤ گے" ہیں ۱۲منہ (ت) عہ ۳ بعض احادیث میں عشاء بعض میں فجر، بعض میں جمعہ، بعض میں مطلق جماعت وارد ہے اور سب صحیح ہیں کیا فی عمدة القاری للامام العینی (جیسا کہ امام بدر الدین عینی کی عمدة القاری میں ہے۔ ت) یہاں ذکر عشاء ہی تھا لہذا اس کی تخصیص کی ۱۲منہ غفرلہ (م)	(عہ ۱۵) سیأتی نصہ فی جواب السؤال الثالث ۱۲منہ (م) (عہ ۲) هذه رواية ابی داؤد والحديث بلفظ لضللت عند مسلم وغيره ۱۲منہ (م)

^۱ سنن ابی داؤد باب التثدید فی ترک الجماعة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۱/۱

^۲ صحیح البخاری باب فضل صلوۃ العشاء فی الجماعة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰/۱

حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فی الباب غیر عہ^۱ (جیسا کہ بخاری و مسلم میں اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔ ت)

ہاجیانوت سنت آئندہ کے خوف متیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خود کشی کر لے۔

ثالثیہ کہ جاگنے میں قصداً مکروہات و منہیات شرعیہ کا ارتکاب ہو گا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی۔

احمد عہ ^۲ و مسلم و ابو داؤد ابن حبان	احمد، مسلم، ابو داؤد اور ابن حبان نے حضرت

کیونکہ مشہور حدیث ہے امام احمد نے حضرت عمرو ابن ام مکتوم سے، ابن ماجہ نے حضرت اسامہ بن زید سے، طبرانی نے اوسط میں حضرت انس سے مسند جید کے ساتھ اور حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے، طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے، ہم نے ان تمام احادیث کو اپنے رسالے "حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة" میں ذکر کیا ہے، رہی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تو اسے لا تعداد اصحاب صحاح و سنن اور اصحاب مسانید و معاجم نے روایت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

جامع صغیر میں اس کی نسبت امام احمد اور ابن حبان کی طرف کی ہے اس کے شارح امام مناوی نے فرمایا اس کو ان سے ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اھ اور بلا شک یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ^۱ فأنہ حدیث مشہور ورد من حدیث عمرو بن امر مکتوم عند احمد وعن اسامة بن زید عند ابن ماجة وعن انس بسند جید وعن ابن مسعود کلہما عند الطبرانی فی الاوسط وعن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل الآثار وقد ذکرنا احادیثہم فی رسالتنا حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة اما حدیث ابی ہریرۃ فرواہ من لایحصى من اصحاب الصحاح والسنن والمسانید والمعاجیم واللہ تعالیٰ اعلم منہ (م)

عہ^۲ عزاه فی الجامع الصغیر لاحمد وابن حبان قال شارح المناوی ورواہ ابو داؤد وغیرہ^۱ اھ ولا شک انہ موجود فی صحیح مسلم منہ (م)

^۱ التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۳۲۶/۲

ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تفریط نیند میں نہیں بلکہ بیداری میں ہے۔ (ت)

بلکہ بہ نیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد نہ پائے ثواب تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ، کی طرف سے صدقہ بتایا۔ امام مالک نے مؤطا میں، ابوداؤد اور نسائی نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جو رات کی نماز (تہجد) کی نیت رکھتا ہو اس پر نیند غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ اسے نماز کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہوگی، یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں سند حید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابودرواء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بستر پر اس نیت سے لیٹا کہ رات کو اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے گا مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اسے اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور اس کی نیند اللہ عزوجل کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی اور یہ حدیث معن ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ذر یا حضرت

عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ¹۔

مالك في المؤطا و ابوداؤد والنسائي عن ام المؤمنين رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ما من امریئ تکون له صلاة بلیل یغلبه علیها نوم الا کتب اللہ له اجر صلاته وکان نومه علیہ صدقة² وهو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التہجد بسند جید، النسائی وابن ماجہ وخزیمۃ والبزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اتی فراشه وهو ینوی ان یقوم فیصلی من اللیل فغلبته عیناه حتی یصبح کتب له ما نوى وکان نومه صدقة علیہ من ربه عزوجل³ وهو بمعناه عند ابن حبان فی صحیحہ عن ابی زرارہ

¹ سنن ابوداؤد باب فی من نام عن صلوٰۃ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۱

² مؤطا امام مالک ماجاء فی صلوٰۃ اللیل مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۹۹

³ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فیمن نام عن جزیه من اللیل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہکذا بالشک۔	ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح شک کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو حشتمہ اور ان کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جماعت صبح میں نہ دیکھا ان کی زوجہ اور ان کی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبب پوچھا، کہا نماز شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نماز صبح پڑھ کر سو رہے، فرمایا: مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا نماز تمام شب سے محبوب تر ہے۔

مالك عن ابن شهاب عن ابی بکر بن سلیم بن ابی حشمة ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقد سلیم بن ابن ابی حشمة فی صلاة الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الی السوق ومسکن سلیم بن بین السوق والمسجد (النبوی) فمر علی الشفاء امر سلیم بن فقال لها لم ار سلیم بن فی صلاة الصبح فقالت انه بات یصلی فغلبته عیناه فقال عمر لان اشهد صلاة الصبح فی الجماعة احب الی من ان اقوم لیلة ¹ ۔ عبدالرزاق فی مصنفه عن معمر عن الزهری عن سلیم بن ابن ابی حشمة عن امه الشفاء بنت عبداللہ قالت دخل علی عمر وعندی رجلان نائمان تعنی زوجها اباحشمة و ابنها سلیم بن فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزالا	مالك، ابن شهاب سے وہ ابو بکر بن سلیمان بن ابی حشتمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلیمان ابن ابی حشتمہ کو نماز صبح میں نہ پایا آپ صبح کو جب بازار کی طرف گئے اور سلیمان کا گھر بازار اور مسجد نبوی کے درمیان تھا تو آپ سلیمان کی والدہ شفاء کے پاس سے گزرے اور پوچھا میں نے سلیمان کو آج نماز صبح میں نہیں پایا تو انہوں نے عرض کیا وہ رات بیدار رہے نماز پڑھتے رہے صبح کو نیند غالب آگئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے نماز فجر میں حاضر ہونا اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ساری رات قیام کروں۔ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں معمر سے انہوں نے اپنی والدہ شفاء بنت عبداللہ سے بیان کیا کہ ان کی والدہ فرماتی ہیں حضرت عمر میرے پاس آئے تو میرے پاس دو آدمی سوئے ہوئے تھے اس سے وہ اپنا خاوند ابو حشتمہ اور اپنا بیٹا سلیمان مراد لیتی ہیں۔ آپ نے

¹ مؤطا امام مالک باب ما جاء فی العتمۃ والصح مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

يصليان حتى اصبحا فصليا الصبح وناما فقال لان اشهد الصبح في جماعة احب الى من قيام ليلة¹ - والله تعالى اعلم -	فرمایا: انہوں نے نماز صبح کیوں نہ پڑھی؟ میں نے عرض کیا یہ ساری رات نماز میں مشغول رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی پھر انہوں نے نماز صبح ادا کی اور سو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز فجر کی میری حاضری ساری رات قیام سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

جواب سوال سوم: اقول: وبالله التوفيق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں)۔ (ت) اس مسئلہ میں جواب حق کو حق
جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال سرے سے بیہودہ سراپا اہمال ہے وہ زعم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اسے تفویت
جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اس کی محافظت کرتا نہ کہ الثاوت کا سبب ہوتا،

قال عز وجل إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ² -	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عليكم بقيام الليل فإنه داب الصالحين قبلكم وقربة الى الله تعالى ومنهأة عن الاثم وتكفير للسيئات ومطردة للداء عن الجسد³ - رواه الترمذی في	تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ (رات کا قیام) اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دور کرنے والا۔ اسے ترمذی نے اپنی جامع،

¹ المصنف لعبد الرزاق باب فضل الصلوة فی جماعۃ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۵۲۶/۱

² القرآن ۴۵/۲۹

³ جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ ایمن کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۴/۲، صحیح ابن خزیمہ باب التحریر علی قیام اللیل الخ مطبوعہ مکتب اسلامی

بیروت ۱۷۷/۲

ف: حدیث مذکور کے الفاظ صفحہ مذکور پر مصنف میں یوں ہیں: عن معمر عن الزہری عن سلیم بن ابی حثمة عن الشفاء بنت عبد اللہ قالت
دخل علی بیاتی عمر بن الخطاب فوجد عندی رجلین نائمین فقال وما شان هذین ماشهدا معی الصلوة؟ قلت یا امیر المؤمنین صلیا مع الناس و
كان ذلك فی رمضان فلم یزال یصلیان حتی اصبحا الصبح وناما. فقال عمر لان اصلى الصبح فی جماعۃ احب الی من ان اصلى لیلة حتی اصبح -

نذر احمد

جامعہ وابن ابی الدنیا فی التہجد و ابن خزیمة فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک و صححہ والبیہقی فی سننہ عن ابی امامۃ الباہلی واحد والترمذی وحسنہ والحاکم والبیہقی عن بلال والطبرانی فی الکبیر عن سلمان الفارسی وابن السنی عن جابر بن عبد اللہ وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔	ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد، ابن خزیمة نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا، اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوالمامہ باہلی سے، اور احمد اور ترمذی نے صحیح قرار دیتے ہوئے روایت کیا، حاکم اور بیہقی نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان فارسی سے، اور ابن سنی نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور ابن عساکر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔

توفیق جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہر لے کر اپنے احوال و افعال تو لے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد و قیلولہ وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کئے جب تو انہیں تفویض شعاع عظیم اسلام کے لئے کیوں عذر بناتا ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قوفاً و فعلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد و قیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعت فریضہ فوت ہو، کیا قرآن و حدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں؟ کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیام لیل کئے ہیں؟ حاشا وکلا!

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی

کیس رہ کہ تو میری بترکستان است

(اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے)

یابذا سنت ادا کیا چاہتا ہے تو روجہ سنت ادا کر، یہ کیا کہ سنت لیجئے اور واجب فوت کیجئے، ذرا بگوش ہوش سن اگرچہ حق تلخ گزرے، و سوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تفویض جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من اتلی بلیتین اختار اھو نہما (دو بلاؤں میں مبتلا شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) بہر حال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے مگر حاشا خدام فقہ و حدیث نہ تجھے تفویض واجب کا فتویٰ دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت

کر کے ارشاد حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

یاعبداللہ لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فتروک قیام اللیل ¹ رواہ الشیخان عن عبداللہ بن عمر وبن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو رات کا قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کر دیا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) کا خلاف کریں گے۔

یہ اس لئے کہ وہ بتوفیقہ عزوجل حقیقت امر سے آگاہ ہیں ان کے یہاں عقل سلیم و نظر قدیم و دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں ان میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریرو و سوائے طرز تدبیر سے ناشی ہوا یا ہذا اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً آثم و تارک واجب، اور اس عذر باطل میں مبطل و کاذب ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجفاء کل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوات فلا یجیبہ ² ۔ حدیث حسن قد ذکرنا تخریجہ ولفظ الطبرانی ینادی بالصلاة ویدعو الی الفلاح ³ ۔	ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو۔ یہ حدیث حسن ہے اس کی تخریج کا ذکر ہم نے پیچھے کر دیا۔ طبرانی کے الفاظ یوں ہیں: "نماز کی طرف بلانے والے اور فلاح کی دعوت دینے والے کو سنے"۔

اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنہ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد عجب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر۔ کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہو شیار نہیں ہونے پاتا، یوں ہے تو اول وقت خواب کر، اولیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ باسرا رہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی ضحوہ کبریٰ سے نصف النہار تک، وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال

¹ صحیح البخاری باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۴/۱

² مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۹۹/۳

³ المعجم الکبیر از معاذ بن انس حدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲۰

وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو۔ امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں:

النوم بعد الفراغ من صلاة الضحی و بعد الفراغ من اعداد اخر من الركعات حسن قال سفین کان یعجبهم اذا فرغوا ان یناموا طلباً للسلامة وهذا النوم فیہ فوائد، منها انه یعین علی قیام اللیل (الی قوله قدس سره) وینبغی ان یکون انتباهه من نوم النهار قبل الزوال بساعة حتی یتمکن من الوضوء والطهارة قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبله ذا کرا او مسبحاً او تالیاً¹ الخ	نماز چاشت سے فراغت کے بعد اور اس کے بعد کی مقررہ تعداد کی رکعتیں ادا کر کے سونا اچھا اور مناسب ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا کہ صوفیہ کرام جب نماز و اوراد سے فارغ ہو جاتے تو سلامتی اور عافیت کے لئے سونے کو پسند کرتے تھے اور اس (دوپہر سے قبل) سونے میں متعدد فوائد ہیں ان میں سے ایک رات کے قیام (شب بیداری) میں مدد ملتی ہے۔ (آگے چل کر شیخ قدس سرہ، نے) فرمایا: طالب حقیقت کو چاہئے کہ زوال سے کچھ وقت پہلے نیند سے بیدار ہو جائے تاکہ استواء سے پہلے وضو اور طہارت سے فارغ ہو کر استواء کے وقت (جو ابتدائے ظہر ہے) قبلہ رخ ہو کر ذکر یا تسبیح یا تلاوت میں مصروف ہو جائے الخ (ت)

ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو لیا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے، ایک ساعت قلیلہ قلیولہ بس ہے، اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے اتکیہ نہ رکھ بکھو نہ بچھا کہ بے تکیہ بے بستر سونا بھی مسنون ہے، سوتے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی، کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہو لیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں، سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماملأ آدمی وعاء شراً من بطنه بحسب ابن آدم اكلات یقمن صلبه فان كان لامحاله فثلث لطعامه وثلث	آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے تہائی

¹ عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب الخمسون فی ذکر العمل فی جمیع النہار مطبوعہ مطبع المشد الحسینی قاہرہ مصر ص ۱۹۵

لشرا بہ وثلت لنفسہ ^۱ ۔ رواہ الترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن حبان عن المقدام بن معد یکر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	پانی تہائی سانس کور کھے، اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت مقدام بن معد یکر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پئے گا، جو بہت پئے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔

استغفر اللہ من قول بلا عمل

لقد نسبت بہ نسلا لذي عقم

(میں اللہ تعالیٰ سے بلا عمل قول سے توبہ کرتا ہوں، تحقیق بانجھ عورت کو بچے کے ساتھ نسل کے اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے) ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان كثرة الاكل شؤم ^۲ ۔ رواہ البيهقي في شعب الايمان عن ام المؤمنين رضي الله تعالى عنها۔	بیشک بہت کھانا منحوس ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الايمان میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

یوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف و تام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں۔ مثلاً نو بجے عشاء پڑھ کر سو رہا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہو گیا، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يحبس احدكم اذا قام من الليل يصلي حتى يصبح انه قد تہجد انما التہجد المرء يصلي الصلوة بعد رقدة ^۳ ۔ رواہ الطبرانی عن الحجاج بن عمر رضي الله تعالى	تم میں کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اٹھ کر صبح تک نماز پڑھے جبھی تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے۔ اس کو طبرانی نے حجاج بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن ان شاء اللہ

^۱ جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ کثرة الاکل مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۶۰/۲

^۲ شعب الايمان الفصل الثاني فی کثرة الاکل حدیث ۵۶۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۲/۵

^۳ المعجم الکبیر مروی از حجاج بن عمر و حدیث ۳۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲۵/۳

عنه بسند حسن ^۱ ان شاء اللہ تعالیٰ۔	تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔

سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل مولیٰ تبارک وتعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ^۱ (جو اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ ت) عوارف شریف میں ہے:

لتغيير العادة في الوسادة والغطاء والوطاء تأثير في ذلك ومن ترك شيئاً من ذلك والله عالم بنيته وعزيمته يثيبه على ذلك بتيسير مآرام ^۲ ۔	کیونکہ تکیہ، بچھونے اور لحاف وغیرہ میں عادت کو بدل دینا یعنی ان کو ترک کر دینا اس سلسلہ میں بہت مؤثر ہے اور جو ان اشیاء میں سے کسی کو ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت و ارادہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مقصد میں سہولت پیدا فرماتا ہے یعنی کم خوابی کے آداب اس کو میسر آ جاتے ہیں (ت)

۱۔ اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کر کہ وقت جماعت سے پہلے جگا دے۔

كما وكل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بلالارضى الله تعالى عنه ليلة التعريس۔	جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیدار کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی (ت)

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے ان شاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت سے محفوظ ہوگا اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا بھی بھول گیا یا سورا کما وقع لسيدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ

عہ علق بالمشية لان فيه ابن لهيعة والكلام فيه معروف والاصواب فيه عندی ان حدیثہ حسن ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ امنہ (م)

ان شاء اللہ تعالیٰ حسن ہے ۱۲ امنہ (ت)

^۱ القرآن ۳/۲۵

^۲ عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب السادس والاربعون الخ مطبوعہ مطبعة المشهد الحسینی قاہرہ مص ص ۱۸۴

عنه (جیسا کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ واقعہ ہوا۔ ت) تو یہ اتفاقی عذر مسموع ہوگا اور امید ہے کہ صدق نیت و حسن تدبیر پر ثواب جماعت پائے گا وباللہ التوفیق۔

کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اس تک سونے کا وقفہ نہیں جب تو سب وقتوں سے چھوٹ گیا سو کر پڑھی یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے۔

بخاری و مسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے تھے، دوسری حدیث میں الفاظ بخاری یہ ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ ہوتا تھا، اور بخاری میں ہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نماز جمعہ کی طرف جلدی جاتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے (ت)	الشیخان عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما کنّا نقیل ولا نتغذی الا بعد الجمعة¹، وفي لفظ للبخاری کنّا نصلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعة ثم تكون القائلة²، وعنده عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنّا نبکر الى الجمعة ثم نقیل³۔

غرض یہ تین صورتیں ہیں پیش از زوال سواٹھنا، بعد جماعت سونا ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں، اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں رب عزوجل سے ڈرے اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکر تہجد تقویت جماعت کا موجب ہوتا ہے، بالملہ نہ ماہ نیم ماہ کہ مہر نیم روز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور یکسر مدفوع و محض نامسموع، جماعت و تہجد میں اصلاً تعارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستلذ کیجئے اور بوجہ تعذر جمع راہ ترجیح لیجئے هذا هو حق الجواب واللہ الہادی الی سبیل الصواب (اور یہی حق جواب ہے اور اللہ تعالیٰ ہی راہ صواب کی طرف ہادی ہے۔ ت)

بالنہمہ اگر اس تقدیر ضائع و فرض خلاف واقع کما ان لینا ہی ضرور تو جماعت اولیٰ پر تہجد کی ترجیح محض باطل و مجہور، اگر حسب تصریح عامہ کتب تہجد مستحب و حسب اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب مانئے جب تو ظاہر کہ واجب و مستحب کی کیا برابری، نہ کہ اس کو اس پر تفضیل و برتری، اور اگر تہجد میں اعلیٰ الاقوال کی طرف ترقی

¹ صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۸/۱

² صحیح البخاری باب القائلة بعد الجمعة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۸/۱

³ صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۸/۱

اور جماعت میں اونی الاحوال کی جانب تنزل کر کے دونوں کو سنت ہی ماننے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت بر تقدیر سنیت بھی تمام سنن حتی کہ سنت فجر سے بھی اہم و اکد و اعظم ہے ولذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا تو تشہد بھی نہ ملے گا تو بالاجماع سنتیں ترک کر کے جماعت میں مل جائے والمسئلة منصوص علیہا فی کتب المذہب كافة (اس مسئلہ پر تمام کتب مذہب میں نص موجود ہے۔ ت) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں زیر قول مصنف الجماعة سنة فی الاصح (اصح قول کے مطابق جماعت سنت ہے۔ ت) فرمایا

وفي البدائع عامة المشائخ على الوجوب وبه جزم في التحفة وغيرها وفي جامع الفقه اعدل الاقوال واقواها الوجوب (الى ان قال) وعلى القول بانها سنة هي اكد من سنة الفجر ¹	بدائع میں ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ اسی پر تحفہ وغیرہا میں جزم ہے اور جامع الفقه میں ہے سب سے معتدل اور مضبوط قول وجوب کا ہے (آگے چل کر کہا) جن کے قول پر جماعت سنت ہے ان کے نزدیک یہ سنت فجر سے زیادہ مؤکد ہے۔ (ت)

رد المحتار باب النوافل میں ہے:

ليس له ترك صلاة الجماعة لانها من الشعائر فهي اكد من سنة الفجر ولذا يتركها لو خاف فوت الجماعة ²	عالم دین کے لئے باجماعت نماز کا ترک جائز نہیں کیونکہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے اور اس میں فجر کی سنتوں سے زیادہ تاکید ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کے نہ ملنے کا خوف ہو تو سنن فجر کو ترک کیا جاسکتا ہے (ت)

اور سنت فجر بالاتفاق بقیہ تمام سنن سے افضل، ولذا بصورت فوت مع الفريضة بعد وقت قبل زوال ان کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سنن کہ وقت کے بعد کسی کی قضا نہیں، ولذا بلاعذر مع سنت فجر کو بیٹھ کر پڑھنا ناجائز بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا، ولذا صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کہ قائل سنیت وتر ہوئے سنت فجر کو اس سے اکد ماننے کی طرف گئے، درمختار میں ہے:

السنن اكد هـ سنة الفجر اتفاقا وقيل بوجوبها فلا تجوز صلاتها	وہ سنن جن پر سب سے زیادہ تاکید ہے وہ بالاتفاق فجر کی سنتیں ہیں، بعض نے انہیں واجب

¹ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامة مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۵۶

² رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۹۹ھ

قاعدا بلاعذر علی الاصح ولايجوز تركها لعالم صار مرجعا في الفتاوى بخلاف باقي السنن وتقضى اذا فاتت معه بخلاف الباقي¹ ملخصا	قرار دیا ہے لہذا صح قول کے مطابق بغیر عذر کے ان کو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہ ہوگا اور اس عالم کے لئے بھی ان کا ترک جائز نہیں جو فتویٰ جات کے لئے مرجع بن چکا ہو، یعنی فتویٰ نویسی سے فراعت نہ ملتی ہو۔ بخلاف باقی سنن کے، یعنی باقی سنن کو لوگوں کی حاجت فتویٰ کے پیش نظر چھوڑ سکتا ہے اور یہ سنن فرائض کے ساتھ اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا ہے جبکہ باقی سنن کی قضا نہیں اہ تلخیصاً (ت)

بحر الرائق میں ہے:

سنة الفجر اقوى السنن باتفاق الروايات لما في الصحيحين عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت لم يكن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على شيء من النوافل اشد تعاهدا منه على ركعتي الفجر²۔	فجر کی سنتیں بالاتفاق باقی تمام سنن سے اقویٰ ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ حفاظت فجر کی سنتوں کی فرماتے تھے (ت)

اسی میں خلاصہ سے ہے:

اجمعوا علی ان ركعتي الفجر قاعداً من غير عذر لا تجوز كذا روى الحسن عن ابي حنيفة³	تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ بغیر عذر کے فجر کی سنتیں بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے (ت)

اسی میں قیہ سے ہے:

اذا لم يسع وقت الفجر الا الوتر والفجر، او السنة والفجر فانه يوتر ويترك السنة عند ابي حنيفة وعندهما السنة اولى من الوتر⁴۔	جب وقت فجر میں، وتر و فجر یا سنن و فجر کی ادائیگی کے سوا گنجائش نہ رہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وتر ادا کر لئے جائیں اور سنتیں ترک کر دی جائیں اور صاحبین کے ہاں سنتوں کی ادائیگی وتر کی ادائیگی سے افضل ہے۔ (ت)

¹ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۹۵/۱

² بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۷/۲

³ بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۷/۲

⁴ بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۸/۲

پھر مذہبِ اصح پر سنتِ قبلیہ ظہر بقیہ سنن سے آکد ہیں

صححه المحسن واستحسنه المحقق في الفتح فقال وقد احسن لان نقل المواظبة الصريحة عليها اقوى من نقل المواظبة الصريحة عليها اقوى من نقل مواظبته صلى الله تعالى عليه وسلم على غيرها من غير ركعتي الفجر¹ وكذا صححه في الدراية والعناية والنهاية وكذا ذكر تصحيحه العلامة نوح كها في الطحطاوى على مراقى الفلاح وكذا صححه في البحر عن القنية وعلله بورود الوعيد وتبعه في الدر -	محسن نے اس کو صحیح اور محقق نے فتح میں اس کو مستحسن قرار دیا اور کہا انہوں نے اچھا کیا کیونکہ فجر کی سنتوں کے علاوہ سنن ظہر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو مواظبت منقولہ سے زیادہ اقویٰ ہے اہ اور اسی طرح اسے درایہ، عنایہ اور نہایہ میں صحیح کہا اور اسی طرح علامہ نوح نے اس کی تصحیح ذکر کی جیسا کہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں مذکور ہے۔ بحر میں قنیہ کے حوالے سے صحیح کہا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ ان کے ترک پر وعید وارد ہے اور اس کی اتباع در مختار نے کی ہے۔ (ت)

اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنت فجر کے بعد افضل و آکد رکعتیں مغرب ہیں پھر رکعتیں ظہر پھر رکعتیں عشا پھر قبلہ ظہر کما فی الفتح وغیرہ۔

قلت وعليه مشى في الهندية عن تبیین الحقائق الامام الزيلعي فقال اقوى السنن ركعتا الفجر ثم سنة المغرب ثم التي بعد الظهر ثم التي بعد العشاء ثم التي قبل الظهر² (ملخصاً)۔	قلت (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں امام زیلعی کی تبیین الحقائق کے حوالے سے یہی بات بیان کرتے ہوئے کہاسب سے قوی اور مؤکد فجر کی سنتیں پھر سنت مغرب پھر بعدیہ ظہر پھر بعدیہ عشاء پھر قبلہ ظہر (ملخصاً) (ت)

پھر شک نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تہجد سے اہم و آکد ہیں۔

اقول: وكيف لا وقد ثبت استئناها موكداً من دون تردد بخلاف التهجّد فان	اقول: (میں کہتا ہوں) یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ان سنن و رواتب کا مؤکد ہونا بغیر کسی تردد کے ثابت ہے

¹ فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۳۸ھ

² تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبعة کبریٰ امیر یہ بولاق مصر ۱۲۱۱ھ

بخلاف تہجد کے، کیونکہ جمہور علماء اسے (یعنی تہجد کو) مندوبات میں شمار کرتے ہیں حتیٰ کہ محقق ابن ہمام جب اس مسئلہ پر پہنچے تو انہوں نے خوب بحث کی لیکن وہ بھی اس بارے میں کوئی قطعی قول نہ کر سکے اور اس کے مندوب و منسوخ ہونے میں متردد ہوئے، باوجود اس تنصیص کے کہ اولہ قولیہ اس کے مندوب ہونے کو ظاہر کرتی ہیں، پھر ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے اس کے سنت ہونے کو شبہ و مختار کیا۔ علاوہ ازیں اس میں طویل نزاع کو ذکر کیا ہے اگر غرابت مقام اور طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ تمام گفتگو یہاں ذکر کر دیتے۔ (ت)	جمہور العلماء يعدونه من المندوبات حتى جاء المحقق ابن الهمام فبحث بحثاً ولم يقطع قولاً فتردد في ندبه واستنانه مع التنصيص بان الادلة القولية انما تفيد النذب، ثم بحث تلميذه المحقق ابن امير الحاج اشبهية سنيته على ما فيه من نزاع طويل ولولا غرابة المقام و مخافة الطويل لاتينابما فيه من قال وقيل۔

ولذا ہمارے علماء سنن رواتب کی نسبت فرماتے ہیں:

یہ سنن رواتب تاکید کی بنا پر فرائض کے مشابہ ہیں جیسا کہ در میں ہے (ت)	انہا لتا کدھا اشبہت الفریضة^۱ کما فی الدر۔

اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور ہے

اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیا ہے اور آپ جانتے اگرچہ امام ابواسحاق شافعی مروزی نے ہمارے اصحاب کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ تہجد ہر حال میں سنن رواتب سے افضل ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی نے منہاج میں ایسی دلیل دیتے ہوئے ان کی اتباع کی کہ جو تحقیق و تدقیق کے بعد حجت نہیں بن سکتی جیسا کہ ہم نے	وان خالفهم الامام ابواسحاق المروزی من الشافعية فقال بتفضيل التهجّد مطلقاً، وتبعه الامام الاجل ابوزکریا النووی الشافعی فی المنہاج مستدلاً بما لاحجة له فيه عند التدقيق كما بيناه عه فی

اسے امام احمد، امام مسلم اور دیگر چاروں محدثین ائمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور شیخ محمد ہارون رویانی نے اپنی مسند اور (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ اخرجه الاثمة احمد ومسلم وللاربعة عن ابی هريرة ومحمد بن هارون الروياني في مسنده و الطبراني

^۱ در مختار، باب الوتر والنوافل، مطبع مجتبائی دہلی، ۹۵/۱

بعض تعلیقاتنا وقد علمت مذهب اصحابنا

اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیا ہے اور آپ جانتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الکبیر عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الصلوة بعد المكتوبات صلاة فی جوف اللیل¹، فحملہ ابواسحق المروزی ومن وافقه علی ظاہرہ فقالوا ان صلوة اللیل افضل من السنن الراتبۃ قال الامام النووی وقال اکثر اصحابنا الرواتب افضل لانہا تشبہ الفرائض قال والاول اقوی ووافق للحديث² وتبعہ العلامة میرک فقال فیہ حجة لابی اسحق المروزی من شافعية علی ان صلاة اللیل افضل من الرواتب۔ وقال اکثر العلماء ان الرواتب افضل والاول اقوی لنص هذا الحديث قال وقد یجاب بأن معناه من افضل الصلاة وهو خلاف سیاق الحديث³ ہ امام موافقوا الجمهور فاولوہ بأن المراد الفرائض و تابعها ای کان الرواتب لشدة التصاقها بالمكتوبات وشبهها بهادخلت فی قوله صلی اللہ

طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، دونوں صحابی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض کے بعد سب سے افضل نماز رات کے درمیانی حصہ کی نماز ہے۔ امام ابواسحاق مروزی اور ان کے ساتھ موافقت رکھنے والے علماء نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے۔ امام نووی نے کہا کہ ہمارے اکثر علماء نے فرمایا کہ سنن راتبہ افضل ہیں کیونکہ وہ فرائض کے مشابہ ہیں اور فرمایا پہلا قول اقویٰ اور حدیث کے زیادہ موافق ہے اھ علامہ میرک نے اسی کا اتباع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث امام ابواسحق مروزی شافعی کی اس بات پر دلیل ہے کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہیں۔ اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ سنن مؤکدہ افضل ہے مگر پہلا قول اس نص حدیث کی وجہ سے قوی ہے، اور کہا کہ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رات کی نماز افضل نماز میں سے ہے، اور یہ سیاق حدیث کے خلاف ہے اھ بہر حال جو جمهور کی موافقت کرنے والے ہیں وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ یہاں سے اس سے مراد فرائض اور ان کے تابع دونوں ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی بر صفحہ آئند)

¹ صحیح مسلم کتاب الصوم ۳۶۸/۱² شرح صحیح مسلم للنووی ۳۶۹/۱³ مرقاۃ المفاتیح بحوالہ علامہ میرک ۳۱۱/۳

واجباہم علی ان الاقوی

ہیں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اور اجماع اس بات پر ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالیٰ علیہ وسلم بعد المکتوبۃ قال المولیٰ علی
القاری فی المرقاة افضل الصلوٰۃ بعد المفروضۃ ای
توابعها من السنن المؤکدة^۱ ھ وقال المناوی فی
تیسیر ای ولو احقها من الرواتب ونحوها من کل
نفل یسن جماعة اذھی افضل من مطلق النفل علی
الاصح^۲ ھ ومثلها فی السراج المنیر للعزیزی وقال
محمد الحنفی فی تعلیقاتہ علی الجامع الصغیر ای
النفل المطلق فی اللیل افضل منه فی النهار و الافا
لراتبة فی النهار افضل منه فی النهار افضل من
التهجد^۳ ھ وابدی القاری جوابین اخرین، فقال
وقد یقال التهجد افضل من حیث زیادة مشقته علی
النفس وبعده عن الریاء والرواتب افضل من حیث
الاکدیه فی المتابعة للمفروضۃ فلامنافاة^۴ ھ ای ان
التهجد له هذا الفضل الجزئی علی الرواتب
فلا ینافی فضلها الکی قال او یقال صلاة اللیل افضل
لاشتمالها

کے ارشاد گرامی "فرائض کے بعد" کے تحت سنن راتبہ بھی داخل
ہیں کیونکہ سنن مؤکدہ کافرائض کے ساتھ شدید اتصال اور
مشابہت ہے۔ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں افضل الصلاة
بعد المفروضۃ یعنی بعد سنن مؤکدہ کے اھ مناوی تیسیر میں
لکھتے ہیں اور یعنی فرائض سے ان کے لواحق (سنن مؤکدہ) اور وہ
نوافل جن کی جماعت سنت ہے تمام مراد ہیں کیونکہ اصح قول کے
مطابق وہ مطلق نفل سے افضل ہیں اھ یہی بات عنیزی کی سراج
منیر میں ہے۔ محمد حنفی اپنی تعلیقات علی الجامع الصغیر میں لکھتے ہیں
رات کے نوافل مطلقاً دن کے نوافل سے افضل ہیں ورنہ سنن
راتبہ جو دن میں ہیں وہ تہجد سے افضل ہیں اھ اور ملا علی قاری نے
دو جواب اور دیئے اور کہا کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ تہجد نفس پر زیادہ
مشقت اور ریاء سے دوری کی وجہ سے افضل ہے اور سنن جو فرائض
کے ساتھ ہیں وہ فرائض کی متابعت میں زیادہ مؤکد ہیں وہ اس
اعتبار سے افضل ہیں لہذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے اھ یعنی
اگر تہجد کو سنن مؤکدہ پر یہ فضیلت جزئی حاصل ہے تو یہ ان کی
فضیلت کلی کے منافی نہیں ہے۔ فرمایا یوں کہا جاسکتا ہے کہ رات
کی نماز (تہجد) افضل اس (باقی اگلے صفحے پر)

^۱ مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۱/۳^۲ التیسیر مطبوعہ الریاض ۱۸۵/۱^۳ تعلیقات الحنفی علی السراج المنیر مطبوعہ مصر ۲۴۴/۱^۴ مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۱/۳

الاکد مطلقاً سنة الفجر

اقویٰ و مؤکدہر حال میں فجر کی سنتیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علی الوتر الذی ہو من الواجبات¹ ہ

اقول: هذا لا يصلح بياناً لمعنى كلام الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم اذ لا واجب عنده انما ثمة طلب جازم فافتراض او غير جازم فندب كما حققه المحقق حيث اطلق في الفتح فان كان الوتر عنده واجباً لدخل في ثنياً المكتوبة ولو ترك قوله الذی هو من الواجبات وهی الکلام علی استئذان الوتر كما هو مذهب صاحبین لم يتجه ايضاً لان سنة الفجر افضل من الوتر علی قولهما كما سبعت -

اقول: وظهر للعبد الضعيف جواب حسن احسن من كل ما سبق وهو ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لم يقل ان التهجّد افضل الصلوة بعد المكتوبات حتى يكون دليلاً لمن شذ انما قال صلوة الليل فان ثبت ان صلاة الليل تشتمل على نافلة غير التهجّد هي افضل النوافل مطلقاً حتى رواتب سقط

لئے ہے کہ وہ وتر پر مشتمل ہے جو کہ واجبات سے ہے اھ
اقول: (میں کہتا ہوں) یہ بیان کلام شارع کے معنی کا بیان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کے ہاں کوئی واجب نہیں ہے وہاں تو طلب جازم ہو تا افتراض ہے اگر جازم نہ ہو تو ندب ہے جیسا کہ فتح میں محقق نے تحقیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے اگر شارع کے ہاں وتر واجب ہوتا تو وہ فرض میں شامل ہوتا اور اگر ملا علی قاری کے قول الذی ہو من الواجبات کو چھوڑ دیا جائے یعنی ان کے کلام میں وتر کو استئذان پر محمول کیا جائے جیسا کہ صاحبین کا مذہب ہے تو بھی درست نہیں کیونکہ آپ سن چکے کہ ان کے قول کے مطابق فجر کی سنتیں وتر سے افضل ہیں۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کے لئے ایک ایسا جواب ظاہر ہوا ہے جو مذکورہ تمام جوابات سے احسن ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تہجد فرائض کے بعد افضل صلوة ہے، حتیٰ کہ یہ مخالفین جمہور کی دلیل بنے، بلکہ آپ نے صلوة اللیل (رات کی نماز) فرمایا ہے اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رات کی نماز تہجد کے علاوہ دیگر نوافل پر بھی مشتمل ہے جو کہ مطلق نوافل حتیٰ کہ سنن مؤکدہ سے بھی افضل ہو تو پھر اس حدیث سے (باقی بر صفحہ آئند)

¹مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۱۲

فلاعلیک من جنوح الفاضل میروک وبالله التوفیق تعالیٰ وتبارک۔	ہیں اور فاضل میرک کی بحث و گفتگو قابل توجہ نہیں وبالله التوفیق تعالیٰ وتبارک۔ (ت)

تو تہجد جماعت کے کمتر از کمتر سے کمتر پانچویں درجہ میں واقع ہے سب سے آگے جماعت پھر سنت فجر پھر قبلہ ظہر پھر اُرواتب پھر تہجد وغیرہ سنن و نوافل، اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجے میں جا کر پڑے گا کہ سب سے اتوی جماعت پھر سنت فجر پھر سنت مغرب پھر بعدیہ ظہر پھر بعدیہ عشاء پھر قبلہ ظہر پھر تہجد وغیرہ۔ پس تہجد کو سنت ٹھہرا کر بھی جماعت سے افضل کیا، برابر کہنے کی بھی اصلا کوئی راہ نہیں، نہ کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

استدلال ساقط ہو جائے گا اور یہ بات بحمد اللہ تعالیٰ بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے جو اُم المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے ان میں وتر اور فجر کی سنتیں بھی ہوتی تھیں۔ یاد رہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المؤمنین، امام الفقہاء، والمحدثین اور سرتاج فصحاء وبلغاء ہیں انہوں نے سنن فجر کو رات کی نماز میں شمار فرمایا ہے۔ پس یہ نوافل فرائض کے بعد تمام نمازوں پر افضل ٹھہرے، چونکہ یہ نوافل صلوٰۃ اللیل پر بھی مشتمل ہیں اس لئے رات کی نماز دن کی ہر نماز سے افضل قرار پائی۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ قاطع جواب ہے۔ پھر امام نووی پر تو کوئی افسوس نہیں تعجب تو علامہ میرک پر ہے کہ انہوں نے امام نووی کی اتباع کرتے ہوئے اپنے ائمہ مذہب کے خلاف بات کیوں کہی، حالانکہ ائمہ مذہب کا اتفاق ہے کہ سنن فجر مطلقاً نوافل سے مؤکد ہیں خواہ رات کے ہوں یا دن کے، وبالله التوفیق ۱۲ منہ (ت)

الاحتجاج به وهو ثابت بحمد الله تعالى بحديث الصحيحين عن امر المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي من الليل ثلث عشرة ركعة منها الوتر وركعتا الفجر¹ فهذا امر المؤمنين وامام الفقهاء والمحدثين وغرة العرب العرباء الافصحين رضي الله تعالى عنها قد عدت سنت الفجر من صلاة الليل فهذه هي النافلة التي تفوق الصلوات كلها بعد المكتوب فبالاشتغال عليها فضلت صلوٰۃ الليل على صلاة النهار بالاطلاق فهذا الجواب القاطع بحمد الله تعالى ثم لا غرو من الامام الاجل النووي انما العجب من العلامة ميروك كيف تبعه وخالف اجماع ائمة مذهبه على ان سنه الفجر اكد النوافل مطلقاً وبالله التوفيق ۱۲ منہ (م)

¹ صحیح البخاری کتاب التہجد باب کیف صلوٰۃ اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۳/۱

مستحب مان کر، اگر کہنے یہاں کلام جماعت اولیٰ میں ہے کہ سوال میں اس کی تصریح موجود اور واجب یا اس اعلیٰ درجہ کی مؤکد مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعت اولیٰ بلکہ وہ صرف افضل واولیٰ اور فضل تہجد اس سے اعظم و اعلیٰ توحفظ تہجد کے لئے ترک اولیٰ جائز و روا اگرچہ افضل ایقان واد۔

اقول: وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلم اور فضل تہجد آکد و اعظم توحفظ تہجد کو ترک اولیٰ نہ ترک اولیٰ، بلکہ ترک ہی اولیٰ کمال یحییٰ (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ت) یہ تاصیل و تفریع سر اسر بے اصل و احداث شنیع کہ نہ احادیث حضور پر نور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام اس کے مساعد، نہ کلمات و روایات علمائے کرام و فقہائے عظام مؤید و شاہد، گر ایسا ہو تو بے عذر فوت تہجد وغیرہ بھلے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعت اولیٰ قصداً فوت کر دینا جائز و روا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لئے حاضر و مہیا ہو کہ آخر کچھ گناہ نہ کیا صرف ایک اولویت ترک کی جس میں حکم کراہت بھی نہیں، معاذ اللہ مسلمان اگر اس پر عمل کریں تو امر جماعت میں کس قدر تفرقہ شنیعہ واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پر سخت و عیدیں سن کر تو بہت لوگ کسل و کاہلی کر جاتے ہیں کاش یہ سن پائیں کہ جماعت اولیٰ کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کی کی نہ کی، تو ابھی جو رہا سہا انتظام ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے، لوگ مزے سے اذان سنیں اور اپنے لہو و لعب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنالیں گے، کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا، کیا انہیں کے ترک پر سخت سخت جگر شکاف و عیدوں کا حکم سنایا! حاشا للہ! حاشا للہ! ذرا نگاہ انصاف درکار کہ یہ قصداً تفریق جماعت و تقلیل حضار کس قدر مقاصد شرع سے دور اور نورانیت حق و صواب سے بعید و مبہور ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب و تاکد مذکور، خاص جماعت اولیٰ کے لئے منظور اور وہی صدر اول سے معہود، اور وہی احادیث و عید علی الترمذ میں مقصود، اور زہار زہار ہر گز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی جماعت ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجئے اور داعی الہی کی اجابت نہ کیجئے، جماعت ثانیہ کی تشریع اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذر صحیح مثل مدافعت اخشین یا حاجت طعام وغیرہ کے باعث جماعت اولیٰ سے رہ جائیں وہ برکت جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں بے اعلان عہ و تداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کر لیں نہ کہ اذان ہوتی ہے داعی الہی پکارا کرے جماعت اولیٰ ہوا کرے (یہ) مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ عجلت کیا ہے ہم اور کر لیں گے یہ قطعاً یقیناً بدعت سیہ شنیعہ ہے۔

عہ اعلان و تداعی معروف شرعی کہ نماز کے لئے مقرر ہے یعنی اذان ۱۲ منہ (م)

هذا مما لا يشك فيه من دخل بستان الفقه فشم عرفاً لانوار الفائحة وفتح اجفان الفكر فشام برقاً من انواره اللائحة ومالنا نسترسل في سر والبراهين على مثل هذا الواضح المبين ولكن لا بأس ان نذكر شيئاً من التنبيه ليستظهر الفقيه ويتذكر النبیه۔	اس بارے میں اس شخص کو ہر گز شک نہیں ہو سکتا جس نے گلستان فقہ کے مہکتے ہوئے پھولوں سے کچھ خوشبو پائی ہو یا اس کے روشن انوار سے مشام جان کو معطر کیا ہو اور ہم اس معاملہ کو ترک نہیں کر سکتے باوجودیکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں کوئی حرج نہیں کہ ہم تنبیہ ذکر کر دیں تاکہ صاحب فقہ پر استحضار ہو جائے اور صاحب فہم محفوظ کرے۔ (ت)

فاقول: وبہ نستعين (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) اولاً فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کایک موجز و جامع رسالہ مسٹی بنام
تاریخی حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة ہے جس میں بفضلہ سبحنہ، و تعالیٰ حکم جماعت کی تحقیق حدیثی و فقہی
اعلیٰ درجہ کمال و جمال پر موفق ہوئی، ہمارے علماء سے در باب شاذ و مشہور و مقبول و مجہور چھ قول ماثور:

(۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ

(۳) واجب عین (۳) واجب کفایہ

(۵) سنت مؤکدہ (۶) مستحب

اس نفیس مبارک رسالہ نے بعونہ تعالیٰ ثابت کر دکھلایا کہ ان اقوال میں اصلاً تدافع و تمناع نہیں سب حق و صحیح اور اپنے اپنے
معنی پر راجح و ترجیح ہیں، یہ جلیل تحقیق جمیل توفیق و اللہ الحمد والمنہ عجیب نادر و عنقائے مغرب ہے جس کا نام سن کر ناظر متحیرانہ
کہے ہذا لایکون و کیف یکون (یہ نہیں ہو سکتا اور کیسے ہو سکتا ہے۔ ت) اور جب اس کی زاہر تحریر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجبانہ
اعتراف کرے کہ لمثل هذا فلیعمل العاملون (کام کرنے والوں کو ایسا ہی کام کرنا چاہئے۔ ت)

اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبد اللہ بن عباس و ابو ہریرہ و کعب بن عجرہ و انس بن مالک و عثمان غنی و عمرو بن ام مکتوم و
ابو امامہ و جابر بن عبد اللہ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان سن کر
حاضری واجب فرمائی، ادانشناس سخن انہی احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لئے بلائی اور شرع اس کی اجابت
کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرح و واضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اوپر گزری جس
میں ندا

سن کر حاضری ہونے پر حکم جفا و کفر و نفاق فرمایا گیا، طبرانی کے یہاں بطریق آخریوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسب المؤمن من الشقاء والخيبة ان يسمع المؤذن يثوب بالصلاة فلا يجيبه ¹ ۔	مؤمن کو یہ بد بختی و نامرادی بہت ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سنے اور اس کا بلانا قبول نہ کرے۔ (ت)

اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی نہ اسے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفسر بعضها بعضاً وخیر تفسیر للحديث ما يستبين بجمع طرقه (احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہیں اور حدیث کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کرنے پر ہو۔ ت) بلکہ عند التحقيق احادیث ایجاب اجابت فعلیہ عند الاذان کا مرجع بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالہ مذکورہ میں احادیث و آثار ابو قتادہ و جابر بن عبد اللہ و ام المؤمنین و ابو ہریرہ و جابر بن سمرہ و امیر المؤمنین فاروق اعظم و عبد اللہ بن عمر و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تا وقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنویہ و مجتبیٰ میں صراحۃً تفسیق کی کہ جو اذان سن کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار و مردود الشادۃ ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

في القنية لو انتظرت المأقمة لدخول المسجد فهو مسيء ² ۔	قنویہ میں ہے اگر اذان سن کر دخول مسجد کے لئے اقامت کا انتظار کرتا ہے تو کنگار ہوگا (ت)

اسی میں ہے:

في المجتبیٰ من کتاب الشهادة من سمع الاذان وانتظر المأقمة في بيته لا تقبل شهادته ³ ۔	مجتبیٰ کی کتاب الشادۃ سے ہے جو شخص اذان سن کر گھر میں اقامت کا انتظار کرتا ہے اس کی شہادت قبول نہیں۔ (ت)

غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سن کر حاضر جماعت نہ ہو اسے بد بخت، نامراد، ظالم، اظلم، کافر، منافق فرمایا گیا۔ للہ انصاف! کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف بلاتی ہے، کیا اس جماعت میں ملونہ ملومہ دعوت تکبیر کی اجابت ہو جاتی ہے، کیا اس میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس

¹ المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲۰

² بحر الرائق بحوالہ القنویہ باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۵/۱

³ بحر الرائق بحوالہ القنویہ باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۰/۱

نماز و فلاح میں حاضر ہو چاہے نہ آؤ اپنی الگ کر لینا، شاید قد قامت الصلوٰۃ کا یہی مطلب ہوگا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں آکر کیا کرو گے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا و کلابکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اس کی عدم حاضری پر وہ حکم و ظلم و کفر و نفاق و شقاوت و خبیثیت ہے تو قطعاً حکم و وجوب و تاکد کی مصداق یہی ماثور و معہود جماعت ہے۔

۱۱: یہ توسیع تو ہمارے طور پر تھی اگر تصریح قنویہ و مجتبیٰ و تقریر بحر پر نظر کیجئے تو امر اظہر کہاں وہ تضييق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں، کہاں یہ توسیع شنیع کہ سرے سے جماعت اولیٰ میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں۔

۱۲: روشن تر نص قاطع لیجئے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانہ اطہر سے مسجد انور میں قریب عہ امام جلوہ فرما ہوتے، ایک دن نماز عہ ۲ عشاء کو تشریف لائے جماعت عہ ۳ میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت عہ ۴

عہ ۱: هذا ثابت في غير هذا الحديث من عدة احاديث صحاح اور دناھا فی حسن البراعة ۲ امنہ رحمہ اللہ (م) یہ بات اس حدیث کے علاوہ متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے جنہیں ہم نے حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة میں ذکر کیا ہے ۱۲

عہ ۲: هذا منصوص عليه في هذا الحديث عند غيره امنہ رحمہ اللہ امام مسلم نے اپنی صحیح اور دیگر محدثین نے اسی حدیث میں اس بات پر تصریح کی ہے ۲ امنہ رحمہ اللہ (ت)

عہ ۳: هذا عند احمد وغيره من حديث كعب بن عجرة رضى الله تعالى عنه وعند سراج في مسنده في هذا الحديث۔ (م) یہ حدیث امام احمد وغیرہ محدثین کے ہاں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور سراج کے ہاں مسند سراج میں بھی اسی حدیث کے تحت مذکور ہے۔ (ت)

عہ ۴: هذا في رواية السراج قال ثم خرج الى المسجد فاذا الناس عزون واذا هم قليلون فغضب غضباً شديداً الا اعلم انه رأيتنه غضباً اشد منه ثم قال لقد همت ان امرر جلايصلی بالناس ثم اتتبع هذه الدور التي تخلف اهلها عن هذه الصلاة فأضرمها عليهم بالنيران¹ (م) یہ روایت سراج میں ہے، کہا: پھر آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو جو لوگ حاضر تھے وہ تھوڑے تھے آپ سخت غضب میں ہو گئے، میں نے آج تک آپ کو اتنا غضبناک کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر فرمایا: میں ارادہ کرتا ہوں میں کسی آدمی کو حکم دوں جو جماعت کروائے پھر میں ان گھروں کی طرف جاؤں جن کے اہل اس نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کو آگ سے جلا دوں۔ (ت)

¹ عمدة القاری بحوالہ مسند سراج باب وجوب صلوٰۃ الجماعة مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۶۰/۵

شدید غضب و جلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہوا، ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو عہ امامت کے لئے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر پھونک دوں جنہیں یہ اذان سنے یہ وقت ہو گیا اب تک گھروں سے نماز کو

(عہ) فان قلت اليس في نفس الحديث ما يدل ان الاولى لا تجب علينا والالهام هو صلى الله تعالى عليه وسلم ان يقيم الصلاة ثم ينصرف اليهم لاحراق بيوتهم۔

قلت هذا السؤال قد اورد قبل على الاحتجاج بالحديث لوجوب الجماعة وقد تصدى العلماء لجوابه قال العلامة البدر محمود العيني في عمدة القارى شرح صحيح البخارى الثالث (اي من وجوه الجواب عن حديث الباب) ما قاله ابن بزيمة عن بعضهم انه استنبط من نفس الحديث عدم الوجوب لكونه صلى الله تعالى عليه وسلم هم بالتوجه الى المتخلفين فلو كانت الجماعة فرض عين ما هم بتركها اذا توجهه قال العيني ثم نظر فيه ابن بزيمة بان الواجب يجوز تركه لما هو اوجب منه¹ كلام العبد۔

قلت (میں کہتا ہوں) پہلے یہی سوال اس حدیث سے وجوب جماعت پر استدلال کرنے پر وارد ہوا اور علماء اس کے جواب کے درپے ہوئے ہیں چنانچہ علامہ بدر الدین عینی نے عمدة القاری شرح صحیح البخاری میں لکھا تیسرا (یعنی حدیث باب پراعتراض کے جوابات میں سے) جواب وہ ہے جو ابن بزيمة نے بعض محدثین کے حوالے سے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ نفس حدیث سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر نہ ہونے والوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپ اسے چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ نہ کرتے۔ امام عینی کہتے ہیں پھر ابن بزيمة نے اس کو یہ کہتے ہوئے محل نظر قرار دیا کہ بعض اوقات اہم واجب کی وجہ سے دوسرے کم درجہ واجب کو ترک کیا جاسکتا ہے (عمدة القاری کی عبارت ختم ہوئی) (باقی صفحہ آئندہ)

¹ عمدة القاری باب وجوب صلوة الجماعة مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۳۴/۵

نہیں نکلتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول: فلقد صح مثل ذلك عنه صلى الله تعالى عليه وسلم في الجمعة اخرج مسلم في صحيحه عن عبد الله يعني ابن مسعود رضى الله تعالى عنه ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لقوم يتخلفون عن الجمعة لقد همت ان امر رجلا يصلى بالناس ثم احرق على رجال يتخلفون عن الجمعة بيوتهم¹۔

اقول: علا ان عبد الله بن وهب روى الحديث في مسنده فقال حدثنا ابن ابي ذئب حدثنا عجلان عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه فذكر الحديث وفيه لينتھين رجال من حول المسجد لا يشهدون العشاء ولا حرقن بيوتهم² وقد قال في حديث سقناه عن الجامع الصحيح ثم اخذ شعلا من نار ولا نسلم ان بين ان يذهب بعد الاقامة بشعل قد اوقدت الى بيوت حول المسجد فيضرمها عليهم وبين الرجوع الى المسجد ما يوجب

اقول: (میں کہتا ہوں) یہی بات صحت کے ساتھ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز جمعہ کے بارے میں بھی ثابت ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ سے غیر حاضر لوگوں کے بارے میں فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی آدمی کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو جمعہ سے غیر حاضر رہتے ہیں۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اس کے علاوہ عبد اللہ بن وہب نے اپنی مسند میں ذکر کیا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے انہیں عجلان نے انہیں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی پھر حدیث ذکر کی اس کے الفاظ یوں ہیں: مسجد کے پڑوسی ضرور باز آجائیں جو نماز عشاء میں حاضر نہیں ہوتے، ورنہ میں ان کے گھر جلا دوں گا۔ اور اس حدیث میں جسے ہم نے جامع صحیح کے حوالے سے لکھا یہ بھی ہے، فرمایا پھر میں آگ کی مشعل لوں اور ہم نہیں مانتے کہ درمیان اس کے کہ اقامت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسجد کے ارد گرد لوگوں کے گھروں کو جلانے کے لئے مشعل لے کر جانا اور درمیان اس کے کہ مسجد کی طرف لوٹ آنا کوئی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

¹ صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعة بیان التثدید فی التحف عنہا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۳۲

² عمدۃ القاری بحوالہ مسند عبد اللہ بن وہب مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۶۰/۵

البخاری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر فجر وعشا کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر انہیں ان کے درجہ و فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ گھٹنوں کے بل ان کی ادائیگی کے لئے آئیں، میرا جی چاہتا ہے کہ میں مؤذن کو تکبیر کا کہوں اور کسی دوسرے کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں آگ کی مشعل لے کر ان پر پھینکوں جو نماز کے لئے ابھی تک گھروں	البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس صلاۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہما لاتوہما ولو حبواً لقد ہمت ان امر المؤذن فیقیم ثم امر رجلاً یؤمر الناس ثم اخذ شعلۃ من نار فاحرق علی من لایخرج الی الصلاۃ

زیادہ وقت ہے جو جماعت کو فوت کر دیتا ہے، حتیٰ کہ ترک جماعت لازم آئے، ہاں اول نماز کا فوت ہونا لازم آتا ہے اور وہ فضیلت کے سوا کچھ بھی نہیں، بعض اوقات اس سے بھی کم درجہ شی کی بنا پر اعلیٰ کو تک کیا جاسکتا ہے، مثلاً جماعت کے لئے دوڑنے کی بجائے سکون سے چلنا چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف چلو دراصل حال تم پر سکون و وقار لازم ہے جو حصہ نماز پا لو اسے ادا کرو اور جو رہ جائے اسے پورا کر لو۔ اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، تو اب اشکال سرے سے ختم ہو گیا۔ واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تفویت الجماعة حتی یلزم الترتک نعم یفوت الادراک من اول الصلاۃ وھولیس الافضیلۃ، ربما یترتک لاقول من هذا اعلی، السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلاۃ وعلیکم بالسکینۃ و الوقار فما ادرکتہم فصلوا وما فاتکم فاتموا^۱، رواہ الشیخان وغیرہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فسقط الاشکال راسا واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم^۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

^۱ صحیح بخاری باب ما درکتہم فصلوا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۸/۱

بعد ^۱ عہ	سے نہیں نکلے۔ (ت)

یہ حدیث صحیح نص صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں حاضر نہ ہونا وہ جرم فتنج ہے جس پر حضور اقدس صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیہ و علیٰ آلہ الکرام نے ان لوگوں کے جلا دینے کا قصد فرمایا، علماء فرماتے ہیں یہ ارشاد کہ تکبیر کہلو اگر نماز شروع کراؤں اس کے بعد تشریف لے جاؤں اسی بنا پر تھا کہ ان کی عدم حاضری ثابت اور الزام تحلف قائم ہو لے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تا وقت اقامت موسع ہے۔ امام اجل ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

انما هم باتيائهم بعد اقامة الصلاة لان بذالك يتحقق مخالفتهم وتخلفهم	اقامت نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ان کی طرف جانے کا ارادہ اس لئے ہے کہ یہ وہی

عہ قوله بعد نقيض قبل مبني على الضم فلما حذف منه المضاف اليه بنى على الضم وسبى غاية لانتهاى الكلام اليها والمعنى بعد ان يسمع النداء الى الصلاة^۲ عمدة القارى قلت والنفي اذا لاقى زماناً استغرق جميع اجزائه فيبتدئ من بدء وقت المضاف اليه الى أن التكلم، ولذا يرجع حاصله في امثال المقام الى قولك الى الآن، تقول ما جاء في بعد اى بعد ان ذهب الى هذا الحين وهذا معنى قوله سبى غاية لانتهاى الكلام اليها^۲ منه رضى الله تعالى عنه (م)

قوله "بعد" یہ قبل کی نفیض ہے یہ مبنی علم الضم ہے۔ کیونکہ جب اس کا مضاف الیہ محذوف ہو تو یہ مبنی علی الضم ہوتا ہے۔ کلام اس پر ختم ہونے کی وجہ سے اسے غایت بھی کہا جاتا ہے۔ الفاظ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو نماز کی اذان سن کر نماز کے لئے نہیں آتے اھ عمدة القارى قلت (میں کہتا ہوں) جب نفی کسی زمان پر ملاقی ہو تو تمام اجزاء کو محیط ہوگی تو اس کا احاطہ وقت مضاف الیہ کی ابتداء سے لے کر وقت تکلم تک ہوتا ہے، اسی لئے ایسی عبارت کا معنی ایسے مقامات پر مثلاً "اب تک" ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے ماجاء فی بعد یعنی وہ جانے کے بعد اس وقت تک نہیں آیا، اور جو انہوں نے کہا کہ اس پر انتہاء کلام کی وجہ سے اسے غایت کہا جاتا ہے اس کا معنی و مفہوم بھی یہی ہے^{۱۲} منہ رضى الله تعالى عنه (ت)

^۱ صحیح البخاری باب فضل صلاة العشاء فی الجماعة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰/۱

^۲ عمدة القارى باب فضل صلاة العشاء فی الجماعة مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۷۴/۵

فلیتوجه اللوم علیہم ^۱ الخ	وقت ہے جب نہ آنے والوں کی عدم حاضری اور الزام تخلف ثابت ہو چکا جس کی وجہ سے وہ ملامت کے مستحق قرار پائے ہیں الخ (ت)

اقول: یہاں سے واضح ہو گیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیه و مجتبیٰ کی تائید نکلتی تھی ممنوع و ساقط ہے معذرا شک نہیں کہ حضور مسجد بنفس عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اور قبل از اقامت فوت جماعت غیر معقول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی نہ ہوگی یا اسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملحق کہ تکبیر کی آواز اس پر مخفی نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر ان پر موقوف نہ انہیں اس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اسی وقت تک تاخیر واجب تک تقویت کا خوف نہ ہو حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیه و مجتبیٰ بھی اسی معنی پر حمل کریں فیحصل التوفیق وبالله التوفیق۔

رابعا: اگر فرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولیٰ و ثانیہ دونوں جس کے فرد کو واجب تھا کہ بعد فوت اولیٰ ثانیہ بالتعین واجب و مؤکد ہوتی کہ اب برات ذمہ اسی فرد میں منحصر ہو گئی حالانکہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بعد فوت اولیٰ وجوب درکنار نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر الروایہ عہ منع و کراہت ہے اگرچہ ماخوذ و مختار جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیۃ اولیٰ بدل کر ہو کما بینناہ فی فتاؤنا بما یقبل المنصف وان کابر المتعسف (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے جسے منصف قبول اور متعسف مخالفت کرے گا۔) امام اجل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

لودخل جماعة المسجد بعد ما یصلی فیہ اھلہ یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایۃ ^۲	اگر کچھ آدمی کسی ایسی مسجد میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ باجماعت نماز ادا کر چکے تھے تو اب یہ تنہا تنہا پڑھیں اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

عہ ایہاں کلام علی ماھو المشور بین کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ پر کہ اس کی تحقیق بحجیل توفیق و جلیل تطبیق فائض ہوئی خاص اسباب میں تحریر فقیر سے دیدنی ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م)

^۱ شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب فضل صلوۃ الجماعۃ زیر حدیث مذکور مطبوعہ نور محمد صحیح المطالع کراچی ۱۱/۲۳۲

^۲ رد المحتار بحوالہ فتاویٰ ظہیر یہ مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۳۰۹

وبعبارة اخرى جس جماعت کو علماء واجب یا سنت موکدہ کہتے ہیں اس کا تا کہ متفق علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولیٰ بھی نفس جواز مختلف فیہ تو ثانیہ کسی وقت اس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب و تا کہ ہے لیکن ثانیہ دائماً مطلق جماعت کی فرد ہے تو لاجرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولیٰ کے ہیں و هو المطلوب (اور مطلوب یہی تھا۔) رد المحتار میں ہے:

آپ نے جانا کہ جماعت کا تکرار ظاہر روایت میں مکروہ ہے مگر امام صاحب سے ایک روایت اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں مکروہ نہیں جیسا کہ ہم نے ابھی پہلے بیان کیا اور عنقریب آ رہا ہے کہ اہل مذہب کے ہاں رائج وجوب جماعت ہے اور جماعت کو فوت کرنے والا بالاتفاق گنہگار ہے (ت)	قد علمت ان تکرارها مکروہ فی ظاہر الروایة الا فی روایة عن الامام وروایة عن ابی یوسف عہما قدمناه قریباً و سیأتی ان الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعت و انه یأثم بتفویتها اتفاقاً¹

بھلا وہ کیا چیز ہے جس کی تفویت بالاتفاق گناہ ہے ثانیہ کو تو اسی عبارت میں روایت مشہورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولیٰ ہی ہے تو ثانیہ کے اعتماد پر اسے فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت دینی اس سے بھی بدتر۔

وبعبارة ثالثة وہی علماء کہ جماعت ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب تاکہ جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کہا لایخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاق (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو فقہاء کی عبارات سے آگاہ ہے اور تو اس میں اختلاف و اتفاق کو جانتا ہے۔) اور وجوب و تا کہ کا کراہت سے اجتماع بمعنی نبی عن الفعل یا ندب ترک بعد حصول المتاکد یقیناً محال اگرچہ بمعنی المطلوب المطلوب الدفع قبل الحصول و مطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا تو بمعنی اول فاعرف وافهم ان کنت تفهم بالیقین (اسے پہچان کر اچھی طرح سمجھ لے اگر توفیق کو پانے والا ہے۔) وہ حکم اجماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں ورنہ قول مشہور نہ صرف مجبور بلکہ قول بالاحمال اور معاذ اللہ

عہ قلت وروایة عن محمد کما فی البحر والمجتبیٰ | میں کہتا ہوں امام محمد سے بھی ایک روایت یہی ہے جیسا کہ بحر، والحدیة وغیرہا ۱۲ منہ (م) | مجتبیٰ، حلیہ اور دیگر کتب میں ہے ۱۲ منہ (م)

¹ رد المحتار مطلب فی کراہت تکرار الجماعة فی المسجد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۹۱ھ

قانون عقل و تمیز سے دور ہوگا وای شناعة اشنع من ذلك (یعنی اس سے بڑھ کر بد بختی کیا ہوگی۔ ت)

خامساً: ایک بد بھی بات، سنیت کا ہے سے ثابت ہوتی ہے مواظبت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع ترک احیاناً اور وجوب کو کیا چاہے، انکار اعلیٰ ترک بھی یا صرف مواظبت دائمہ، اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جماعت پر مواظبت فرمائی اور کس کے ترک پر نکیر آئی، ظاہر ہے کہ وہ جماعت اولیٰ ہی تھی تو وجوب یا استننان موکد اسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا۔

تنبیہ: احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے شبہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اس پر صدق کا حکم کو صدق علی فرد و لو علی خلاف سائر الافراد کافی، ولہذا بتضاد احکام افراد مورد احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعت ظہر فی المصر یوم الجمعہ وغیرہ سب کو شامل، اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دو بار قول بالمتناقضین ہے لثبوته ونفیہ کلیہما عہ والمطلق کلیہما (ثبوت نفی دونوں میں اور دونوں کے دونوں مطلق میں۔ ت) کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت منقرہ فی ای فردیہ اذ میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ فرد و دون فرد ہر گز ساری نہیں ہو سکتے اور جو حکم اس کے لئے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع (جب تک کوئی مانع نہ پایا جائے۔ ت) یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط و شطط ہوتی ہے

وقد حققه تاج المحققين خاتمة المدققين سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی کتابہ المسمیة "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" واللہ الہادی الی سبیل السداد۔	تاج المحققین خاتمة المدققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرہ، نے اس کی تحقیق اپنی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے (ت)

عہ لانہ ان اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق بہکم
السراية لکنہ اثبت للفرد فأثبت للمطلق وقد نفی
عنہ لکنہ لم یثبت للمطلق فلم یثبت للفرد وقد
اثبت له منه (م)

اس لئے کہ اگر کسی فرد کے لئے ثابت کیا تو وہ حکم سرایت کی وجہ سے
مطلق کے لئے بھی ثابت ہو جاتا ہے لیکن جب اس نے فرد کے لئے ثابت
کیا تو گویا مطلق کے لئے بھی ثابت کر دیا حالانکہ اس نے اس سے نفی
کر دی لیکن جب مطلق کے لئے ثبوت نہیں تو فرد کے لئے بھی ثابت
نہیں حالانکہ اس نے مطلق کے لئے ثابت کیا ہے ۱۲ (ت)

بالجملہ نہ جماعت اولیٰ پر ترجیح تہجد وجہ صحت رکھتی ہے نہ حکم وجوب و تاکد جماعت اولیٰ سے متعدی ہے نہ باعتماد ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہو سکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ و ثانیہ کا ثواب مساوی ہے بلکہ باعتماد ثانیہ تفویت اولیٰ گناہ قطعی اجماعی ہے، ہاں مسجد اگر مسجد شارع ہو یعنی اس کے لئے کوئی جماعت معلوم معین نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ و گروہ سے مختص نہیں کچھ راہ گیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے، یوں ہی متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے،

فان الاولى الناهية عن الثانية مطلقاً او بشرطه هي ما فعلها اهل المسجد باذان جهر واقامة حتى لو ان مسجدا من مساجد الحى اتاه قوم من غير اهلهم فاذنوا واقاموا وصلوا جماعة كان لاهله ان يصلوا جماعة من دون حاجة الى العدول عن المحارب لان الحق لهم فلا يبطل بفعل غيرهم كما نصوا عليه. ومساجد الشوارع لاهل لها معيناً فلا يتحقق فيها الاولى بالمعنى المذكور بل الكل اولى اذ ليس بعض من بعض باولى.	کیونکہ پہلی جماعت دوسری جماعت سے ہر حال میں روکنے والی ہے یا اس شرط کے ساتھ کہ پہلی جماعت اہل محلہ نے بلند اذان واقامت کے ساتھ ادا کی ہو حتیٰ کہ اگر غیر محلہ کے لوگ کسی محلہ کی مسجد میں آئے اور انہوں نے اذان دی واقامت کہی اور جماعت کروائی تو اب اہل محلہ محراب تبدیل کئے بغیر جماعت کروانے کا حق رکھتے ہیں کیونکہ جماعت کرنے کا حق ان کا ہے تو غیر کی جماعت کی وجہ سے ان کا حق باطل نہیں ہو سکتا جیسا فقہانے اس کی تصریح کی ہے اور راستے کی مساجد میں کوئی عملی جماعت متعین نہیں ہوتی لہذا باعتبار معنی مذکور کے ایسی مساجد کی کوئی ایک جماعت اولیٰ نہ ہوگی بلکہ ہر ایک اولیٰ ہوگی کیونکہ وہاں بعض بعض سے اولیٰ نہیں ہوتے۔ (ت)

وللذا ہر گروہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان واقامت سے جماعت کرے

كما في رد المحتار عن خزائن الاسرار عن امالي الامام قاضي خا وفي خانيتها مسجد ليس له مؤذن وامام معلوم ويصلي الناس فيه فوجاً فوجاً فان الافضل ان يصلي كل فريق باذان واقامة	جیسا کہ رد المحتار میں خزائن الاسرار سے امالی قاضی خاں سے اور انہی کے فتاویٰ خانہ کے حوالے سے ہے ہر وہ مسجد جہاں کوئی مؤذن و امام مقرر نہ ہو وہاں لوگ مسجد میں گروہ در گروہ نماز ادا کریں کیونکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان واقامت کے ساتھ

الگ الگ نماز پڑھے اھ۔ اور فتاویٰ شامی میں منیع سے ہے رہا معاملہ مسجد شارع کا تو اس میں تمام لوگ برابر ہوتے ہیں اس میں کسی ایک فریق کو تخصیص حاصل نہیں ہے اھ (ت)	على حدة¹ وفي الشامية عن المنيع اما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لا اختصاص له بفریق دون فریق² ھ۔

الحمد لله كلام پنے ذرہ اقصیٰ کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق کا تقاضا یہی تھا اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) روشن رہے کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ، کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہار حق و ادائے واجب اکد و احق کے بعد سوال اعانت جواب و ابانت صواب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد واثق لیا۔

اللہ! ہمیں کامیاب ہونے والوں میں سے کر دے او اپنے نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ عہد ایفاء کرنے والا بنادے۔ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے (ت)	اللهم اجعلنا من المفلحين وبعهد نبيك من الموفين عليه وعلى آله الصلوة والتسليم ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

الحمد لله کہ یہ ضروری و موجز جواب کا شرف صواب فرصت اختلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۲ ہجریہ روز جان افروز و شنبہ کو وقت اشراق مہر مشرق سمائے ختام و بلحاظ تاریخ بدء و ختم القلادة المرصعة في نحر الاجوبة الاربعة اس کا پورا نام ہوا و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ احکم۔

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۰۸، فتاویٰ قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نوکلشور لکھنؤ ۱۲/۳۲

² رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۰۹

الْقُطُوفُ الدَّانِيَّةُ لِمَنْ أَحْسَنَ الْجَمَاعَةَ الثَّانِيَّةُ ۱۳۱۳ھ

(جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جھکے ہوئے خوشے)

(جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)

مسئلہ ۸۶۶: از مراد آباد مدرسہ امدادیہ مرسلہ مولوی سید محمد حبیب الرحمن صاحب سلسلہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ بغیر اذان و اقامت در صورت بدل دینے ہیأت
جماعت اولیٰ کی از روئے شرع شریف بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جماعت ثانیہ بلا کراہت مطلقہ مطلقاً جائز و مباح عند اہل التحقيق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع رد و امع
اوہام نابغ بعض ابنائے زمان بعونہ تعالیٰ رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں، یہاں نفس مسئلہ کے اجمالی احکام اور ان کے متعلق نقول
و نصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجئے کہ شان فتویٰ اسی کے شایاں۔

فاقول: وبالله التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقيق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق
سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت)

اؤگ تکرار جماعت کے جواز و افضلیت کی وہ صورتیں سنئے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں:

(۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں، وقت پر جو لوگ گزرے یا ترے یا آئے یا پڑھ
گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت

وہی ہے اوروں کا آنا اتفاق و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں۔

(۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اس میں اقامت جماعت انہیں کا حق ہے اگر ان کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز ہے جیسے کہ نماز جنازہ، حالانکہ اس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذن ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ، ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادہ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلوٰۃ یا شرط امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آب قلیل نجاست افتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحب ترتیب کا باوصف یا دو وسعت وقت بے ادائے فائتہ و قتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہ اپنی جماعت جدا گانہ کریں کہ اگرچہ شرعاً ان جماعت کرنے والوں کے لئے اسے جماعت اولیٰ مانے مگر حنفی تو اس میں اقتدا نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامہ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہل حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مہذب حنفیہ کی مضادیت پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو ان کی اقتدا گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں۔

(۷) اس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی ان کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین۔

(۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بتصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل، اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام و غیرہ بلاد دارالاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ بد مذہب بدعتی تھا مثلاً وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکان کذب الہی تعالیٰ شانہ، ماننے والا یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو برا جاننے والا کہ عند التحقیق

ایسوں کی اقتداء بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زنا کار یا داڑھی منڈا سود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں کذابوں وغیرہم بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی ان کی اقتداء شرعاً بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولیٰ نرابے علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً، ع یات، ط یات، س، ص یاح، ہ یا ذ، ز، ظ میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دار الفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں و حسبنا اللہ ونعم الوکیل وانا للہ وانا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواہ کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صورتوں میں مذہب متاخرین خود اس کی اپنی نماز کے لئے بہت وسعتیں دے عند التحقیق بھی بشرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تاکہ قادر ناقادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے یہ صورت اولیٰ کی مانند ہے اول باتر نسبتہ دارد، غرض ایسی صورتیں جماعت ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعت اولیٰ اہل مسجد عہ یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ در صورت کراہت قصداً تقویت اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور در صورت فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو، اب ان تمام مطالب پر نصوص علماء سننے فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہ تعالیٰ قول منقح اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عبارات کتب باہجواز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل و تطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاج تطویل، معذرا بعونہ تعالیٰ ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاویٰ و مسائل و تعالیق فقیر میں طے ہو چکے ہیں وبالله التوفیق۔ متن غرر میں ہے:

لا تکرر فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ	مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت

عہ صادق بان لا اہل لہ اوصلی من لیس من اہلہ ۱۲
منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
یہ بایں طور صادق ہے کہ اس مسجد کا کوئی اہل معین نہ ہو یا جس نے نماز پڑھائی وہ مسجد کے اہل میں سے نہ ہو (یعنی اہل محلہ نہ ہو)
۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

الا اذا صلی بہما فیہ اولاً غیر اہلہ اوصلی اہلہ بمخالفتة الاذان ¹ ۔	جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ غیر محلّہ والوں نے وہاں اذان و اقامت کے ساتھ اذاناً جماعت کروائی ہو یا اہل محلّہ نے آہستہ اذان دے کر جماعت کروائی ہو۔ (ت)

خزان الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے:

لوکان مسجد طریق جاز اجماعاً کما فی مسجد لیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیہ فوجاً فوجاً فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامة علی حدة کما فی امالی قاضی خاں ² ۔	اگر مسجد شارع ہے تو بالاتفاق تکرار جماعت جائز جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام و مؤذن مقرر نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ در گروہ نماز ادا کرتے ہوں تو وہاں افضل یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی اذان و اقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

تکرہ خلف مخالف کشافی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراجعة لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ³ ۔	مخالف کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک کے پیچھے، لیکن بحر میں وتر کی بحث میں ہے کہ اگر اس کا مذہب حنفی کی رعایت کرنا یقینی ہو تو پھر مکروہ نہیں، اگر مذہب حنفی کی رعایت نہ کرنا یقینی ہو تو صحیح نہ ہوگی، اور اس کے بارے میں شک ہو تو نماز مکروہ ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

حاصلہ ان صاحب الهدایة جوز الاقتداء بالشافعی بشرط ان لا یعلم المقتدی منه	حاصل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے شافعی کی اقتداء کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مقتدی اس امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی

¹ کتاب در الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامة مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ فی دار سعادت مصر ۲۰۸/۱

² رد المحتار بحوالہ خزان الاسرار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۰۸/۱

³ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

مايمنع صحة صلاته في رأى المقتدى كالفصد ونحوه وعدد مواضع عدم صحة الاقتداء به في العناية وغاية البيان بقوله كما اذا لم يتوضأ من الفصد والخارج من غير السبيلين وكما كان شاكاً في ايمانه بقوله انا مومن ان شاء الله اومتوضأ من القلتين او يرفع يديه عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع ولم يغسل ثوبه من المني ولم يفركه او انحرف عن القبلة الى اليسار او صلى الوتر بتسليبتين او اقتصر على ركعة او لم يوتر اصلاً او قهقهه في الصلاة ولم يتوضأ او صلى فرض الوقت مرة ثم امر القوم فيه زاد في النهاية وان لا يراعى الترتيب في الفوائت وان لا يمسح ربع راسه وزاد قاضى خاں وان يكون متعصباً والكل ظاهر ما عدا خمسة اشياء¹

الاول مسئلة التوضؤ من القلتين فانه صحيح عندنا اذا لم يقع في الماء نجاسة ولم يختلط بمستعمل

رائے کے مطابق صحت نماز کے منافی ہے۔ مثلاً رگ کٹوانا وغیرہ، عدم صحت اقتداء کے چند مواضع عنایہ اور غایۃ البیان سے، ان الفاظ سے بیان کئے کہ مثلاً جب اس امام نے رگ کٹوانے یا غیر سبیلین سے کسی شے کے خارج ہونے پر وضو نہ کیا ہو یا اس امام کے ایمان میں شک ہے، مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ "ان شاء اللہ میں مومن ہوں" یا وہ قلتین پانی سے وضو کرتا ہے یا رکوع جاتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتا ہے یا وہ منی لگ جانے کی وجہ سے کپڑے کو نہیں دھوتا اور نہ ہی اسے کھرچتا ہے (کاڑھی ہونے کی صورت) میں یا وہ قبلہ سے بائیں جانب پھرتا ہے یا وہ دو سلاموں سے وتر ادا کرتا ہے یا ایک رکعت وتر پڑھتا ہے یا بالکل پڑھتا ہی نہیں یا نماز میں قہقہہ سے ہنستا ہے اور وضو نہیں کرتا یا ایک دفعہ وقتی نماز پڑھا چکا ہے پھر اسی نماز کا امام بن جاتا ہے۔ اس پر نہایہ میں اضافہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی رعایت نہ رکھتا ہو حالانکہ وہ صاحب ترتیب ہو سر کے چوتھائی حصہ کا مسح نہ کرے، قاضی خاں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ متعصب ہو، ان پانچ کے علاوہ باقی تمام واضح ہیں۔

اول قلتین سے وضو کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے جبکہ اس میں نجاست نہ گری ہو، اور اس کے مساوی یا زائد اس میں مستعمل پانی نہ ملا ہو

¹ بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵/۲

لہذا قلتین کے ساتھ یہ شرط لگانا بھی ضروری ہے کہ قلتین کا پانی ناپاک ہو یا اس میں مستعمل پانی برابر یا زائد ملا ہو ورنہ مطلقاً حکم لگانا درست نہیں۔

دوم رفع یدین کی دو صورتیں ہیں ایک تو فساد والی روایت شاذہ ہے نہ روایت صحیح ہے نہ درایت۔ دوسری یہ کہ رکوع کے موقع پر فساد کا عارض ہونا ابتداءً اقتداء کے منافی نہیں، باوجود اس کے بطلان کا عارض ہونا بھی یقینی نہیں حتیٰ کہ اسے بوقت شروع ہی متحقق قرار دے دیا جائے کیونکہ رفع یدین کا چھوڑنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت ہی ہے (تو ممکن ہے وہ اس کو ترک کر دے)

سوم قبلہ سے بائیں طرف انحراف کا معاملہ، تو اس معاملہ میں ہمارے نزدیک مانع وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو اور شوافع ایسے انحراف کے قائل نہیں۔

چہارم رہا تعصب کا معاملہ، تو اگر ان سے تعصب ثابت ہو تو یہ فسق کا موجب ہے اور فسق صحت اقتداء سے مانع نہیں ہوتا۔

پنجم باقی ایمان کا ان شاء اللہ کے ساتھ معلق کرنے والا مسئلہ، تو اس میں فتویٰ کفر غلط ہے کیونکہ معلق کرنا بہت سے اسلاف کا قول ہے اھ تلخیصاً (ت) یہ کلام بحر فی البحر تھا۔

مساوہ او اکثر فلا بد ان یقید قولہم بالقلتین
المتنجس مأوہماً او المستعمل بالشرط المذكور
لامطلقاً۔ الثانی مسئلۃ رفع الیدین من وجہین
الاول ان الفساد روایتہ شاذۃ لیست بصحیحۃ
روایۃ ولادرایۃ الثانی ان الفساد عند الركوع
لا یقتضی عدم صحۃ الاقتداء من الابتداء مع
ان عروض البطلان غیر مقطوع بہ حتی یجعل
کالمحقق عند الشروع لان الرفع جائز التروک
عندہم لسنیتہ۔ الثالث مسئلۃ الانحراف عن
القبلة الی الیسار لان المانع عندنا ان
یجاوز المشارق الی المغارب والشافعیۃ
لا ینحرفون هذا الانحراف۔ الرابع مسئلۃ
التعصب لان التعصب علی تقدیر وجودہ منہم
انما یوجب الفسق والفسق لا ینع صحۃ
الاقتداء۔ الخامس مسئلۃ الاستثناء فی الایمان
فان التکفیر غلط و الاستثناء قول اکثر
السلف^۱ ملتقطاً

^۱ بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۵/۲، ۴۶

اقول: (میں کہتا ہوں) بحمد اللہ سرسری نظر میں یہ پانچ ہی تھے، کچھ اور بحثیں بھی ہیں، ہم ان باقی کو افادہ کے لئے یہاں ذکر کر دیتے ہیں، اول، اصلاً وہ وتر نہ پڑھتا ہو ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ وتر کے ترک سے وہ فاسق نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کی اقتداء کو باطل قرار دیا جائے کیونکہ وتر ہمارے ہاں اگرچہ واجب ہیں لیکن یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جاسکتا اور اگر اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے کہ اگر وتر ادا نہیں کرتا تو اس کی فجر میں اقتداء جائز نہ ہوگی کیونکہ ترتیب فوت ہو گئی ہے، تو اب اس کے قول کہ نہایہ میں اضافہ ہے کہ اگر وہ ترتیب کی رعایت نہیں تو اقتداء جائز نہیں، یہ منافی قرار پائے گا، پھر میں نے علامہ شامی کو دیکھا تو انہوں نے منحنی الخالق میں یہ ہی علت بیان کی اور اس پر تکرار کا اعتراض کیا اور کہا اس سے مراد پر غور کرنا چاہئے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ تکرار سے اشد ہے کیونکہ اس کا لفظ "زاد" اس کا احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ جان لیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اقول: (میں کہتا ہوں) وتر کو دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنے والے احتمال کو ساقط کر دینا چاہئے تھا کیونکہ عارضی مبطل کا لاحق ہونا وہ اس بطلان کا غیر ہوتا ہے جو ابتداءً ہو جیسا کہ بحر میں ہے۔ پھر امام ابو بکر رازی

اقول: وقد كانت ظهرت لي بحمد الله الخمسة المذكورة اول ما نظرت الكلام مع زيادة فلنذكر ما بقى من الابحاث تنبيهاً للافادة الاول قولهم لم يوتر اصلاً لا يظهروه وجه فانه بتركه لا يفسق فضلاً عما يوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فهو مجتهد فيه ولا تنسيق بالاجتهاديات وان حمل على انه ان لم يصله لم يصح الاقتداء به في الفجر بشرطه لفوات الترتيب نافاه قوله زاد في النهاية وان لا يراعى الترتيب ثم رأيت العلامة الشامي عله في منحة الخالق بهذا ثم اعله بالتكرار قال فليتأمل ما المراد¹

اقول: بل هو اشد من التكرار فان قوله زاد لا يحتمله كما علمت الثاني اقول وينبغي اسقاط صلاته الوتر بتسليتين فان طريان المبطل غير البطلان من رأس كما افاده البحر ثم على ما ذهب اليه الامام ابو بكر الرازي

¹ منحنی الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵/۲

لا یفسد بالبال ایضاً لان امامہ لم یخرج عنده نفسه بالسلام فانه یحسب ما بعده من الوتر وهو مجتہد فیہ نعم الاصح الفساد کما جزم به فی متن التنویر وهو المؤید بقول الجمهور الصحيح المشهور من ان العبرة لراء المقتدی، الثالث مثله الکلام فی اقتصاره علی رکعة الرابع افاد الشامی، قال افاد شیخنا حفظه الله تعالی ان المراد انحرافهم اذا اجتهدوا فی القبلة مع وجود المحاریب القدیمة فانه یجوز عندهم لا عندنا فلو انحراف عن المحراب القدیم (ای انحرافاً فجاوز المشارق الی المغارب) لا یصح الاقتداء به¹

اقول: وهو وجیه مسقط لوجه اسقاط عند الانحراف نعم لابد من التقیید وهو غیر بعید فان عدم رعاية الترتیب وعدم غسل المني اوفرکه کل مقید کما نبهنا علیه ولم یوجب اسقاطهما فكذا هذا وبه ظهر الخامس وهو عدم اسقاط التوضؤ من القلتین وان کان الوجه هو التقیید الا ان

جس طرف گئے ہیں وہ یہ ہے کہ ماکا بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سلام کے ساتھ امام نماز سے خارج نہیں ہو رہا بلکہ وہ مابعد کو تر سمجھتا ہے لہذا وہ معاملہ اجتہادی ٹھہرا، ہاں اصح فساد ہے جیسا کہ اس پر متن تنویر میں جزم کیا گیا ہے اور اس کی تائید جمہور کے اس صحیح مشہور قول سے ہوتی ہے کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے۔ تیسرا یہ کہ وتر کی ایک رکعت پڑھنا اس پر بھی سابقہ گفتگو ہی ہے۔ چوتھا امام شامی نے فرمایا ہمارے شیخ حفظہ اللہ نے فرمایا انحراف سے مراد یہ ہے کہ قدیم محراب ہونے کے باوجود اجتہاد سے کام لیتے ہوئے وہ انحراف کریں تو یہ ان کے ہاں جائز ہے ہمارے ہاں جائز نہیں، تو اگر امام محراب قدیم سے منحرف ہو گیا (یعنی ایسا انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو) تو اس کی اقتداء صحیح نہ ہوگی اھ

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ توجیہ اس توجیہ کی ساقط ہوگی جو انحراف کے وقت اسقاط کی گئی ہے، ہاں اسے مقید رنا ضروری ہے اور وہ بعید نہیں کیونکہ عدم رعایت ترتیب یا عدم غسل منی یا اس کا کھرچنا تمام مقید ہیں جیسا کہ ہم نے اس پر تنبیہ کر دی ہے تو یہ بات ان کے اسقاط کا سبب نہیں ہو سکتی تو یہاں (انحراف) میں بھی یہی معاملہ ہے اور اسی سے پانچویں بحث ظاہر ہے اور وہ قلتین پانی سے وضو کا عدم اسقاط ہے اگرچہ یہاں

¹ منہ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵/۲

یفرق بالغالب والنادر والخفی والمتبادر ولنرجع الی ما کنافیہ من الکلام فماکان الامن تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام۔	مناسب اس کا مقید کرنا ہے مگر غالب و نادر اور خفی و متبادر میں فرق کیا جاتا ہے اب ہم سابقہ گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں یہ تو مناسبت مقام کی وجہ سے قلم سے مجبوراً تحریر صادر ہو گئی (ت)

نیز بحر میں ہے:

فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعی علی ثلاثة اقسام الاول ان يعلم منه الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلا کراهة فی الاقتداء به الثانی ان يعلم منه عدمه فلا صحة لكن اختلفوا هل یشترط ان یعلم منه عدمه فی خصوص ما یقتدی به اوفی الجملة صحیح فی النهایة الاول وغیره اختار الثانی و فی فتاوی الزاهدی الاصح انه یصح وحسن الظن به اولی الثالث ان لا یعلم شیئاً فالکراهة ¹ (ملخصاً)۔	حاصل یہ ہے کہ شافعی کی اقتداء تین طرح کی ہے، اول یہ کہ اس امام کا مسلک حنفی کی احتیاط و رعایت کرنا معلوم ہو تو اب اس کی اقتداء میں کراہت نہ ہوگی۔ ثانی یہ کہ اس امام کا رعایت نہ کرنا معلوم ہو تو اب اقتداء صحیح نہ ہوگی لیکن اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیا بالخصوص اسی نماز میں جس میں اقتداء مطلوب ہے عدم احتیاط کا علم ضروری ہے۔ یانی الجملہ عدم احتیاط کا علم ضروری ہے۔ نہایہ میں پہلے کو صحیح کہا اور دوسرے لوگوں نے دوسرے کو مختار قرار دیا۔ فتاویٰ زاہدی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اقتداء صحیح ہے اور اس کے ساتھ حسن ظن رکھنا اولیٰ ہے۔ ثالث یہ کہ اس کے بارے میں علم نہیں کہ وہ رعایت کرتا ہے یا نہیں (یعنی مشکوک صورت ہے) تو اب اقتداء مکروہ ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نقل الشیخ خیر الدین عن الرملى الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء	شیخ خیر الدین نے رملى الشافعی سے نقل کیا ہے کہ وہ مخالف کی اقتداء کو اس وقت مکروہ جانتے جب

¹ بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲/۷، ۲۶

غیر کی اقتداء ممکن ہو، اور اس کے باوجود اقتداء تنہا نماز سے افضل ہے اور ایسی صورت میں جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ اسی پر رملی کبیر نے فتویٰ دیا، سسکی اور اسنوی وغیرہا نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کہا حاصل یہ ہے کہ ان (فقہاء) کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور میں نے وہ سن رکھا ہے جس پر رملی نے اعتماد کرتے ہوئے فتویٰ دیا اور فقیر انہی کے مطابق کہتا ہے اس اقتداء میں جو حنفی کی شافعی کے ساتھ ہو اور منصف فقیہ اسے تسلیم کرے گا۔ میں رملی ہوں فقہ حنفی رکھتا ہوں دو عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی شک نہیں ہے تلخیصاً یہاں انہوں نے انا سے اپنی ذات اور رملی سے شافعی مراد لیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اس مخالف کی اقتداء جو رعایت کرتا ہو فرائض میں تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے جبکہ اس کے علاوہ کوئی امام موجود نہ ہو ورنہ موافق ملنے کی صورت میں اس کی اقتداء افضل ہوگی۔ (ت)	بالمخالف حیث امکانہ غیرہ ومع ذلك هی افضل من الانفراد یحصل له فضل الجماعة وبه افقی الرملی الکبیر واعتمده السبکی والاسنوی وغیرهما قال والحاصل ان عندهم فی ذلك اختلافاً وقد سمعت ماعتمده الرملی وافقی به والفقیر اقول مثل قوله فیما یتعلق بأقتداء الحنفی بالشافعی والفقیه المنصف یسلم ذلك وانا رملی فقه الحنفی ÷ لامر بعد اتفاق العالمین ÷ ه ملخصاً یعنی به نفسه ورملی الشافعیة رحمہما اللہ تعالیٰ فتحصل ان الاقتداء بالمخالف البراعی فی الفرائض افضل من الافراد اذا لم یجد غیرہ والا فلا اقتداء بالموافق افضل 1-

اسی میں مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے:

اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو موافق کی ابتداء افضل ہوگی خواہ وہ پہلے امامت کرے یا بعد میں، اسے ہی عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا ہے اور اہل حریمین، بیت المقدس، مصر اور شام کے جمہور مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں ان	لو كان لكل مذهب امام كما فی زماننا فالأفضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم أو تأخر علی ما استحسنه عامة المسلمین وعمل به جمهور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر و

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۶ھ

الشام ولا عبرة بمن شذ منهم ¹ ۔	سے جو کوئی اِکاڈگا اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں (ت)

پھر خود فرمایا:

والذی یبیل الیہ القلب عدم کراہة الاقتداء بالمخالف مالم یکن غیر مراعی فی الفرائض وانہ لو انتظر امام مذہبہ بعید عن الصفوف لم یکن اعراضاً عن الجماعة للعلم بأنه یرید جماعة اکمل من هذه الجماعة ² ۔	جس بات کی طرف دل مائل ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ جو مخالف فرائض میں رعایت کرنے والا ہو اس مخالف کی اقتداء مکروہ نہ ہوگی، اور اگر کوئی شخص جماعت کی صفوں سے دور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ وہ یقینی طور پر اس جماعت سے اکمل جماعت کے انتظار میں ہے (ت)

اسی میں زیر مسئلہ امامت عبد و اعرابی وغیرہ متبع للبحر (بحر کی اتباع میں) ہے:

یکره الاقتداء بهم تنزیہاً فان امکن الصلاة خلف غیرهم فهو افضل والا فلا اقتداء اولی من الانفراد ³ ۔	ان کی اقتداء مکروہ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ کوئی امام میسر ہو تو اس کی اقتداء افضل ہے ورنہ تنہا ادا کرنے سے ان کی اقتداء بہتر ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد اماماً غیرہ ⁴ ۔	معراج میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ جمعہ کے علاوہ میں فاسق کی اقتداء جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے علاوہ نمازوں میں دوسرے امام کی اقتداء ممکن ہوتی ہے (ت)

بلکہ اسی میں ہے:

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۱۷

² رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۱۷

³ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۱۷

⁴ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۱۷

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کوئی شخص ایسے امام کی اقتدا میں ہے جس کی اقتدا مکروہ تھی، ساتھ ہی ایسا امام جماعت کروائے جس میں کراہت نہیں تو آیا اب وہ نماز توڑ کر اس کی اقتدا کرے یا نہ، ط نے کہا ظاہر یہ ہے کہ اگر پہلا امام فاسق ہے تو نماز نہ توڑے اور اگر وہ مخالف ہے اور اس کی رعایت میں شک ہو تو نماز توڑ دے۔ میں کہتا ہوں اس کا عکس اظہر و مختار ہے کیونکہ ثانی میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اعرابی اور نابینا میں ہے بخلاف فاسق کے، اس کی اقتداء کے بارے میں شرح منیہ میں کہا کہ اس کا مکروہ تحریمی ہونا ظاہر ہے کیونکہ فقہاء کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانے میں فاسق کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے الخ (ت)	بقی لوکان مقتدیاً بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراہۃ فیہ هل یقطع ویقتدی بہ استظهر ط ان الاول لو فاسقاً لا یقطع ولومخالفاً وشک فی مراعاة یقطع اقول والاظہر العکس لان الثانی کراہتہ تنزیہیۃ کالاعلیٰ و الاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظهر فی شرح المنیۃ انها تحریمیۃ لقولہم ان فی تقدیمیہ للامامۃ تعظیہ وقد وجب علینا اہتانتہ^۱ الخ

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلایہ ابراہیم الحلبي میں ہے:

بدعتی کی اقتدا مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاداً فاسق ہے اور عقیدۂ فاسق عملاً فاسق سے بدتر ہے، کیونکہ فاسق عملی اعتراف کرتا کہ وہ فاسق ہے وہ ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے کہ وہ ایسا نہیں کرتا۔ (ت)	یکرہ تقدیم المبتدع ایضاً لانہ فاسق من حیث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع^۲۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

اصح قول کے مطابق غیر توتلے کا توتلے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، حلبی اور ابن شحنے نے کہا جب توتلہ داعی کو شش کرتا رہے تو وہ امی کی طرح ہے اور صرف توتلے کی اقتداء کر سکتا ہے اور جب	لا یصح اقتداء غیر الالشیغ بالالشیغ علی الاصح کما فی البحر و حرر الحلبي وابن الشحنة انه بعد بذل جہدہ دائماً حتیٰ کالامی فلا یؤمر الامثلہ ولا تصح صلاتہ

^۱ رد المحتار باب اور اک القریضہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۵۱ھ

^۲ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

اذا مكنه الاقتداء بمن يحسنه وترك جهده او وجد قدر الفرض مبالغة فيه هذا هو الصحيح المختار في حكم الالغاء وكذا من لا يقدر على التلفظ بحرف من الحروف ¹	اسے کسی عمدہ پڑھنے والے کی اقتداء ممکن ہو تو اب تنہا نماز نہ ہوگی، اسی طرح حکم ہے جب اس نے کوشش ترک کر دی یا وہ مقدار فرض کی قرأت پر قادر ہو گیا جس میں اسے تو تلاپن پیدا نہیں ہوتا، تو تلے کے حکم میں یہی صحیح و مختار ہے، اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو حروف میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وذلك كالرهن الرهيم والشيتان الرجيم والالمين واياك نابدا وياك نستعين السرات انامت فكل ذلك حكمة مامر ²	جیسے کوئی رھمن، رھیم، شیتان الرجیم، آلمین، ایاک نابدا وایاک نستعین، السرات، انامت پڑھتا ہے ان صوتوں کا حکم پیچھے گزر چکا ہے (ت)

فتاویٰ خیر یہ میں ہے:

امامة الالغاء للفصيح

فأسدة في الراجع الصحيح³

(راج اور صحیح قول کے مطابق فصیح کے لئے تو تلے کی اقتداء فاسد نماز ہے۔ ت)

اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی پھر باقی ماندہ لوگ آئے انہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور ہے تو بکراہت یا بے کراہت؟ اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق ونظر دقیق واثرتوفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایہ ہے، متن متین مجمع البحرین و بحر الرائق علامہ زین میں ہے:

ولا تكرر هاء في مسجد محلة بأذان ثان ⁴	مسجد محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت جائز نہیں۔ (ت)

¹ در مختار باب الامامة مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۸۵/۱

² ردالمحتار باب الامامة مطبوعه مصطفیٰ البابی مصر ۳۱/۱

³ فتاویٰ خیر یہ، کتاب الصلاة، مطبوعه دار المعافہ بیروت، ۱۰/۱

⁴ بحر الرائق باب الامامة مطبوعه انجیم سعید کمپنی کراچی ۳۶۱/۱

در مختار و خزائن الاسرار میں ہے:

والنظم للدريكره تكرار الجماعة بأذان واقامة في مسجد محلة لافي مسجد طريق او مسجد لا امام له ولا مؤذن ¹ ۔	الفاظ در کے ہیں محلہ کی مسجد میں اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے، راستہ کی مسجد یا ایسی مسجد جس کا کوئی امام و مؤذن مقرر نہ ہو اس میں تکرار جماعت مکروہ نہیں۔ (ت)

غرر الاحکام اور اس کی شرح درر الحکام میں ہے:

لا تكرر الجماعة في مسجد محلة بأذان واقامة يعني اذا كان لمسجد امام و جماعة معلومان فصلي بعضهم بأذان واقامة لايباح لباقيهم تكرارها بهما ² ۔	اذان واقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار محلہ کی مسجد میں درست نہیں یعنی جب مسجد کے لئے امام اور جماعت متعین ہو پس بعض نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کے لئے اذان واقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت مباح نہیں ہے۔ (ت)

شرح المجمع للمصنف الامام العلامة ابن الساعاتي و فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

المسجد اذا كان له امام معلوم و جماعة معلومة في محلة فصلي اهله فيه بالجماعة لايباح تكرارها فيه بأذان ثان ³ ۔	جب مسجد محلہ کا امام اور جماعت مقرر ہو اور اہل محلہ نے اس مسجد میں نماز ادا کر لی ہو تو اب دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت مباح نہیں۔ (ت)

وجیز کردری وغنیہ علامہ حلبی میں ہے:

لو كان له امام ومؤذن معلوم فيكره تكرار الجماعة فيه بأذان واقامة عندنا ⁴ ۔	اگر مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہو تو ایسی مسجد میں ہمارے نزدیک اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہوگا۔ (ت)

ذخیرۃ العقیلی شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ میں ہے:

¹ در مختار، باب الامانة، مطبوع مطبع مجتبائی دہلی، ۸۲/۱

² درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامانة مطبوع مطبع احمد کامل الکنندہ دار سعادت مصر ۸۵/۱

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی الجماعة مطبوع نورانی کتب خانہ پشاور ۸۳/۱

⁴ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلیٰ فصل فی احکام المسجد، مطبوع سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۶۱۴

ان کان للمسجد امام معلوم وجماعة معلومة فصلوا فيه بجماعة بأذان واقامة لا يباح تكرارها بهما ¹ ۔	اگر مسجد کا امام اور جماعت معین ہے اور اس میں لوگوں نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مباح نہیں۔ (ت)

جس کا حاصل عند التحقيق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف ولذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد ابن
امیر الحاج حلبی نے حلیہ میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا:

المسجد اذا كان له اهل معلوم فصلوا فيه او بعضهم بأذان واقامة كره لغير اهله وللباقين من اهله اعادة الاذان والاقامة ² ۔	اگر مسجد کے لئے اہل معین ہوں اور اس میں وہ تمام یا بعض اہل اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کر لیں تو غیر اہل محلہ اور باقی ماندہ اہل محلہ کے لئے اذان واقامت کا اعادہ مکروہ۔ (ت)

اور اگر بغیر اس کے تکرار جماعت کریں تو قطعاً جائز و روا ہے اسی پر ہمارے علماء کا اجماع ہوا ہے، خزان میں ہے:

لو كررا هله بدونهما جاز اجماعاً ³ ۔	اگر اہل محلہ نے بغیر اذان واقامت کے تکرار جماعت کیا تو یہ بالا اتفاق جائز ہے۔ (ت)

درر میں ہے:

لو كان مسجد الطريق يباح تكرارها بهما ولو كررا هله بدونهما جاز ⁴ ۔	اگر راستہ کی مسجد ہو تو اذان واقامت دونوں کے ساتھ تکرار جماعت مباح ہے اور اگر اہل محلہ ان دونوں کے بغیر تکرار کریں تو جماعت جائز ہے (ت)

شرح الجمع للمصنف وعلکیر یہ میں ہے:

اما اذا صلوا بغیر اذان يباح اجماعاً	اگر بغیر اذان کے پڑھی ہو تو بالا جماع مباح ہے اسی طرح

¹ ذخیرۃ العقبی کتاب الصلوۃ مطبوعہ منشی نوکسٹورک انڈیا ۷/۷۷

² حلیۃ المصلی شرح بنیۃ المصلی

³ رد المحتار بحوالہ خزان الاسرار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البانی مصر ۸/۲۰۸

⁴ درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعہ احمد کامل الکنانہ فی دار سعادت مصر ۸/۸۵

و کذا فی مسجد قارعة الطريق ¹ ۔	حکم ہے اگر مسجد راستہ پر واقع ہو۔ (ت)
ذخیرۃ العقلی و شرح الجمع للعلامہ میں ہے:	
لوصلوا فیہ بلا اذان یباح اتفاقاً ² ۔	اگر بغیر اذان کے نماز پڑھی تو بالاتفاق تکرار جماعت مباح ہے۔ (ت)
عباب و ملتقط و شرح درر البحار و رسالہ علامہ رحمہ اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن المہام و حاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی استاذ صاحب الدر المختار میں ہے:	
يجوز تكرار الجماعة بلا اذان وبلا اقامة ثانية اتفاقاً قال وفي بعضها اجماعاً ³ ۔	تکرار جماعت اذان و اقامت کے بغیر بالاتفاق جائز ہے کہا بعض کتب میں اجماع کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ (ت)
پھر یہ جواز مطلقاً محض و خالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی جامع، اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ، اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت نہیں، خالص مباح و ماذون فیہ ہے۔ بزاز یہ و شرح منیہ ورد المختار میں ہے:	
عن ابی یوسف انه اذ لم تکن الجماعة علی الهيئة الاولى لا تکره والاتکره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة ⁴ ۔	امام ابو یوسف سے مروی ہے جب جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر ادا کرنا ہیئت کی تبدیلی ہے۔ (ت)
ولوالحیہ و تاتارخانیہ و شامیہ میں ہے: به نأخذ ⁵ (اسی کو ہم لیتے ہیں۔ ت) اسی میں ہے:	
قد قلت ان الصحيح تكرار الجماعة اذ لم تكن علی الهيئة الاولى ⁶ ۔	میں کہتا ہوں کہ تکرار جماعت اس وقت صحیح ہے جب وہ جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی الجماعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۳/۱

² ذخیرۃ العقلی کتاب الصلوۃ مطبوعہ منشی نوکسٹور کانپور انڈیا ۷۷

³ منحیہ الخالق علی البحر الرائق، بحوالہ حاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی باب الامامة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۶/۱

⁴ رد المختار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۰۹/۱

⁵ رد المختار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۰۹/۱

⁶ رد المختار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۰۹/۱

یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا،

وللتفصیل محل آخر الحمد لله العلی الاکبر والصلاة والسلام علی الحبيب الازهر واله واصحابه الاطائب الغرر۔ والله سبحانه، وتعالى اعلم، وعلیه جل مجدہ اتم واحکم۔	تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو بلند و برتر ہے۔ صلوٰۃ و سلام ہو حبیب خوب پر، ان کی آل و اصحاب پر جو پاکیزہ ہیں (ت)

مسئلہ ۸۶۷: زید نے وقت مغرب ایک مسجد میں داخل ہو کر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور امام قرأت بجمہ پڑھ رہا ہے زید نے اس امام کی اقتداء نہ کی اور اس آن واحد میں علیحدہ اپنی قرأت بجمہ شروع کر دی اور دوسری جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور جماعت ثانی کا جو بحالت موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا حکم ہے اور دو شخص ایک آن میں قرأت بجمہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحانہ، وتعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے حتیٰ کہ انتہا درجہ کی ضرورت میں یعنی جب عساکر مسلمین و لشکر کفار میں صف آرائی ہو مورچہ بندی کر چکے ہوں اور وقت نماز آجائے اس وقت بھی نماز خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق جماعت نہ ہونے پائے اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف برسر معرکہ رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کر لیں پھر یہ نصف مقابلہ پر چلے جائیں اور وہ آ کر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عند اللہ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لئے عین نماز میں مشی کثیر جو مفسد صلوٰۃ ہے روار کھی گئی۔ علاوہ بریں صد ہا آیات و احادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایتلاف مسلمین ہے کہ نہایت محبوب الہی ہے یہ فعل بالکلیہ اس کے مناقض ہے کمالاً یحقی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) جس زمانے میں نظم خلافت حقہ گسیختہ اور بنائے امامت راشدہ از ہم ریختہ ہو گئی تھی اور سلطنت فساق و فجار بلکہ بد مذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت کرتے اور صحابہ و تابعین و کافہ مسلمین بمجبوری ان کے پیچھے نماز پڑھتے اس وقت بھی ان اکابر دین نے تفریق جماعت گوارانہ کی پس اس دوسری جماعت کی شاعت میں کوئی شبہ نہیں اور فاعل اس کا عوض ثواب کے مستوجب طعن و ملام ہوا خصوصاً جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی بغض دنیاوی کے جو اسے امام اول سے تھا مرتکب ہوا یا بوجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عناداً امام اول کو بد مذہب و مبتدع ٹھہرا کر اس کی اقتداء سے استنکاف کیا کہ ان صورتوں میں تشنیع اس پر اشد و اکد ہے مگر یہ کہ در حقیقت امام اول سے بدعت تاجد کفر و ارتداد مرتقی ہو گئی ہو مثلاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادۃ باللہ توہین کرتا ہو، حضور کے ختم نبوت میں کلام رکھتا ہو

حضور والا کے بعد کسی کے حصول نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیم الہی کے تمام معظمین کی تعظیم سے اعلیٰ و اقدم ہے مثل اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو و علیٰ ہذا القیاس دیگر عقائد زائغہ کفرہ رکھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ یہ فعل زید کا نہایت محمود ہوگا اور وہ اس پر اجر جزیل پائے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عند اللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز راساً باطل ہے۔

فی التنبیہ ویکرہ امامۃ المبتدع لایکفر بہا وان کفر بہا فلا یصح الاقتداء بہ اصلاً ^۱ مخلصاً۔	تنویر میں ہے اس بدعتی کی امامت مکروہ ہے جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچے اور اگر حد کفر تک پہنچ جائے تو اس کی اقتداء بالکل درست نہ ہوگی اھ تلخیصاً (ت)

اور اگر صورت مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز مجمع میں ظاہر کرنا باعث اس کے جزو توبخ یا حاضرین کی نگاہ سے اس کے گرجانے کا ہو تو اب یہ فعل اور بھی موکد و ضروری ہو جائے گا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعاً جائز ہوگی لہذا ذکرنا ان الجماعة الاولى لیست بجماعة فی الحقیقة لبطلان الصلاة بالاعتداء بالامام الاول (حیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ پہلی جماعت در حقیقت جماعت ہی نہیں کیونکہ امام اول کی اقتداء میں نماز ہی باطل ہے۔ ت)

لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اس سے احتراز اولیٰ ہے ختم جماعت کا انتظار کر کے اپنی جماعت کر لے و هذا کلمہ ظاہر جدا اخفاء فیہ عند عقل سلیم و راء نبیہ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم (یہ تمام کا تمام خوب واضح ہے ہر صاحب عقل سلیم اور سمجھدار پر کچھ مخفی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم۔ ت)

مسئلہ ۸۶۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نماز عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقت معینہ کے میرا انتظار کرنا، بعدہ، سب مصلیٰ اپنے وقت معینہ پر جمع ہو گئے اور اس کے بعد انہوں نے پاؤں گھٹنا وقت معمول سے دیر کی واسطے تعمیل حکم امام صاحب

^۱ در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

کے، پھر انہوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی، آیا ان سب کی نماز درست ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر امام صاحب پھر آکر لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی، تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور امام صاحب کوئی فتویٰ اپنے رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک وہ نہ آئے جماعت نہ کرنا ہر گز ضرور نہیں، بعض اوقات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لانے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت ادا کر لی ہے، ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کیا، ایک بار عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کیا ہو مصرح بہ فی الاحادیث (جیسا کہ اس پر احادیث میں تصریح موجود ہے۔ ت) امام کا کہنا کہ تمہاری نماز نہ ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرنے اور دوسرے کو امام بنالینے سے تمہاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور شریعت مطہرہ پر صریح انفراف ہے اپنی خواہش نفسانی کے لئے اپنی رائے سے فتویٰ دینے والا لائق امامت نہیں، ہاں جس شخص کو اس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فساد نماز ہو یا معاذ اللہ اس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قول درست ہے کہ تمہاری نماز نہ ہوئی، اس تقدیر پر مقتدیوں نے سخت خطا کی، انہیں توبہ چاہئے اور اس نماز کی قضا پڑھیں واللہ سبیلہ، وتعالیٰ اعلم۔

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ ہجری

مسئلہ ۸۶۹: از جامع مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

تارک جماعت وہ کہ بے کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو مذہب صحیح معتبر پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہو اتارک واجب ہوا مستحق عذاب ہوا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر عادی ہو کہ بارہا حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بارہا حاضر بھی ہوتا ہو تو بلاشبہ فاسق فاجر مردود الشاہدہ ہے فان الصغیرۃ بعد الاصرار تصیر کبیرۃ (صغیرہ اصرار کی بنا پر کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

(الجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدی ارادوا بالتاكيد الوجوب (وقيل واجبة وعليه العامة) ای عامة	(جماعت مردوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے) زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے مراد وجوب ہے (بعض نے کہا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اکثر علماء کی

رائے یہی ہے) یعنی ہمارے اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے اسی پر تحفہ وغیرہ میں جزم کیا ہے، بحر میں ہے کہ اہل مذہب کے ہاں یہی رائج ہے (پس سنت ہو یا واجب) اس کا ثمرہ اختلاف ایک بارتک کرنے پر گناہ کی صورت میں سامنے آئے گا۔ مختصراً۔ (ت)	مشائخنا وبہ جزم فی التحفة وغیرہا قال فی البحر وهو الراجح عند اهل المذهب (فتسن اوتجب) ثمرته تظهر فی الاثم بتركها مرة^۱ مختصراً۔

ردالمحتار میں ہے:

اس کا قول، کہا بحر میں ہے اور کہا نہر میں ہے کہ یہی معتدل اور قوی قول ہے اور اسی لئے اجناس میں ہے جب کسی نے سستی اور ہکا سمجھتے ہوئے جماعت کو ترک کیا تو اس کی شہادت قبول نہ ہوگی، ہاں اگر سہواً ترک ہو یا تاویلاً جیسے امام کا اہل ہوا میں سے ہونا یا مذہب مقتدی کی رعایت نہ کرنے والا ہو تو پھر شہادت قبول ہو جائے گی اھ ط (ت) واللہ سبیلہ۔ وتعالیٰ اعلم	قوله، قال فی البحر وقال فی النهر هو اعدل الاقوال واقواها ولذا قال فی الاجناس لا تقبل شهادته اذا تركها استخفافاً ومجانةً اماسهوا او بتاویل کكون الامام من اهل الاهواء اولایراعی مذهب المقتدی فتقبل^۲ ط

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

مسئلہ ۸۷۰: از بلڈانہ ملک ابرار مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال خور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان حلال خور جو پنج وقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کر کے طاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں، اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا کچھلی صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے اور اس طرف بعد نماز صبح و بعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوگوں سے وضو کر سکتا ہے اور جو حلال خور اپنا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جارب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخشے۔

بینوا تو جروا

الجواب:

بیشک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہو گا اور بے شک صف اول یا ثانی میں

^۱ در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/۸۲

^۲ ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۰/۴۱۰

جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا، کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا، اللہ عزوجل فرماتا ہے: **وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ**¹ بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **العباد عباد الله**² بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔ جب بندے سب اللہ کے، مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کوئی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الہی کیونکر روک سکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے کہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَ فِيهَا اسْمُهُ ³	اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لینے سے۔

اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزجلالہ کا یہ عام دربار خاں صاحب، شیخ صاحب، مغل صاحب یا تجار زمیندار معافی دار ہی کے لئے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں، علماء جو ترتیب صفوف لکھتے ہیں اس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے ہرگز نہیں، وہ مطلقاً فرماتے ہیں:

يُصِفُ الرِّجَالُ ثَمَّ الصَّبِيَّانِ ثَمَّ الْخَنَازِي ثُمَّ النِّسَاءُ ⁴	یعنی صف باندھیں مرد پھر لڑکے پھر خنثی پھر عورتیں۔

بیشک زبالت یعنی پاخانہ کمانے والا یا کناس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا ہو جائے گا اور خان صاحب اور شیخ صاحب مغل صاحب کے لڑکے پچھلی صف میں جو اس کا خلاف کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہوا اگر کوئی صاحب اسے ذلیل سمجھ کر اس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بیچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وعید شدید کے مستحق کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ**⁵ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے گا۔

¹ القرآن ۱۸/۷۲

² مسند احمد بن حنبل از مسند الزبير بن عوام رضي الله عنه مطبوع دار الفكر بيروت ۱۶۶/۱

³ القرآن ۱۱۳/۲

⁴ در مختار، باب الامامة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۴/۱

⁵ سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱

اور جو متواضع مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اس وعدہ جمیلہ کا مستحق ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من وصل صفاً وصلہ^۱۔ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل فرمائے گا۔ دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اللہ فرماتے ہیں:

الناس بنو آدم وأدم من تراب ^۲ ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ والبیہقی بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے۔ اسے ابوداؤد و ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا اور بیہقی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ياأيها الناس ان ربكم واحد وان اباكم واحد ألا لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لاحمر على اسود ولا لاسود على احمر الا بالتقوى ان اكرمكم عندالله اتقكم ^۳ ۔ رواہ البيہقی عن جابر بن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	اے لوگو! بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک، سن لو کچھ زرگی نہیں عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر مگر پرہیزگاری سے، بیشک تم میں بڑے رتبے والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے اسے بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ زبالی شرعاً مکروہ پیشہ ہے، جبکہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو مثلاً جہاں نہ کافر بھٹکی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبت جذب کر لے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت و تنظیف بیوت و حفظ صحت کی نیت

^۱ سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

^۲ جامع الترمذی سورہ الحجرات مطبوعہ مین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۵۹/۲

^۳ شعب الایمان فصل فی حفظ اللسان عن الفخر بالاباۃ حدیث ۵۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۸۹/۴

سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لتعاطی النجاسات من دون ضرورة (کیونکہ یوں بغیر ضرورت کے نجاسات کو لینا لازم آتا ہے۔ ت) وہ بھی ہر گز حد فسق تک منتهی نہیں، فتح القدیر و فتاویٰ عالمگیری میں ہے؛

امّا شهادة اهل الصناعات الدنية كالكساح والزبال والحائك والحجام فالاصح انها تقبل لانها قد تولاهما قوم صالحون فمالم يعلم القادح لايبني على ظاهر الصناعة¹۔	رہا معاملہ دنیوی پیشہ والوں کی شہادت کا، جن کو معاشرہ ہیچ تصور کرتا ہے مثلاً کوڑا کرکٹ اٹھانے والا، ٹٹی اٹھانے والا، جولاہا، حجام، تو اس صحیح یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول ہوگی کیونکہ متعدد صالح لوگوں نے انہیں اپنایا ہے، جب تک واضح قباحت معلوم نہ ہو تو بظاہر کسی پیشہ کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جاسکتا (ت)

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے تنفر ہر گز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تنفر کرنے والے حضرات خود صدام امور محرّمات و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تنفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ بازی قمار یا سود خوار شیخ صاحب تجارت یا رشوت ستاں مرزا صاحب عہدہ دار آکر کھڑے ہوں تو ہر گز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے کو تو فخر سمجھیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ²۔ (اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) در مختار وغیرہ میں ذلیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا:

واما اتباع الظلمة فاخس من الكل³۔	ظالم حکام کے خدام تو سب پیشہ وروں سے خسیس تر ہیں۔ (ت)

توثابت ہوا کہ ان کی نفرت خدا کے لئے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے، تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو افسوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اس مسلمان سے

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیمن لا تقبل شہادۃ لفسقہ مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۶۹/۳

² القرآن ۴/۳۳

³ در مختار باب الکفایۃ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱۹۵/۱

نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے، غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے، اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ ان سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادی الله ينأدى ويأدوا الى الفلاح فلا يجيبه¹۔ رواه الامام احمد والطبرانی في الكبير عن معاذ بن انس رضي الله تعالى عنه بسند حسن۔	ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی مؤذن کو سنے کہ نماز کے لئے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔ اسے امام احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور جو بندہ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس و تواضع کا اللہ سے ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے، سب میں افضل و اعلیٰ مسجد مسجد الحرام شریف سے انہیں کون روکے گا، اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اسے بنادیں گے کہ اس کا طواف کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے آمین۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقف ہیں ان سے وضو کو بھی اسے کوئی منع نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں۔ رہا مصافحہ خود ابتدا کرنے کا اختیار ہے کیجئے یا نہ کیجئے:

فان المصافحة بعد الصلوات على الاصح من المباحات والمباح لا يلام على فعله ولا تركه۔	اصح قول کے مطابق نمازوں کے بعد مصافحہ مباح ہے اور مباح کے کرنے یا نہ کرنے پر ملامت نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر جب وہ مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ لیجئے تو بیشک بلاوجہ شرعی اس کی دل شکنی، اور بیشک بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذى مسلماً فقد اذاني	جس نے کسی مسلمان کو اذیادی اس نے بے شک مجھے

¹ المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲۰

ومن اذانی فقد اذى الله ¹ ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ایذاوی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے بیشک اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷۱: از شہر کہنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ ہجری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی ہوتی ہے اور زید بھی نماز پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت حاضر بھی رہتا ہے جماعت ترک کر کے اول جماعت سے یا بعد جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

گرامام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھنا جس سے نماز میں فساد آئے یا وہابی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا، تو زید پر الزام نہیں، اور اگر بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے، اس پر توبہ واجب ہے۔

قال الله تعالى وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ تُولِهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ² ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ چلے، اسے ہم اسی طرف پھیر دیتے ہیں جو نہایت برا ٹھکانہ ہے (ت)

بکرم قرآن ایسا معین شخص کہ بلا عذر شرعی جماعت ترک کرے مستحق جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی رہے اور یہ بیچارہ ہے۔

مسئلہ ۸۷۲: از بنگالہ ضلع ڈھاکہ موضع چیتا چرمرسلہ نواب عبدالواحد صاحب ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی، بعد ایک

¹ مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فیمن یتخطی رقاب الناس یوم الجمعة مطبوعہ دار الکتب بیروت ۱۴۹/۲، الترغیب والترہیب من تخطی

الرقاب یوم الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۳ھ

² القرآن ۱۱۵/۴

رکعت کے دوسرے اور ایک شخص آیا تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا، اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے، اگر بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ کرے گا یا بعد، اگر قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریمہ کے وہ شخص اپنی جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرے آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے، ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہئے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے پھر اگر (مقتدی) مسئلہ جانتا ہو تو جب کوئی دوسرا ملتا ہے تو خود ہی پیچھے ہٹنا چاہئے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہئے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے، انہیں مناسب ہے کہ معاً اشارہ کے ساتھ ہی حرکت نہ کریں کہ امتثال امر غیر کا شبہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم شرع و ادائے سنت کے لئے، نہ اس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں، اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ کرے خواہ بلا نیت کے بہر حال وہ اطاعت حکم شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی اطاعت اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کا تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے، لقمہ قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو جائز ہے وہ بھی حکم شرع ہے نہ کہ اطاعت حکم مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام ہے تو اس کے ساتھ سب کی جائے گی۔

در مختار میں ہے اگر نمازی نے کسی غیر نمازی کا حکم مان لیا مثلاً کہا گیا آگے ہو، وہ آگے ہو گیا یا کوئی صف کے اندر داخل ہو اور نمازی نے اس کے لئے جگہ کشادہ کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، بلکہ وہ ایک ساعت ٹھہرا رہے پھر اپنی رائے سے آگے ہو جائے، قہستانی نے زاہدی کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے، ردالمحتار میں منع کے حوالے سے ہے اگر نمازی کو دوسرے نے

فی الدر المختار لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجة الصف احد فوسع له فسدت بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه قهستانی معزياً للزاهدی¹ وفي ردالمحتار عن المنح لوجذبه آخر فتاخر الاصح لا تفسد صلاته۔

¹ در مختار باب ما یفسد الصلاة مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۸۹/۱

وعن الشرنبلائی فی تیسر المقاصد ان امثالہ
انما هو لامر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فلا یضرہ وعن الطحطاوی لوقیل بالتفصیل بین
کونہ امتثل امر الشارع فلا تفسد و بین کونہ
امتثل امر الداخل مراعاة لخطرہ من غیر نظر
لامر الشارع فتفسد لکان حسناً^۱۔ رأیتنی
کتبت علیہ مانصہ اقول: وهو من الحسن بکان
بل هو المحمل لکلمات العلیاء و بہ یحصل
التوفیق وبالله التوفیق^۲ وفي الهندیة رجلان
صلیاً فی الصحراء وائتم احدهما بالآخر وقام
عن یمین الامام فجاء ثالث وجذب المؤتم الی
نفسہ قبل ان یکبر للأفتتاح حکى عن الشیخ
الامام ابی بکر طرخان انه لا تفسد صلاة المؤتم
جذبه الثالث الی نفسہ قبل التکبیر او بعدہ کذا
فی المحيط وفي الفتاوی العتابیة هو الصحیح کذا
فی التاتارخانیة^۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کھینچا اور وہ پیچھے ہو گیا تو اصح مذہب پر اس کی نماز فاسد نہ ہوگی
اھ شرنبلائی سے ہے تیسر المقاصد کے حوالہ سے ہے کہ اس کا
امثال (حکم بجالانا) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی
بنیاد ہے لہذا فساد کا سبب نہیں اھ۔ اور طحطاوی سے ہے کہ
اگر تفصیل کرتے ہوئے کہا جائے کہ شارع کے حکم پر عمل
کرتے ہوئے کسی کا حکم بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ بغیر
رعایت امر شارع کے فقط آنے والے نمازی کو خوش کرنے
کے لئے کرتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی تو یہ تفصیل
کرنا نہایت ہی اچھا تھا اھ مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے یہاں یہ
لکھا ہے اقول: (میں کہتا ہوں) یہ صرف حسن ہی نہیں بلکہ
کلمات علماء کا محمل بھی ہے اور اسی کے ساتھ ان میں موافقت
بھی پیدا ہو جائے گی اور اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔
فتاویٰ ہندیہ میں ہے دو آدمیوں نے صحر میں نماز ادا کی ایک
نے دوسرے کی اقتدا کی اور امام کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا
اب تیسرا آیا تو اس نے مقتدی کو تکبیر افتتاح سے پہلے اپنی
طرف کھینچ لیا، تو امام ابو بکر طرخان سے منقول ہے کہ اس
صورت میں مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی خواہ اسے تیسرا شخص
تکبیر سے پہلے کھینچے یا بعد میں، اسی طرح محیط میں ہے۔ فتاویٰ
عتابیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں بھی اسی
طرح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ رد المحتار باب الامامت ۴۲۲/۱

^۲ جہد الممتار علی رد المحتار ۲۷۳/۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام الخ مطبوعہ نوری کتب خانہ پشاور ۸۸/۱

مسئلہ ۸۷۵۳: از فیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسٹنٹ انجینئر ریلوے ۲ جمادی الآخری ۱۳۲۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) مسجد یا خلاف مسجد امام کا صلی مقتدیوں کی صف سے ملار ہے یا علیحدہ، اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر، امام مصلیٰ کے کنارے پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے، فرمائیے، اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

(۲) زید مسجد یا خلاف آں نماز فرض پڑھ رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہو جانے کے تنہا بکر یا دونوں شخصوں نے اسی مقام پر اور اسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا، یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے آواز بلند کہہ دیا، اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا؟ آیا وہ درست ہوئی، اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے؟
مفصل فرمائیے۔ بینوا تو جروا

(۳) اگر بجز یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر، اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے، آیا اس مصلیٰ پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ، کیا اس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے؟
بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) فصل بقدر کفایت و حاجت ہو جس میں مقتدی بخوبی سجدہ کر لیں اور اس سے زائد فصل کثیر مکروہ و خلاف سنت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انہوں نے اقتدانہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولیٰ ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولیٰ ہوئی تو کنہگار ہوئے، اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں، اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہو اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑ دے باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت

نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷۶: از شہر فیروز پور محلہ پیراں والا مرسلہ منشی عنایت اللہ شاکی قادری

چہ می فرماید علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیہ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے، حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنا دیتے ہیں اور نماز بجماعت ادا کر لیتے ہیں یا اگر جماعت ہو چکی ہے اور آنے والا شامل جماعت نہیں ہو تو پھر دیکھا کہ ایک دو اور آدمی موجود ہیں جو شامل جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا ان میں سے کسی اور کو امام بنا دیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا مصلیٰ لیا اور بچھایا اور اس پر نماز پڑھی یا یونہی بیٹھ گئے، کیا ان کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں بینو ابالدلیل وتوجروا بالاجرا الجزیل (دلیل کے ساتھ بیان کرو واللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے گا۔ت)

الجواب:

جو لوگ جماعت معینہ سے پہلے جماعت کر کے چلے جائیں اس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلہ میں واقعی کوئی معذور شرعی ہے مثلاً وضو طہارت کا ٹھیک نہ ہونا یا تجوید و قرأت میں ایسی غلطی کہ مورث فساد نماز ہو یا معاذ اللہ بدمذہبی مثل وہابیت وغیرہ مقلدی وغیرہ یا فسق بالاعلان مثلاً دائرہ حد شرع سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ اسی جماعت محلہ پر الزام ہوگا جو ایسے امام ناقابل امامت یا ممنوع التقدیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یونہی اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع و سرا و اسٹیشن، جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان کہے اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی ان میں سے کسی دوسرے پر ترجیح نہیں اور اگر مسجد محلہ ہے جس کے لئے امام و جماعت معین ہے اور امام میں کوئی معذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورت خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں انہیں جانے کی ضرورت جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا رہے گا ایسی صورت میں بھی ان کو اجازت ہوگی کہ باہم جماعت کر کے چلے جائیں کہ شرع نہ ان کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے دو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کر سکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلہ کی جماعت اولیٰ

کا امام معین ہے، اہل محلہ کے لئے جماعت اولیٰ وہی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقت معین پر پڑھیں گے، ان چند آدمیوں کا بضرورت پہلے جماعت کر جانا ان کے ثواب جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذان امام کی بھی حاجت نہیں، پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے ہٹ کر جماعت کریں تاکہ صورت معارضہ سے بچیں اور باعث تسفیر و وحشت امام معین نہ ہو اور اگر ان کی کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور مورد الزام شرعی ہیں کہ مرتکب تفریق جماعت ہوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی لہو و لعب مباح کی جلدی کے باعث جماعت کر گئے تو صرف تفریق جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی لہو و لعب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقت ریل کے سبب جلدی کی تو الزام دو چند ہے اور اگر اپنی بدمذہبی کے باعث امام سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہی تو الزام سب میں سخت تر ہے والکل ظاہر عند من له ادنی مسکة فی العلم (یہ تمام اس شخص پر ظاہر ہے جسے اس علم سے ادنیٰ تمسک ہے۔ ت) یہ صورت تقدیم کا جواب ہوا، رہی صورت تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجد محلہ نہیں تو ہم اوپر کہہ چکے کہ یہاں نہ تقدیم ہے نہ تاخیر ہے نہ معین امام کے کوئی معنی، سب جماعت اولیٰ ہیں اور سب یکساں، اور اگر مسجد مسجد محلہ ہے اور امام معین میں کوئی عذر شرعی تھا جس کے سبب انہوں نے قصد تاخیر کی جب بھی ان پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاح جماعت سے انکارت فتنہ ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر یکساں، اور اگر امام میں کوئی عذر شرعی بھی نہیں مگر جماعت اولیٰ بے اذان یا اذان خفی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلان اذان اعادہ جماعت کی اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعت مسنونہ نہ ہوئی جماعت مکروہ ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا مخالف ہے مثلاً وہ شافعی المذہب ہے یہ حنفیہ ہیں اپنی جماعت جدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام موافق المذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے، اگر مخالف المذہب حتی الامکان مراعات مذاہب اربع رکھتا ہو، ان سب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذن امام اول کی حاجت نہ تبدیل محراب و مصلیٰ کی ضرورت، اگر ان سب وجوہ سے جدا ہو تو پھر تاخیر میں بنظر باعث وہی شقوق عود کریں گے جو تقدم میں تھیں، اگر باعث تاخیر کوئی ضرورت شرعیہ تھی مثلاً بھوکا ہونا یا استنجے کی ضرورت ہونا وغیر ذلک جو اعدا فقہانہ تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلنا مکروہ، اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذن امام کی حاجت نہیں، نہ اس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اس کے لئے تسفیر و وحشت، اور اگر ہو بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعت اولیٰ میں نے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں بے میرے اذن کے کیسے جماعت ثانیہ کر لی تو اس وحشیانہ وحشت کا الزام خود اس پر ہے نہ ان پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعیہ کسی امر مباح کے سبب

تاخیر کی تو تفریق جماعت و ترک جماعت اولیٰ کا ان پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال دو چند اور اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صالح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کما تقدم (جیسا کہ پہلے گزرا۔ ت) اور مصلائے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اس کی ملک ہو کہ اس نے اپنے لئے مسجد میں بچھا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اس کے اذن کے کسی کام میں استعمال نہیں ہو سکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مصلیٰ وقف ہو، اس میں پھر تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ واقف نے صرف امام کے لئے وقف کیا تو اسے کوئی نمازی منفرد یا مقتدی بھی نہیں لے سکتا چہ جائیکہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعت اولیٰ کے لئے وقف کیا ہو تو امام جماعت ثانیہ بھی نہ لے سکے گا جبکہ واقف نے اسے جائز نہ رکھا ہو۔ تیسرے یہ کہ مسجد کے لئے وقف کیا اور صراحۃً یا دلالتاً حاضران مسجد کے لئے اس کا استعمال مطلق ہے جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اسے نماز کے لئے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقت نماز میں کسی ایسے جلوس کے لئے بھی کہ شرعاً مسجد میں جائز ہو، پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح صفیں جماعت کے لئے ہوتی ہیں مصلے میں حق امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقت امامت امام کو اس سے محروم نہیں کیا جاسکتا، ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقت امامت کے لئے مقام امام پر پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷۷: از کھمریا پوٹہ کلاں ضلع پبلی بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندار ۷۱ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دفع کر چھپس منٹ پر تین شخص جماعت کر لیں وہ بہتر ہے یا دفع کر پینتیس منٹ پر چھپس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے، فقط۔

الجواب:

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا اور اس دس منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا کثرت جماعت ہی کے لئے شرع مطہر نے نماز فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعث فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبال فتنہ کرنے والے پر، اور مسجد محلہ میں امام معین اکثر اہل محلہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اس سے پہلے دو چار بلا وجہ یا

اپنے کسی کام کے سبب جماعت کر جائیں تو وہ ان اکثرین کی جماعت کا ثواب کم نہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷۸: بتوسط جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۷ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں پڑھ گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظاری نہیں کرتے، اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز باجماعت ادا کی اور چل دیئے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علیٰ ہذا اگر جماعت ہو چکی اور دیکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح پر اور آئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلیٰ جو اس کے نام سے نامزد ہے اور وہ اس پر ہمیشہ کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اس پر نماز ادا کی یا بیٹھ گئے امام سے پوچھا بھی نہیں، لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہئے سابقوا الخیرات (خیرات میں سبقت حاصل کرو۔ ت) حکم ہے، ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رخصت ہے اور انفرادی حالت میں بہ نسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی عبارت:

اگر اقامت و جماعت کے ساتھ بعض اہل محلہ نے نماز ادا کی، پھر مؤذن، امام اور بقیہ لوگ آئے تو ان کے لئے جماعت مستحب اور پہلی مکروہ ہوگی (ت)	ولو صلى بعض اهل المسجد باقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والامام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للاولى¹۔ (عالمگیریہ)

کو بلا ضرورت اقامت جماعت للاعراض عن المقررة یا احداث فتنہ پر محمول رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد کی وضع عبادت کے لئے ہے صفیں جیسے مقتدیوں کی نماز کے لئے ہیں ایسے مصلیٰ امام کے لئے، امام صف پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلیٰ پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں، بعض کا قول ہے مصلیٰ امام کی ملک نہیں، فقہ کی متداولہ کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہوتا ہو یا کسی ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر چلے جائیں ترک جماعت میں ان کے حق میں امام کا اذن نہ دینا اس قبیل سے ہوگا جو اس حدیث میں ہے۔

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی صفتہ و احوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۲۱ھ

ایک آدمی دوسرے آدمی کی سلطنت میں اس کی اجازت کے بغیر جماعت نہ کروائے اور نہ ہی اس کے گھر میں بغیر اجازت اعلیٰ مقام پر بیٹھے، اسے مسلم نے روایت کیا، معنی یہ ہے ہمارے ائمہ نے یوں بیان کیا کہ صاحب خانہ، صاحب مجلس اور امام مسجد غیر سے امامت کے زیادہ مستحق ہوتا ہے اگرچہ وہ غیر اس سے زیادہ فقیہ، قاری، صاحب تقویٰ و فضیلت ہو الخ نووی شرح مسلم (ت) قوله فی سلطانہ اس سے مراد اس کا مالک اور زیر تصرف ہونا ہے جیسا کہ صدر مجلس اور امام مسجد۔ مجمع بحار الانوار (ت) قاضی کے لئے نماز پڑھانا جائز نہیں جب تک اس کو صراحۃً یا اشارۃً حکم نہ ہو، کبیری (ت)	حدیث لایؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الاباذنہ¹ رواہ مسلم معناه ماذکرہ اصحابنا وغیرہم ان صاحب البیت والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان ذلک الخیر افقہ و اقرء و اورع و افضل منه² الخ نووی شرح مسلم۔ قوله فی سلطانہ ای موضع یملکہ اویتسلط علیہ بالتصرف کصاحب المجلس وامام المسجد³۔ مجمع بحار الانوار لیس للقاضی ان یصلی بہم اذا لم یؤمر بہ صریحاً ودلالة (کبیری)⁴

علت نہی کی یہ ہے:

یہ اس لئے ہے تاکہ امر سلطنت کو ہلکا جان کر لاپرواہی نہ ہو اور طاعت امیر سے بغاوت اور بغض نہ ہو اور ایسا اختلاف نہ ہو جس کے رفع کے لئے اجتماع مشروع ہوا، مجمع بحار الانوار (ت)	وهذا الثلاثیؤدی الی تہوین امر سلطنتہ و خلع ربقة الطاعة والی التباعد والی الخلاف التی شرع الاجتماع لرفعه⁵۔ مجمع بحار الانوار۔

¹ صحیح مسلم باب من احق بالامامة مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی ۲۳۶/۱

² شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب من احق بالامامة مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی ۲۳۶/۱

³ مجمع بحار الانوار زیر لفظ سلطان مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ۱۳۰/۲

⁴ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۳

⁵ مجمع بحار الانوار زیر لفظ سلطان مطبوعہ المطبع العاد نوکسٹور لکھنؤ ۱۳۰/۲

ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں ہو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت لے کر امامت کرائیں کہ امامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفعل موجود ہونا شرط نہیں اور عموم حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے مرض الامیر فصلى الشرطى لم یجز الا باذنه¹ (امیر بیمار ہو گیا کسی لشکر نے نماز پڑھائی تو اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی۔ ت) علمگیر یہ کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر، بوقت حضور امام المحلہ ہے نہ بوقت عدم حضور کیونکہ مراد ر جل اولیٰ سے امام دیگر ہے اور ر جل ثانی سے امام محلہ یا صاحب البیت ہے اور کبار ر جل اول ر جل ثانی کی امامت نہ کرے، اگر ر جل ثانی حاضر ہوگا تو اس کی امامت ممکن ہے اور انہی امور ممکنہ سے متعلق ہوا کرتی ہے، جماعت ثانیہ اگر تحت عموم حدیث کے ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر خارج ہے تو بھی فقہانے اسے مکروہ تحریمہ لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر ہیئت اولیٰ کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مذکور ہے مراد اس سے کراہت تحریمہ کی نفی ہے نہ مطلق، بہر حال کراہت سے خالی نہیں، مصلیٰ پر امام کے نماز پڑھنا یا بیٹھنا بلا اس کے اذن کے اس کی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنه² سے پائی جاتی ہے

قوله علی تکرمتہ ہو موضع خاص لجلوسه عن فراش اوسریر میایعد لا کرامه ن هی بفتح تاء و کسر هـ ط کفر اش وسجادة ونحوهما، مجمع بحار الانوار ³ ۔	قوله تکرمتہ سے مراد وہ جگہ ہے جو بیٹھنے کے لئے ہو یا وہ چارپائی جو اکرام کے لئے رکھی گئی ہوتی ہے ن اس کی تاء پر فتح اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں ط مثلاً فراش اور سجاده وغیرہ، مجمع بحار الانوار۔ (ت)

چونکہ ہر سہ سوالات کی نسبت اقوال علماء و عبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد رہتا ہے اور تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارات کتب سے تو نبی رائج معلوم ہوتی ہے اور اقوال علمائے مخالف، اس لئے ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل اور مدلل طور پر بحوالہ کتب اور عبارات سے آگاہ فرمائیں تاکہ شق رائج عملدرآمد ہو۔ بینوا تو جروا

الجواب:

مسجد اگر جامع یا سرا یا بازار یا اسٹیشن کی، غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۵۱ھ

² صحیح مسلم باب من احق بالامامة مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی ۱۳۶۱ھ

³ مجمع بحار الانوار زیر لفظ کرم مطبوعہ المطبع العاد نوکشتور لکھنؤ ۲۰۹/۳

جب تو اس میں ان سوالات کا محل ہی نہیں اس کی سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کرے، اور افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جدا جدا اذان و اقامت کرے کما نص علیہ فی فتاویٰ قاضی خاں وغیرہا (جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) ہاں مسجد محلہ جس کے لئے جماعت معین امام معین ہے اس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرأت، عقیدے، عمل میں خلل نہ ہو کما فی الدر المختار و رد المحتار وغیرہما من الاسفار (جیسا کہ در مختار اور رد المحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) اور قصداً بلا وجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم و شناعیت، خواہ یوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولیٰ فوت کر کے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہل ضرورت وہ مستثنیٰ ہیں اور ان کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معینہ کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں ریل کا وقت نہ رہے پڑھ کر چلے گئے) امام اور اہل محلہ کے حق میں جماعت اولیٰ نہ ہوگی تو اس سے حق امامت میں مزاحمت نہ ہوگی الا لایؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ (آدمی کو دوسرے کی حکومت میں جماعت نہیں کروانی چاہئے۔ ت) کا کچھ خلاف نہ ہوا کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہر گز شرع مطہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصلاً کہیں ان پر یہ حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں، یوں ہی جو اتفاقاً بلا تفسیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً افراد پر مجبور نہیں، نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن امام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ تمیز جماعت اولیٰ و ابانت فرق و احتراز صورت مزاحمت کے لئے محراب سے الگ ہونا چاہئے۔

وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة هو الصحيح وبه نأخذ ¹ كما اثره. فی رد المحتار۔	محراب سے ہٹ کر نماز ادا کرنے سے ہیئت مختلف ہو جاتی ہے یہی صحیح ہے اور ہم اس پر عمل پیرا ہیں جیسا کہ رد المحتار میں منقول ہے (ت)

عبارت مضمرات کا محل وہی صورت تفریق بلا ضرورت ہے یونہی حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ²	تم پر دین میں اس نے تنگی نہیں کی (ت)

بصورت ضرورت بوجہ مذکور جماعت میں نہ امام معینہ کی تہوین نہ کوئی وجہ تاغض نہ تحزین، عبارت علمگیری و عبارت کبیری دونوں در بارہ جمعہ ہیں اور جماعات کا اس پر قیاس باطل کہ جمعہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو

¹ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۱۱

² القرآن ۷۸/۲۳

یا اس کا ماذون اسی کی تفویج میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات ہیں کبیری میں فرمایا:

الشرط الثانی کون الامام فیہا سلطاناً ومن اذن له السلطان (الی ان قال) المتغلب الذی لا منشور له اذا کان سیرتہ فی الرعیۃ سیرۃ الامراء یجوز له اقامتہا لان بذلک تثبت السلطنة فیتحقق الشرط و لیس للقاضی ان یصلی بہم^۱ الخ	دوسری شرط یہ ہے کہ امام سلطان ہو یا جسے سلطان نے حکم دیا ہو (آگے کہا) اقتدار پر غلبہ پانے والا وہ شخص جس کو اجازت نامہ حاصل نہیں، اگر رعیت میں وہ امیر جیسی صورت و مقبولیت حاصل کر لے تو جمعہ کا قیام جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اقتدار قائم ہونے سے جمعہ کی شرط پائی گئی ہے (سلطان یا نائب کی موجودگی میں قاضی کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں الخ) (ت)

علمگیر یہ میں ہے:

منہا السلطان حتی لاتجوز اقامتہا بغير امر السلطان و امر نائبہ مرض الامیر^۲ الخ	ان میں سے سلطان ہے حتی کہ اقامت جماعت امر سلطان یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر جائز نہیں امیر بیمار ہو گیا الخ (ت)

حدیث کی عبارت النص اگرچہ صورت امامت للامام میں ہے مگر بلا وجہ شرعی اس کی امامت فوت کر کے خود امام بن جانے کو بھی دلالت شامل،

لقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا^۳	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے لوگوں کو خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ (ت)

اور جو صورتیں اوپر گزریں نہ ان میں عبارت منصوص نہ دلالت داخل، جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے جس کا مجمل یہ ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولیٰ ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولیٰ کی تقویت بلا عذر صحیح شرعی ناجائز و نہ باعادہ اذان ہو تو مکروہ تحریمی، اور محراب نہ بدلیں تو خلاف اولیٰ و نہ اصلاً کراہت نہیں ہو الصحیح وبہ ناخذ (یہی صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) تاثر خانہ مصلیٰ اگر ملک امام ہے جب تو ظاہر کہ اس کے بے اذن اس میں تصرف حرام اور اگر واقف نے خاص جماعت اولیٰ کے لئے وقف کیا جب بھی اور لوگ استعمال نہ کریں لان شرط الواقف کنص الشارع (کیونکہ واقف کی شرط

^۱ غنیۃ المستملی شرح نئیۃ المصلی فصل فی الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۵۱

^۳ صحیح بخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولم بالموعظۃ الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱۶/۱

نص شارع کی طرح ہے۔) ورنہ اس پر نماز میں اصلاً حرج نہیں جبکہ بلا وجہ امام سے مزاحمت یا تنفر ناحق یا نثار قتنہ نہ ہو، احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استنبات کے لئے یہ عبارت بحر الرائق پیش نظر ہونا نافع:

صاحب بحر الرائق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے ہمارے دور کے بعض مدرسین کی جہالت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اس شخص کو اس مسجد میں تدریس کرنے سے منع کرتے ہیں جس تدریس کے لئے ان کا تقرر ہو یا اسے مکروہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان مدارس کو دوسروں کے علاوہ اپنے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا وہ اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ میرا مدرسہ ہے، یا تو میرے مدرسے میں تدریس نہ کر، یہ تمام بہت بڑی جہالت ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیشک مساجد اللہ کی ہیں پس کوئی جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں لہذا اگر ایک مدرس مسجد کے کسی مقام پر بیٹھ کر درس دیتا تھا پھر کوئی دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھا تو پہلے مدرس کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وہاں سے ہٹا کر خود وہاں بیٹھے، اھ مختصراً واللہ سبخنہ، وتعالیٰ اعلم (ت)

قال رحمہ اللہ تعالیٰ من ہنایعلم جہل بعض مدرسی زماننا من منعہم من یدرس فی مسجد تقرر فی تدریسہ او کراہتہم لذلك زاعمین الاختصاص بہادون غیرہم حتی سبعت من بعضہم انہ یضیفہا الی نفسہ ویقول ہذہ مدرستی اولاً تدرس فی مدرستی و ہذا کلہ جہل عظیم فقد قال اللہ تعالیٰ وان المسجد فلا یتعین مکان مخصوص لاحد حتی لو کان للمدرس موضع من المسجد یدرس فیہ فسبقہ غیرہ الیہ لیس لہ ازعاجہ واقامتہ منہ^۱ مختصراً واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۷۹: از شہر محلہ مسجد جامع مسوئلہ مولوی محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب بہ ہنگام ضرورت محراب مسجد میں یعنی آثار دیوار پچھیت مسجد کے اندر کھڑا ہے اور اپنے دائیں و بائیں برابر ایک ایک یا زیادہ مقتدی کھڑے کر لئے باقی اور صفیں عقب حدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں، بینوا توجروا۔

^۱ بحر الرائق فصل کرہ استقبال القبلیۃ بالفرج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۱۲

الجواب:

وقت ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے، امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا یہ کس ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے گی، محراب میں بلا ضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸۰: از عبدالغفور صاحب میونسپل کمشنر کیکڑی ضلع اجیر شریف ۵/ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کر رہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور ان میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہو کر آئین بالجسر و رفع یدین کریں تو اس صورت میں ادائے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب:

غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہاء و تصریحات عامہ کتب فقہ کافر تھے ہی، جس کا روشن بیان رسالہ الکوکبة الشہابیۃ و رسالہ السیوف و رسالہ النہی الاکید و غیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی و ہمراہ، تو یقیناً قطعاً جماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں، اور کافر کی نماز باطل، تو وہ جس صف میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وصل صفاً وصلہ اللہ ومن قطع صفاً قطعہ اللہ ^۱	جو صف کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اسے جدا کرے۔

تو جتنے اہلسنت ان کی شرکت پر راضی ہوں گے یا باوصف قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار و مستحق وعید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صف مکروہ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صف ہو اور اس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صف نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسلمان بعد کو آئے اور اس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صف میں کھڑا ہو تو قطع ہو جائے گا

^۱ سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

اور جس طرح فعل حرام ہے یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے ولذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ ان کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی کہ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا^۱ (یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ اس کے باوجود۔ ت) مع ہذا ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَصْلُوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَصْلُوا مَعَهُمْ^۲۔ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ بد مذہبوں کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۸۱: از نجیب آباد ضلع بجنور مسئلہ احمد حسین خاں صاحب ۷/ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ
و بار دوم از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجیر شریف ہو شیروں کی مسجد مسئلہ قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ
کیا کسی امام کے مذہب میں آمین باواز بلند کہنا جائز ہے، اگر کوئی جماعت میں آمین زور سے کہتا ہو حنفی سنیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب:

آمین بالجسر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی سنی شافعی مذہب آمین باواز کہے وہ بلا تکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہ وہ امامت کرے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم اور وہ سب حقیقی بھائی ہیں، ہمارا باپ اسلام، ہماری ماں سنت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ مگر یہاں جو آمین بالجسر والے ہیں یہ غیر مقلد وہابی ہیں یہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے ائمہ کرام کو گالیاں دینے والے ہم کو مشرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ تکذیب خدا توہین رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نماز بیچ میں داخل ہے اس سے صف قطع ہوگی اور صف کا قطع کرنا حرام، حدیث میں فرمایا:

من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله ^۳	جو صف کو ملائے اللہ اسے اپنی رحمت سے ملائے گا اور جو صف کو قطع کرے گا اللہ اسے اپنی رحمت سے جدا کر دے گا (ت)

^۱ القرآن ۱۸۷/۲

^۲ کنز العمال الفصل الاول فی فضائل الصحابہ اجمالاً مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

^۳ سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیچ میں شیطان نہ داخل ہو۔ یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صف میں داخل ہے یہ جائز نہیں تو بشرط قدرت اسے ہر گز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

مسئلہ ۸۸۲: از ریاست الور راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قاطع بدعت و ضلالت جامع معقول و منقول جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب ادا م فیوضہم و برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت عہد و مسئلہ خدمت شریف میں پیش کر کے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمائیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا، ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ رد المحتار میں جو اقوال کراہت و عدم کراہت کے نقل کئے ہیں ان میں سے کراہت کا قول اس محلہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں امام اور مؤذن اور نمازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو مدلل بھی کر دیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے وہ بھی اس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ مدلل بھی ہو دوسرے قول بلاد دلیل کی ترجیح کس طرح ہو سکتی ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ، ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا البجل المکرم المکیین جعلہ اللہ تعالیٰ من شید بہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج الامہ امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب و ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لئے اہل معین ہوں جب اس میں اہل محلہ باعلان اذان و امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ مسنونہ بلا کراہت ادا کر چکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادہ جماعت مکروہ و ممنوع و بدعت ہے۔ مجمع البحرین و بحر الرائق میں ہے:

لا تکررہا فی مسجد محلۃ باذان	محلہ کی مسجد میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت

عہ اول یہ ہے دوسرا نوافل میں مسطور ہے ۱۲ (م)

شان ¹	جائز نہیں۔ (ت)

شرح الجمع للمصنف وفتاویٰ علمگیریہ میں ہے:

المسجد اذاکان له امام معلوم وجماعة معلومة في محلة فصلی اهلہ فیہ بالجماعة لا یباح تکرارہا فیہ باذان شان ² ۔	جب مسجد کا امام اور جماعت محلہ میں متعین ہو اور اہل محلہ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لی تو دوسری اذان کے ساتھ اس میں تکرار جماعت مباح نہ ہوگی (ت)

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ و شرح کبیر منیہ و غرر و درر و خزائن الاسرار و در مختار و ذخیرۃ العقلمیٰ وغیرہا میں ہے اور اس کا حاصل حقیقۃ کراہت اعادۃ اذان ہے

فان الحكم المنصب علی مقید انما ینسحب علی القید کما قد عرف فی محله ولہذا۔	وہ حکم جو کسی مقید پر ہو وہ قید پر وارد ہوتا ہے جیسا کہ یہ ضابطہ اپنے مقام و محل پر معروف ہے (ت)

امام محقق ابن امیر الحاج حلبی ارشد تلامذہ ابن المہام نے حلیہ میں اسی مذہب مہذب کو اس عبارت سے ادا فرمایا:

المسجد اذاکان له اهل معلوم فصلوا فیہ او بعضهم باذان واقامة کرہ لغیر اهلہ والباقیين من اهلہ اعادۃ الاذان والاقامة ³ ۔	جب مسجد کے اہل معلوم ہوں اور ان تمام یا بعض نے اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کر لی تو اب غیر اہل اور بقیہ لوگوں کے لئے اذان واقامت کا اعادہ جائز نہیں (ت)

ولہذا کتب مذہب طائفہ ہیں کہ بے اعادہ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اس کے جواز و اباحت پر ہمارے جمع ائمہ کا اجماع ہے عباب و ملتقط و منبع و شرح در البحار و شرح مجمع البحرین للمصنف و شرح الجمع ابن ملک و رسالہ علامہ رحمۃ اللہ تلمیذ امام ابن المہام و ذخیرۃ العقلمیٰ و خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلائیہ خیر الدین رملی و فتاویٰ ہندیہ وغیرہا کتب معتبرہ میں اس پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا، خزائن میں ہے:

لو کمر اهلہ بدو نہما وکان مسجد	اگر اذان واقامت کے بغیر اہل محلہ تکرار جماعت

¹ بحر الرائق باب الامامة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۵-۳۴۶

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۳/۱

³ حلیۃ المحلی شرح نینۃ المصلی

طریق جائز اجماعاً ¹ ۔	کریں یا وہ مسجد راستہ کی ہو تو یہ تکرار جماعت بالاجماع جائز ہے (ت)

علمگیر یہ و شرح المجمع للصف میں ہے:

اما اذا صلو بغیر اذان یباح اجماعاً ² ۔	ہاں اگر انہوں نے نماز بغیر اذان کے ادا کی تو یہ بالاجماع جائز ہے (ت)

ردالمحتار میں منع سے ہے:

التقیید بالمسجد المختص بالمحلة احتراز عن الشارع وبالأذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعاً ³ ۔	مسجد کو محلہ کے ساتھ مختص کرنے سے مسجد شارع اس سے خارج ہو گئی اور اذان ثانی کی قید سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے، جب اہل محلہ نے اذان ثانی کے بغیر جماعت کروائی ہو کیونکہ اس صورت میں تکرار جماعت بالاجماع مباح ہے (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

اما اذا كررت بغیر اذان فلا كراهة مطلقاً وعليه المسلمون ⁴ ۔	جب بغیر اذان کے تکرار جماعت ہو تو اب بہر حال کراہت نہیں اور تمام مسلمان اسی پر ہیں (ت)

یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع ائمہ کتب میں واقع اسی طرف ناظر تو کیونکر ممکن کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہو، ظہیر یہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اسے ظاہر الروایۃ بتایا۔ اقول: واجب کہ اس سے مراد نفی وجوب جماعت ہو نہ وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے اس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح جماعت اولیٰ چھوڑ کر تنہا پڑھنا جائز و گناہ تھا یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل و نقل کے قاعدہ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محتمل کو محتمل کی طرف رد کریں نہ کہ محکم کو محتمل سے رد کریں تو عبارت ظہیر یہ سے رد نقول متظاہرہ اجماع

¹ ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۰۸/۱

² فتاویٰ ہندیہ، الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۳/۱

³ ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۰۸/۱

⁴ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۴۰/۱

ناممکن ہے بلکہ اگر وہ دوسرے معنی صحیح نہ رکھتی نہ اصلاً محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعہ نقول عامہ کے خلاف خود ہی بوجہ غرابت نامقبول ٹھہرتی نہ کہ بالعکس، ردالمحتار باب سجود التلاوة میں ہے:

اس کی نسبت بحر میں المضمرات کی طرف کی ہے اور کہا دوسرا نادر ہے اہ نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صرف صاحب ظہیریہ ہی نے ذکر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد والوں نے اس کی نسبت صرف ان کی طرف ہی کی ہے اہ (ت)	هذا عزاہ فی البحر الی المضمرات و قال ان الثانی غریب ھ وجہ غرابتہ انہ انفراد بذکرہ صاحب الظہیریۃ ولذا عزاہ من بعدہ الیہا فقط ¹ ۔

اسی کے باب المیاء مسئلہ اعتبار عمق میں ہے:

قوله فی الاصح ذکرہ فی المجتبى والتمر تاشی والایضاح والمبتغی وعزاہ فی القنیۃ الی شرح صدر القضاء وجمع التفاریق ھو متوغل فی الاعراب مخالف لما اطلقہ جمہور الاصحاب کما فی شرح الوہبانیۃ ² ۔	قوله فی الاصح اسے مجبئی، تمر تاشی، ایضاح اور مبتغی نے ذکر کیا، قنیہ میں اس کی نسبت شرح صدر القضاء اور جمع التفاریق کی طرف کی ہے، شرح الوہبانیہ کے مطابق جمہور کے اطلاق کی مخالفت کی وجہ سے یہ اعراب میں ڈوبا ہوا ہے (ت)

پھر جبکہ بحال اعادہ اذان اصل مذہب و ظاہر الروایۃ کراہت تحریم تھی،

لما فی ردالمحتار قوله ویکرہ ای تحریماً لقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح ³ ۔	ردالمحتار میں وقولہ ویکرہ یعنی تحریمی مراد ہے کیونکہ صاحب کافی نے کہا یہ جائز نہیں، اور مجمع میں ہے یہ مباح نہیں (ت)

اور بے اذان ثانی جواز و عدم کراہت پر اجماع تو اب اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز و اباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی جامع، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ

¹ ردالمحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۵۶۷

² ردالمحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۵۶۷

³ ردالمحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۵۶۷

محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے:

فان المبکروہ تنزیہا من قسم المباح کما فی رد المحتار وحققناہ فی جمل مجلیۃ۔	کیونکہ مکروہ تنزیہی قسم مباح ہی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور ہم نے اس کی تحقیق "جمل مجلیہ" میں کی ہے (ت)

اس باب میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے ہٹ کر اصلاً کراہت نہیں، ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی ولوالحیہ وجیز کردری و تاتارخانیہ وغنیہ وغیرہا میں اسی کو هو الصحیح وبہ ناخذ (صحیح یہی ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ ت) فرمایا، بحمد اللہ تعالیٰ اس تقریر منیر و توفیق و تحقیق سے واضح ہوا کہ نہ یہ تصحیحیں ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجماع کے خلاف، اور مسئلے میں قول منفع یہ نکلا کہ مسجد محلہ میں بشرائط مذکورہ (جن کے محترزات کی تفصیل جمیل فتاویٰ فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعت ثانیہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے یہی ظاہر الروایہ و مذہب امام ہے اور بے اذان ثانی بلاشبہ جائز اس پر خود اتفاق و اجماع ائمہ ہے مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح بلا کراہت، یہی صحیح و ماخوذ و معتمد ہے اب شبہ اصل سے منقطع ہو گیا اور بالفرض اگر براہ تنزل مان بھی لیں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی تصحیحیں فرمائیں تو ہم پر لازم کہ انہیں کا اتباع کریں، ظاہر الروایہ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر صحیح صریح نہ ہو چکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی تصریح تصحیح کے معارض نہ ہو سکے گی اور اسی تصحیح تصریح کا اتباع ہوگا۔ در مختار میں ہے:

امانحن فعلینا اتباع مار جحوہ و ما صححوہ کما لوافتاوی حیاتہم ¹ ۔	ہمارے لئے اس قول کی اتباع و پیروی لازم ہے جسے فقہانے ترجیح دی اور تصحیح کی جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانے میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ترجیح ضمنی لكل ماکان ظاہر الروایۃ فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریح لمقابلہ ² ۔	ہر ظاہر روایت کو ترجیح ضمنی حاصل ہوتی ہے پھر جب تک اس کے مقابل صریح ترجیح نہ ہو اس سے عدول نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

¹ در مختار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مکتبائی دہلی ۱۵/۱

² ردالمحتار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۵۸/۱

در مختار میں ہے:

اذا ذيلت رواية بالصحيح او لماخوذ به لم يفت بمخالفه ¹ مختصراً۔	جب روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ لکھا ہوا ہو تو اس کے مخالف فتویٰ نہیں دیا جاسکتا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا كان التصحيح بصيغة تقتضي قصر الصحة على تلك الرواية فقط كالصحيح والمأخوذ به ونحوهما مما يفيد ضعف الرواية المخالفة لم يجز الافتاء بمخالفتها لما سيأتى ان الفتيا بالمرجوح جهل ² ۔	جب تصحیح ایسے صیغہ کے ساتھ ہو جو صرف اسی روایت کی صحت کا تقاضا کر رہا ہو مثلاً لفظ صحیح یا ماخوذ بہ وغیرہما جو مخالف روایت کے ضعف پر دال ہو تو اب اس کے مخالف پر فتویٰ دینا جائز نہ ہوگا، جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے کہ مرجوح پر فتویٰ جہالت ہوتی ہے (ت)

اسی میں ہے:

لو ذكرت مسألة في المتن ولم يصرحوا بتصحيحها بل صرحوا بتصحيح مقابلها فقد افاد العلامة قاسم ترجيح الثاني لانه تصحيح صريح ومافي المتن تصحيح التزامي والتصحيح الصريح مقدم على التصحيح الالتزامي اي التزام المتن ذكر ما هو الصحيح في المذهب ³ ۔	اگر کسی مسئلہ کا ذکر متون میں ہوا اور اس کی تصحیح کی تصریح فقہانے نہ کی ہو بلکہ اس کے مقابل کی تصحیح کی ہو تو ایسی صورت میں علامہ قاسم کے نزدیک دوسرے کو ترجیح ہوگی کیونکہ تصحیح پر تصریح ہے اور متون میں تصحیح الزامی ہو اور تصحیح صریح تصحیح الزامی پر مقدم ہوتی ہے یہاں تصحیح التزامی سے مراد یہ ہے کہ متون نے یہ الزام کیا ہوتا ہے کہ ہم وہی ذکر کریں گے جو مذہب میں صحیح قول ہوگا۔ (ت)

اب رہیں بعض تعلیلات، اول تو بعد تصحیح ائمہ ترجیح ہمیں نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں، نہ وہ ہمارا منصب، پھر بعونہ تعالیٰ اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب ردالمحتار پر لکھیں اسعافاً للمرام اس

¹ در مختار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۵۱۱

² ردالمحتار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۵۱، ۵۵

³ ردالمحتار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۳۱

مقام سے اس کی نقل مسطور،

قوله ولنا انه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد الى المسجد وقد صلى اهل المسجد فرجع الى منزله فجمع اهله وصلى ولوجاز ذلك لما اختار الصلاة في بيته على الجماعة في المسجد¹۔

تقریر: قولہ (۱) میں کہتا ہوں کہ اگر تکرار جماعت کے ناجائز ہونے کے لئے اس کو سبب قرار دینا متعین نہیں بلکہ اس کی وجہ اور بھی ہو سکتی ہے کہ آپ مسجد میں جماعت کا اعادہ فرماتے تو یہ وہم ہوتا کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کو پسند نہیں کیا، تو ممکن ہے آپ نے اس وہم کے ازالے اور لوگوں کی جماعت کو صحیح قرار دینے کے لئے ایسا کیا ہو۔ (۲) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی صرف ازواج مطہرات ہی جماعت سے باقی رہ گئی ہوں آپ نے گھر میں ہی جماعت کو پسند فرمایا اور مسجد میں صرف ان کی جماعت کے لئے ان کو نکالنا پسند نہ فرمایا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز ادا کر لینے والے آپ کو دیکھ کر آپ کے پیچھے نماز کا اعادہ پسند کریں یا بعض لوگ پہلی جماعت میں شرکت نہ کر سکے تھے اب آئے تو ان خواتین کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو اس صورت میں ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

قوله ولنا انه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد الى المسجد وقد صلى اهل المسجد فرجع الى منزله فجمع اهله وصلى ولوجاز ذلك لما اختار الصلاة في بيته على الجماعة في المسجد¹۔

اقول: اولاً لا يتعين هذا سبباً لذلك فان في اعادته صلى الله تعالى عليه وسلم الجماعة في المسجد كان ايها انه لم يرض بجماعة القوم فلعله اراد دفع ذلك الوهم وتأكيد تقريرهم على ما فعلوا۔

وثانياً: لعل الباقي من اهله صلى الله تعالى عليه وسلم للجماعة النساء الطاهرات وحدثن فاحب الجماعة ولم يحب ان يخرجهن وحدثن للجماعة للمسجد وعسى ان يراه الناس ممن قد صلوا فيحبوا اعادة الصلوة خلفه صلى الله تعالى عليه وسلم او يجيبين بعض من لم يصل بعد فيقفوا خلفهن فتفسد صلاتهم۔

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۴۰۹ھ

وثالث من فاتته الجماعة وحده فهو مخير في الانفراد واتباع الجماعات وان يأتى اهله فيجمع بهم كما نص عليه في الخانية والبزاية وغيرهما وقد نصوا كما في رد المحتار وغيره ان الاصح انه لو جمع باهله لا يكره وينال فضيلة الجماعة لكن جماعة المسجد افضل¹ هو وقد كان صلى الله تعالى عليه وسلم ربما يترك الافضل لبيان الجواز وكان حينئذ هو الافضل في حقه صلى الله تعالى عليه وسلم لما فيه من التبليغ المبعوث له من عند ربه عز وجل فكيف يسلم قوله ولو جاز ذلك لما اختار۔

وفيه رابعاً: ما يفيد العلامة المحشى ان قد انعقد الاجماع بلانزع على جواز اعادة الجماعة في المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعاً ان مسجده صلى الله تعالى عليه وسلم ليس مسجد محلة فلو تم هذا الاستدلال لصادم الاجماع واتي بتحريم ما ليس في حله بل ولا فضله محل نزاع۔

(۳) جب تنہا آدمی جماعت سے رہ جائے تو اب اسے اختیار ہے کہ وہ تنہا نماز ادا کرے یا جماعت کے ساتھ کہ وہ گھر چلا جائے اور اپنے اہل کو اکٹھا کر کے نماز پڑھے، اس پر خانیہ، بزاز یہ وغیرہا میں تصریح ہے، رد المحتار وغیرہ میں یہ تصریح ہے اگر اس نے اپنے اہل کو جمع کر کے نماز ادا کی تو کراہت نہیں بلکہ جماعت کا ثواب پائے گا، البتہ مسجد کی جماعت افضل ہے اہ، اور بعض اوقات سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان جواز کے لئے افضل کو ترک فرمادیتے تھے اور اس صورت میں آپ کے حق میں وہ بیان جواز ہی افضل ہوگا کیونکہ اس میں احکام خداوندی کی تبلیغ (جس کے لئے اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں) ہے ان کا یہ قول "ولو جاز ذلك لما اختار" کیسے درست ہوگا۔

(۴) جو علامہ محشی نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع کے انعقاد میں کوئی نزاع نہیں کہ مسجد عام میں اعادہ جماعت جائز ہے بلکہ واضح تصریح کی ہے کہ یہ افضل عمل ہے اور یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد مبارکہ مسجد محلہ نہیں، اگر معترض کا یہ استدلال درست ہو تو یہ اجماع سے ٹکرائے گا اور ایسی چیز کو حرام قرار دینا ہوگا جس کے حلال بلکہ اس کے افضل ہونے میں کوئی محل نزاع نہیں۔

¹ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۹۲/۱

اقول: (میں کہتا ہوں) اس کی طرح ضعیف بلکہ اضعف ہے وہ استدلال جو اذان کی بحث میں اس حدیث کے حوالے سے گزرا جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرتے تھے کیونکہ اس میں یہ ہر گز نہیں کہ اگر صحابہ کے ایک گروہ کی معاجماعت فوت ہو جاتی تو وہ سب مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے حاشا للہ ایسی بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں البتہ نادرا کسی ایک صحابی کی کسی ایک وقت کی جماعت رہ جاتی تھی گروہ کی نہیں، اور جمع کے صیغہ کی قرآن فی الفعل پر کوئی دلالت نہیں کہ ایک سے زیادہ افراد مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کی جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کر لیتا اور نفی حرج کی وجہ سے دیگر مساجد کی طرف نہ جاتے تھے یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرح بھی ہے جس میں ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے تو وہ الحمد للہ رب العالمین سے قرأت کی ابتداء کرتے تھے، اسے احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے

اقول: ومثله في الضعيف بل اضعف ما قدم في الاذان من الاستدلال بما روى عن انس رضي الله تعالى عنه ان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كانوا اذا فاتتهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرادى¹، فانه ليس فيه ان الجماعة كانت تفوت جماعة منهم معاف كانوا يصلون في المسجد فرادى مجتمعين وحاش لله متى عهد هذا من الصحابة رضي الله تعالى عنهم وانما كانت تفوت نادرا واحدا بعد واحد منهم ولا دلالة بصيغ الجمع على القرآن في الفعل، فان معناه انهم كانوا كل من فاتته الجماعة صلى في المسجد منفردا ولم يكونوا يتتبعون المساجد نفيا للخرج فكان كقول انس ايضا صليت خلف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان فكانوا يستفتحو ان القراءة بالحمد لله رب العلمين رواه احمد ومسلم²

¹ رد المحتار باب الاذان مطبوعه مصطفى البابي مصر ۲۹۱/۱

² مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۲۳/۳

کیا کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے مضمون میں اس مفہوم پر دلیل ہے؟ اور یہ اس لئے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں جماعت سے مراد جماعت اولیٰ یعنی ہے بلکہ ہم اسے مطلق جماعت پر محمول کرتے ہیں اور ایک گروہ سے جماعت تب فوت ہوگی جب انہیں تکرار جماعت سے منع کیا ہو، لہذا اس سے استدلال ممانعت تکرار کے اثبات پر موقوف ہوگا، تو یہاں مصادرت علی المطلوب عود کرے گی، اور بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کی ہے کہ وہ مسجد میں آئے حالانکہ جماعت ہو چکی تھی تو انہوں نے اذان دی تکبیر کہی اور جماعت کرائی اھ تو تنہا نہ ہونے کی صورت میں ان کی جماعت فوت نہ ہوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا حالانکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو جماعت کرا دی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر کون صدقہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز ادا کرے گا؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز ادا کی، اس کو مسند، ابو داؤد، ترمذی، ابوبکر بن ابی شیبہ، دارمی، ابویعلیٰ، ابن خزیمہ، ابن حبان، سعید بن منصور اور حاکم ان سب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے،

هل لقائل ان يقول ان في نفس الحديث دليلا على هذا المعنى وذلك انا لانسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولى عينا بل نجريها هي على ارسالها والجماعة لاتفوت الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها، فيتوقف الاستدلال به على اثبات ممانعة التكرار فيعود مصادرة على المطلوب وقد ذكر البخاري في صحيحه عن انس نفسه رضي الله تعالى عنه انه جاء الى مسجد قد صلى فاذن واقام وصلى جماعة¹ فلم تفتته الجماعة اذ لم يكن وحده و صح ان رجلا دخل المسجد وقد صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم باصحابه فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من يتصدق على هذا فيصلي معه فقام رجل من القوم فصلى معه² رواه احمد وابو داؤد والترمذی وابوبکر بن ابی شیبہ والدارمی وابویعلی وابن خزيمة وابن حبان وسعيد بن منصور والحاكم كلهم عن

¹ صحیح البخاری باب فضل صلوٰۃ الجماعة الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۹/۱

² مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۵۵

اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوالامامہ اور حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، اور ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن بصری سے مرسلًا روایت کیا ہے، عبد الرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور نے سنن میں ابو عثمان السندی سے بھی مرسلًا روایت کیا ہے۔ اس باب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حکم بن عمیر سے بھی روایت ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے رضی اللہ عنہم اور بعض روایات میں ہے کہ وہ صدقہ کرنے والے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے قولہ کیونکہ ایسے اطلاق سے تقلیل جماعت کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جب جان لیں کہ جماعت فوت نہ ہوگی تو جمع نہ ہوں گے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) ہم جماعت اولیٰ کے عداً ترک کو دوسری جماعت پر بھروسہ کی بناء پر مباح نہیں رکھتے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ اور اس نے اسے قبول نہ کیا وہ گنہگار ہوگا اور وہ قابلِ تعزیر ہے تو یہاں اطلاق کہاں ہے، ہم تو ان لوگوں کی بات کر رہے ہیں جو موجود نہ تھے اب آئے یا وہ کسی معاملہ میں مشغول تھے مثلاً سخت بھوک کی وجہ سے کھانا کھا رہے تھے یا رفع حاجت کے لئے گئے تھے یا اس جیسے دوسرے اعذار ہوں تو اب ایسے لوگوں کا پہلی جماعت سے رہ جانا باجائز شرع ہوگا، اب ان پر جماعت سے

ابی سعید الخدری والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة وعن عصمة بن مالك و ابن ابی شيبه عن الحسن البصري مرسلًا عبد الرزاق فی مصنفه وسعيد بن منصور فی سننه عن ابی عثمان النهدي مرسلًا ايضاً وفي الباب عن ابی موسى الاشعري والحكم بن عمير كما فی الترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وفي بعضها ان ذلك المتصدق على الرجل ابوبكر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہما قوله ولان فی الاطلاق هكذا تقلیل الجماعة معنی فانهم لا یجتمعون اذا علموا انها لا تفوتهم¹۔

اقول: لسنان بیح تعدد ترك الجماعة الاولى اتكالا على الاخرى فمن سماع منادی الله ینادی ولم یجب بلا عذر اثم وعزرفاين الاطلاق وانما نقول فیمن غابوا فحضروا او كانوا مشغولين بنحو الاكل تاقت اليه انفسهم او التخلی وغير ذلك من الاعذار فتخلفهم عن الاولى قد كان باذن الشرع فعلى ما يعاقبون بحرمان الجماعة وفيم تودی الى التقلیل وقد اثبتنا فی رسالتنا

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۴۰۹ھ

محروم ہونے کی وجہ سے کیونکر ملامت کی جاسکتی ہے اور انہیں
تقلیل جماعت کا سبب کیوں قرار دیا جائے؟ ہم نے
رسالے "حسن البراعة في تنقيد حكم الجماعة" میں
ثابت کیا ہے کہ واجب عینی جماعت اولیٰ ہی ہے پس جب
انہوں نے جانا اگر وہ حاضر نہ ہوئے تو واجب فوت ہو جائے گا
تو وہ جمع کیسے نہ ہوں؟ رہا معاملہ سستی اور لاپرواہی کرنے والوں
کا، وہ جمع نہیں ہوں گے خواہ انہیں علم ہو کہ ہماری پہلی اور
دوسری جماعت فوت ہو جائے گی کیا آپ کے علم میں نہیں کہ
بعض معاصرین جو علم و دین کا دغویٰ کرتے ہیں انہوں نے اس
میں بہت زیادہ تشدید کی اور کہا کہ تکرار جماعت ہر حال میں
معصیت و گناہ ہے اور ان کے علاقے میں کچھ عام لوگوں نے
تکرار جماعت کے ترک میں اس کا اتباع کیا حالانکہ وہ پہلی
جماعت کے درپے نہیں ہوئے آپ متعدد گروپوں کو ملاحظہ
کریں گے کہ وہ جماعت کے بعد آتے ہیں وہ ایک ہی مقام پر
تہا تہا نماز ادا کرتے ہیں تو اس عمل سے روافض کے ساتھ
مشابہت میں اضافہ کرتے ہیں اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے
قولہ اور اس کی تائید ظہیر یہ کی یہ عبارت کرتی ہے اگر کوئی
جماعت مسجد میں داخل ہوئی حالانکہ اہل محلہ نے جماعت
کرائی تھی تو وہ تہا نماز ادا کر لیں، اور یہ ظاہر روایت ہے اھ اور
یہ بات سابقہ منقول اجماع کے خلاف ہے

"حسن البراعة في تنقيد حكم الجماعة" ان الواجب
هي الجماعة الاولى عيناً، فإذا علموا انهم لولم
يحضروا فأتهم الواجب فكيف لا يجتمعون، أما
الكسالى وقليل المبالة فلا يجتمعون وان علموا
انهم تفوتهم الاولى والاخرى جميعاً الا ترى ان^ع
بعض العصريين ممن يدعي العلم والدين قد شدد
في ذلك تشديد ابدليغاً وزعم ان تكرار الجماعة
معصية مطلقاً فتبعه بعض عوام تلك البلاد في ترك
تكرار الجماعة ولم يتبعوه في اتيان الاولى فتري
فوجاً من الاحابيش يأتون بعد الجماعة فيصلون
معاً فرادى فيزيدون مشابهة بالروافض والله
المستعان -

قولہ ويؤيده ما في الظهيرية لودخل جماعة المسجد
بعد ما صلى فيه اهل يصلون وحداناً و هو ظاهر
الرواية هو هذا مخالف لحكاية الاجماع المارة¹

عہ وھو رشید احمد گنگوھی ۱۲ (م)

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰۹ھ

اقول: (میں کہتا ہوں یہاں نہ تائید ہے نہ ہی مخالفت، کیونکہ لفظ "یصلون" سے صراحۃً ایجاب ثابت نہیں ہوتا اور جس نے بھی کسی کتاب کے ابواب صفۃ صلوٰۃ و حج کا مطالعہ کیا ہے وہ بہت س) اے الفاظ خبر کا ذخیرہ پائے گا جو ایسی جگہ وارد ہیں جو واجب بلکہ سنت بھی نہیں، ہاں زیادہ سے زیادہ مستحب کے درجے میں ہوتے ہیں، بحر الرائق میں ہے اور طحاوی نے حاشیہ در میں کہا ہے جملہ خبریہ کی دلالت وجوب پر اس وقت ہوتی ہے جب وہ شارع علیہ السلام سے صادر ہو، اور اگر وہ فقہاء کرام سے منقول ہو تو اس جملہ خبریہ بلکہ فقہاء کے امر کی بھی وجوب پر دلالت نہیں ہوتی جیسا کہ امام محمد سے واقع ہے انہوں نے صفۃ صلوٰۃ میں فرمایا نمازی بایاں پاؤں بچھائے اور ہاتھ رکھ دے اور اس پر متعدد مثالیں شاہد ہیں اہ اور میں اس بات کا منکر نہیں کہ بہت سے مقامات پر مفید وجوب بھی ہیں جس طرح ہم نے اس کی تفصیل گفتگو "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں کی ہے، مراد یہاں یہ ہے کہ محتمل کو مفسر پر ترجیح حاصل نہیں، اور معتمدات کی منقولات کے باوجود اس کے ساتھ اجماع متظافر کو کیسے رد کیا جائے بلکہ ان عبارات کو اس پر کیسے محمول کیا جائے جو اجماع کے خلاف ہوں، اگر معاملہ یہی ہے تو ایسی ظاہر الروایۃ

اقول: لاتأید ولا خلاف فان یصلون لیس نصافی الايجاب ومن تتبع ابواب صفة الصلاة والحج من ای کتاب شاء وجد قنایطیر مقنطرة من صیغ الاخبار واردة فیما لیس بواجب بل ولاسنة انما اقصاه الندب، وقد قال فی البحر الرائق والطحاوی فی حاشیة الدر ان ذلك ای دلالة الاخبار علی الوجوب فیما اذا صدر من الشارع اما من الفقهاء فلا یدل هو ولا الامر منهم علی الوجوب کما وقع لمحمد حیث، قال فی صفة الصلاة افترش رجله اليسرى ووضع یدیه وامثال ذلك كثيرة ه ولست انکرانه کثیرا ما یجیب للوجوب کما بیناه فی کتابنا "فصل القضاء فی رسم الافتاء" وانما ارید ان المحتمل لا یقضى علی المفسر فکیف یرد به الاجماع المتظافر علی نقله المعتمدات بل کیف یصح ان یحمل علی ما یصیر به مخالف للاجماع ولو کان کذا لکان هو احق بالرد من الاجماع اذ الحاکم الواحد عن

ظاہر الروایۃ اقرب الی السہو من الجماعة بل لقائل ان یقول لایسکن الحمل ہنا علی الوجوب اصلاً وان قلنا بکراہۃ تکرار الجماعة فی مسجد الحی مطلقاً وذلك کما نصوا علیہ فی الوجیز والتبیین والہندیۃ وغیرہا وسیاتی شرہا وحاشیۃ ان من فأتتہ فی مسجدہ ندب لہ طلبہا فی مسجد اخر الا المسجدین المکی والمدنی کما فی القنیۃ ومختصر البحر وبحث فی الغنیۃ الحاق الاقصی، و ذکر القدوری یجمع بأہلہ ویصلی بہم ای وینال ثواب الجماعة کما فی الفتح فاذا الجماعة معہم لایحتاجون الی التفتیش عنہا فمن ذالذی حرم علیہم ان یدہبوا الی بعض البیوت مثلاً ویجمعوا وینالوا الفضل۔

فان قلت عاقہم عن الخروج الدخول قلت کلامہم المذکور مطلق فیمن دخل ومن لم یدخل والخروج لادراک الجماعة لایسنعہ الدخول الا تری ان مقیم الجماعة یدخل تکبیر الجماعة الاولی بأذنیہ فلان یجوز لہؤلاء الخروج ولا تکبیر ولا اولی

کو رد کر دینا اجماع کے رد سے بہتر ہے کیونکہ اکیلا ظاہر روایت نقل کرنے والے کا بھول جانا جماعت کے بھول جانے سے زیادہ قریب ہے بلکہ کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں وجوب پر محمول کرنا بالکل ممکن ہی نہیں اگرچہ ہم یہ کہیں کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت ہر حال میں مکروہ ہے وہ اس لئے کہ وجیز، تبیین، ہندیہ وغیرہ میں اس پر تصریح موجود ہے اور عنقریب تفصیلاً آئے گا کہ جس نے نماز مسجد میں فوت کر دی اس کے لئے دوسری مسجد میں تلاش جماعت مستحب ہے مگر دو مساجد، حرم مکی اور حرم مدنی میں جیسا کہ قنیہ اور مختصر البحر میں ہے، قنیہ میں مسجد اقصیٰ کو بھی شامل کیا گیا ہے، قدوری نے ذکر کیا کہ وہ اپنے گھروالوں کو جمع کرے اور جماعت کرائے، یعنی وہ جماعت کا ثواب پالے گا۔ فتح میں اس طرح ہے اہل کے ساتھ جماعت اس کی تلاش کی محتاج نہیں رہتے تو ان پر کس نے حرام کیا ہے اس بات کو مثلاً وہ گھر کی طرف جائیں اور انہیں جمع کریں اور ثواب جماعت پائیں۔

فان قلت (اگر کوئی کہے کہ) مسجد میں داخلہ دوسری جگہ جانے کو مانع ہے میں کہتا ہوں ان کا مذکورہ کلام مطلق ہے خواہ وہ شخص داخل ہے یا داخل نہیں اور ادراک جماعت کے لئے خروج اس کو دخول سے مانع نہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ دوسری جگہ جماعت کا منتظم، پہلی جماعت کی تکبیر کے وقت مسجد سے نکل سکتا ہے تو ان کے لئے خروج ہر طور جائز ہوگا نہ تکبیر ہے

لاولى وبألجملة لامحل ههنا للإيجاب وعليه كان يتوقف التأييد والخلاف فإن قُلْتُ فأذلا وجوب فبامتنع الكلام قُلْتُ أفادة جواز الانفراد لهم بلا حظ ولا حرج بخلاف ما لو لم تقم الجماعة بعد حيث لا يجوز الصلاة منفردا إلا بعدد لما فيه من تفويت الجماعة الواجبة على المعتمد أو القريبة من الوجوب على المشهور فأذن كان على وزان ما قال العيني في عمدة القارى قال ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه سها أو نام أو شغله عن الجماعة شغل جمع بأهله في منزله وان صلى وحده يجوز¹ وهذا معنى لا غبار عليه ان شاء الله تعالى وبه يزول كل اشكال والله الحمد -

قوله وعن هذا ذكر العلامة الشيخ رحمه الله السندى تلييد المحقق ابن الهمام في رسالته ان ما يفعله اهل الحرمين من الصلاة بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مكروه اتفاقا الى

اور نہ جماعت اولیٰ، الغرض یہاں ایجاب کا محل نہیں اور اسی پر تائید اور خلاف موقوف تھا، اگر اے معترض تو یہ کہے کہ جب وجوب ہی نہیں تو کلام کا انشایا ہوگا؟ تو میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ ان کے لئے بلا خوف و خطر تنہا نماز ادا کرنے کا جواز بیان کرنا مقصود ہے، بخلاف اس صورت کے جب ابھی جماعت نہ ہوئی ہو کہ اب عذر کے بغیر تنہا نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اب اس جماعت کا فوت کرنا لازم آئے گا جو مختار قول کے مطابق واجب اور مشہور قول کے مطابق قریب واجب ہے اور یہ بات اس طریقہ پر ہوگی جو امام عینی نے عمدة القاری میں بیان کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا یا سو گیا یا کسی اہم مصروفیت کی بنا پر جماعت میں شرکت نہ کر سکا تو وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور باجماعت نماز ادا کرے اور اگر اس نے تنہا نماز ادا کر لی تب بھی جائز ہے اھ یہ معنی نہایت ہی واضح ہے اس میں کوئی غبار نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتھ ہر اشکال بھی زائل ہو جاتا ہے قولہ اس بارے میں علامہ شیخ رحمہ اللہ السندی جو شیخ ہمام کے شاگرد ہیں نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اہل حرین جو متعدد ائمہ اور مترتب جماعات کی صورت میں نماز ادا کرتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے، اس کے

¹ عمدة القاری شرح بخاری باب وجوب صلوٰۃ الجماعة مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریۃ بیروت ۱۲۲/۵

اس قول تک ذکر ہے کہ اسے رملی نے حاشیہ بحر میں ثابت رکھا ہے

اقول: (میں کہتا ہوں) اے اللہ! تو پاک ہے، اس عبارت کو ہمارے زیر بحث مسئلہ کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟ ان کی انکاری گفتگو اس تفریق پر ہے جو دانستہ ہو، جیسا کہ حرمین شریفین میں واقع ہے کیونکہ وہ جماعت کو مختلف حصص میں بانٹ کر ہر ایک حصہ کے لئے الگ الگ امام مقرر کرتے ہیں اور تفریق قصدی کا شرعاً کوئی باعث نہیں اور وہ بالاتفاق جائز نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ فوت کا طریقہ یوں جاری نہ فرماتا، اور اس میں تمام مساجد برابر ہیں خواہ وہ محلّہ کی ہیں یا شوارع یا شہر کی جامع یا دیہات و جنگل کی، ان میں کوئی تفریق نہیں، پھر مخالف مذہب کی اقتدا میں متعدد وجوہ پر اختلاف واقع ہوا ہے اس کی تفصیل بحر، ردالمحتار وغیرہ میں موجود ہے ہم نے اس کا خلاصہ اپنے فتاویٰ میں ذکر کر دیا ہے اور جس کے نزدیک بالکل کراہت نہیں یعنی جب مقتدی کو علم نہ ہو کہ امام دوسرے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو یہ حکم مقتدی کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے اور یہی صحیح ہے یا مقتدی کو معلوم ہو کہ امام رعایت نہیں کرتا تو اس صورت میں عدم کراہت کا حکم امام کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے تو (عدم کراہت کے قائل کے نزدیک ان متفرق جماعتوں کے لئے

قوله واقرة الرملی فی حاشیة البحر¹
اقول: یاسبخن اللہ ای مساس لہذا بآنحن فیہ فان انکارہم علی التفریق العمدی کما ہو الواقع فی الحرمین المکرمین فانہم جزؤا الجماعۃ اجزاء وعینوا کل جزء اماما والتفریق بالقصد حیث لا باعث علیہ شرعاً لایجوز اجباعا والالباسن اللہ تعالیٰ صلاۃ الخوف و هذا تستوی فیہ مساجد الاحیاء والقوارع و الجوامع والبراری جمیعاً قولا فصلا من دون فصل ثم وقع الخلاف فی الاقتداء بالمخالف علی وجہ فصلہا فی البحر ورد المحتار وغیرہما و اتینا علی لبابہ فی فتاونا فمن لا کراہۃ عندہ اصلا ای اذا لم یعلم ان الامام لایرأع مذہب غیرہ بناء علی اعتبارہ رأی المقتدی کما ہو الاصح او علم انہ غیر مراع عند من یقول العبرة برأی الامام فهذا التفریق عندہ من دون باعث شرعی

¹ ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۴۰۹/۱

شرعی جواز نہیں اور یہی عدم کراہت کے قائل لوگ اس سال حاضر ہوئے اور انہوں نے انکار کیا، اور وہ شخص جس نے رعایت میں شک کی صورت میں کراہت کا حکم لگایا وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ افضل موافق کی اقتداء ہی ہے جیسے بھی ممکن ہو تو اب اگرچہ رعایت متحقق ہو جائے تو یہ اس کے نزدیک وجہ شرعی کی بنیاد ہوگا اور یہی جمہور کی رائے ہے اور اسی پر عمل ہے لہذا اہل حرمین پر کوئی انکار و اعتراض نہیں اور نہ ہی ان کے عمل میں کوئی خلل و نقص ہے اور علامہ سید محشی نے آگے چل کر ملا علی قاری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو اقتدا موافق امام کی افضل ہے خواہ وہ جماعت پہلے ہو یا بعد میں، اسے عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا اور جمہور مسلمان مثلاً اہل حرمین، قدس، مصر و شام کا عمل اسی پر ہے اور اس کے خلاف رائے رکھنے والے کا کوئی اعتبار نہیں اب ہر حال میں اس کلام کا تعلق کسی اور معاملے سے ہے اس کا تعلق تکرار جماعت کے جواز اور عدم جواز سے نہیں۔

قولہ لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ مثلاً مسجد مکی اور مسجد مدنی جن کی جماعت معین و معلوم نہیں تو انہیں مسجد محلہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ مسجد شارع کی طرح ہوں گی، اور پہلے گزر چکا ہے کہ مسجد شارع میں بالاتفاق تکرار جماعت میں کراہت نہیں، اس

وهؤلاء هم الذين حضروا الموسم تلك السنة وانكروا ومن حكم بالكراهة عند الشك في المراءات او اعتقدان الافضل الاقتداء بالموافق مهما امكن وان تحققت المراءة فهو عنده بوجه شرعي وهم الجمهور وعليه العمل فلا انكار على اهل الحرمين و ليس في فعلهم خلل ولا زلل والعلامة السيد المحشي هو الناقل فيما سيأتي عن الملا على القاري انه قال لو كان لكل مذهب امام كما في زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر على ما استحسنه عامة المسلمين وعمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين والقدس ومصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم¹ وعلى كل فهذا الكلام من واد اخرا لا تعلق له بجواز التكرار وعدمه قوله لكن يشكل عليه ان نحو المسجد المكي والمدني ليس له جماعة معلومون فلا يصدق عليه انه مسجد محلة بل هو كمسجد شارع وقد مر انه لا كراهة في تكرار الجماعة

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۷۱۷

فیہ اجماعاً¹ فلیتأمل اقول: انما نشأ الاشكال من حبلہ علی مسئلة التكرار وقد علمت ان لم يقصدوها وانما انكروا تعدد التفريق وهو محذور قطعاً ولو فی مسجد شارع فالعجب من السيد العلامة المحقق المحشى یورد علی مسئلة التكرار مالا وروده علیها ثم يستشكل هذا الوارد بما لا اشكال به اصلاً ولكن لكل جواد كبوة نسأل الله سبحانه عفوہ۔

ثم اقول: واشد العجب من العلامة الشيخ رحمة الله رحمة الله تعالى حيث قال الاحتياط فی عدم الاقتداء به "ای بالمخالف" ولومراً عیاً² كما سینقله المحشى عنه ثم قال ههنا بکراهة ترتیب الجماعة وادعی الاتفاق علی خلاف ما علیه الجمهور ولیت شعری اذا کان هذا مکروهاً وفاقاً فكيف يعمل بالاحتياط الذی اعترفت به ایجعل الناس کلهم علی مذهب واحد ام یسکن مقلداً کل امام فی بلدة علیحدة او یجعل لكل منهم مسجد بحیالہ ویمنع

میں مزید غور کرنا چاہئے اقول: (میں کہتا ہوں) یہ اشکال تب ہے جب اس کو مسئلہ تکرار پر محمول کیا جائے حالانکہ آپ جان چکے وہ ان کے یہاں مقصود نہیں، انہوں نے دانستہ تفریق سے انکار کیا ہے اور وہ یقیناً ممنوع ہے اگرچہ مسجد شارع ہی کیوں نہ ہو تو تعجب ہے علامہ محقق محشی پر کہ انہوں نے اس مسئلہ تکرار پر محمول کیا حالانکہ اس کا یہ محل نہیں ہے پھر اس حمل پر مبنی ایسا اشکال بنالیا جس سے کوئی اشکال پیدا ہی نہ ہو سکتا تھا لیکن ہر شاہسوار کے لئے ٹھوکر ہوتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اس پر ان کے لئے معافی کے طلبگار ہیں

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) سب سے زیادہ تعجب علامہ شیخ سندى رحمہ اللہ پر کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے "مخالف کی اقتداء نہ کرنے میں احتیاط ہے اگرچہ وہ رعایت کرتا ہو" جیسا کہ محشی عنقریب اس کو ان سے نقل کرے گا، پھر یہاں کہا کہ ترتیب جماعت مکروہ ہے اور جمہور کے موقف کے خلاف اتفاق کا دعویٰ کیا، افسوس صد افسوس اگر یہ عمل بالاتفاق مکروہ ہے تو اس احتیاط پر عمل کیسے ہوگا جس کا تم نے خود اعتراف کیا ہے، کیا تمام لوگ ایک مذہب کے ہو جائیں گے یا ہر شہر میں ہر مذہب کے مقلدین الگ الگ آباد ہوں گے، یا ہر مذہب کی الگ الگ مسجد بنائی جائے گی، اور ان

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۰۹ھ

² رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۱۷ھ

دو مبارک مساجد سے بقیہ تین مذاہب کے لوگوں کو نماز ادا کرنے سے روک دیا جائے گا یا ایک مذہب والوں کی جماعت ہوگی اور دوسرے لوگوں کو تنہا نماز ادا کرنے کو کہا جائے گا،

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) اسی طرح کا اعتراض علامہ خیر الملت والدین رملی رحمہ اللہ پر بھی وارد ہوتا ہے جیسا کہ گزرا وہی ناقل ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا حاشیہ علامہ رملی شافعی سے ہے کہ جب مخالف کے علاوہ کسی امام کو پانا ممکن ہو تو مخالف کی اقتداء مکروہ ہے، اسی پر رملی کبیر نے فتویٰ دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہ نے اس پر اعتماد کیا ہے کہا، الحاصل، ان کے ہاں اس بارے میں اختلاف ہے اور ہر وہ علت جس کی بنا پر ہماری اقتداء ان کے لئے صحیح، فاسد یا افضل ہے ایسا ہی معاملہ ہمارا ان کے ساتھ ہے اور آپ نے وہ سن ہی لیا ہے جس پر رملی نے اعتماد کیا اور فتویٰ دیا ہے میں فقیر انہی کی مثل کہتا ہوں اس مسئلہ میں جہاں حنفی کسی شافعی کی اقتداء کرے انصاف پسند فقیہ اسے تسلیم کرے گا۔

اور میں فقہ حنفی کا رملی ہوں (رملی شافعی اور رملی حنفی) دونوں عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

پس جب دانش و انصاف کا فیصلہ مخالف کی اقتداء کا مکروہ ہونا ہے تو اہل حرمین کے عمل پر انکار کیسے کیا جاسکتا ہے یقیناً علامہ خیر الدین رملی نے شرح

اہل ثلثة مذاہب عن الصلاة في المسجدين الكريمين او تجعل الجماعة لمذهب واحد ويؤمر الباقون بالصلاة فرادى،

ثم اقول: ويرد مثله على تقرير العلامة خير الملة والدین الرملی رحمہ اللہ تعالیٰ لہا مروہ والنقل کما سیأتی حاشیة عن العلامة الرملی الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء بالمخالف حیث امکنہ غیرہ وبہ افتی الرملی الکبیر واعتمدہ السبکی والاسنوی وغیرہما قال والحاصل ان عندهم فی ذلك اختلافًا وکل ماکان لہم علة فی الاقتداء بناصحة وفسادا و افضلیة کان لنا مثله علیہم وقد سمعت ما اعتمدہ الرملی و افتی بہ والفقیر اقول مثل قوله فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقہ البنصف یسلم ذلك۔

وانا رملی فقہ الحنفی

لامر بعد اتفاق عالمین¹

فاذا کان الفقہ والانصاف ہو کراهة الاقتداء بالمخالف فکیف ینکر علی ما فعلہ اهل الحرمین لاجرم رجع العلامة

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۱۷ھ

زاد الفقیر علامہ غزی جس کا متن امام ابن ہمام کا ہے کے حاشیہ میں رجوع کر کے جمہور کے ساتھ موافقت کی اور کہا جیسا کہ اسے منحیہ الخالق علی البحر الرائق میں نقل کیا ہے، باقی رہا معاملہ اس بات کا کہ مخالف کی اقتداء افضل ہے یا انفراد، تو اس بارے میں ہمارے علماء میں سے کسی کی تصریح میری نظر سے نہیں گزری، بظاہر ان کی عبارات سے دوسری بات (انفراد کا افضل ہونا) ہی سمجھ آتی ہے اور جو میرے نزدیک واضح و احسن ہے وہ پہلی بات (اقتداء مخالف) ہے کیونکہ دوسری صورت میں ایسی جگہ ترک جماعت لازم آئے گا جہاں اس کے بغیر جماعت حاصل نہیں ہوتی اور اگر ایسی صورت نہ ہو مثلاً وہاں کسی حنفی کی اقتداء کی جاسکتی ہے تو اقتداء حنفی ہی افضل ہوگی الخ تو یہاں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ اگر حنفی امام موجود ہو تو اسی کی اقتداء افضل ہے اگرچہ شافعی امام صالح، متقی، صاحب ورع اور اختلافی صورت میں حنفی مذہب کی رعایت کرنے والا موجود ہو جیسا کہ اسی حاشیہ میں اس کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ (ت)	نفسه في حاشيته على شرح زاد الفقير للعلامة الغزي والبتن للإمام ابن الهمام الى موافقة الجمهور فقال كما نقله في منحة الخالق على البحر الرائق بقى الكلام في الافضل ما هو الاقتداء به او الانفراد لم ار من صرح به من علمائنا وظاهر كلامهم الثاني، والذي يظهره يحسن عندي الاول لان في الثاني ترك الجماعة حيث لا تحصل الابه ولولم يكن بان كان هناك حنفى يقتدى به الافضل الاقتداء¹ به الخ فقد اعترف ان الافضل الاقتداء بالحنفى اذا وجد وان كان الشافعى الذى يؤمر صالحاً عالماً تقياً نقياً يراعى الخلاف كما وصفه في تلك الحاشية

یہ تمام عبارات تعلیقات فقیر علی رد المحتار کی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اس سے حق واضح و جلی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ منحیہ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۶/۲

مسئلہ ۸۸۳: از سنبھل ضلع مراد آباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فارسی مدرسہ جارج مسلم اسکول

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل ہے خواہ نمازی کم ہو، خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اس کی یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کر لیا جائے، عمر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے، کسی جگہ کے واسطے فضیلت نہیں ہو سکتی، اگر اس قدر نمازی ہوں کہ محراب سے راست وچپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کر لی جائے دوسرے یہ کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کا اختتام ہو گیا، علمائے حال کا قیاس کیا ہو سکتا ہے جبکہ علمائے حال کی یہ کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی سے کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مکلف خدمت ہوں کہ جواب مع دلیل تحریر فرمائیں، مگر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا محض قیاس سے کام لینا چاہتا ہے عمر قیاس کو رد کر کے منقول دلیل مانگتا ہے۔

الجواب:

فی الواقع سنت متوارثہ یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف میں رہے محراب کا نشان اسی غرض کے لئے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر امام ایک کنارے کی طرف جھکا ہوا کھڑا ہو تو اگر جماعت زائد ہے فی الحال امام وسط صف میں نہ ہوگا اور ارشاد حدیث تو سطوا الامام (امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ ت) کا خلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ ہے لاجرم خود امام مذہب سید امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص ہے کہ گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کنارہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کا ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس و زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ محراب صوری اس کی علامت ہے جس مسجد کے دو حصے ہوں ایک مسقف دوسرا صحن، جیسا کہ اب اکثر مساجد یوں ہی ہیں وہ دو مسجدیں ہیں مسقف مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور صحن مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی مسجد، ہر مسجد کے لئے وہ محراب حقیقی موجود ہے، اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتبار اسی محراب حقیقی کا ہے یہاں تک کہ اگر محراب صوری وسط میں نہ ہو یا جانب مسجد بنا دینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اس میں نہ کھڑا ہو بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسط مسجد ہے، اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل، اور صحن مسجد بھی ایک مسجد ہے تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے، صحن مسجد میں جو جگہ

قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اس مسجد میں محراب صوری نہ بنی ہو اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنت ہے بشرط جماعت اولیٰ، لیکن جماعت ثانیہ کے لئے اسی مقام سے دہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا، نافی کراہت ہے، معراج الدراية شرح ہدایہ میں ہے:

فی مبسوط بکر، السنة ان يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولوقام في احد جانبي الصف يكره ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوي وامتلأ المسجد يقوم الامام في جانب الحائط ليستوي القوم من جانبيه والاصح ما روى عن ابي حنيفة رضى الله تعالى عنه انه قال اكره ان يقوم بين الساريتين اوفي زاوية اوفي ناحية المسجد او الى سارية لانه خلاف عمل الامة قال صلى الله تعالى عليه وسلم توسطوا الامام وسد والخلل¹	مبسوط بکر میں ہے امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہو، اگر وہ صف کی کسی جانب کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہوگا، اگر مسجد صیفی جانب شتوی میں ہو اور مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی طرف کھڑا ہو تاکہ قوم دونوں اطراف میں برابر ہو جائے، اصح طور پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں امام کے دوستوں کے درمیان یا گوشہ مسجد یا کنارہ مسجد یا ستون کی طرف کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ عمل امت کے مخالف ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے خلا کو پُر کرو۔ (ت)

اسی میں ہے:

المحاريب ما نصبت الا اوسط المساجد و هي قد عينت لمقام الامام²	محراب نہیں بنائے جاتے مگر درمیان مسجد میں اور وہ مقام امام کو متعین کرتے ہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸۴: ازکان پور نئی سڑک مسئلہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھٹن ۱۳ صفر ۱۴۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید اور عمرو کے بارے میں، دونوں حنفیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث: زید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب من صلی الصلاة مرتین (جس نے نماز دو بار پڑھی۔ ت)

¹ رد المحتار بحوالہ معراج الدراية باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۲۰ھ

² رد المحتار بحوالہ معراج الدراية باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۲۰ھ

میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زید آخری حصہ حدیث:

اذا جئت الصلوة فوجدت الناس فصل معهم وان كنت قد صليت كن لك نافلة وهذه مكتوبة¹	جب تو نماز کے لئے آیا تو لوگوں کو نماز ادا کرتے پایا تو ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو جا اگر تو نماز پڑھ چکا تو وہ نفلی ہوگی اور یہ فرضی ہوگی۔ (ت)

کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فرض ہو جائے گی دلیل یہ ہے: وان کانت قد صلیت تکن لک نافلۃ میں آیا کرتا ہے اس کے بعد مستقل جملہ اور کلام مستأنف ہوا کرتا ہے یہاں ایسا نہیں، عمرو کہتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے، عمرو آخری حصہ حدیث مندرجہ بالا کا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی، اس وجہ سے کہ ان وصلیہ ہے، دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت میں اول واؤ داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لئے مخصوص ہے اور قد تحقیق ماضی کے لئے نیز ہذہ اسم اشارہ قریب ذکر کے لئے ہے پس قد صلیت سے جو صلوة مدلول ہے وہ مثلاً الیہ ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہ فرض ہوگی اور جو صلوة فصل معہم سے مدلول وہ بعید ذکر ہے وہ مثلاً الیہ نہیں اگر خود کنت ماضی کو شرط بنایا جائے تو تکن جزاء مرتب کون مخاطب پر نہیں ہے نیز فصل معہم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی جزا کو علی سبیل التسلیم تب بھی تکن لک نافلۃ جواب امر کا ہے جزا نہیں بوجہ مقدم ہونے امر کے جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو شرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغنا ہو جاتا ہے ان دونوں قائلوں میں کون سا قائل راستی پر ہے نیز اوپر بیان کی ہوئی دلیلیں قابل قبول ہیں یا نہیں؟ زید و عمرو کی دلیلوں میں سے کس کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں؟ دیگر جو نماز رکوع و سجود والی علاوہ مجرد عصر و مغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید و جمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ جماعت ملنے پر نفلاً تکرار نماز کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کر کے دوسری جماعت دوسرے روز ملنے پر تکرار نماز کر سکتا ہے اور وہ نفل ہوگی استدلال لایا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب:

زید کا قول غلط اور دلیل باطل

ادگ: ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آنا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستأنف ہی ہونا

¹ سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزله الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۵/۱

سب باطل و بے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزا میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قوله تعالى وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ١-	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگرچہ آپ (ایمان پر) حریص ہیں مگر اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ (ت)

رضی میں ہے:

قد تدخل الواو على ان المدلول على جوابها بما تقدم ولا تدخل الا اذا كان ضد الشرط اولى بذلك المقدم والظاهر ان الواو في مثله اعتراضية ونعني بالجملة الاعتراضية ما يتوسط بين اجزاء الكلام متعلقاً بمعنى مستانفاً لفظاً كقوله ع: تری کل من فیہا وحاشاک فانیا کقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "انا سیّد ولد آدم ولا فخر" فتقول فی الاول زید وان کان غنیاً بخیل وفي الثانی زید بخیل وان کان غنیاً والاعتراضیة تفصل بین ای جزئین من الکلام کانا بلا تفصیل اذا لم یکن احدهما حرفاً ² مختصراً	کبھی واؤ اس لئے آتا ہے کہ اس جواب کا مدلول سابقہ ہے یہ وہیں ہوگا جہاں ضد شرط اس مقدم کے زیادہ مناسب ہو اور ظاہر یہ ہے کہ ایسے مقام پر واؤ اعتراضی ہوتی ہے اور جملہ معترضہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ اجزائے کلام کے درمیان ایسے کلمات آجائیں جو معنی و مفہوم کے اعتبار سے اس سے متعلق ہوں اور لفظاً اس سے جدا ہوں جیسے شاعر کا یہ مصرعہ ہے: وہ دنیا میں ہر چیز کو فانی جانتا ہے اور تو محفوظ رہے۔ بعض اوقات تمام کلام کے بعد واؤ آتی ہے، مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: میں اولاد آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں، پہلے کی مثال "زید بخیل وان کان غنیاً" ہے، جملہ معترضہ بلا تفصیل کسی بھی کلام کے دو جزوں میں فصل پیدا کرتا ہے بشرطیکہ دونوں میں سے کوئی جز حرف نہ ہو اور مختصراً (ت)

¹ القرآن ۱۲/۱۰۳

² شرح رضی مع الکافیۃ، بیان المضارع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵۸/۲، ۲۵۷

لاجر مصحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الادخل الجنة وان زنى وان سرق وان زنى وان سرق وان زنى وان سرق على رغام انف ابى ذر ¹ ۔	جس بندے نے بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا پھر اسی پر فوت ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس نے زنا و چوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا و چوری کی، اگرچہ اس نے زنا و چوری کی، ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (ت)

ثانی حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک و احمد و نسائی نے محسن بن اورع دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جئت المسجد وكنت قد صليت فاقميت الصلاة فصل مع الناس وان كنت قد صليت ² ۔	جب تو مسجد میں آئے اور نماز پڑھ چکا تھا اور جماعت کھڑی ہوئی تو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا تھا۔ (ت)

یہاں یقیناً وصلیہ ہے، مراقبہ میں ہے:

(فصل) ای نافلة لا قضاء ولا إعادة (مع الناس وان) وصلية ای ولو (كنت قد صليت ³ ۔	(تو نماز پڑھ) یعنی نفل نماز نہ قضاء اور نہ اعادہ (لوگوں کے ساتھ اگرچہ) "ان" وصلیہ ہے یعنی اگرچہ (تو نماز پڑھ چکا تھا)۔ (ت)

ثالث: صرف "ان" کا وصلیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد المعنیین کی تعیین نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استناد
نا مقبول مدار ضمیر تنکن کے مرجع اور حذہ کے مشار الیہ پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لئے ہے اور اشارہ اولیٰ کی طرف کہ وہی اقرب
ذکر ہے کما قالہ عمرو (جیسا کہ عمرو نے کہا۔ ت) تو اولیٰ فرض اور ثانیہ نفل ہوگی اگرچہ "ان" شرطیہ ہو اور عکس ہے تو عکس
اگرچہ "ان" وصلیہ ہو و هذا ظاهر

¹ صحیح البخاری کتاب اللباس باب الثیاب البیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶۷/۲

² مؤطا امام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل حدیث محسن الدیلمی مطبوعہ دار الفکر بیروت

³ سنن النسائی اعادۃ الصلوٰۃ مع الجماعة مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۹/۱

³ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوٰۃ مرتین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۶/۳

جدا (اور یہ بہت واضح ہے۔ ت)۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

(وان كنت قد صليت) اگرچہ تو نے نماز ادا کر لی ہو (تکن لک نافلة) دوسری دفعہ لوگوں کے ساتھ جو تو نے نماز پڑھی وہ تیری نفل نماز ہوگی (وهذه مكتوبة) اور جو تو نے پہلے پڑھی وہ فرض نماز ہوگی اور یہ معنی و مفہوم ان ظاہر احادیث کے موافق ہے جو اس بات پر دال ہے کہ دوسری نماز نفل ہوگی کیونکہ فرضی نماز پہلی نماز ادا کرنے سے ساقط ہو گئی۔ (ت)	(وان كنت قد صليت) اگرچہ ہستی تو کہ تحقیق نماز گزار (تکن لک نافلة) باشد نمازیکہ دوم بار میکنی بامردم نفل مرترا (وهذه مكتوبة) و باشد این نماز کہ نخست گزارده فرض و این معنی موافق است بظاہر احادیث کہ دلالت دارد بر بودن نماز دوم نفل از جهت سقوط ذمہ بادائے اولی¹۔

پھر طبیبی شافعی سے دوسرے معنی نقل کئے، دیکھو ان شرطیہ لیا اور نماز دوم کو نافلہ قرار دیا، مراقہ میں ہے:

(لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو) تاکہ تجھے جماعت کا ثواب اور نوافل میں اضافہ حاصل ہو جائے، یعنی تیری پہلی نماز (تیرے لئے نفل اور یہ) یعنی وہ نماز جو تو نے ابھی پڑھی، بعض محدثین نے فرمایا کہ معاملہ میں اس کے عکس کا احتمال ہے (تیرے لئے فرض)۔ (ت)	(فصل معهم وان كنت قد صليت) ليحصل لك ثواب الجماعة وزيادة النافلة (تکن) ای صلاتك الاولى (لک نافلة وهذه) ای التي صليتها الآن قيل ويحتمل العكس (مكتوبة)²

شرح میں وان كنت قد صليت کے بعد ليحصل لك الخ لانے سے ظاہر ہے کہ ان وصلہ لیا ورنہ شرط و جزا کے بیچ میں اس کے لانے کا کوئی محل نہ تھا فصل معهم کے بعد لکھتے اور نماز دوم کو فریضہ بتایا۔

اقول: ممکن ہے ان کے ذہن میں پہلے ہی وہ کھٹکا موجود ہو جو احادیث و قواعد کے موافق ہے تو انہوں نے ان کو وصلیہ بنایا اس کی تائید ان کا	اقول: ولا يبعد ان يكون القدح في ذهنه اولاً ما هو الاوفق بالأحاديث و الصق بالقواعد فجعل ان وصلية ويؤيده

¹ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلى صلوٰۃ مرتین مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۹۵ھ

² مراقہ شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلى صلوٰۃ مرتین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۷۹/۳

قول "وزيادة النافلة" کر رہا ہے اگرچہ اس کی تاویل یوں بھی ممکن ہے کہ نافلہ سے مراد پہلی نماز ہے انہوں نے حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی فصل معهم (ان کے ساتھ نماز پڑھ) پر اسے مرتب کیا ہوا اگرچہ اس کا وقوع باعتبار وصف نفل کے سابق ہے کیونکہ اس نفل نماز کا ظہور جماعت کے ساتھ ہوگا، اسے یاد رکھو، پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی تکلن پر آئے تو نظر حاشیہ طیبی کی طرف گئی جو کچھ وہاں تھا اسے نقل کر دیا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	قوله وزيادة النافلة وان امکن تاويله بان المراد بالنافلة هي الاولى وترتيبها على قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فصل معهم مع وقوعها سابقاً باعتبار وصف نافلية فانه انما يظهر بصلاته معهم فافهم ثم اذا اتى على قوله صلى الله تعالى عليه وسلم تكن حاد النظر الى حاشية الطيبي فنقل ما فيها والله تعالى اعلم۔

عمر و کا قول صحیح اور دلائل زائل اوائی ہم بیان کر چکے کہ ان کا وصلیہ ہونا کچھ مفید نہ شریعیہ ہونا مضر۔

ہیچا دخول واؤ وصلیہ ہونے پر کیا دلیل شریعیہ پر بھی عاطفہ آتا ہے۔

ثالثاً کنت اور قد بھی منافی شریعیہ نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فعلی هذا لا تقول ان قد فعلت وان قد

تفعل^۱ اھ "رضی" یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لئے شرط کرتے ہیں

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ذکر کیا "اگر میں نے یہ کہا تو تو جانتا ہے" اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گواہ کے حوالے سے فرمایا اگر ان کا قیص پیچھے سے پھٹا ہے (ت)	كقوله تعالى عن عبده عيسى عليه الصلاة والسلام ان كنت قلته فقد علمته^۲ وقوله تعالى عن شاهد يوسف عليه الصلاة والسلام وان كان قبيصة قد من دبر^۳۔

یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا اور معنی ماضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اس پر ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا

^۱ شرح رضی مع الکافیہ بیان المضارع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۲

^۲ القرآن ۱۱۶/۵

^۳ القرآن ۱۲/۷۷

لہذا اسے خبر کان اور کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے، رضی میں ہے:

اعلم ان يكون شرطها في الاغلب مستقبل المعنى فان اردت معنى الماضى جعلت الشرط لفظ كان كقوله تعالى ان كنت قلته، وان كان قميصه وانما اختص ذلك بكان لان الفائدة التي تستفاد منه في الكلام الذي هو فيه الزمن الماضى فقط ومع النص على المضى لا يمكن استفاده الاستقبال¹۔	پھر جان لے کہ (ان) کے لئے اغلب طور پر یہ شرط ہے کہ وہ معنی کے اعتبار سے مستقبل پر دلالت کرتا ہے اگر تو معنی ماضی کا ارادہ کرے تو تو لفظ کان کو شرط کر دے جیسے فرمان الہی ہے "ان كنت قلته وان كان قميصه" اسے کان سے اس لئے مختص کیا ہے کہ وہ فائدہ جو اس میں مقصود ہے وہ فقط ماضی والی کلام سے حاصل ہے اور ماضی پر نص کے باوجود استقبال کا استفادہ ممکن نہیں رہتا۔ (ت)

اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحالہ ہے تو ماضی کے لئے قد کا آنا کیا محال ہے۔

راجا: نماز اول اگر قریب ذکر ہے دوم قریب و قوماً ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع قدیم متاخر الذکر سے اقرب ہے۔
خامساً: ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکلن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکلن سے
قد صلیت متصل ہے تو ضمیر سابقہ کی طرف اور اس کا تقاضا اقتضائے ہذہ سے پہلے ہوا۔

سادساً: شرط بلاشبہ کنت ہے مگر معنی سببیت کہ شرط میں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ مع جمع متعلقات ان تلوتم
یس فی بیعتی عند رأسی ثلاث لیال مستقبلی القبلة متوضیین فانتتم احرار (اگر تم میرے گھر میں، میرے
سر کے قریب تین راتیں با وضو قبلہ رو ہو کر یس پڑھو تو تم آزاد ہو۔) ان ساتوں قیود کے جمع ہونے سے آزاد ہوں گے
مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً کان جس کی دلالت حدیث مطلق و زمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں کیا قدمنا انفا
عن الرضی (جیسا کہ ہم نے رضی کے حوالے سے ابھی ذکر کیا۔) تو سبب کون، مخاطب نہیں بلکہ کونہ قد صلی یعنی
تقدم ایقاع صلاۃ کہ اس کا نافلہ ہونا اس کے وقوع پر موقوف۔

سابعاً: امر کے لئے جواب لاسکتے ہیں نہ یہ کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم، تو نامتدعی جواب کا

¹ شرح رضی مع الکافیہ بیان المضارع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۴

تقدم، شرط مستدعی جزائے اقتضا پر مرنج نہیں ہو سکتا۔

ہامتا: اگر تکلیف جواب امر ہی ہو تو یہ بھی تعین احد المعینین سے عاری ہے جزائے ان کنت نہ سہی اس سے پہلے قد صلیت کلام میں تو واقع ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے۔

بالجملہ دلائل طرفین کچھ نہیں ہمیں اس تمام بیان کی حاجت نہ تھی اگر سوال میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ

اؤ: کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض بہ تیت فرض وقت میں باستجماع شرائط ادا کر چکا ہو ورنہ بدایہ پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نفل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ نفل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعاً اس وقت پڑھنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو گیا اب نہ وہ وقت میں عود کر سکتا ہے نہ وقت میں دو فرض ہو سکتے ہیں تو یقیناً یہ دوسری نہ ہوگی مگر نفل۔ ہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت و ثواب جماعت میں حصہ ملے گا۔

کما فی حدیث مالک و ابی داؤد عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذلک لہ سهم جمع ¹ ۔	جیسا کہ امام مالک اور ابوداؤد نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے لئے جماعت کے ثواب کا حصہ ہے (ت)

واقول ثانیاً: اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلیٰ کے آنے پر محمول فرمایا ہے کہ

اذا جئت الی الصلاة فوجدت الناس فصل معهم وان کنت قد صلیت ² ۔	جب تو نماز کے لئے اور لوگوں کو نماز میں پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو (ت)

یہ نہیں فرمایا:

اذا صلیت فی رحلک افترض علیک ان تأتی الجماعة فتصلی معهم۔	جب تو نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تو تجھ پر فرض ہے کہ تو جماعت کی طرف آئے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرے۔ (ت)

¹ سنن ابی داؤد باب من صلی فی منزله الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۵/۱، موطا الامام مال اعادۃ الصلوۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

² سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزله الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۵/۱

ابوداؤد و ترمذی و نسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صليتما رحالكما ثم اتيتم مسجد جماعة فصليا معهم فانها لكانا فلة ¹ ۔	جب تم دونوں اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کر چکو پھر تم مسجد کی طرف آؤ تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھو کہ (جماعت والی نماز) تمہارے لئے نفل ہوگی (ت)

بلکہ حدیث میں تخییر کی تصریح ہے کہ جی میں آئے تو شامل ہو جاؤ، سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال سيكون عليكم بعدى امراء تشتغلهم اشياء عن الصلوة لوقتتها حتى يذهب وقتها فصلوا الصلوة لوقتتها فقال رجل يا رسول الله اصلي معهم قال نعم ان شئت ² ۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد تم پر ایسے امراء آئیں گے جنہیں بعض اشیاء کی مشغولیت نماز بروقت سے غافل رکھے گی یہاں تک کہ وقت چلا جائے گا، تو تم نماز بروقت ادا کرو، ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ فرمایا: ہاں اگر تو چاہے تو پڑھ۔ (ت)

فرض میں اختیار کیا!

اقول: والمراد بالوقت المستحب ای يؤخرون الى وقت الكراهة اذ هو المعبود من اولئك الامراء، لا ان يصلوا العصر جماعة بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع۔	میں کہتا ہوں یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے یعنی وہ مکروہ وقت تک نماز کو مؤخر کریں گے یہی بات ان امراء سے معروف ہے یہ نہیں کہ وہ نماز عصر کی جماعت غروب کے بعد اور نماز عشاء کی جماعت طلوع کے بعد کریں گے (ت)

¹ سنن النسائی اعادۃ الفجر مع الجماعة مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۹/۱، جامع الترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی وحدہ الخ مطبوعہ امین کمپنی مکتب خانہ رشیدیہ

دہلی ۳۰/۱

² سنن ابوداؤد باب اذا اخر الامام الصلوة عن الوقت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۲/۱

وہابی: دارقطنی بسند صحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صليت في اهلك ثم ادركت فصلها الا الفجر والمغرب ¹	جب تو نے اپنے اہل میں نماز ادا کر لی پھر تو نے جماعت کو پالیا تو اسے دوبارہ پڑھ سوائے فجر و مغرب کے۔ (ت)

فجر و مغرب کا استثناء اسی بناء پر ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہو کہ نہ فجر میں تنفل ہے نہ نفل میں ایثار، اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادائے فرض سے کون مانع ہے۔

ورابعا: حدیث بتا رہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے "تکن" اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جزائے ان کنت قد صلیت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑھے تھے اسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں، شریک ہوتا یا نہیں، اور جب ترتب نفلیت شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے نماز دوم مراد لو تو بے تکلف مستقیم ہے کہ یہ نفل اسے شرکت ہی سے ملیں گے، اور اگر اول مراد لو تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت ان فرضوں کو نفل کی طرف منقلب کر دے گی اور یہ کہ حتمی مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی، ان دونوں باتوں کے لئے شرع میں نظیر نہیں۔

وخامسا: مسند احمد و صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف اذا كانت عليك امراء يبيتون الصلاة او قال يوخرون الصلاة عن وقتها قال قلت فما تأمرني قال صل الصلوة لوقتها فانها لك نافلة ²	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے، یا فرمایا: وہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کریں گے۔ کہا میں نے عرض کیا: حضور! آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم نماز اپنے وقت پر پڑھو، پھر اگر ان کے ساتھ جماعت پالے تو نماز پڑھ لے کہ یہ تیرے لئے نفل ہو جائے گی (ت)

¹ المصنف لعبد الرزاق باب الرجل يصلي في بيته ثم يدرك الجماعة حديث ٣٩٣٩ مطبوع المكتب الاسلامي بيروت ٢٠٢٢/٢، كنز العمال اعادة الصلوة حديث

٢٢٨٣٢ مطبوع مؤسسة الرسالة بيروت ٢٠٢٢/٨

² صحیح مسلم باب کراهۃ تاخیر الصلوة عن وقتها الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ٢٣٠/١

اس میں ضمیر انہا صاف نماز ثانی کی طرف راجع ہے اولیٰ کی طرف ارجاع بعد عن الفہم ہونے کے علاوہ ارشاد اقدس صل الصلوٰۃ لوقتہا (نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔ ت) کے منافی ہے کہ پہلی کو اس کے وقت میں پڑھ کہ اوقات فرائض کے لئے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے۔

وسادساً: حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند احمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں یوں ہے کہ فرمایا واجعلوا صلاتکم معہم تطوعاً¹ (تم اپنی نماز کو ان کے ساتھ نفل بنا لو۔ ت) اس میں صاف تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی۔

سابعاً: اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلی اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تنہا ناقص اور جماعت میں کامل ہے، جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادم ہو کر جماعت میں ملا تو قضیہ اصل و حکم عدل یہ ہے کہ اس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس کامل کو اس کی فہرست فرائض میں داخل فرمالیا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ يَبْدِلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنٰتٍ ²	اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے (ت)

جب اس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔ اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی، اسی طرف مشیر ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جب ان سے پوچھا گیا میں ان دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں؟ فرمایا:

وذلك اليك انما ذلك الى الله عزوجل يجعل ايتهمآ شاء ³ ۔ رواه الامام مالك هذا ما عندی، العلم بالحق	یہ کیا تیرے ہاتھ ہے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے ان میں جسے چاہے (فرض) شمار فرمائے گا۔ اسے امام مالک نے روایت کیا، یہ میری تحقیق ہے

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ابن امریۃ عبادہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۷/۶

² القرآن ۷۰/۲۵

³ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ابن امریۃ عبادہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۷/۶

عند ربی۔	حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے (ت)

ظہر و جمعہ و عشاءً فلما دُوبارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ تنفل شرع سے ثابت نہیں۔ حدیث دوسرے روز ملنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اس کی جماعت قائم ہوئی، حدیث صحیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا:

کنت قد صلیت فاقبیت الصلوۃ ¹ ۔	تو نے نماز پڑھ لی پھر نماز کے لئے تکبیر کہی گئی (ت)

حدیث ابوالیوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے:

یصلی احداً فی منزله الصلاۃ ثم یأتی المسجد فتقام الصلاۃ ² ۔	جب تو کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے پھر مسجد کی طرف آتا ہے پھر نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے (ت)

حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا: فان ادرکتہا معہم³ (پس اگر تو ان کے ساتھ نماز کو پائے۔ ت) سنن ابی داؤد میں حدیث بیزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں:

اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرك الصلاۃ مع الامام فلیصلہا معہ فانہا لہ نافلۃ ⁴ ۔	جب کسی نے گھر پر نماز پڑھ لی پھر امام کے ساتھ نماز پالی تو اس کے ساتھ بھی نماز پڑھے کہ یہ اس کے لئے نفل ہو جائے گی (ت)

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھا اذا صلیت فی اہلک ثم ادركت⁵ (جب تو نے اپنے اہل میں نماز پڑھ لی پھر تو نے جماعت کو پایا۔ ت) حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے: اصلی فی بیئتہ ثم ادرك الصلاۃ فی المسجد مع الامام⁶ (میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں پھر میں امام

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث صحیح الدیلمی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۱۵/۴، سنن النسائی اعادۃ الصلوۃ مع الجماعة مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۹/۱
² مسند احمد بن حنبل حدیث صحیح الدیلمی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۱۵/۴، سنن النسائی اعادۃ الصلوۃ مع الجماعة مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۹/۱، مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب من صلی مرتین مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۳، سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزله الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

۸۵/۱

³ صحیح مسلم باب کراہۃ تاخیر الصلوۃ عن وقتہ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۰/۱

⁴ سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزله الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۵/۱

⁵ المصنف لعبد الرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴۲۲/۲

⁶ مؤطا الامام مالک اعادۃ الصلوۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

کے ساتھ مسجد میں نماز کو پالیتا ہوں۔ ت) دوسرے روز اس نماز کی جماعت نہیں ہو سکتی آج کی ظہر، ظہر دیر وزہ کی غیر ہے ولذا امام و مقتدی کا قضاء ادا میں اختلاف مبطل اقتدا ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا جماعت پڑھتے ہوں تو اسے ادراک نہ کہیں گے اور واجب سے تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عیدین اول میں تنفل گناہ اور ثانی میں شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰/ صفر ۱۳۳۷ھ

ازکانپور محلہ بوچڑخانہ مولوی ثار احمد صاحب

مسئلہ ۸۸۵ تا ۸۹۰:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامداً ومصلياً و مسلماً (اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں صلوة و سلام عرض کرتے ہوئے۔ ت)۔ حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقاء ہم علی رؤس المسلمین و حماہم۔ ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں:

(۱) یہ کہ اختلاف علماء ہو یوم النحر میں، تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلاف علماء سے بچنے کے لئے مجرم ہے یا نہیں۔

(۲) سہ شنبہ ۱۰/ ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے بوجہ ثبوت شرعی ماننے کے اور چہار شنبہ کو اس جگہ حاضر ہو کر جہاں عید الاضحیٰ بوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید سہ شنبہ کو نہیں ہوئی تھی بلکہ آج چہار شنبہ کو عید الاضحیٰ تھی اور جماعت میں شریک ہو گیا، نفلی نیت سے مجرم ہوا یا نہیں۔

(۳) سہ شنبہ کو امامت و خطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اسی کا جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہ دلاتا ہے کہ اس نے اپنی نماز دہرائی اور ہم لوگوں کی نمازیں خوب خراب کیں مگر امام کو دو شنبہ کو اعلان وقت نماز کے یقین تھا عید کا، اور راضی تھا، اور خود سہ شنبہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر بہ نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار سے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو! آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے، نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کل کرنے میں حتماً ہے، ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جائے امام کے قول کو یا مقتدیوں کے۔

(۴) پڑھی ہوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث زید ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو باب "من صلاة مرتین" میں ہے، سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

(۵) اس حدیث میں وان كنت قد صليت (اگرچہ تو نے نماز پڑھ لی ہو۔ ت) میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ، اولی وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ۔

(۶) آیہ کریمہ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهِ^۱ (اور جو کوئی اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ ت) اور مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَانَ اللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (جو کوئی اپنی طرف سے اچھائی کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کا صلہ دینے والا اور جاننے والا ہے۔ ت) سے عبادات مالیہ اور بدنیہ جس میں نفلی نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر واؤ کے لکھنے والا اور آیہ ثانیہ میں بغیر ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب:

(۱) محل اختلاف علماء میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالا جماع مستحب ہے، مستحب جرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جرم کہنا جرم ہے، درمختار میں ہے:

یہ ہے کہ اپنے مذہب میں مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے (ت)	اختلاف سے نکلنا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے، لیکن شرط
بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذہبہ ^۱ ۔	بندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن

(۲) جبکہ اس نے ثبوت شرعی پایا اور روزہ شنبہ کو روز عید جان کر بہ نیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچنے کے باعث ان پر شرعاً آج عید واجب تھی ان کی جماعت جماعت روز اول تھی اور سہ شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روز دوم تھی مگر امام صالح امامت عید اور اس کے مقتدیوں نے کل ادا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعدر بالا جماع بلا کراہت جائز ہے، اور عدم تحقیق ثبوت عند ہم سے بڑھ کر اور کیا عذر ہو سکتا ہے بہر حال یہ نماز امام و قوم اور اس کل پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بہ نیت نفل اس میں مل جانا ہر گز جرم نہیں ہو سکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ یہاں کون سے امر اللہ کا خلاف ہوا اَمْرٌ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ^۲ (کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جسے تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اگر ایک دن نماز عید ہو کر دوسرے دن مطلقاً ناجائز ہوتی حتیٰ کہ اس امام صالح امامت عید و قوم کو بھی جس نے کل بعد نہ پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ ان پر جرم کیسا، وہ اپنا ادائے واجب کر رہے تھے کہ ان کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہو چکی تھی آج

^۱ درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۱

^۲ القرآن ۸۰/۲

دوسرا دن تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رو سے ایک ناجائز فعل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فان البرء مواخذ بزعمہ (ہر آدمی کا مواخذہ اس کے زعم و اعتقاد پر ہوگا۔ ت) مگر ایسا ہر گز نہیں بلکہ قطعاً جواز ہے کہ انصوا علیہ قاطبۃ (جیسا کہ اس پر تمام فقہانے نص کی ہے۔ ت) تو ایک جماعت جائزہ میں متغلا شریک ہونا کس نے منع کیا نماز عید، نماز جنازہ نہیں جس سے تنفل میں شرعاً عدم جواز کا حکم ثابت ہے، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

ہمارے نزدیک میت پر فقط ایک دفعہ نماز ادا کی جائے گی دوبارہ نہیں، نہ تنہا نہ جماعت کے ساتھ، کیونکہ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر اور ان کے ساتھ کچھ لوگ آئے اور انہوں نے دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کی نماز لوٹائی نہیں جاسکتی البتہ میت کے لئے دعا اور استغفار کرو، یہ اس باب میں نص ہے (یہاں تک) یہ تکرار کے عدم جواز پر دلیل ہے۔ (ت)

لا یصلی علی میت الامرۃ واحدة لاجماعۃ ولا وحادنا عندنا لنا ماروی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی جنازۃ فلما فرغ جاء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومعہ قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوۃ علی الجنائزۃ لاتعادوا لکن ادع للمیت واستغفرلہ وهذا نص فی الباب (الی قولہ) دلیل علی عدم جواز التکرار¹۔

صلوۃ عید میں نہی کہاں، ہاں ثبوت بھی نہیں، پھر عدم ثبوت کو ثبوت عدم سے کیا علاقہ و هذا بحث لقد فرغنا عنہ فی الرد علی الوہابیۃ مراراً (یہ وہ بحث ہے جس کو ہم وہابیوں کے رد میں بارہا تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔ ت) غایت یہ کہ بے طلب شرع بے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص نہ ہو مثلاً مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہو گیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہوا ان کے نزدیک آج عید ہے، یا نماز کو کھڑے ہوئے اب ان کی مخالفت اس امر میں کہ شرعاً ممنوع و حرام نہیں معیوب و قبیح ہے لہذا متغلا شریک ہو گیا تو یہ صورت بے وجہ بھی نہیں بلکہ بوجہ وجہ ہے، امام مجتہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجب مزار مبارک امام الانمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز صبح پڑھائی دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ و آمین جسر سے کہی نہ غیر تحریمہ میں رفع یدین فرمایا علی ما فی الروایات (جیسا کہ روایات میں ہے)

¹ بدائع الصنائع فصل فی صلوۃ الجنائزہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۱۱/۱

خود اپنا مذہب مجتہد نے ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اجل سے شرم آئی کہ ان کے سامنے ان کا خلاف کروں
 کہا بیناۃ فی حیۃ الموات فی بیان سباع الاموات (جیسا کہ ہم نے "حیات الموات فی بیان سباع الموات" میں
 بیان کیا ہے۔ ت) (۳) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب ہے اور زبان اس کا ذریعہ بیان۔ ہر مسلم اپنے مافی الضمیر
 پر ایمن ہے جب تک ظاہر اس کا مذہب نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افلا شققت عن قلبه حتی تعلم اقالها ام لا ^۱ رواہ مسلم۔	کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہے حتیٰ کہ تو نے جان لیا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا (ت) ۱

مقتدیوں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی:

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ^۲ وقال صلى الله تعالى عليه وسلم اياكم والظن فان الظن اكذب ^۳ الحديث۔	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو! بہت زیادہ ظن سے بچا کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہو جاتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے (ت)

(۴) ہاں ثابت ہے کہ فصلناۃ فی الفتویٰ السابقة بمآلامزید علیہ (جیسا کہ ہم نے سابقہ فتویٰ میں اس کی تفصیل
 بیان کی جس پر اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ت) فجر و مغرب کا حدیث میں استثناء فرمایا^۴ رواہ الدار قطنی بسند صحیح عن
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اسے دار قطنی نے صحیح سند کے ساتھ
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ ت) تعلیل حکم
 نے فجر سے عصر، مغرب سے و تر کا

^۱ صحیح مسلم باب تحریم قتل الکافر بعد قول لا الہ الا اللہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۶۸/۱

^۲ القرآن ۱۲/۳۹

^۳ صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۸۴/۱

^۴ المصنف لعبد الرزاق باب الرجل یصلی فی میتة الخ حدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۲۲، کنز العمال اعادۃ الصلوۃ حدیث ۲۲۸۳۲

مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۸/۲۶۲

الحاق بتایا اور یہی مذہب حنفیہ ہے۔

(۵) وصلیہ اولیٰ ہے بدلیل حدیث محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلوۃ فصل مع الناس وان کنت قد صلیت ^۱ ۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو مسجد میں آئے جبکہ کہ تو نماز ادا کر چکا تھا پس جماعت کھڑی ہو گئی تو تو لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر اگرچہ تو نے نماز پڑھ لی تھی (ت)

یہ وہی مضمون و حکم ہے اور اس میں وصلیہ متعین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (ایک حدیث دوسری حدیث کے لئے سب سے بہتر تفسیر ہوتی ہے۔ ت)

(۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطہر سے ممانعت ثابت نہ ہو اور یہ عموم آئیہ کریمہ کی تخصیص نہیں بلکہ وہ (ممنوع) عموم میں داخل ہی نہیں کہا من تطوع خیر افرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ خیر ممنوع نہیں۔ اقول: تحقیق مقام یہ ہے کہ شے مطلوب الفعل او التکرک باعدا الطلبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولا یہیں سے احکام خمسہ پیدا ہوئے ان کا خامس مباح و تمام الکلام فیہ بحیث لایوجد فی شیئ من الکتب فی رسالتنا الجود الحلو فی ارکان الوضوء (اس سے متعلق تحقیق ہمارے رسالے "الجود الحلو فی ارکان الوضوء" میں ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ ت) اربع اول کو ثبوت درکار اور عدم ثبوت طرفین کا نتیجہ خامس مگر یہ خامس کسی مستحسن کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحسن ہو جاتا ہے جیسے نیت قبیحہ سے مستفح، فعل لوح سادہ ہے اور نیت نقش صورت اخیرہ ہیں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہو سکتا اور اولیٰ میں تطوع ہو کر دونوں آئیہ کریمہ کے عموم میں آئے گا۔ اشباہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے:

المباحات تختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجله فاذا قصد بها التقوى على الطاعات والتوصل اليها كانت عبادة كالاكل والنوم واكتساب المال والوطء ^۲ انتهى	مباحات کا مختلف نیت کے اعتبار سے حکم مختلف ہو جاتا ہے پس جب اس سے طاعات پر فتویٰ یا طاعات کی طرف ایصال متصور ہو تو یہ عبادات ہوں گی مثلاً کھانا پینا، سونا، حصول مال اور وطی کرنا انتہی (ت)

^۱ مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب من صلی مرتین مطبوعہ مجتہائی دہلی ص ۱۰۳، مؤطا الامام مالک اعادۃ الصلوۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ

کراچی ص ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلمی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴/۴

^۲ الاشباہ والنظائر بیان دخول البیت فی العبادات مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۳۴/۱

لہذا مسئلہ دائرہ میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت درکار اور ثبوت نہیں، لہذا اس کا فعل بے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہ حکم ہے پھر اگر خارج سے وجہ پیدا ہو مثلاً یہ امام متبرک بہ ہے یا اس جماعت میں وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید رحمت ہے کہ ہم القوم لایشقی بہم جلیسہم¹ (وہ ایسی قوم ہیں جن کا ساتھی اور ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔) یا وہ وجہ جو ہم نے نمبر دوم میں بیان کی کہ معظم دینی سے موافقت و محصور مخالفت، تو یہ سب نیت محمودہ ہیں اور مباح نیت محمودہ سے محمود اور محمود کا ادنیٰ درجہ نفل خصوصاً نماز کہ

الصلوة خیر موضوع فمن استطاع ان يستکثر منها فلیستکثر ² رواہ الطبرانی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	نماز سب سے بہترین عمل ہے اس میں جتنا بھی کوئی اضافہ کر سکتا ہے کرے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

یوں تحت کریمتین داخل ہوگا، کشف الغمہ میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ، سے ہے

: فکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاینہی احدا تطوع بشیئ زائدا علی السنۃ ویقول فمن تطوع خیرا فهو خیر لہ ³ ۔	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو بھی سنت سے زائد نوافل سے نہ روکتے اور فرماتے جو نیکی میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ بہتر عمل ہے۔ (ت)

رہا کریمتین میں ترک واو و فایہ لکھنا تلاوت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حرف کا نہ کیا جس پر نظم یا معنی صحت کو توقف یا موجب تغیر ہو تو اسے کسی طرح غلطی نہیں کہہ سکتے۔ ابن ابی حاتم و بیہقی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت کی:

ان رجلا سأل علیاً عن الہدی مباحو فقال من الثانیۃ الازوج فکان الرجل شک فقال هل تقرأ القرآن قال نعم قال فسمعت اللہ یقول لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم	ایک آدمی نے حضرت علی سے ہدی (قربانی) کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا آٹھ جوڑوں میں سے، اس آدمی کو شک گزرا، فرمایا کیا تو نے قرآن حکیم پڑھا ہے؟ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا کیا تو نے یہ سنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

¹ صحیح مسلم باب فضل مجالس الذکر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۴/۲

² مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فضل الصلوٰۃ مطبوعہ دار الکتب بیروت ۲۴۹/۲

³ کشف الغمۃ عن جمیع الایۃ باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹/۱

فرماتا ہے "چاہئے کہ وہ اللہ کا نام ذکر کریں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، اور چوپایوں میں سے بعض وہ ہیں جو بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے، میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا تو نے یہ بھی سنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک جوڑا بھیڑ کا، ایک جوڑا بکری کا، ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا، فرمایا: ہاں۔ (ت)

امیر المؤمنین نے ایک آیت ستر ہویں پارے کی لی ایک آٹھویں کی اور ان کو سیاق واحد میں ذکر فرمایا دو بار سورہ النعام کی آیتوں میں خاص وسط میں سے اتنے جملے چھوڑ دیئے:

قُلْ اَلَّذِيْنَ كَرِهَ نَحْنُ مَآءُ الْاَنْثِيَّيْنِ اَمَّا اَشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَنْحَامُ الْاَنْثِيَّيْنِ تَبَوَّءُو فِيْهِ عِلْمٌ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نحر اہم کئے یا دونوں مادہ، یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (ت)

اب یہاں کیا حکم ہو گا نبونی بعلم ان کنتم صدقین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۱: از شہر کہنہ بریلی محلہ کانکڑ ٹولہ مسئلہ محمد ظہور خاں صاحب ۱۳/ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل جماعت ہو جائے یا اول سنت ادا کرے، اگر مسجد چھوٹی ہے یا صحن مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کی آواز آرہی ہے ایسی صورت میں ادائیگی سنت کس صورت سے ہو نا چاہئے، بالادائیگی سنت شامل ہو جائے اور سنت بعد طلوع آفتاب ہونا بہتر یا اول یعنی جماعت میں شامل ہو گیا تھا اس کے بعد؟

الجواب:

اگر جانتا ہے سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا اور صف سے دور سنتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو پڑھ کر ملے ورنہ بے پڑھے، پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے، اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے، کان میں آواز آنے کا اعتبار نہیں، امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے، باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے، حد مسجد کے باہر یا جگہ پڑھنے کو ہو تو سب سے بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹۲ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے

¹ السنن الكبرى للبيهقي باب الهدايا من الابل والبقر والغنم مطبوعه دار صادر بيروت ٢٢٩/٥

مثلاً بازار کو خرید و فروخت کے لئے جانا ہوتا ہے تو اس کے لئے ان کی رعایت سے وقت مستحبہ پر نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قباحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحبہ پر پڑھنا چاہئے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد گزرنے دو مثل سایہ کے پندرہ بیس منٹ کا وقفہ اذان و صلوٰۃ کے لئے دے کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہوگی۔

الجواب:

عام جماعت کو ضرورت ہو تو حرج نہیں ایک کے لئے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحبہ کی طرف بلانا بے جا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۳: سیکریٹری انجمن مشفق المسلمین محلہ ابراہیم پورہ بریلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بتلائے جذام کو جس سے طباً اجتنب واجب ہے اور مسلمانان محلہ اس کے دخول مسجد واستعمال ظروف سے حذر کرتے ہیں مسجد میں بغرض شرکت جماعت وغیرہ آنے سے شرعاً بغرض فائدہ عوام روکا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مینو اتوبروا

الجواب:

ہاں جبکہ اس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام واحتمال تقلیل جماعت ہو تو استحباباً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۴: حافظ نجم الدین گندہ نالہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

- (۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو اس وقت اسے کیا کرنا چاہئے۔
- (۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ ہوئی یا مسنونہ، اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

- (۱) تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔
- (۲) اگر اس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلانے تو زانو تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال کہی یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی اسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال، پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے۔ درمختار

میں ہے:

لو وجد الامام راكعاً فكبر منحنياً ان الى القيام اقرب صح ولغت فيه تكبيرة الركوع ¹ - والله تعالى اعلم	اگر کسی نے امام کو حالت رکوع میں پایا تو اس نے جھکتے ہوئے تکبیر کہی اگر یہ مقتدی قیام کے زیادہ قریب ہو تو درست ہے اور اس کی تکبیر رکوع لغو ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹۶: دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز فریضہ قبل جماعت یا بعد جماعت پڑھ رہے ہیں ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب:

نماز تو ہر طرح ہو جائے گی لیکن قبل جماعت الگ الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور ان میں ایک قابل امامت ہے اس کو کوئی عذر شرعی نہ ہو تو ان پر ترک جماعت کا الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۷: از شہر بریلی محلہ باغ احمد خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

جماعت جمعہ کے اندر پہلی صف میں دو یا تین شخص جن کی دائرہ منڈی ہوئی اور ایک شخص کی کتری ہوئی اس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلی صف میں آجائیں اور منڈی اور کتری ہوئی پیچھے چلے جائیں، لہذا اس نے گناہ کیا یا نہیں، اور اگلی صف میں منڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صف میں پرہیزگار اور متقی ہیں ان کو پہلی صف میں لے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے ہٹایا جائے یا نہیں، اور وہ لوگ جن کی دائرہ منڈی ہوئی ہے اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو دائرہ والے بھی جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں نے نہایت ناگوار معلوم کیا۔

الجواب:

دائرہ منڈی کترانا منڈانا حرام ہے اور اس کے مرتکب فاسق ان کو تفہیم ہدایت کی جائے، بہتر یہ ہے کہ امام کے قریب دانشور لوگ ہوں، حدیث میں فرمایا:

لیلیٰ منکم اولوا الاحلام والنہی ² ۔	تم میں سے دانشور اور عقلمند لوگوں کو میرے قریب ہونا چاہئے۔ (ت)

¹ در مختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ مطبوعہ مطبع مہتابی دہلی ۴/۱

² صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸/۱

اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو، متقیوں کو چاہئے تھا کہ یہی پہلے آتے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کہ وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انہیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لئے جگہ خالی کر دیں ورنہ انہیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سبب فتنہ ہوا اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہئے کہ سختی سے ضد نہ بڑھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹۸: از شہر بانس منڈی مسؤلہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور صوم و صلوٰۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں صرف تین وقت کی نمازیں ظہر و عصر و مغرب باقی عشاء و فجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشاء و فجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب:

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلاعذر ترک گناہ ہے، وظیفہ و تلاوت باعث ترک نہیں ہو سکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھ کر وظیفہ و تلاوت مکان پر کرے ورنہ صورت مذکورہ فسق و کبیرہ ہے فان کل صغیرۃ بالاعتیاد کبیرۃ کل کبیرہ فسق (ہر صغیرہ گناہ کا معمول اسے کبیرہ بنا دیتا ہے اور ہر کبیرہ گناہ فسق ہے۔) حدیث میں ہے ظلم اور کفر نفاق سے ہے۔ یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی مؤذن کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو، وہ وظیفہ و تلاوت کہ جماعت مسجد سے روکیں وظیفہ و تلاوت نہیں بلکہ ناجائز و معصیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۹: از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسؤلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کہ جائے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نماز میں قرات کرنی چاہئے یا جماعت اولیٰ کے لوگ جو سنتیں پڑھ رہے ہوں ان کے خیال سے برائے نام آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہن نہ منتقل ہو جو حکم شرعی ہو ارشاد فرمائیں؟

الجواب:

جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اس کا امام نماز جہری میں بقدر حاجت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۰: از شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسؤلہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر باہم رشتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملات میں مع دیگر رشتہ داران زید و بکر عرصہ سے نا اتفاقی ہے اور زید و بکر دونوں شریک ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ

الجواب:

۳/ صفر ۱۳۳۹ هـ

مسئلہ ۹۰۲ : از شہر تکیہ سفر علی شاہ مسلولہ مولوی احمد بخش صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا کے واسطے (۰۸) بجے وقت مقرر کر لیا گیا کہ بلا انتظار کئے دوسرے کے اس وقت جماعت کھڑی ہو جائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کر چکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر والے نے ان سب کو

نہیں بلایا نماز شروع کر دی، آیا بلانا یا انتظار واجب تھا یا نہیں؟

الجواب:

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر مسنون کر لیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگے ہیں ان کے وضو کا انتظار کر لینا بہتر، اذان کے بعد غیر مغرب میں بحالت وسعت وقت اتنا انتظار مسنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے جیسے قضائے حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت وضو کر کے آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۳: از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسؤلہ عبدالصمد ۱۵/۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں، ایک روز زید نے بوقت عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضر نہ ہونے مسجد کے زید کا مع اس کے برادران اور اہل خانہ حق پانی بھنگی بہشتی دھوبی جملہ کام والوں کو اس سے بند کر دیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک، حالانکہ زید نماز کے لئے کوئی عذر وحیلہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں ہے، آیا زید اس سزا کا مستوجب تھا یا نہیں، اگر نہ تھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب:

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابل قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے، اور اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو بلا عذر جماعت چھوڑے تو شرعاً قابل سزا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰۴: از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسؤلہ عبدالصمد ۱۵/۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کر دی ہے اب ناخون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیان کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہوگا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے دریں صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہئے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا، اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

الجواب:

اس صورت میں زید کو چاہئے کہ نماز گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے، اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۵: از محلہ سوداگران مسؤلہ شمس الہدی صاحب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ
حضور اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور ان کے اقوال بھی جانتا ہے اور پھر وہابی کے مکان میں رہتا ہے اس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اسے اہلسنت کی نماز جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب:

اگر وہ وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انہیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صف میں اس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قطع صفاً قطعہ اللہ ^۱ ۔	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صف کو کاٹا اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کاٹ دے گا۔ (ت)

اور اگر وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو ان سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر ان سے پڑھنا ہے سخت فاسق ہے امامت کے قابل نہیں، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صف میں اس کے کھڑے ہونے سے صف قطع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰۶: مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران، بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صفیں ہیں، صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہا تب وہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کی جو جگہ خالی ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر، اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کاسترہ سب کاسترہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اسے بھر دے یا یونہی رہنے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰۷: از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسؤلہ نیاز احمد صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سنی حنفی، اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ عداوت

^۱ سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نماز میں دیر کر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سنی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سنیوں کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

عین ان کی جماعت ہونے کی حالت میں سنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ نہ ان کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۸: از شہر ممباسہ ضلع شرقہ افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسؤلہ حاجی عبد اللہ حاجی یعقوب ۲۶/ رمضان ۱۴۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھاتا ہے جماعت کو، بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقلد آئے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقلد شافعی کے ہاں مسبوق کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصداً کرنا بلا وجہ شرعی ناجائز و ممنوع ہے لیکن ایک جماعت خفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح حرمین شریفین میں معمول ہے کہ یہ وجہ شرعی سے ہے مسبوق کی اقتداء ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ مسبوق شافعی المذہب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۹: از موضع دھرم پور ضلع بلند شہر پر گنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسؤلہ عبد الرحیم ۲۸/ رمضان ۱۴۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز باجماعت ہو چکی، بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہ آپس میں مل کر نماز باجماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا موجب ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہذا جو حکم شریعت ہو اس سے آگاہ فرمائیے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یا سرائیا اسٹیشن کی مسجدیں، ان میں تو ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے

ہر جماعت کا امام اسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان سے ہو۔ ہاں مسجد محلہ میں جس کے لئے امام و جماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کر لیں گے بلا عذر شرعی مثل بدمذہبی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصد ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہو گئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صحیح کے سبب رہ گئے تو ان کو اذان جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کہیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب عذاب بتاتا ہے غلط کہتا ہے کما حقننا فی فتناؤنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۱۰: از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسؤلہ عبداللہ مدرس ۳/شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صف پر دو یا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا الجواب: اگر جماعت کر سکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہر حال ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱۱ تا ۹۲۲: از گورکھپور محلہ دھوبی مسؤلہ سعید الدین ۹/شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

- (۱) جماعت کے لئے تعیین وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) امام کو کسی مقتدی کے لئے جو ممبر مسجد و میر محلہ ہو اور سید ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لئے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں؟
- (۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہئے یا نہیں؟
- (۴) ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد و میر محلہ اور سید ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں۔
- (۵) اگر کوئی مقتدی سنت مستحب نماز پڑھتا ہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہئے یا نہیں، سنت مؤکدہ کی تعریف کیا ہے؟
- (۶) کسی مقتدی کا بوجہ اس کی امارت اعزاز کے باوجود تعیین وقت گھڑی وضو اور سنت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

- (۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں؟
- (۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لئے ہے جماعت کے لئے نہیں درست ہے یا نہیں؟
- (۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لئے کھڑا ہو جائے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں؟
- (۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز نہ پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲-۴-۱۰ منٹ پہلے تشریف لائیے درست ہے یا نہیں؟

(۱۲) امام کا کہنا میں حشر تک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

- (۱) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳) جس کو دینی عزت زائد ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے، اس کی وہ رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہوگی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے، واللہ تعالیٰ اعلم
- (۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لئے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہو جائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں وینحشی علیہ امر عظیم (اس سے ڈرنا چاہئے یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
- (۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وسعت ہو اور اوروں پر گرانی نہ ہو۔ سنت موکدہ وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادرا یا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اس پر انکار بھی نہ فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم
- (۶) اس کا جواب نمبر ۵ کے مطابق ہے مگر خاص اس کی مالدار کی سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہئے امام کو تا حد وسعت مقتدیوں کا انتظار چاہئے۔ حدیث میں ہے:

لوگ جلد جمع ہو جاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) تعیین وقت جماعت ہی کے لئے کی جاتی ہے، لوگ جب وقت معین پر آجائیں تو امام کو بلا ضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ ثقل و باعث نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) جب وقت معین ہو چکا تو اس کے بعد دیر کر کے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جلدی کر کے پڑھ لینا باعث تفریق جماعت ہوگا اور وہ بلا ضرورت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے، یہ استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لایا کیجئے واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بیجا نہیں، امام انتظار کے لئے نہیں بنایا گیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲۳: از چاند پارہ ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسوٰلہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کی صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صف مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو، آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیر کے برابر کھڑے ہوں؟ بینوا توجروا

الجواب: جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کسی حالت میں اس کے پاؤں کا ٹٹا امام کے گٹے سے آگے نہ بڑھے۔ اسی احتیاط کے لئے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنچہ امام کی لیڑی کے برابر رکھے، اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں، پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے حرج نہیں مگر دو سے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ ہے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف اگلی صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لئے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ نماز کو جاسکیں مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کو ٹھری میں مجبوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گزرا گز رہے تو یہ صورت مجبوری محض

ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اس کا اعادہ کریں جماعت اقامت اشعار کے لئے اور اعادہ رفع خلل کے واسطے۔ در مختار میں ہے:

کل صلاة ادیت مع کراہة التحريم تجب اعدتہ	جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لو توسط اثنین کرہ تنزیہاً وتحریماً لو اکثر ^۲ ولا یقال الجماعة واجبة بل قیل سنة موكدة وکراہة التحريم فی جانب النہی کالوجوب فی جانب الامر، والاجتناب عن المناهی اہم من ایتان الاوامر، فی الحدیث لتترك ذرة ممانھی الله خیر من عبادة الثقلین، لانقول اقامة الشعار اہم من کل شیئی حتی اباحوا للختان ولیس الاسنة صریح المحرمات من النظر والمس قیل فی الهندیة عن العتابة فی ختان الكبير اذا امکن ان یختن نفسه فعل والالم یفعل الا ان یسکنه ان یتزوج او یشتری ختانة فتختنه و ذکر الکرخی فی الجامع الصغیر ویختنه	اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو مکروہ تحریمی اھ یہ نہ کہا جائے کہ جماعت واجب ہے بلکہ اسے سنت مؤکدہ کہا گیا ہے اور جانب نہی میں کراہت تحریمی، جانب امر میں وجوب کی طرح ہے اور مناهی سے اجتناب او امر پر عمل سے اہم ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ کے منع کردہ ایک ذرہ کا چھوڑ دینا تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شعار کی اقامت ہر شے سے اہم ہے حتیٰ کہ علمائے ختان کے لئے صریح محرمات پر نظر مس کو مباح قرار دیا حالانکہ ختنہ صرف سنت ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں عتابیہ کے حوالے سے کبیر کے ختنے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر اس کیلئے اپنا ختنہ کرنا ممکن ہو تو خود کرے ورنہ نہ کرے مگر اس صورت میں کہ جب اس کے لئے شادی ممکن ہو یا ایسی لونڈی خریدنا ممکن ہو جو اس کا ختنہ کر دے تو ایسا ہی کرے۔ امام کرخی نے جامع صغیر

^۱ در مختار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۷۱

^۲ در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

الحامی¹۔

اقول: ویؤیدہ ماعن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہم کانوا لایختنون اولادہم الا بعد البلوغ وقال فی الدر وقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی وقیل عشر وقیل اقصاء اثنتا عشرة سنة² زاد الشامی عن الطحطاوی وقیل لایختن حتی یبلغ لانه للطہارة ولا تجب علیہ قبلہ³ قال فی الدر وقیل العبرة بطاقتہ وهو الاشبه⁴ قال شای بالفقہ زیلعی وھذہ من صیغ التصحیح⁵ فشمیل اذا لم یلق الا بعد البلوغ لایقال فلیصل ثلاثة ثلاثة تتری یوم کل اثنین امام فالجماعة یحرزون وعن الکراہة یحترزون لانا نقول لا اصل فی الشریعة الطاہرة لتفریق الجماعة الحاضرة ولم یرض اللہ بہ للمسلمین وھم فی نحر العدو فبا ظنک بسائر الاحوال هذا

میں فرمایا اس کا ختنہ حجام کر دے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اس کی تائید صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کا ختنہ بلوغت کے بعد کرتے تھے۔ در مختار میں ہے کہ ختنہ کا وقت مقرر نہیں، بعض نے سات سال، بعض نے دس سال، اور بعض نے کہا ہے کہ آخری وقت بارہواں سال ہے۔ شامی نے طحطاوی کے حوالے سے اضافہ کیا ہے کہ بلوغ سے قبل ختنہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد طہارت ہے اور وہ بلوغ سے پہلے لازم نہیں ہوتی۔ در مختار میں ہے اعتبار طاقت و قوت کا ہے، اور یہی مختار ہے۔ شارح شامی نے فرمایا یعنی یہی عقل و دانش کے زیادہ قریب ہے زیلعی، اور یہ (اشبہ) تصحیح کے صیغوں میں سے ایک ہے اھ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب بلوغ کے بعد ہی طاقت رکھتا ہو، یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ تین تین الگ ہو کر نماز ادا کریں اور امام ہر دو کی امامت کرائے تو جماعت حاصل کر لیں گے اور کراہت سے بچ جائیں گے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعت طاہرہ میں جماعت حاضرہ

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع عشر فی الختان الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۳۵۷

² رد المحتار مسائل شتی، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/۳۴۹

³ در مختار مسائل شتی مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/۵۳۰

⁴ در مختار مسائل شتی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/۳۵۰

⁵ رد المحتار، مسائل شتی مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/۵۳۰

میں تفریق کی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ دشمنوں کے سامنے بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایسے عمل کو پسند نہیں کیا تو دیگر حالات میں یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ بات مجھ پر آشکار ہوئی ہے حقیقت حال کا علم میرے رب کریم کے پاس ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ماظہر لی وعند ربی علم حقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲۷۹۲۴: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر تجی غازی پور ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین:

(۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

(۲) کراہت جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟

(۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فردا فردا فرض پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) اور اگر فردا فردا چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرائیا اسٹیشن کی مسجد (۲) دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ کچھ راغبیر یا مسافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہو جایا کریں، اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کر دیں، جب ایک حصہ کر لے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اس کے بعد آیا یہ اب جماعت کرتا ہے تعدد جماعت کی پہلی صورت بلا ضرورت شرعیہ مطلقاً حرام ہے خواہ مسجد محلہ ہو یا مسجد عام، ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلوٰۃ الخوف میں۔ رہا یہ کہ مسجد میں کوئی بدمذہب گمراہ یا فاسق معین یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہ جہل یا تعصب اس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ اس کے روکنے پر قادر نہیں یہ اس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اس کے فراغ کے بعد اپنی جماعت جدا کرتے ہیں جس کا امام سب بلاؤں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجد محلہ۔ اور تعدد جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز و مطلوب ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ کی عام مساجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی کما فی فتاویٰ الامام قاضی خاں وغیرہ (جیسا کہ فتاویٰ امام قاضی خاں وغیرہ)

میں ہے۔ ت) اور مسجد محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خواں یا بد مذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذان دیئے ہو گئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہل محلہ موافق المذہب سنی صالح صحیح خواں امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تو انہیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہ تحریمی ہے اور بے اذان دیئے محراب جماعت اولیٰ میں امامت کرنی مکروہ تنزیہی، اور اگر محراب بدل دیں تو اصلاً کراہت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل تام فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی۔

(۲) اس کا جواب اول میں آگیا۔

(۳) اگر ان میں کوئی شرعی حیثیت سے قابل امامت ہو اور دانستہ بلا وجہ شرعی ترک جماعت کریں تو کٹھنگار ہوں گے اگرچہ نماز ہو جائے گی۔ اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی، اسی طرح تیسرا آیا اس نے بھی فرض کی نیت باندھ لی یا ان میں کوئی قابل امامت نہیں تو حرج نہیں۔

(۴) نماز ہو جاتی ہے مگر ترک جماعت سے گناہ ہوتا ہے جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔

مسئلہ ۹۲۸: ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادتِ اجر و تحصیلِ افضلیت ہے، پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں لکھا جائے گا۔

وقد صح عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم انتظار النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حتى مضى نحو من شطر الليل وقد اقرهم عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال انكم لن تزالوا في صلاة	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہاں تک انتظار کرنا ثابت ہے کہ رات کا کافی حصہ گزر جاتا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا اور فرمایا: تم جب سے نماز کے انتظار میں ہو

ما انتظرتم الصلاة ^۱ ۔	وہ تمام وقت تمہارا نماز میں گزرا۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک حاضرین پر شاق نہ ہو،

في الانقروية عن التاتارخانية عن المنتقى للامام الحاكم الشهيد ان تاخير المؤذن و تطويل القراءة لادراك بعض الناس حرام، هذا اذا كان لاهل الدنيا تطويلا وتأخيرا يشق على الناس والحاصل ان التأخير القليل لا عانة اهل الخير غير مكروه ولا بأس بان ينتظر الامام انتظارا وسطا ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	انقرویہ میں تاتارخانیہ سے امام حاکم شہید کی المنتقی کے حوالے سے ہے کہ بعض لوگوں کی خاطر مؤذن کا اذان کو مؤخر کرنا اور امام کا قرأت کو لمبا کرنا حرام ہے، یہ تب ہے جب دنیا داروں کی خاطر ایسا کرے اور تطویل و تاخیر لوگوں پر شاق ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل خیر کی اعانت کی وجہ سے کچھ تاخیر کرنے میں کوئی کراہت نہیں لہذا امام کو اوسط درجہ کا انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۹۲۹: از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۹ ربیع الاخری ۱۳۳۶ھ
اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خواں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اس مسجد کا منتظم ہو جماعت میں شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت
ہو اور کبھی نہ ہو لوگ بلا اذان نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں؟
الجواب:

ترک جماعت اور ترک حاضری مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۳۰: از شہر جونا گڑھ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الاخر ۱۳۳۶ھ
جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کہے اس کو علمائے دین کیا کہیں گے، یہاں پر ایک مدرسہ ہے اس میں تھوڑے
عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی منصفی پر سب کا اتفاق ہے

^۱ صحیح البخاری باب السمرنی الفقہ والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰/۱، ۸۴، مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک مطبوعہ

دار الفکر بیروت ۲۶۷/۳

^۲ فتاویٰ انقرویہ کتب الصلوٰۃ مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۵/۱

برائے خدا ہم جاہلوں کو راہ راست بتائیں۔

الجواب:

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اسے واجب یا سنت مؤکدہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت مبطل شدید خاطی ہے اور احادیث صحیحہ اور تمام کتب فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۱: از ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داد صاحب ۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

ایک ہی مسجد میں جماعت ثانی بلا وجہ ہو سکتی ہے یا نہیں، مثلاً سہو سے جماعت اول کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں جماعت ثانی کر لے خواہ گاؤں ہو یا شہر، شارع عام ہو یا کوچہ، قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب:

جو مسجد شارع یا بازار یا سر یا اسٹیشن کی ہو کہ کسی محلہ یا امام سے مخصوص نہیں اس میں سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو گروہ آئے نئی اذان و اقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجد محلہ ہے جس کے لئے امام و جماعت معین ہے اس میں جب امام پہلی جماعت باعلان اذان مطابق سنت ادا کر چکا تو بعد کو جو آئیں انہیں اعادہ اذان ناجائز ہے اور محراب میں امامت مکروہ، اور بلا اعادہ اذان، محراب سے ہٹ کر بے کراہت جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۲: از شہر کہنہ محلہ مروہی ٹولہ مسؤلہ بشیر الدین صاحب ۱۹/ رمضان شریف ۱۳۳۶ھ

ایک مصلیٰ پر دو شخص علیحدہ نماز فرض ادا کریں تو ایسی حالت میں فرض ادا ہوتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اگر ان میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصد ترک جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ ہوتی تو جس کی طرف سے یہ ترک ہے وہ گناہگار ہوا ایک خواں دونوں، اور اگر یہ مسجد محلہ تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ نہ ہوتی تو برا کیا، رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے تھی اب دیوبندیوں لنگوہیوں سے بھی ہوئی، اور اگر ان میں کوئی قابل امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہر حال فرض ادھر صورت میں ہو جائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۳: از نمبر ۱۰ اٹلی تال کوہ نینی تال مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۲۵/ شوال ۱۳۳۶ھ

جماعت صرف عورتوں کی جن کا محض امام مرد ہو درست ہے یا نہیں؟ اور امام کے سہو کو وہ لڑکی یا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا؟

الجواب:

اگر یہ جماعت مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضری مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضری مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی مانع نہیں تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضری مسجد واجب ہے اور اگر اسے عذر ہے اور جماعت میں جتنی عورتیں اس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتتہ لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً بلا کراہت جائز ہے اور نا محرم مشتتہ ہیں تو مکروہ بہر حال، اگر امام کو سہو ہو تو عورت تصفیق سے اسے متنبہ کرے یعنی سیدھی ہتھیلی بائیں پشت دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ کہے کہ مکروہ ہے۔ در مختار:

المراة تصفق لابطن علی بطن ولو صفق اوسبحت لم تفسد وقد تركة السنة تاتار خانیه 1 -	عورت تصفیق سے متنبہ کرے مگر باطن ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے باطن پر نہ مارے، اگر مرد نے تصفیق کی عورت نے تسبیح کبھی تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ دونوں نے سنت کو ترک کر دیا، تاتار خانیه۔ (ت)

اقول: ہاں اگر امام نے قرأت میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت مجبورانہ آواز ہی سے بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کو یاد نہ آجائے وذلک لان الضرورات تبیح المحظورات (اور وہ اس لئے کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۴: یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سمجھ وال لڑکا آٹھ نورس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے

فان صلاة الصبی المیز الذی یعقل الصلاة صحیحة قطعا وقد امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسد الفرج	کیونکہ میتر بیچے (جو نماز کو جانتا ہو) کی نماز قطعاً صحیح ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفوف میں خلا نہ چھوڑنے اور متصل رکھنے کا

¹ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۹۱/۱

والتراض فی الصفوف ونهی عن خلافہ بنہی شدید۔	حکم دیا ہے اور اس کے خلاف پر نہی شدید فرمائی ہے۔ (ت)
اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو، علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں، درمختار میں ہے:	
یصف الرجال ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحد ادخل الصف ¹ ۔	مرد صف بنائیں پھر بچے، اس کا ظاہر واضح کر رہا ہے یہ اس وقت ہے جب بچے متعدد ہوں، اگر اکیلا ہو تو اسے صف کے اندر کھڑا کر لیا جائے (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال ² ۔	اگر بچے زیادہ نہیں تو ایک بچے کو مردوں کی صف میں کھڑا کر لیا جائے۔ (ت)
بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:	
اما محاذاة الامرء فصرح الكل بعدم افساده الامن شذ ولا متمسك له في الرواية ولا في الدراية ³ ۔ ملخصاً	امر دکا محاذی ہونا فساد نماز کا سبب نہیں، اس مسئلہ پر تمام فقہانے تصریح کی ہے البتہ شاذ و نادر طور پر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے ان کے لئے نہ روایت کوئی دلیل ہے نہ درایت ملخصاً (ت)
والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم۔	

مسئلہ ۹۳۵: از کلنتہ دھرم تلامبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر المظفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے میرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا

¹ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مکتبائی دہلی ۸۳/۱

² مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی فصل فی بیان الاحق بالامامة مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶۸

³ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۱۲/۱

تھا کہ امام کے برابر تین مقتدی ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ درمختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں۔ بینواتوجروا

الجواب:

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے درمختار تو شرح ہی کا نام ہے، کیا شروح معتبر نہیں ہوتیں یا ان میں درمختار نامعتبر ہے یا متن میں شرح کے خلاف لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہل علم کی شان سے بعید، درمختار بحر علم کی وہ درمختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشارق و مغارب ارض میں فتوائے مذہب حنفی کا گویا مدار اس کی تحقیقات عالیہ و تدقیقات عالیہ پر ہو گیا، اللہ عزوجل رحمت فرمائے علامہ سید ابن عابدین شامی پر کہ فرماتے ہیں:

ان کتاب الدر المختار، شرح تنویر الابصار، قاطر فی الاقطار و سار فی الامصار وفاق فی الاشتہار علی الشمس فی رابعة النهار، حتی اکب الناس علیہ و صار مغفرهم الیہ و هو الحری بان یطلب ویكون الیہ المذهب، فانه الطراز المذهب فی المذهب، فلقد حوی من الفروع المنقحة والمسائل المصححة، ما لم یحوہ غیر من کبار الاسفار ولم تنسج علی منواله ید الافکار ¹ ۔	خلاصہ یہ کہ درمختار نے تمام عالم میں آفتاب چاشت کی طرح شہرت پائی، مخلوق ہمہ تن اس سے گرویدہ ہو کر اپنے مہمات میں اس کی طرف التجا لائی، یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامن مذہب کی زرنگار گوٹ ہے، وہ تصحیح و تنقیح کے مسائل جمع ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں میں مجتمع نہیں، آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اس کا ارشاد بلا وجہ محض قبول نہ کریں، خیر² فتح القدیر تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام ہمام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن المہام قدس سرہ وہ امام اجل ہیں کہ ان کے معاصرین تک ان کے لئے منصب اجتہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی رد المحتار (جیسا کہ

¹ رد المحتار شروع الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۲

رد المحتار میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ت) تبیین الحقائق تو مقبول ہوگی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی شارح کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب نیمروز سے روشن تر ہے۔ یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اور ان کے مستند ہیں، کافی، امام نسفی تو معتمد ہوگی جس کے مصنف امام برکت الانام حافظ الملہ والدین ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی صاحب کنز الدقائق ہیں۔ سب جانے دو ہدایہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد واستناد میں کلام ہو سکے یہ سب اکابر آئمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام و مکروہ تحریمی ہے، ہدایہ میں ہے: محرم قیام الامام وسط الصف¹ (امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا حرام ہے۔) فتح القدیر میں ہے:

صريح في ان ترك التقدم لامام الرجال محرم وكذا صرح الشارح وسماه في الكافي مكروها وهو الحق اي كراهة تحريم لان مقتضى المواظبة على التقدم منه عليه الصلاة والسلام بلا ترك، الوجوب فلعدمه كراهة التحريم فاسم المحرم مجاز ² ۔	یہ عبارت اس میں صریح ہے کہ مردوں کے امام کا تقدیم کو ترک کرنا حرام ہے، اور شارح نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، اور کافی میں اسے مکروہ کہا، اور حق بھی یہی ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بلا ترک اس پر مواظبت فرمانا وجوب کی دلیل ہے لہذا اس کا خلاف کرنا مکروہ تحریمی ہوا پس اس پر حرام کا اطلاق مجازاً ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

محرم وهو قیام الامام وسط الصف في كراهة كالعراة كذا في الهداية هو يدل على انها كراهة تحريم لان التقدم واجب على الامام للمواظبة من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وترك الواجب موجب الكراهة التحريم المقتضية للاثم ³ ۔	امام کا وسط صف میں قیام حرام ہے۔ ایسا عمل نگلوں کی طرح مکروہ ہوگا، ہدایہ میں اسی طرح ہے، یہ اس پر دال ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہے کہ امام کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دائمی عمل ہے اور ترک واجب اس کراہت تحریمی کا موجب ہے جو گناہ کی مقتضی ہے۔ (ت)

¹ الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱۰۳/۱

² فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبۃ نور یہ رضویہ سکھر ۳۰۶/۱

³ بحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ عاتق ایچ سعید کمپنی کراچی ۳۵۱/۱

۴۔ دررالحکام علامہ مولیٰ خسرو میں ہے: محذور قیام الامام وسط الصف^۱ ہمدخصاً (امام کا صف میں کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ ت) ۵۔ ذخیرۃ العقلمی میں ہے: اما کر اھتھا فلعدم خلوها عن المحرم^۲ (اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرمت سے خالی نہیں۔ ت) مجمع الانہر میں ہے: قیام الامام وسط الصف مکروہ کراہۃ تحریم^۳ ہمدخصاً (امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے اھ تلخیصاً۔ ت) مستخلص^۴ میں ہے: محرم وھو وقوف الامام وسط الصف^۵ (امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا حرام ہے۔ ت) فتح المعین^۶ علامہ سید ابی السعد ازہری میں زیر قول شارح والاثنان خلفہ وان کثر القوم کرہ قیام الامام وسطہم (اور دو امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اگر لوگ دو سے زیادہ ہوں تو امام کا ان کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ت) ای تحریماً لتروک الواجب^۷ (یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ترک واجب لازم آ رہا ہے۔ ت) ۸۔ ردالمحتار میں ہے: تقدیم الامام امام الصف واجب^۸ (امام کا صف کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔ ت) بایں ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحر الرائق کا ارشاد پیش نظر کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ صف پر تقدم فرمایا اور ایسی مداومت کہ کبھی ترک نہ فرمائیں دلیل وجوب ہے

اقول: (میں کہتا ہوں) اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو۔ اس کو امام بخاری نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اقول: وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا کما رأيتموني اصلي^۷ رواه البخاری عن مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

^۱ دررالحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۸۶/۱

^۲ ذخیرۃ العقلمی فصل فی الجماعۃ مطبوعہ مثنیٰ نوکسور لکھنؤ ۸۵/۱

^۳ مجمع الانہر شرح ملتقى الاخر فصل مکروہات الصلوۃ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۵/۱

^۴ مستخلص الفتاویٰ شرح کنز الدقائق باب الامامۃ مطبوعہ کانسی رام پرنٹنگ ورکس لاہور ۲۰۳/۱

^۵ فتح المعین، باب الامامۃ، مطبوعہ انجم سعید کمپنی کراچی ۲۰۹/۱

^۶ ردالمحتار، باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۲۰/۱

^۷ صحیح البخاری باب الاذان للمساقر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۸/۱

یہاں امر ہے اور امر کا مفاد وجوب توجہ تک دلیل خصوص مشگنا ترک احیائاً یا اقرار علی الترتیب ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ اور صغیرہ بعد اعتیاد کبیرہ اور کبیرہ کا مرتکب فاسق اور مردود الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت، نَسألُ اللہ العفو والعافیۃ، واللہ سَجْنۃً وتعالیٰ العلم مسئلہ ۹۳۶ تا ۹۳۷: از گوئذہ ملک اودہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۳ جمادی الاخریٰ

۱۳۱۸ھ

سوال اول: زید کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرائے میں ہو رہی ہے اسی مسجد میں بکر بھی آیا اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اس نے علیحدہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہو گئی یا نہیں؟
سوال دوم: ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ جماعت ثانیہ کیا بلکہ جماعت اولیٰ بھی ہوتی ہو تو اس وقت کوئی دوسرا شخص اس مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی جماعت کا پچیس ۴۵ کننا ثواب نہ ملے گا، نماز ہو جانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب، اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب:

جواب سوال اول: نماز بایں معنی تو ہو گئی کہ فرض سر سے اتر گیا مگر سخت کراہت و لزوم معصیت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترک جماعت گناہ و شناعیت ہے نہ کہ خود بحال قیام جماعت صریح خلاف و اضاعت، یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کر دیئے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے بھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اسے شرع مطہر مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیت توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ مغرب و فجر میں توجہ تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو حکم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دو بھی پڑھ چکا ہو تو انہیں نفل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہو جائے۔

توضیہ الابصار میں ہے کسی نے تنہا نماز ادا کرنا شروع کی پھر اسی فرض کی جماعت کھڑی ہو گئی تو وہ سلام واحد کے ساتھ کھڑے کھڑے نماز ختم کر دے اور امام کی اقتدا کرے بشرطیکہ اس نے پہلی رکعت کا

فی التنبیہ شرع فیہا اداء منفرداً ثم اقیمت یقطعہا قائماً بتسلیمۃ واحدة ویقتدی بالامام ان لم یقید الركعة الاولى بسجدة

اوقیدھا فی غیر باعیۃ اوفیہا وضم الیہا اخری وان صلی ثلاثا منها اتم ثم اقتدی متنفلا ویدرک فضیلۃ الجماعۃ الا فی العصر¹۔	سجدہ نہ کیا ہو یا پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہے مگر نماز غیر رباعی ہو (یعنی فجر و مغرب کی نماز میں) یا نماز رباعی ہو مگر اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا چکا ہے (ان صورتوں میں نماز توڑ کر امام کی اقتدا کرے) اگر تین رکعت ادا کر چکا ہے تو نماز پوری کرے اس کے بعد بنیت نوافل امام کی اقتدا کرے تو اسے ثواب جماعت حاصل ہو جائے گا البتہ نماز عصر میں ایسا نہیں کر سکتا (کیونکہ بعد از عصر نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ت)

جب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو یہ حکم ہے حالانکہ اس نے ہرگز مخالفت جماعت نہ کی تھی اور نیت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت حرام ہے قال اللہ تعالیٰ لَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ² اپنے عمل باطل نہ کرو، مگر شرع مطہر نے جماعت حاصل کرنے کے لئے نیت توڑنے کو ابطال عمل نہ سمجھا اکمال عمل تصور فرمایا تو یہاں کہ جماعت قائمہ کے خلاف اپنی الگ پڑھتا ہے کیونکہ شرع مطہر کو گوارا ہو سکتا ہے بلکہ جو شخص مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اب جماعت قائم ہوئی ہے اگر ظہر یا عشاء ہے تو شرعاً اس پر واجب ہے کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفت جماعت کی تہمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تاکہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے،

فی الدر المختار من صلی الظهر والعشاء وحده مرة فلا یکره خروجه بل ترکہ للجماعة الا عند الشروع فی الاقامة فیکروه لمخالفته الجماعة بلا عذر بل یقتدی متنفلا ومن صلی الفجر والعصر والمغرب مرة فیخرج مطلقا وان اقیمت، وفي النهر ینبغی ان یجب خروجه لان کراهة	نہر میں ہے مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اس کا نکل جانا واجب ہے کیونکہ بغیر نماز کے وہاں مسجد میں رکے رہنا زیادہ مکروہ ہے اھ مختصراً اگرچہ در مختار میں ہے جس نے ظہر و عشاء کی نماز تنہا ایک مرتبہ ادا کر لی اس کے لئے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں بلکہ جماعت کا ترک مکروہ ہوا مگر اس صورت میں جب اقامت شروع ہو گئی تو مکروہ ہے بلا عذر نکلنا بسبب اس کی مخالفت جماعت کے، بلکہ وہ مسجد میں ٹھہرے اور بنیت نوافل امام کی اقتداء کرے، اور جس نے فجر، عصر اور مغرب کی نماز ادا کر لی تو وہ ہر حال میں مسجد سے نکل سکتا ہے اگرچہ

¹ در مختار باب اور اک الفریضة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

² القرآن ۷۴/۳۳

تکبیر شروع ہو جائے، ردالمحتار میں "الا عند الشروع في الاقامة" کے تحت ہے کہ اس کے نکلنے میں تہمت ہے۔ شیخ السبیل فرماتے ہیں کہ بہت سے فتاویٰ میں یہی مذکور ہے اور یہ تہمت کا سبب اس کا تنہا نماز ادا کرنا ہے اور جب وہ نکل کھڑا ہو تو اس سے تائید ہو جائے گی الخ اسی میں محیط کے حوالے سے ہے کہ مخالفت جماعت میں بہت بڑا گناہ ہے۔ (ت)	مكثه بلا صلاة اشد¹ مختصرا في ردالمحتار تحت قوله الا عند الشروع في الاقامة لان في خروجه تهمة قال الشيخ السبيل وهو المذكور في كثير من الفتاوى والتهمة هنا نشأت من صلاته منفردا فاذا خرج يؤيدها² وفيه عن المحيط مخالفة الجماعة وزر عظيم³۔

جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متمم اور مخالف جماعت اور وزیر عظیم میں مبتلا پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصداً مخالفت کر کے اپنی الگ شروع کر دے کیونکر سخت متمم و صریح مخالف و گرفتار گناہ شدید نہ ٹھہرے گا بلکہ علما فرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی حالت میں اگر کچھ لوگ آکر دوسری جماعت جدا قائم کر دیں مبتلائے کراہت ہوں گے کہ تفریق جماعت کی حالانکہ یہ نفس جماعت کے تارک نہ ہوئے نہ ان پر اصل جماعت سے مخالفت کی تہمت آسکتی ہے تو اکیلا اپنی ڈیڑھ لینٹ کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالف ہوگا،

خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ مسجد سے باہر بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہی تو باہر والوں میں سے ایک شخص نے امامت کرائی اسی طرح اہل داخل میں سے ایک شخص نے امامت کرائی ان دونوں میں سے جو پہلے	في الخلاصة ثم الهندية قوم جلوس في المسجد الداخل وقوم في المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اهل الخارج فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم

¹ در مختار باب اوراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۹/۱

² ردالمحتار باب اوراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۵۲۸/۱

³ ردالمحتار باب اوراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۵۲۹/۱

من یسبق بالشروع فهو والمقتدون به لا کراهة فی حقهم ¹	شروع ہوا وہ امام ہے اور اس کی اقتدا کرنے والے درست ہیں اور ان میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

اور اس جماعت کا جماعت ثانیہ ہونا ان شاعتوں سے نہیں بچ سکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی مخالفت کا تہمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجد محلہ نہیں بازار یا سرا کی مسجد ہے تو اس کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے کماحقہ فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ ت) ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفسد نماز ہو یا اس کی بد مذہبی تاحد فساد ہے یا نقص طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ فساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعت خود جماعت ہی نہیں بلکہ اب اس میں شرکت ممنوع ہوگی لبطلان الصلاة خلفه (کیونکہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ت) واللہ سبحنہ، وتعالیٰ اعلم

جواب سوال دوم: اس کا جواب سوال اول سے واضح ہے۔ ہو جانا بمعنی سقوط فرض مسلم مگر اس قائل کے فحوائے کلام سے ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اس کی مراد نہیں بلکہ اس میں فقط کئی ثواب مانتا اور لحوق اثم سے پاک جانتا ہے ولذا تعلیل میں نہ واجب کالفظ بڑھایا اور نہ سقوط فرض، تو بحال ترک جمیع واجبات بھی حاصل ہے اب یہ قول محض غلط ہے، اذنا مذہب معتمد میں جماعت واجب ہے اور اسے سنت مؤکدہ کہنا بوجہ ثبوت بالسنة ہے اور نہ بھی سہی تاہم اس کے قصدی ترک میں لحوق گناہ سے مفر نہیں،

فی الدر المختار الجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدی ارادوا بالتاكيد الوجوب الخ وفيه وقيل واجبة و عليه العامة ای عامة مشائخنا و به جزم فی التحفة وغیرها قال فی البحر وهو الراجح عند اهل المذهب ² ه وفي البحر من باب صفة الصلوة الذی يظهر من كلام اهل المذهب ان	در مختار میں ہے مردوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہے۔ زاهدی نے کہا یہاں تاکید سے وجوب مراد لیا گیا ہے الخ اسی میں ہے وجوب کا قول بھی کیا گیا ہے اور ہمارے عام مشائخ اسی پر ہیں، تحفہ وغیرہ میں اسی پر جزم ہے، بحر میں فرمایا، اہل مذہب کے ہاں یہی رائج ہے اھ اور بحر میں باب صفت صلوة میں ہے کہ اہل مذہب کے کلام سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یوں ہے کہ صحیح

¹ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۴۵۱ھ خلاصہ ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ہوا حق بالامامة مطبوعہ

نورانی کتب خانہ پشاور ۸۴/۱

² در مختار باب الامامة، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۴/۱

قول کے مطابق گناہ کاملہ ترک واجب یا ترک سنت مؤکدہ پر ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ جس نے صلوات خمسہ کی سنن کو ترک کیا اس کے بارے میں ایک قول ہے کہ وہ گنہگار نہیں ہوگا، اور صحیح یہ ہے کہ وہ گنہگار ہوگا۔ فتح القدیر میں اس کو ذکر کیا ہے اور یہ بھی ان کی تصریح ہے کہ جس نے جماعت ترک کی وہ گنہگار ہوگا حالانکہ صحیح یہی ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اسی طرح اس کی دیگر نظائر کا حکم ہے ان کے کلام سے تلاش کرنے والے کو یہی ملے گا، بلاشبہ گناہ کے بارے میں شک کی قول ہے، بعض کا قول بعض سے سخت ہے تو تارک سنت مؤکدہ گناہ تارک واجب سے اخف اور کم ہوگا	الاثم منوط بترك الواجب او السنة المؤكدة على الصحيح لتصريحهم بأن من ترك سنن الصلوة الخمس قيل لا يآثم والصحيح انه يآثم ذكره في فتح القدیر وتصريحهم بالآثم لمن ترك الجماعة مع انها سنه مؤكدة على الصحيح وكذا في نظائر لمن تتبع كلاهم ولا شك ان الاثم مقول بالتشكيك بعضه اشد من بعض فالآثم لتارك السنة لمؤكدة اخف من الاثم لتارك الواجب¹ وفي رد المحتار عن النهر عن الكشف الكبير عن اصول ابی اليسر حكم السنة ان يندب الي تحصيلا ويلازم على تركها مع لحوق اثم يسيرا²

اور رد المحتار میں نہر سے الكشف الكبير کے حوالے سے ہے، اصول ابوالیسر سے ہے کہ سنت کا حکم یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنا مندوب و مستحب ہے اور اس کے ترک پر تھوڑے سے گناہ کے ساتھ ملامت ہوگی (ت) سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہد رسالت میں دیکھا کہ جماعت سے پیچھے نہ ہٹا تھا مگر کھلا منافق۔	لقد رأيتنا وما يتخلف عنها الا منافق معلوم النفاق۔

لو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتهم رواہ مسلم (اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ترک کرو گے گمراہ ہو جاؤ گے) (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت) اور ایک روایت میں ہے: لکفرتم تم کافر ہو جاؤ گے رواہ ابوداؤد (اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت) یعنی کفران یا یہ کہ معاصی پر رد کفر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ سبخنہ و تعالیٰ اعلم

¹ بحر الرائق باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۲/۱

² رد المحتار مطلب فی السنۃ و تعریفها مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۷/۱

مسئلہ ۹۳۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے واسطے مصلیٰ مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصلے کے قصد اکھڑے کئے جاتے ہیں بایں نیت کہ امام بہ نسبت مقتدیوں کے ممتاز ہونا چاہئے مکروہ ہے یا غیر مکروہ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں یا امام نے خود نہ چاہا نہ کسی مقتدی نے نہ اس لئے کہ امام و مقتدی میں امتیاز چاہئے بلکہ امام کو کسی فضل دینی کی تعظیم کے لئے، مثلاً وہ عالم دین ہے اس کے نیچے مصلیٰ بچھا دیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اس نیت سے بالقصد مقتدیوں کو بے مصلیٰ کھڑا کرنا کہ نماز میں امام و مقتدیوں کا یوں امتیاز ہونا چاہئے محض بے اصل و خلاف سنت اور دین میں نئی بات نکالنا ہے۔ واللہ سبحنہ، وتعالیٰ

مسئلہ ۹۳۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سننے جائے تو اپنی مسجد میں عشاء کی جماعت اس کے جانے سے بالکل جاتی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گو امام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف مابجوز بہ الصلوٰۃ پر قادر ہے، در صورت اس کے موجود ہونے کے جماعت ہو سکتی ہے؟ چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت معطل چھوڑنا بغرض استماع قرآن جائز ہے یا مکروہ یا کراہت ہے؟ لیکن استماع قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت کان لم تکن (یعنی کراہت اصلاً نہ رہے۔ ت) ہو جائے۔

بینوا اتوجروا

الجواب:

ایسا شخص بلاشبہ مقیم جماعت ہے اسے چاہئے کہ نماز فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لئے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں اس غرض سے جانا کوئی باک نہیں رکھتا بلکہ مطلوب و مندوب ہے، ہاں تعطیل جماعت فرض جائز نہیں، ولذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴۰: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی جواب هذا السؤال (اے علماء! اللہ تم پر رحم فرمائے اس سوال کا کیا جواب ہے؟) جماعت تراویح میں بعض لوگ صف اول و دوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہو کر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اس کے دو کھڑے ہوئے ازاں بعد پھر تین بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں اگرچہ یہ بیٹھنے والے سب ضعیف و معذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو بخیاں تطویل قرات امام برابر کھڑا رہنا بوجہ اپنی کالمی و نکاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا ان کا اندر صفوف بلا کراہت جائز ہے؟ کیا تسویہ صفوف کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے؟ کیا

جماعت فرض و تراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے؟ ایک فریق کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صف میں نماز پڑھیں دوسرا فریق مجوز ہے کہ ایسی جماعت بلا کراہت صحیح و درست ہے چاہے کسی صف میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کر اس میں کوئی محظور شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

دربارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتا کید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کچھ نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیٰ خالفن اللہ بین وجوہکم ¹	اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ رواہ مسلم عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

راصوا صفوفکم وقاربوا بینہا وحاذوا بالاعناق فالذی نفس محمد بیدہ انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانہا الخذف ² ۔ رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	اپنی صفیں خوب کھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنے صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

¹ صحیح مسلم، باب تسویہ الصفوف الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۲/۱

² سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۳/۱

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقبوا الصفوف فانما تصفون بصف الملائكة وحاذوا بين المناكب¹۔ رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و ابن خزيمة والحاکم وصحاحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الاتصفون كما تصف الملائكة عن ربها²۔	ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا:

یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف³۔ رواہ مسلم وابوداؤد و	اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد،

¹ سنن ابوداؤد باب تسویر الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۰۱ھ، مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۹۸/۲

² صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۱/۱، سنن ابوداؤد باب تسویر الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۰۱ھ

³ صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۱/۱، سنن ابوداؤد باب تسویر الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۰۱ھ

النسائی وابن ماجہ عن جابر بن سمرة رضي الله تعالى عنه	نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتموا الصف المقدم ثم الذی يليه فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر ¹ ۔ رواه الاثمة احمد وابوداود والنسائی وابن حبان وخزيمة والضياء باسانيد صحيحة عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه۔	پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کئی ہو تو سب سے کچھلی صف میں ہو۔ اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله ² ۔ رواه النسائی والحاكم بسند صحيح عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وهو من تتمة حديثه الصحيح المذكور سابقاً عند احمد وابي داؤد والثلثة الذين معهم۔	جو کسی صف کو صل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، یہ عبد اللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر الى فرجة في صف فليسدّها بنفسه فان لم يفعل فبر ما فليتخط	جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کر دے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آ یا تو اسے چاہئے

¹ سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف مطبوعه آفتاب عالم پریس لاہور ۹۸/۱، سنن النسائی فضل الصف الاول مطبوعه مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۴/۱

² سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف مطبوعه آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱، سنن النسائی من وصل صفا مطبوعه مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۴/۱

کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں۔ اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔	علی رقبته فانه لاحرمۃ له¹۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کافر جہ بند کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔	ان الله وملئكتہ يصلون علی الذین يصلون الصفوف ومن سد فرجة رفعه الله بها درجة²۔ رواہ احمد و ابن ماجہ وابن حبان والحاکم وصححه واقرؤہ عن امر المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

سوم: تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: صَفًّاكَانَهُمْ بُيُوتًا مَّرْصُومًا³ ایسی صف کے گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ بگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنے فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سجنہ و تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں، اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اپنی صفیں سیدھی اور خوب کھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔	اقيبوا صفوفكم وتراصوا فاني اراكم من وراء ظهري⁴۔ رواہ البخاری و النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

¹ المعجم الکبیر مروی از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰۵/۱۱۔ ۱۱۳

² مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۸۹/۶

³ القرآن ۲۶/۶۱

⁴ صحیح بخاری باب اقبال الامام علی الناس عند تسویہ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۰/۱

یہ بھی اسی اتمام صفوف کے متممات سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کماحققناہ فی فتاؤنا وکثیر من الناس عنہ غافلون (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی خوب تحقیق کی ہے اور بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔ ت) اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے زائد فضول فاصلہ نہ چھوٹے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں صف میں کچھ مقتدی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اس سے امر اول یعنی تسویہ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم و قاعد بھی خط واحد مستقیم میں ہو سکتے ہیں تسویہ میں ارتفاع کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ ہونے کے قابل کہ ایک پیمائش کے قدر کہاں سے آئیں گے، ہاں جبکہ بیٹھنے والے محض کسل و کاہلی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو فرائض و واجبات مثل عیدین و وتر میں امر دوم و سوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی دخیل ہیں، ان بیٹھنے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا مگر انہیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہو گا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے، ان پر لازم تھا کہ انہیں کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دور کریں، ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور قطع صف کے وبال عظیم میں یہی بیٹھنے والے مانوڑ ہیں جو حکم فرائض و واجبات کا تھا، رہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات و سنت فجر بلا عذر بیٹھ کر ناجائز و فاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہو جاتی ہیں اگرچہ خلاف توارث کے سبب مکروہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے، درمختار میں ہے:

(نماز تراویح بیٹھ کر ادا کرنا مکروہ ہے) کیونکہ ان میں تاکید زیادہ ہے حتیٰ کہ بعض فقہاء کے قول کے مطابق بیٹھ کر نماز تراویح ہوتی ہی نہیں (قیام پر قدرت کے ہوتے ہوئے) جیسا کہ رکوع امام تک قیام کو مؤخر کرنا (یعنی امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا) مکروہ ہے، کیونکہ اس میں منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔ ت)	(التراویح تکرہ قاعد) لزیادة تاکدھا حتی قیل لاتصح (مع القدرة علی القيام) کما یکرہ تاخیر القيام الی رکوع الامام للتشبیہ بالمنافقین¹۔

خانیہ و ردالمحتار میں ہے:

¹ درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۹۹/۱

لوصلى التراويح قاعدا قيل لايجوز بلاعذر لما روى الحسن عن ابي حنيفة لوصلى سنه الفجر قاعدا بلاعذر لايجوز فكذا التراويح لان كلامهما سنة مؤكدة وقيل يجوز وهو الصحيح والفرق ان سنة الفجر سنة مؤكدة بخلاف والتراويح دونها في التاكيد فلايجوز التسوية بينهم¹۔	اگر کسی نے تراویح بیٹھ کر ادا کیں تو بعض فقہاء کے نزدیک بلاعذر ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ امام حسن نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں بلاعذر بیٹھ کر ادا کیں تو یہ جائز نہیں، اسی طرح تراویح کا معاملہ ہے، کیونکہ دونوں سنت مؤکدہ ہیں، بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے، فرق یہ ہے کہ سنن فجر بغیر کسی اختلاف کے سنت مؤکدہ ہیں اور تراویح کا درجہ تاکید میں ہونا اس سے کم ہے لہذا ان کے درمیان مساوات و برابری نہ ہوگی۔ (ت)

قول اول پر کابلوں کا بلاعذر صف میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز و مورد غناہ و موجب قطع صف ہوگا جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور قول ثانی پر مستحب ہوگا کہ ان اہل کسل کو مؤخر کیا جائے اور صفوں میں یوں دخیل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پر وہ غناہ و معصیت ہے اور دوسرے پر محض بے ضرورت ہے تو اس سے احتراز ہی میں فضیلت ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں جیسے حنفیہ کے لئے شافعیہ مالکیت حنبلیت ان کے خلاف کی رعایت رکھنی بالاجماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو تو یہ خلاف تو خود اپنے علمائے مذہب میں ہے، درمختار میں ہے:

لاينقصه مس ذكر وامرأة لكن يندب للخروج من الخلاف لاسيما للامام لكن بشرط عدم لزوم ارتكاب مكروه مذهب²۔	مس ذکر اور مس امرأۃ سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن ایسی صورت میں اختلاف سے بچتے ہوئے وضو کر لینا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے بشرطیکہ امام کے اپنے مسلک میں مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے (ت)

¹ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۹۹ھ

² درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱۴۱۱ھ

مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب الحاظ ہوگا کہ تاخیر اتنے کابلوں کی ہو جس قدر تمام صف سے زائد ہوں ورنہ اطراف صف آخر میں اقامت ہوتا کہ مذہب صحیح پر قطع صف نہ لازم آئے اس سے تحرز مستحب تھا یہاں واجب ہوگا، توضیح یہ کہ یہاں تین صورتیں ہوں گی:

اول یہ کہ قائمین بقدر کمال صف ہوں یعنی ان سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صف میں جگہ رہے اس صورت میں صفوف سابقہ کاملہ قائمین سے کر لی جائیں اور کابلین سب سے آخر میں اپنی صف یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کابلین کی تاخیر مطلق کی ہوگی۔

دوم قائمین سے اکمال صف نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صف پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں ان سے مکمل ہو گئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صف پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے تکمیل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قائمین کی اخیر صف میں کابلین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر تکمیل صف کریں حتیٰ کہ اگر صف اول ہی ناقص تھی تو اسی کے کنارے پر انہیں رکھیں اس صورت میں کابلوں نے اصلاً تاخیر نہ پائی، ہاں ایک کنارے پر جمع کر دیئے گئے۔

سوم تکمیل صف میں کابلین کی حاجت ہے اور وہ بعد تکمیل بھی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لئے مطلوب ہیں قائمین کی صف آخر کے ایک کنارے پر انہیں رکھ کر باقی کی صف یا صفوف ناقص یا کامل اخیر میں کر دی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کابلین کی نماز میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قائمین کی صف کو تکمیل کی حاجت ہے تو اس سے ہٹا کر کابلین کو صف دیگر میں رکھنا صف اخیر قائمین کو ناقص چھوڑنا ہوگا اور یہ جائز نہیں پھر بہر حال اگر اور قائمین آتے جائیں یا انہیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کابلین کی طرف الصف ہوں اور کابلین فی الطرف مؤخر ہوتے جائیں یہاں تک کہ مثلاً صورت ثانیہ صورت اولیٰ کی طرف رجوع کرے اور ثالثہ ثانیہ یا اولیٰ ہو جائے الی غیر ذلک من الاحتمالات (اس کے علاوہ دیگر احتمالات) یہ سب اس صورت میں ہے کہ کابلین دست شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فتنہ قدر میسور پر عمل چاہئے، وباللہ التوفیق هذا ما فادہ التفقہ والکتاب واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۹۴۱: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۰/ شوال ۱۲۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ

عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلے جو کہ مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زبوں ہے کہ تکرار جماعت و افتراق اس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و بنیاد پر قائم کئے گئے کہ جو زید لکھتا ہے کہ لاریب یہ امر زبوں ہے صد ہا علمائے کالمین و صلحائے مقبولین گزرے کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اس کا لکھنا درست ہے یا خلاف؟ اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہئے؟ جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ الرب الجلیل۔

الجواب:

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیسین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں چاروں مذاہب حقہ اہلسنت حفظہم اللہ تعالیٰ کے لوگ مجتمع ہیں اور ان میں باہم طہارت و نماز کے مسائل میں اختلاف رحمت ہے، ایک بات ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع، ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ، ایک کے نزدیک ایک امر ناقص طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں، ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تمام دوسرے کے یہاں نہیں، تو جب امام کسی مذہب کا ہو اگر اس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت و صلاۃ کی رعایت اور ان کے نواقض و مفسدات سے مجانبیت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اس کے پیچھے باطل و فاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات و مجانبیت مشکوک ہو تو مکروہ اور تلفیق مذاہب باجماع جمہور ائمہ حرام و باطل اور بحال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور بعض امور ایک مذہب میں سنت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجالایا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر کراہت و لہذا غایت امکان قدر فرائض و مفسدات تک ہے، محققین نے تصریح فرمائی کہ بہر حال موافق المذہب کی اقتداء اکمل و افضل، تو انتظار موافق کے لئے نوافل یا ذکر وغیرہما میں مشغول رہنا جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل و اعلیٰ کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل و تحسین ہے خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے اس لئے آٹھ سو برس یا زائد سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس و جدہ و مصر و شام وغیرہا بلاد اسلام میں عامہ مسلمین کا

عمل اس پر جاری و ساری رہا اور بعض کا انکار شاذ و مجہور قرار پایا تو بعد وضوح حق و استنقار امر اسے زبون و بدعت کہنا باطل و جہل و سفاہت ہے، چار مصلے ہونا اسی طریقہ انیقہ سے عبارت جسے علمائے مذاہب نے بنظر مصالح جلیلہ مذکورہ پسند و مقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بننا کہ یہ بھی صدہا سال سے معهود و مقبول ہے نہ اس کے لئے ضرور نہ ان میں خلل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل، در مختار میں ہے:

یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ ¹ ۔	نماز فرض کی اقامت کے وقت نوافل مکروہ ہیں یعنی اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام کی اقامت ہے (ت)

رد المحتار میں:

لو انتظر امام مذہبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضاً عن الجماعة للعلم بأنه یرید جماعة اکمل من هذه الجماعة ² ۔	اگر کوئی شخص صفوں سے دور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرتا رہا تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ اس موجودہ جماعت سے اکمل جماعت کا ارادہ رکھتا ہے (ت)

شیخ علمائے مکہ معظمہ مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ اجتہاد میں فرماتے ہیں:

لو کان لكل مذہب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنته عامہ المسلمین وعمل به جمہور المومنین من اهل الحرمین والقدس ومصر و الشام ولا عبرۃ بمن شذ منهم ³ ۔	اگر ہر مذہب کا الگ امام موجود ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو پھر اپنے موافق کی اقتداء افضل ہے خواہ وہ پہلے ہو یا بعد جیسا کہ اس کو عامہ مسلمین نے پسند کیا، جمہور مومنین اہل حرمین، قدس، مصر اور اہل شام کا اسی پر عمل ہے، اس کی مخالفت کرنے والے شاذ و نادر کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

¹ در مختار، کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲

² رد المحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۲۵

³ رد المحتار بحوالہ رسالہ اجتہاد باب الامامۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۴۱۷

علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

بعض علماء سے کعبہ معظمہ کے ارد گرد مقامات مخصوصہ میں مذاہب اربعہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اسے بدعت کہا، لیکن یہ بدعت حسنہ ہے سیدہ نہیں کہ یہ سنت صحیحہ کی دلیل و تقریر پر سنت حسنہ میں داخل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے کوئی ضرر نہیں ہوتا نہ مسجد میں کوئی تنگی ہے اور نہ عام اہل سنت کے نمازیوں میں کوئی حرج ہے بلکہ اس میں بارش اور سخت گرمی و سردی میں فائدہ و آسانی ہے اور اس میں جمعہ وغیرہ میں امام کا قرب بھی حاصل رہتا ہے لہذا یہ بدعت حسنہ ہے اور فقہاء اپنے اس فعل کا نام سنت حسنہ رکھتے ہیں اگرچہ اہلسنت کی بدعت ہے نہ کہ اہل بدعت کی، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "من سن سنة حسنة" (جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا) الی آخر العبارة، اللہ تعالیٰ ان پر لطف و کرم فرمائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الكعبة التي يصلون فيها الآن بأربعة أئمة على مقتضى المذاهب الأربعة فأجاب بأنها بدعة ولكنها بدعة حسنة لاسيئة لانها تدخل بدليل السنة الصحيحة و تقريرها في السنة الحسنة لانها لم يحدث منها ضرر ولا حرج في المسجد ولا في المصلين من المسلمين لعامة اهل السنة والجماعة بل فيها عظيم النفع في المطر والحر الشديد والبرد و فيها وسيلة للقرب من الامام في الجمعة وغيرها فهي بدعة حسنة و ويسون بفعلهم للسنة الحسنة و ان كانت بدعة اهل السنة لاهل البدعة لان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال من سن سنة¹ حسنة الى آخر ما اطال و اطاب عليه رحمة الملك الوهاب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۲: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر تجلی غازی پور ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر تحکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی

¹ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ وقد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الكعبة مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۱۶/۱

کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور جھگڑالو ہو درمیان میں مقتدیوں کے، اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب ہی نماز ہو اگرچہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہمیں گھر سے بلا لے جایا کرے، پس ایسے شخص کا نماز کے باب میں انتظار کرنا اور قیام ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں؟

الجواب:

مقتدی کو امام پر تحکم نہیں پہنچتا اور وہ خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم و اثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہر گز نہ چاہئے مگر جبکہ شریعہ و موزی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بمجبوری تا حد امکان انتظار کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے۔

قال الله تعالى الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ¹	اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت)
ملترزمان جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں۔	
وقد كان صلى الله تعالى عليه وسلم اذا حضر الناس عجل واذا تاخروا اخر۔	واللہ تعالیٰ اعلم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا جب لوگ حاضر ہوتے آپ جلدی فرماتے جب لوگ تاخیر کرتے آپ تاخیر فرماتے (ت)

مسئلہ ۹۴۳: از شہر کہنہ مرسلہ رحیم بخش بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے؟

الجواب:

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں لگا رہے یا کھانا سرد ہو کر بے مزا ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا وقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ القرآن ۱۹۱/۲

مسئلہ ۹۴۴: مرحلہ اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے وقت ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لا کر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی جمع ہو گئے اور صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو ان صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو بھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ صاحبوں کی اہل جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کر لینے دو، جملہ نمازی کھڑے رہے، جب اُن صاحب نے وضو کر لیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آ گئے ان کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہو گئے، دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو کر کے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار ہے، بینوا تو جروا

الجواب:

یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور ان کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کر دی اگر یہ لوگ اہل محلہ سے نہ تھے انہیں اس تعیین وقت پر جو اہل مسجد نے مقرر کر لی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی پر انتظار سے کوئی حرج بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کر لینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں ان کی دل شکنی ہو کہ بلاوجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے، دو چار منٹ میں وضو ہو جائے گا، اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تین، اُن کا تو یہ کہ تکبیر اولیٰ پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ^۱ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی اور تقویٰ پر لوگوں کے ساتھ تعاون کرو) (ت) یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہئے کہ اگر رکوع میں کسی کی پچھل سنے اور اسے پہچانا نہیں تو ایک تسبیح زیادہ کر دے کہ وہ شامل ہو جائے، دوم اس رعایت سے ان مسلمانوں کا دل خوش کرنا متعدد احادیث میں ہے:

احب الاعمال الى الله بعد الفرائض ادخال السرور	فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے جیسا کہ حضور اکرم
على المسلم ^۲ اوکما	

^۱ القرآن ۲/۵

^۲ الجامع الصغير مع فیض القدیر حدیث ۲۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۶۷، مجمع الزوائد باب فضل قضاء الحوائج مطبوعہ دار الکتب بیروت ۱۹۳/۸

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

سوم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ:

انکم فی صلوٰۃ ما انتظرتم الصلوٰۃ ^۱ ۔	بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو۔

ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا، جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقت مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۵: از کمرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آیا اس کے برابر کھڑا ہو گیا، تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہو گیا، چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر کے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر لے۔ بینواتوجروا

الجواب:

آج کل بوجہ غلبہ جہل کھینچنا منع ہے پھر بھی نماز ہو گئی اگر ہٹنے والے حکم شرع ماننے کے لئے ہٹے ہوں، اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو ہٹے نہ مسئلہ کے لحاظ سے تو ان ہٹنے والوں کی نماز نہ ہوئی، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۶: از ڈیرہ غازی خاں بلاک نمبر ۱۲ مسوئلہ احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء شمس الفضل، مقتدائے اہل ایمان، پیشوائے اہل ایقان ادام اللہ تعالیٰ فضلم و مجد ہم الی یوم الدین، السلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، نیازمند مشتاق زیارت محتاج و عام ہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان ایام میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ سقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوف رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوف سے مقدم اور بعض محاذی زیر و بالا اور بعض مؤخر بیرونی صحن میں، پس کیا ایسی جماعت اس لئے کہ عورتوں کے صفوف بعض صفوف رجال کے اوپر اور بعض صفوف رجال سے جو بیرونی صحن میں ہوں گی مقدم ہیں مکروہ یا ناجائز ہوگی اس لئے کہ عورتوں کے صفوف اور صفوف رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں، بینواتوجروا

الجواب:

جبکہ بیچ میں سقف و جدار حائل ہیں باعث بطلان نماز رجال نہیں ہو سکتا کہ محاذات نہ ہوئی،

^۱ صحیح بخاری باب السمر فی الفقہ والخبر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳/۱-۹۰

تنویر الابصار میں ہے:

وإذا حاذتہ امرأة ولا حائل بينهما في صلاة مطلقة فسدت صلاتہ ¹ ۔	جب عورت نماز مطلقہ میں مرد کے محاذی ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

مگر یہ صورت بوجہ کراہت و ممانعت سے خالی نہ ہوگی،

اولاً عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے، تنویر الابصار میں ہے:

ویکرہ حضورہن الجباعة مطلقاً علی المذهب ² ۔	مفتی بہ مذہب پر خواتین کا جماعت کے لئے حاضر ہونا مطلقاً مکروہ ہے (ت)

ثانیاً بے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لئے عذر نہ مانی گئی، علمگیر یہ میں ہے:

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجباعة فوقہ ³ ۔	ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب گرمی سخت ہو تو مسجد کے اوپر باجماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

ثالثاً یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ اخر وہن من حیث اخرہن اللہ⁴ (ان کو موخر رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موخر فرمایا ہے۔ ت) لہذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۴/۱

² در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

³ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۲۲/۵

⁴ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مطبع نوریہ رضویہ سکر ۳۱۲/۱

فَصْلُ الْمَسْبُوقِ

(مَسْبُوقِ کَا بَيَان)

مسئلہ ۹۴: از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین خرسند نقشہ نویس اسٹنٹ انجینئر ریلوے ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ
س کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں
قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ مصرحہ ہے نماز مسبوق در حق قرأت حکم اول نماز دارد و در حق قعود حکم آخر نماز مسبوق کی باقی ماندہ
نماز قرأت کے لحاظ سے اول اور بیٹھنے میں آخر کا حکم رکھتی ہے۔ (ت) ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض
کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی، پس سوال یہ ہے کہ قول س کا
قابل عمل ہے یا ع کا۔ بینوا توجروا

الجواب:

قول س کا صحیح ہے، ائمہ فتویٰ سے اسی کا اختیار مفید ترجیح ہے، کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، در مختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ و آخرها فی حق	قرآن کے حق میں وہ اپنی ابتدا نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز
تشہد فمدرك رکعة من غیر	تصور کر کے ادا کرے فجر کے علاوہ

فجریاتی برکتین بفاتحة وسورة و تشهد بینہما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلہا ¹ ۔	ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ (ت)

خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

لو ادرك رکعة من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدة فتكون بثلاث قعدات ² ۔	اگر کسی نے مغرب کی ایک رکعت پائی تو وہ باقی ماندہ دو بجالائے اور ان کے درمیان قعدہ کے ساتھ فاصلہ کرے تو یہاں تین قعدے ہو جائیں گے (ت)

یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب
ناقص و واجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز و عدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے، ردالمحتار میں ہے:

قال فی شرح المنیة ولولم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزم سجود السهو لكون الركعة اولی من وجه ³ ۔ واللہ سبحنہ، وتعالی اعلم۔	شرح المنیہ میں فرمایا ہے اگر اس نے ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو اگرچہ قیاساً نماز درست نہیں مگر استحساناً درست ہے اور اس پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے یہ پہلی رکعت ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۳۸: حافظ عبد اللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۱۲۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۷ھ

جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کر کے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہئے یا بے باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع
میں جانا چاہئے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

¹ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۸۶

² فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی المسبوق والا حق مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۹۱

³ ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۴۱

الجواب:

ہاتھ باندھنے کی تو اصلًا حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہو جائے گی مگر سنت یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہئے کہ سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور سبحانک اللہم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام جب تک سر اٹھالے گا تو معاً دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے سبحانک اللہم پڑھ کر بھی شامل ہو جاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض ناواقف جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکتے ہوئے کہی اور شامل ہو گئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کر لیا تو نماز نہ ہوگی، اس کا خیال لازم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴۹: از بلنڈی افریقہ سائل حاجی عبد اللہ وحاجی یعقوب علی

نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہو گئیں چوتھی میں جا ملا، اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں؟

الجواب:

سلام امام کے بعد کھڑے ہو کر سبحانک اللہم الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد وسورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے بیٹھ کر التحیات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد وسورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کر کے بغیر بیٹھے کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے، در مختار میں ہے:

يقضى اول صلاته في حق قراءة واخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتى بركتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها ¹ - واللہ تعالیٰ اعلم	قراءات کے حق میں ابتدائے نماز اور تشهد کے حق میں آخر نماز تصور کر کے ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت اور ان کے درمیان تشهد کے ساتھ ادا کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے (ت)

¹ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱

مسئلہ ۹۵۰: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار گوالیار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۹/ صفر ۱۳۱۲ھ
مخدوم نیاز منداں بسط اللہ ظلمکم ابدًا، مسبوق سجدہ سہو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اس کو علم ہو کہ امام اور اس کے مقتدی سجدہ سہو کر رہے ہیں یا تشہد بعد سجدہ سہو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اس کی اقتداء درست ہے یا نادرست؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتداء درست و صحیح ہے، ردالمحتار میں زیر قول در مختار:

المسبوق یسجد مع امامہ مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء او بعده لكها شمل ايضاً ما اذا سجد الامام واحدة ثم اقتدى به قال في البحر فانه يتابعه في الاخرى ولا يقضى قضاء الاولى كما لا يقضيها لو اقتدى به بعد ما سجدها ¹ انتهي۔ واللہ تعالیٰ اعلم	مسبوق اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں سجدہ سہو کرے خواہ وہ سہو اقتداء سے پہلے ہو یا بعد میں، یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب امام نے ایک سجدہ کر لیا تو پھر اس نے امام کی اقتداء کی، بحر میں ہے کہ مسبوق دوسرے سجدے میں اقتداء کرے تو اس صورت میں پہلے سجدہ کی قضا نہیں، جیسا کہ ان دونوں سجدوں کی ادائیگی کے بعد شمولیت کرنے پر قضا نہیں انتی۔ (ت)

مسئلہ ۹۵۱: ۲۲/ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کر کے فارغ ہوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحیات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی تیار ہے اس نے سنت پڑھنا شروع کیا، بعد سنت کے جماعت ثانی ہوئی زید اس میں شریک ہوا، آیا یہ سنتیں اس کی ہوئی یا نہیں؟ اور زید امام اول کی التحیات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوا یا نہیں؟ اور اس التحیات میں شریک ہونا اسے ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب:

سنتیں ہو تو ہر حال میں گنیں مگر زید کو حکم یہ تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے۔

¹ ردالمحتار باب سجود السهو مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۹۱ھ

جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولیٰ کی شرکت نہ چھوڑے، زید بالقصد بلاعذر صحیح شرعی جماعت اولیٰ فوت کر دینے سے گنہگار ہوا، درمختار میں ہے:

اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکھا ^۱ ۔	جب سنتوں میں مشغولیت سے فرائض فجر کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سنن کو ترک کر دیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه يأثم بتفويتها اتفاقاً ^۲ وقد حققنا في فتاؤنا بتوفيق الله تعالى ان هذا الحكم للجماعة الاولى عيناً۔	راجح اہل مذہب کے ہاں جماعت کا واجب ہونا ہے اور اس کا فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اھ۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے کہ یہ حکم صرف پہلی جماعت کے لئے ہے۔ (ت)

ہاں اگر جماعت اولیٰ کا امام غلط خواں یا معاذ اللہ بدمذہب گمراہ یا فاسق ملعن تھا، اور امام ثانی ان بلاؤں سے پاک، تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہئے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا، کما بینا کل ذلك في فتاؤنا والمسائل في رد المحتار وغیرہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے اور ردالمحتار وغیرہ میں مسائل کی تفصیل ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵۲: از گوئڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندھیری ۱۱/ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز، امام قعدہ اخیرہ میں تمامیت تشہد کے بعد گویا فقہی اقوال کے بموجب شہادتین کو مسبوق دہرایا کرے تا سلام امام، بجائے شہادتین کے اگر السلام علیک ایہا النبی سے دہرایا کرے تو کچھ حرج ہے؟

الجواب:

فقہانے تکرار تشہد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵۳: از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲/ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ و سلام دونوں میں کرے گا

^۱ در مختار باب اوراک الفریضہ مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۹۹/۱

^۲ ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۹۲/۱

یا فقط سجدہ میں؟ اور اگر بالفرض والتقدیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب:

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے، نہ سلام میں، اگر سلام میں قصداً متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہ ہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباع امام چاہئے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر سہوً سلام کیا تو نماز مطلق نہ جائے گی اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہوً سلام امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلام امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی، پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لئے سجدہ سہو کرے، ردالمحتار میں ہے:

مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ کرے، سجدہ کی قید اس لئے کہ سلام میں امام کی اتباع نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے اور جب امام سلام پھیرے تو وہ بقیہ رکعتوں کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو جائے، اگر اس نے سلام پھیرا اور اس کا سلام پھیرنا دانستہ تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں، اگر اس نے بھول کر سلام پھیرا تو اس صورت میں سجدہ سہو نہ ہوگا جب امام سے پہلے یا معاً امام کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر سلام پھیرا ہو، اور اگر سلام امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدہ لازم ہے کیونکہ اب وہ تنہا و منفرد ہے بحر، اور یہاں معیت سے مراد مقارنت ہے اور اس کا وقوع بہت کم ہے، اسی طرح شرح المنیۃ میں ہے کہ اگر اس نے یہ گمان کرتے ہوئے سلام پھیر دیا کہ اس پر سلام لازم تھا تو یہ عمدً سلام ہوگا جو کہ بنائے نماز سے مانع ہے۔ (ت)

المسبوق لیسجد مع امامه، قید بالسجود لانه لا یتابعه فی السلام بل یسجد معه ویتشهد فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان كان عامداً فسدت والا فلا سجود علیه ان سلم سہواً قبل الامام او معه وان سلم بعده لزمه لكونه منفرداً حیثئذ، بحر و اراد بالمعیة المقارنة وهو نادر الوقوع كما فی شرح المنیة وفيه لو سلم علی ظن ان علیه ان یسلم فهو سلام عمد یمنع البناء¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ ۹۵۴: مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۱۱/ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقيم نے امام مسافر کی اقتداء کی اور ایک یا دونوں رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

یہ صورت مسبوق لاحق کی ہے وہ پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں مقيم مقتدی لاحق ہے لانه لم یدر کھما مع الامام بعد ما اقتدی بہ (اس لئے کہ اس نے اقتداء کے بعد امام کے ساتھ ان دور رکعتوں کو نہیں پایا۔ ت) اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس قدر نماز ہو چکی ہے اس میں مسبوق ہے لانه فاتتہ قبل ان یقتدی (اقتداء سے قبل اس نے اسے فوت کیا ہے۔ ت) در مختار و رد المحتار میں ہے:

مقیم ائتم بمسافر فهو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یكون مسبوقاً ایضاً کما اذا فاتہ اول صلاة امامه المسافر ¹ ۔	اگر مقيم نے مسافر کی اقتداء کی تو وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہو سکتا ہے جبکہ مسافر امام کی اقتداء پہلی رکعت میں نہ کی ہو۔ ط (ت)

اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اسے بے قراءت ادا کرے یعنی حالت قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموش کھڑا رہے بعدہ، جتنی نماز میں مسبوق ہوا اسے مع قراءت یعنی فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے،

فی الدر المختار لاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلاقراءة ثم ماسبق به بها ان کان مسبوقاً ² ایضاً ملخصاً۔	در مختار میں ہے کہ پہلے لاحق فوت شدہ رکعات بغیر قراءت کے ادا کرے پھر وہ رکعات جو امام کے ساتھ رہ گئی تھیں اگر مسبوق ہوا ملخصاً (ت)

رد المختار میں ہے:

قوله ماسبق به بها الخ ای ثم صلی	ماسبق رکعات الخ یعنی اگر مسبوق ہے تو لاحق

¹ رد المختار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۰۱ھ

² در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱

اللاحق ماسبق به بقرأة ان كان مسبوقاً ايضاً بان اقتدى في اثناء صلاة الامام ثم نام مثلاً وهذا بيان للقسم الرابع وهو المسبوق لللاحق الخ ¹	پھر قرأت کے ساتھ سابقہ رکعات ادا کرے مثلاً اس نے امام کے ساتھ دوران نماز اقتداء کی پھر مثلاً سو گیا اور یہ چوتھی قسم کا بیان ہے جو مسبوق للاحق ہے الخ۔ (ت)

پس اگر دونوں رکوع نہ پائے تھے تو پہلے دور کعتیں بلاقرات پڑھ کر بعد التحیات دور کعتیں فاتحہ و سورت سے پڑھے، اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلاقرات پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی، پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلاقرات پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فائتہ کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمہ للاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت بغاتحہ و سورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشهد نماز تمام کرے۔

في رد المحتار عن شرحي المنية والمجمع انه لو سبق برکعة من ذوات الاربع ونام في رکعتين يصلي اولاً ماً نام فيه ثم ما ادرکه مع الامام ثم ماسبق به فيصلی رکعة ماً نام فيه مع الامام ويقعد متابعه له لانها ثانیة امامه ثم يصلي الاخری ماً نام فيه ويقعد لانها ثانیته ثم يصلي التی انتبه فیها ويقعد متابعه لامامه لانها رابعة وکل ذلك بغیر قرأة لانه مقتد ثم يصلي الركعة التی سبق بها بقرأة الفاتحة وسورة والاصل ان اللاحق يصلي على ترتيب صلاة الامام	رد المحتار میں شرح منیہ و مجمع سے ہے کہ اگر چار رکعات میں سے ایک رکعت گزر گئی اور پھر شریک ہوا پھر دو میں سو گیا تو اب جن میں سویا انہیں پہلے ادا کرے، پھر جس میں امام کے ساتھ اقتداء کی پھر چھوٹی ہوئی، پس وہ جس میں امام کے ساتھ سویا اس کی ایک رکعت پڑھے اور امام کی اتباع میں قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری رکعات تھی، پھر سونے والی دوسری رکعات ادا کرے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کی دوسری رکعت ہے پھر وہ پڑھے جس میں بیدار ہوا اور اتباع امام کی وجہ سے بیٹھے کیونکہ یہ اس کی چوتھی ہے اور یہ تمام بغیر قرأت کے ہوں گے پھر وہ قرأت و فاتحہ کے ساتھ وہ رکعات پڑھے جو گزر چکی تھیں، ضابطہ

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۱/۴۴۰

والسبوق يقضى ماسبق به بعد فراغ الامام¹ اقول: فهذه هي الصورة المسؤل عنها بيد ان مانحن فيه اعني اقتداء المقيم بالسافر لا يتحقق فيه الادراك بعد ماصار لاحقا لانه انما يصير لاحقا في الاخيرين وذلك انما يكون بعد سلام الامام فلا تتأق هنا صورة المتابعة بعد اداء ما هو لاحق فيه كما لا يخفى ولذلك تغير بعض الترتيب والله تعالى اعلم۔	یہ ہے کہ لاحق امام کی ترتیب پر نماز ادا کرے لیکن امام کی فراغت کے بعد ماسبق کی ادائیگی کرے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) صورت مسؤلہ یہی ہے علاوہ ازیں جس میں ہم بحث کر رہے ہیں یعنی مقيم کا مسافر کی اقتدا کرنا اس میں لاحق سے اور اک امام پایا نہیں جاتا کیونکہ آخری رکعتوں میں وہ لاحق ہی ہے اور یہ بات سلام امام کے بعد ہی ہوگی لہذا یہاں ایسی صورت نہ ہوگی کہ وہ کچھ ادائیگی کے بعد لاحق ہو جیسا کہ واضح ہے اسی لئے کچھ ترتیب میں تبدیلی آجاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۵۵: از گرام ضلع ہر دوئی محلہ میدانی پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰/ صفر ۱۳۱۱ھ امام نماز ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص آکر شامل ہوا تو بعد ختم ہونے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعات باقیہ جو پڑھے تو اس میں فاتحہ و سورت و قراءت کرے یا بقدر پڑھنے فاتحہ و سورت کے ساکت رہ کر رکوع و سجود بجالائے تشریحا لکھا جاوے اور اسی طرح اگر مسافر نماز میں مذکور نصف پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بقدر قرات ساکت رہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

صورت اولیٰ میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولیٰ یا اولین قضا کرے فاتحہ و سورت وجوباً پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد، اور منفرد پر قراءت لازم، اور صورت ثانیہ میں مقيم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیرتین ادا کرے بجائے قراءت ساکت رہے کہ وہ ان رکعات میں لاحق ہے اور لاحق حکماً مقتدی اور مقتدی کو قرات ممنوع۔

في الدر المختار اللاحق من فاتته الركعات كلها او بعضها	در مختار میں ہے لاحق وہ مقتدی ہوتا ہے جس کی اقتدا کے بعد تمام یا بعض رکعتیں (امام سے)

¹ رد المختار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۱ھ

بعد اقتدائہ کمقیم ائتم بسافر و حکمہ کمؤتم فلا یأتی بقرأة ولاسهو والسبوق من سبقه الامام بها او بعضها وهو منفرد حتی یثنی و یتعوذ ویقرؤ فیما یقضیه فیدرک رکعة من غیر فجر یأتی برکتین بفاتحة وسورة و تشهد بینہما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ^۱ ملتقطا۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجده اتم واحکم۔	رہ جائیں جیسے کہ کسی مقیم نے مسافر کی اقتداء کی اس کا حکم مقتدی کی طرح ہی ہے وہ قرأت نہیں کرے گا اور نہ ہی سجدہ سہو کرے گا، اور مسبوق وہ ہوتا ہے جس سے پیشتر امام سب رکتیں یا بعض رکتیں ادا کر چکا ہو اس کے بعد شریک ہو وہ مسبوق منفرد کی طرح ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ثناء سبحنک اللہم الخ اور تعوذ پڑھے گا بقیہ رکتوں میں قرأت بھی کرے گا، فجر کے علاوہ ایک رکت پانے والا دو رکتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے، اور چار رکتی نماز میں چوتھی رکت میں صرف فاتحہ ہی پڑھے اللہ ملتقطا۔ واللہ سبحنہ، وتعالیٰ اعلم وعلیہ مجل مجده اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۹۵۶: از پبلی بھیت و موضع بھنڈورہ علاقہ آنولہ یکم شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکت کی نماز میں ایک رکت ملی، وہ باقی نماز کیونکر
ادا کرے؟ بینوا توجروا

الجواب:

امام کے سلام کے بعد اٹھ کر ایک رکت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر التحیات کے لئے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکت
فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کر کے سلام
پھیر دے۔

هذا ما اعتمدہ الاثمة الجلة وعلیہ اقتصر فی الخلاصة وشرح الطحاوی والاسبیجانی وفتح القدير والبحر الرائق	یہ وہ ہے جس پر اکابر ائمہ نے اعتماد کیا خلاصہ، شرح طحاوی، اسبیجانی، فتح القدير، بحر الرائق، درر، در مختار،

^۱ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۱ھ

والدرر والدرالمختار والہندیۃ وغیرہا من معتبدات المذہب۔	ہندیہ اور دیگر معتبر کتب مذہب میں اسی پر اکتفا کیا ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ و آخرہا فی حق تشہد فمدرك رکعة من غیر فجر یا تی برکعتین و فاتحة و سورة و تشہد بینہما و برابعة الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلہا ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اور مسبوق قرأت کے حق میں اپنی نماز کو اول اور تشہد کے حق میں آخر نماز کر کے نماز ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے، چار رکعتی نماز میں چوتھی میں صرف فاتحہ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۵۷: از قصبہ میترانوالی ڈاک خانہ گھکر ریلوی ضلع گوجرانوالہ مرسلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بخدمت عالی جناب قدسی القاب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ، از فقیر حافظ ولی اللہ شاہ بعد از تسلیمات و آداب ماوجب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا گزرا ہے کہ بندہ حضور کی قدم بوسی سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا در باب اقتداء مقيم کا مسافر کے ساتھ نماز رباعی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کر چکا ہو اور مقيم آکر ملا تو ایک رکعت مقيم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین کس طرح پر ادا کرے، میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اول دو رکعت جو خالی قرأت سے ہیں وہ ادا اس طرح پر کرے کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرأت نہ پڑھے بعدہ، ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے اور اس میں ثناء و فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ اور یہی مسئلہ مسافر والے کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے برخلاف بیان کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں سوا سند کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ ہو کر مسبوقانہ ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی ثناء و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے

^۱ در مختار، باب الاملاۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱

کیا وجہ ہے کہ مقیم نماز رباعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبوق ہو جائے تو اول خالی دور رکعت ادا کرے برخلاف ترتیب معمولہ کے، لہذا مہربانی فرما کر محض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والا مفصل معہ حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہو جائے مگر بجز حوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہ ہوئی، اور اگر پہلی خالی دور رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ؟ اور قرأت و سجدہ سہو بھی ادا کرے یا نہ؟ از جانب نیاز مند امیر احمد اگرچہ ظاہر آپ سے ملاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظ ولی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سن کر شائق ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں، جو مسئلہ حافظ ولی اللہ شاہ صاحب نے اوپر لکھا ہے آپ پورا پورا بعینہ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کلی حاصل ہو اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور دوسرا صرف نیاز مند کو یہ شبہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چہارگانہ میں دوسری رکعت میں آکر اقتداء کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراغ امام اٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا؟ کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کوئی رکعت ہوگی؟ آیا بعموم قاعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی، اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بلحاظ مسافر ہونے کے آخر کی ہے اور مقیم کی دوسری، اب وہ دوسری رکعت میں الحمد و قل پڑھے گا یا نہیں؟ ہر سہ رکعت میں جیسے قرأت پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرمائیں مکلف اوقات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکرر عرض یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرأت والی ہے اس کی بھی قرأت والی رکعت اس کے ساتھ ملحق ہو جائے یا کہ پہلی دور رکعت وہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بینوا توجروا

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ، ونصلی علی رسولہ الکریم۔

(شاہ صاحب کرم فرما کر مکرم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بیان کیا صحیح و مطابق کتاب تھانشا اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی مسبوق ہے اور ہم مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرأت میں اول نماز سے ابتداء کرتا ہے، درمختار میں ہے:

المسبوق یقضى اول صلاته فی حق قرأۃ ¹ ۔	مسبوق قرأت کے حق میں اپنی پہلی رکعت تصور کر کے ادا کرے گا۔ (ت)

¹ درمختار، باب الاملاء، مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۸۶/۱

تو چاہئے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا جس میں اس کو حکم قرأت ہے مگر انہوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورت مسطورہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں لاحق بھی ہے دور رکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبوق، در مختار میں ہے:

اللاحق من فاتتہ الركعات کلہا اوبعضہا بعد اقتدائہ کمقیم ائتم بسافر ¹ ۔	لاحق وہ ہوگا جس کی اقتداء کے بعد تمام یا بعض رکعات (امام سے) رہ گئی ہوں جیسا کہ وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتداء کی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فہو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقاً کما اذا فاتہ اول صلاة امامہ السافر ² ۔	یعنی وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہو سکتا ہے جب مسافر امام کے ساتھ اس کی پہلی رکعت رہ گئی ہو۔ (ت)

اور مسبوق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دور رکعت بے قرأت ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے فارغ ہو کر رکعت مسبوق بہا کی قضاء باقرات کرے۔ در مختار میں ہے:

اللاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قرأة ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقاً ایضاً ³ ۔ (ملخصاً)	لاحق پہلے بغیر قرأت کے فوت شدہ ادا کرے اور اگر مسبوق بھی ہو تو اس کے بعد وہ پڑھے جس میں مسبوق ہوا (یعنی اول رکعت جو باقی تھی اس کو قرأت کے ساتھ پڑھے)۔ (ت)

تو علماء کا فرمانا کہ مسبوق قضائے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبوق بہا کی قضا کرے، یہ تو نہ لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و متصف بسداد تمام کتب فقہ جن میں خود انہیں علماء کی صاف و صریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہوا سے مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہد عدل بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسبوق بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسبوق ہوا وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں مسبوق ہو تو پہلی میں ثناء و تعوذ و فاتحہ سب کچھ پڑھے دوسری میں صرف فاتحہ و سورۃ، تیسری میں

¹ در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۶/۱

² ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۴۰/۱

³ در مختار - باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱

فقط فاتحہ، غرض حکم منکشف ہے اور شبہ منکسف، یونہی دوسرا شبہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرأت رکعت قرأت سے ملحق ہو،

اولاً نصوص صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل!

ہیچا جسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں یونہی بھری سے بھری کا۔

ثانیاً یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے جس سے رکعت قرأت ملحق ہوتی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے وہ رکعت قرأت رکعت اولیٰ ہے جس کے بعد رکعات قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعت ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یونہی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسبوق کہ چوتھی تک ادا کر چکا لاجرم اب پہلی سے شروع کرے گا، رہا حکم قعود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہئے کہ اگر اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادائیگی دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تمام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ مطلقاً چاہئے، امام، منفرد، مقتدی، مدرک، لاحق، مسبوق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں، مسبوق کے لئے در مختار و خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

واللفظ لہاتین لوادرك رکعة من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدة فتكون بثلاث قعدات ولوادرك رکعة من الرباعية یقضی رکعة و یتشهد ^۱ الخ	الفاظ ہندیہ و خلاصہ کے ہیں اگر مغرب کی ایک رکعت پائی تو دو اور پڑھے اور ان کے درمیان قعدہ کرے تو اب تین قعدے ہو جائیں گے، اور اگر چار میں سے ایک رکعت پائی تو ایک رکعت پڑھ کر تشهد بیٹھے الخ (ت)

لاحق کے لئے شرح مجمع وغنیہ ورد المختار میں ہے:

لو سبق برکعة من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولاً ما نام فیہ ثم ما ادركہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعة ما نام	اگر چار میں سے ایک رکعت (امام سے) گزر گئی اور دو رکعتوں میں وہ سو گیا تو پہلے سونے والی رکعتیں ادا کرے پھر وہ جو امام کے ساتھ پائی اور پھر فوت شدہ ادا کرے تو وہ ایک رکعت جو سوتے ہیں

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۹۱/۱

امام کے ساتھ ہوئی، پڑھے گا اور ابتلا کا قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری تھی، پھر ایک اور رکعت سونے والی پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ وہ اس کی دوسری ہے الخ (ت)	فیه مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لانہا ثانیۃ امامہ ثم یصلی اخری مبانام فیه ویقعد لانہا ثانیۃ ^۱ الخ

دیکھو ان کی ادا میں جو رکعت دوسری تھی اس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسبوق کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی کمالاً یحییٰ (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہ عبارت بھی نص صریح ہے کہ لاحق مسبوق جس رکعت میں لاحق ہوا اسے رکعت مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہوا اگر وہ سہو رکعت مسبوق بہا میں ہے تو بالاجماع سجدہ سہو لازم لانہ فیہا مسبوق و علی المسبوق السجود بسہوہ (کیونکہ اس میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق پر سہو کی وجہ سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔ ت) اور اگر ان دور رکعت میں ہے جن میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں علماء مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے، بحر الرائق ہے:

وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدا کی جب وہ اتمام نماز کے لئے کھڑا ہوا اور بھول گیا تو اصل میں ہے کہ اس پر سجدہ سہو لازم ہے، بدائع میں اس کی تصحیح کی اہ تلخیصاً (ت)	المقیم اذا اقتدی بالمسافر ثم قام لاتمام صلاتہ وسہا ذکر فی الاصل انه یلزم سجود السہو وصحہ فی البدائع ^۲ ملخصاً۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم فقط۔

^۱ رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۱ھ

^۲ بحر الرائق، باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۰/۲



فصل الاستخلاف

(خلیفہ بنانے کا بیان)

مسئلہ ۹۵۸: از کیسپ بریلی ۱۱/ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے ہیں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور ان کی نماز کیونکر درست رہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کر دے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کر دیں یا ان میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کہ خلیفہ اس کی جگہ جاکھڑا ہو ان صورتوں میں بعد لحاظ شرط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لئے باہر جاننا نہ پڑے تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کر کے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کر دے مگر یہ مسئلہ استخلاف ایک سخت دشوار و کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت سے شرائط اور بکثرت اختلاف صور سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع، لہذا وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جو بات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں ان کے لئے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف افضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں،

فی الدر المختار اعلم ان لجواز البناء ثلثة عشر شرطاً الخ ثم قال سبق الامام حدث غیر مانع للبناء استخلف ای جازله ذلک مالم یجاوز الصفوف لوفی الصحراء ومال م یخرج من المسجد لوفیه ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف واستینافه افضل تحرزا عن الخلاف¹ ملتقطاً۔	در مختار میں ہے آگاہ رہنا چاہئے کہ جواز بناء کی تیرہ شرائط ہیں، پھر فرمایا: امام کو ایسا حدث لاحق ہو گیا جو بنا سے مانع نہیں تو وہ کسی کو خلیفہ بنائے یعنی اس کے لئے یہ جائز ہے جب تک اس نے صفوں سے تجاوز نہیں کیا بشرطیکہ وہ صحرا میں ہو اور اگر مسجد میں ہو ہو تو جب تک مسجد سے خارج نہیں ہوا خلیفہ بنا سکتا ہے، اور اگر مسجد میں پانی ہو تو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں البتہ اختلاف سے بچنے کے لئے نئے سرے سے نماز ادا کرنا افضل ہے اھ تلخیصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ان قدم القوم واحد اوتقدم بنفسه لعدم استخلاف الامام جاز ان قام مقام الاول قبل ان یخرج من المسجد ولو خرج منه فسدت صلاة الكل دون الامام کذا فی الخانیة² انتھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم	امام کے خلیفہ بنانے کی وجہ سے اگر قوم نے کسی ایک کو آگے کر دیا یا کوئی خود آگے ہو گیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ وہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے قائم مقام بن جائے اور اگر امام مسجد سے خارج ہو گیا تو امام کے علاوہ باقی تمام کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ خانیہ میں ہے انتھی۔ (ت)

مسئلہ ۹۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدث ہوا اس نے ایک اُمّی مقتدی کو خلیفہ کیا، اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا، آیا یہ نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ بینوا توجروا

الجواب:

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقتہ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے کہ امام مسجد سے باہر جائے اور آپ امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کر دیا اور وہ امام کے

¹ در مختار باب الاستخلاف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۷

² ردالمحتار باب الاستخلاف مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۴۴۴

نکلنے سے پہلے اس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہو گئی کہ ہر چند اُمّی صلاحیت خلافت نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ،

فی الہندیۃ و شرط جواز صلاۃ الخلیفۃ والقوم ان یصل الخلیفۃ الی المحراب قبل ان یرج الامام عن المسجد کذا فی البحر الرائق ولو استخلف فاستخلف الخلیفۃ غیرہ قال الفضلی ان لم یرج الاول ولم یأخذ الخلیفۃ مکانہ حتی استخلف جاز یصیر کان الثانی تقدم بنفسہ او قدمہ الاول والا لم یجز ہکذا فی الخلاصۃ¹۔	ہندیہ میں ہے خلیفہ اور قوم کی نماز کے جواز کے لئے شرط ہے کہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے خلیفہ محراب میں پہنچ جائے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے اور اگر خلیفہ نے اپنی جگہ اور خلیفہ بنالیا تو فضلی کہتے ہیں کہ اگر اول نہیں نکلا اور خلیفہ نے امام کی جگہ لینے سے پہلے کوئی اور خلیفہ بنالیا تو جائز ہے گو یا دوسرا خود بنایا پہلے نے اسے بنایا ورنہ جائز نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ (ت)

اور جو امام نے اسے تشہد میں یا اس سے پہلے خلیفہ کیا اور اس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصلاح اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے منظور نہیں،

فی الدرالمختار واستخلف الامام امیاً فی الاخریین ولو فی التشہد اما بعدہ فتصح لخروجه بصنعہ تفسد صلاتہم²۔	در مختار میں ہے اگر امی کو آخری دو رکعات حتی کہ تشہد میں خلیفہ بنایا (تو امام کی نماز فاسد ہوگی) لیکن اس کے بعد صحیح ہے کیونکہ اس کا خروج بالارادہ ہے، لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہو گئی اور جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلافت تھا ایسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے سے نماز اس کی فاسد ہو گئی کہ استخلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الہدیۃ فی مسئلۃ من الحدث (جیسا کہ ہدایہ میں مسئلہ حدث میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ فتاویٰ ہندیہ فصل فی الاستخلاف مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۹۶/۱

² در مختار، باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۸۶/۱

مسئلہ ۹۶۰: از شہر بازار شہامت گنج نثار احمد صاحب ۹/ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ان ابراہیم کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سورت یعنی اخلاص یا اور کوئی سورت پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ پر آ سکتا ہے یا نہیں؟ بیذنا تو جروا

الجواب:

نماز ہو جائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھی اتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اس کا شریک ہو جائے، سیہ نہیں ہو سکتا کہ باقی نماز میں اسے ہٹا کر خود امام ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



باب مفسدات الصلوة

(مفسدات نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۶۱: از بمبئی مسجد قضاہاں کرافٹ مارکیٹ مرسلہ مولوی عمر الدین صاحب ۲۹/ شعبان ۱۳۳۱ھ
مولانا المعظم ذی الفضل الاعظم دامت برکاتہم العالیہ بعد تسلیمات بصد تعظیبات کے واضح رائے عالی ہو کہ زمانہ طالب علمی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلی کو غیر مصلی پتکھا کرے تو مصلی کو اگر اس پر رضامندی ہے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ مولوی عبدالحی کے رسالہ نفع المفتی والسائل میں ہے:

میں نے کہا پس جو مجمع البرکات میں ہے کہ غیر نمازی اگر نمازی کو پتکھے سے ہوا دے تو نمازی کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ وہ نمازی غیر کے فعل پر راضی ہے یہ فساد نماز کا حکم فہم اور روایت کے مخالف ہے، میرے والد گرامی نے ایک دفعہ یہ فتویٰ دیا تھا، پھر اس سے انہوں نے رجوع فرمایا اور فرمایا کہ یہ فتویٰ غلط ہے اور والد صاحب کو معاصرین میں سے ایک صاحب نے دھوکا دے کر اصرار کرتے ہوئے یہ	قلت فما فی مجمع البرکات من فساد صلوة من روحہ غیر المصلی بمروحة معللاً بانہ رضی بفعل الغیر غیر معتمد علیہ فانہ مخالف للدرایة و الروایة وقد کان الوالد العلام افقی بہ مرة ثم رجع عنه وحکم بكونه غلطاً وقد اغتربه بعض معاصريه فاصر على الافتاء به

واعتمد علیہ عملاً وافتاءً ولم یدر کونہ لغوا ^۱ ۔	فتویٰ ان سے حاصل کیا، والد صاحب نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے عملاً فتویٰ دے دیا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ لغوبات ہے۔ (ت)

مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اس کے موافق ہے یا مخالف، بر تقدیر موافقت برقی پکھا جو آدمی کی صنعت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ چارچہ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بند نوازی ہوگی۔

الجواب:

مولانا المبجل المکرم المفتی المولیٰ سبختہ و تعالیٰ کاسمہ عمر الدین آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،، مجمع البرکات مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اس کے کسی نسخہ صحیحہ میں ہو تو اس سے مراد نماز قلبی کافساد ہوگا، نہ نماز فقہی کا کہ ادائے فرض و دفع کبیرہ ترک کے لئے باذنہ تعالیٰ کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر رضا عمل قلیل بھی نہیں کثیر درکنار، تو فساد نماز فقہی ناممکن ہے ہاں نماز قلبی تذلل و تضرع و تخشع ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) اور یہ امر نوع تجربہ پر دال ہے لہذا اس میں مغل ہو سکتا ہے اگر اس کی نیت خود استحرام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسد نماز قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز درکار ہے پکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اس کے مسالے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبودار چیزیں ہو تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند و خلاف مصالح ہے پکھے کا مسئلہ فتاویٰ فقیر میں بہت مفصل ہے فلیراجع (اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶۲: مسؤلہ شوکت علی ۲۳ ربیع الاخری شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اس کی نماز میں تو کوئی خلل نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر، نہ کرنا چاہئے؟

الجواب:

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے، نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی

^۱ نفع المفتی والسائل متعلق بما یفسد الصلوٰۃ وما یکبر فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۵

اجازت نہیں اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔ در مختار میں ہے:

مرور مائر فی الصحراء اونی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعة واحدة ¹ ۔	نمازی کے آگے سے صحر اور بڑی مسجد میں گزرنا اصح قول کے مطابق اس کی سجدہ کی جگہ سے گزرنا ہے یا گھر یا چھوٹی مسجد میں دیوار قبلہ تک گزرنا ہے کیونکہ یہ ایک ہی جگہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

قوله بموضع سجودہ كما فی الدرر وهذا مع القيود التي بعده انما هو للاثم والافساد منتف مطلقاً. قوله فی الاصح صححه التمرتاشی وصاحب البدائع واختاره فخر الاسلام ورجحه فی النهاية والفتح انه قدر ما يقع بصره علی المار لوصلي بخشوع ای رامياً ببصره الی موضع سجودہ ² مختصراً۔	ما تن کا قول " نمازی کے سجدہ کی جگہ " جیسا کہ در میں ہے یہ بات ان قیودات کے ساتھ جو بعد میں ذکر کی گئی ہیں فقط گناہ کا سبب ہے ورنہ ہر حال میں نماز فاسد نہیں ہوتی، اس کا قول " اصح قول کے مطابق ہے " اسے تمرتاشی اور صاحب بدائع نے صحیح کہا اور اس کو فخر الاسلام نے اختیار کیا اور اس کو ترجیح دی۔ نہایہ اور فتح میں ہے کہ اس کی مقدار یہ ہے کہ خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے نمازی کی نظر گزرنے والے پر پڑے، اور خشوع سے مراد یہ ہے کہ وہ سجدہ کی جگہ دیکھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہوا ہے تلخیصاً (ت)

منہ الخالق میں تجنیس سے ہے:

الصحيح مقدار منتهی بصره وهو موضع سجودہ وقال ابو نصر رحمة الله تعالى عليه مقدار ما بین الصف الاول وبين	صحیح یہ ہے کہ اس کی مقدار نمازی کی انتہا نگاہ ہے اور وہ اس کے سجدہ کی جگہ ہے۔ ابو نصر نے فرمایا کہ اس کی مقدار صف اول اور امام کے درمیانی جگہ

¹ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی، بھارت ۹۱/۱

² رد المحتار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۴۶۹/۱

مقام الامام وهذا عين الاول ولكن بعبارة اخرى قال رضى الله تعالى عنه وفيما قرأنا على شيخنا منهاج الائمة رحمه الله تعالى ان يسر بحيث يقع بصره وهو يصلى صلاة الخاشعين وهذه العبارة اوضح ¹	ہے اور یہ پہلے کے عین مطابق ہے البتہ دوسرے الفاظ میں ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ منهاج الائمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو پڑھا وہ یہ ہے کہ نمازی خشوع والوں کی نماز ادا کر رہا ہے اس کی نگاہ گزرنے والے پر پڑ سکتی ہے، اور یہ عبارت نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

فانظر كيف جعل الكل قولا واحدا واختلاف في العبارة لا في المعنى ²	آپ نے دیکھا کہ انہوں نے تمام اقوال کو ایک قول قرار دیا اور اختلاف فقط عبارت میں ہے معنی میں نہیں۔ (ت)

نیز ردالمحتار میں ہے:

(قوله في بيت) ظاهرة ولو كبرا وفي القهستاني وينبغي ان يدخل فيه اي في حكم المسجد الصغير الدار والبيت ³	ما تن کا قول " فی بیت " اس کے ظاہر سے پتا چلتا ہے کہ خواہ وہ گھر بڑا ہو، قسستانی میں ہے مناسب یہ ہے کہ دار اور بیت کو مسجد صغیر کے حکم میں داخل کیا جائے۔ (ت)

رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے، فاضل قسستانی نے لکھا، چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس ۴۰ گز کسر سے کم ہو

ففي رد المحتار (قوله ومسجد صغير) هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين وهو المختار كما اشار اليه في الجواهر ⁴	ردالمحتار میں قسستانی سے ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ ہاتھ سے کم ہو، بعض نے چالیس ہاتھ کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔ (ت)

¹ منحة الخالق حاشية البحر الرائق باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعه ابي ايم سعيد كيني كراچی ۱۵/۲

² تقریرات الرافعی علی ردالمحتار مطلب اذقرا تعالیٰ جدک الخ مطبوعه مصطفیٰ البابی مصر ۴۶۹/۱

³ ردالمحتار، مطلب اذقرا تعالیٰ جدک الخ مطبوعه مصطفیٰ البابی مصر، ۴۶۹/۱ ردالمحتار،

⁴ ردالمحتار، مطلب اذقرا تعالیٰ جدک الخ مطبوعه مصطفیٰ البابی مصر، ۴۶۹/۱

اقول: یہاں گز سے گز مساحت مراد ہونا چاہئے۔

لأنه الإليق بالمسوحات كما قاله الامام قاضي خاں في المء فھنھا هو المتعین بالاولی۔	کیونکہ مسوحات کے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ قاضی خاں نے پانی کے بارے میں کہا، پس یہاں بطریق اولیٰ یہی متعین ہوگا۔ (ت)

اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے کمابینا فی بعض فتاونا
(جیسا کہ ہم نے اپنے بعض فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) تو اس گز سے چالیس گز کمس ہمارے سے چون ۵۴ گز سات گرہ
کانواں حصہ ہوا کمالاتی علی الحساب (جیسا کہ حساب دان پر مخفی نہیں ہے۔ ت) تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چون ۵۴
گز سات گرہ کمس مسجد صغیر ہوئی اور ساڑھے چون (۵۴۱/۲) گز مسجد کبیر، یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اس میں
ان کا اتباع کیا۔

اقول: مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا، عبارت جواہر الفتاویٰ در بارہ دار ہے نہ کہ در بارہ مسجد، مسجد کبیر صرف
وہ ہے جس میں مثل صحر اتصال صفوف شرط ہے جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز کمس ہوں
مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز، کمابینا فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان
کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶۳: از کلکتہ فوجداری بالا خانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آخر ربیع الاخری ۱۳۰۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدہ اولیٰ میں اپنی عادت سے دیر لگی اور مقتدی نے بخیال اس امر کے کہ امام کو سہو
ہوا ہوگا تکبیر آواز بلند بنا کر اطلاع امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا نہیں؟ بیِّنوا تَوَجَّروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)
الجواب:

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قرات یا ذکر مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزا
واذکار نماز سے ہیں مگر معنی کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا، اس کے بعد تجھے یہ
کرنا چاہئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ
صورۃ قرآن یا ذکر، ولذا اگر نماز میں کسی یحلی نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آہ کریمہ یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ^۱ پڑھی بالاتفاق
نماز

^۱ القرآن ۱۲/۱۹

جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقۃً قرآن ہے، اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ بر محل ہو مفسد نماز ہو کہ جب وہ بلحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہر حال افساد نماز کرے گا مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بحکم استحسان جس کے اعلیٰ وجہ سے نص و ضرورت ہے جواز کا حکم دیا، ولہذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قرأت میں بھولے مقتدی کو مطلقاً بتانا روا اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولیٰ میں گواجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ رکنے اور الجھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسد نماز ہو، لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لئے بتانے کی حاجت ہے، بعض عوام حفاظ کو مشاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیا تو اس آں یا اور اسی کی قسم الفاظ بے معنی ان کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے، اور صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قرأت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نص وارد:

اور وہ سورہ مومنین کے بارے میں حدیث وارد ہے محقق نے فتح میں اور دیگر فقہاء نے مختلف کتب میں اسے ذکر کیا باوجودیکہ دیگر احادیث اس باب میں مطلق ہیں جیسا کہ حلیہ میں مفسدات صلوٰۃ کے باب میں بیان ہوا ہے (میں کہتا ہوں) سب سے احسن تمسک کے لحاظ سے وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد اور عبد اللہ بن امام احمد نے زوائد مسند میں حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ نے ایک آیت چھوڑ دی ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آیت تو ایسے ہے، تو آپ نے فرمایا: تو نے مجھے یاد کیوں نہ کرائی، اور وہ اس لئے کہ حدیث جو ایک کلمہ کے ترک پر لقمہ دینے

وہو حدیث سورۃ المومنین الذی ذکرہ المحقق فی الفتح وغیرہ فی غیرہ مع اطلاقات احادیث اخر واردة فی الباب کما بینہ فی الحلیۃ من المفسدات، اقول والاحسن من کل ذلک التمسک بما اخرج ابوداؤد وعبد اللہ ابن الامام فی زوائد المسند عن مسور بن یزید المالکی قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فترك اية فقال له رجل يا رسول الله اية كذا وكذا فقال فها اذکر تنبیہا¹ وذلک لان حدیث الفتح فی ترک کلمۃ وھوانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی الصلاة سورۃ المومنین

¹ سنن ابوداؤد باب الفتح علی الامام فی الصلاة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۳۱۱ھ

فترك كلمة فلما فرغ قال الم يكن فيكم ابي قال
بلى قال هلا فتحت على¹ فظاهر ان حكم ترك
كلمة اضيق من حكم الانتقال من اية الى
اية۔ واثر على كرم الله تعالى وجهه اذا استطعكم
الامام فاطعبوه² رواه سعيد بن منصور في سننه
وذكره في الحلية والفتح، فيما اذا سكت الامام
ينتظر الفتح، وحديث انس رضي الله تعالى عنه
كنا نفتح على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم على الائمة³ رواه الدارقطني والحاكم
وصححه مجمل بخلاف ما ذكرنا ففيه تصريح
ترك اية وان كان قد يقال على هذا وعلى ما تمسك
به في الفتح من حديث الكلمة انهما من وقائع
العين ليس فيهما ان ذلك كان بعد ثلاث
اوقبلها۔

کے بارے میں یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
نماز میں سورہ مومنوں کی تلاوت فرمائی اور ایک کلمہ چھوڑ دیا جب
آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم میں ابی نہیں؟ عرض کیا: یا رسول
اللہ! موجود ہوں، فرمایا: مجھے لقمہ کیوں نہ دیا۔ اور یہ واضح ہے
کہ کلمہ کا ترک کرنا ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف منتقل
ہونے سے زیادہ تنگ ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کا کہنا ہے
کہ جب امام تم سے لقمہ چاہے تو لقمہ دو، اسے سعید بن منصور نے
اپنی سنن میں روایت کیا ہے، حلیہ اور فتح میں اسے اس صورت
کے بارے میں کہ، جب امام خاموش ہو جائے اور لقمہ کا انتظار
کرے، ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
حدیث کہ ہم رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری
حیات میں اپنے ائمہ کو لقمہ دیا کرتے تھے اسے دارقطنی اور حاکم
نے روایت کیا اور صحیح کہا، یہ حدیث مجمل ہے۔ بخلاف اس حدیث
کے جو ہم نے ذکر کی، اس میں ترک آیت کی تصریح ہے اگرچہ اس
آیت کے ترک والی اور وہ حدیث جس میں کلمہ کا ترک مذکور ہے
جس سے فتح القدر میں استدلال کیا گیا ہے، پر اعتراض کیا گیا ہے، یہ
خاص واقعات ہیں اس میں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ یہ تین آیات
پڑھنے کے بعد ہوا یا پہلے ہو۔ (ت)

ولہذا اگر کوئی مکان میں آنے کا اذن چاہے اور یہ اس غرض سے کہ اسے نماز میں ہونا معلوم ہو جائے تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کہے
نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس بارے میں بھی حدیث وارد،

¹ فتح القدر باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۳۴۸/۱

² فتح القدر باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۳۴۸/۱

³ سنن الدارقطنی باب تلقین المأموم لامامہ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۳۹۹/۱

یہ اس حدیث کے مطابق ہے جو ہمارے علماء نے ہدایہ، کافی، تبیین، فتح، حلیہ، غنیہ اور بحر وغیرہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس شخص کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو وہ تسبیح کہے، اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) سب سے اقرب وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے مسند میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت کیا ہے کہ میرے لئے سحری کے وقت میں ایک خاص وقت تھا جس میں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو تسبیح پڑھ کر مجھے اندر آنے کی اجازت دیتے الخ الحدیث (ت)	وهو على ما ذكر علمائنا في الهداية و الكافي والتبيين والفتح والحلية والغنية والبحر وغيرها حديث سهل بن سعد عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من نابه شيعي في صلاته فليسبح¹ اخرجه الشيخان وغيرهما۔ اقول: والاقرب ما اخرج احمد في المسند عن علي كرم الله تعالى وجهه قال كان له ساعة من السحر ادخل فيها على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فان كان قائما يصلي سبح² لي الحديث۔

بس جو بتانا حاجت و نص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اس کی غلطی سے اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اس کی نماز کا خلل بعینہ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بتانا ہے، تبیین الحقائق میں ہے:

ما تن کا قول (نمازی کا اپنے امام کے غیر کو لقمہ دینا) کیونکہ یہ بغیر ضرورت تعلیم و تعلم ہونے کی وجہ سے لوگوں کے کلام کی طرح ہوگا۔ اس کا قول "اپنے	قوله وفتحہ علی غیر امامہ لانہ تعلیم و تعلم من غیر ضرورة فکان من کلام الناس وقوله علی غیر امامہ یشمل فتح

¹ صحیح البخاری کتاب الاذان باب من دخل لیوم الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۳

² مسند احمد بن حنبل مسند علی ابن ابی طالب دار الفکر بیروت ۷/۷۷

المقتدی علی المقتدی علی غیر المصلیٰ علی المصلیٰ وحده وفتح الامام المنفرد علی ای شخص کان وكل ذلك مفسد الا اذا قصد به التلاوة دون الفتح ¹ ملخصاً	امام کے علاوہ " کے الفاظ، مقتدی کا مقتدی کو، غیر نمازی تنہا نمازی کے لقمہ کو اور امام اور منفرد کا کسی بھی دوسرے شخص کو لقمہ دینے کو شامل ہیں اور ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی جب تلاوت مقصود ہو، لقمہ دینا مقصود نہ ہو (تلیخاً) (ت)

در مختار میں ہے:

یفسدھا کل ما قصد به الجواب او الخطاب كقوله لمن اسبه يخي، يايخي خذ الكتب بقوة ² ملخصاً۔	ہر وہ شے نماز کو فاسد کر دے گی جس سے جواب یا خطاب مقصود ہو جیسا کہ یخی نامی شخص کو یہ کہنا یا یخی خذ الكتب بقوة (اے یخی! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ) اھ ملخصاً (ت)

رد المحتار میں ہے:

قوله او الخطاب الخ هذا مفسد بالاتفاق وهو ما اورد نقضاً علی اصل ابی یوسف فانه قرآن لم يوضع خطأ بالمن خاطبه المصلیٰ وقد اخرجہ بقصد الخطاب عن كونه قرآناً وجعله من كلام الناس ³ ۔	اس کا قول " او الخطاب " بالاتفاق مفسد نماز ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن سے امام ابو یوسف کے قاعدے پر نقض وارد ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہے اس کی وضع اس لئے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نمازی کو مخاطب کرے، حالانکہ (وجہ یہ ہے) کہ اس نے اسے قصد خطاب کے طور پر، قرآن ہونے سے خارج کیا اور اسے کلام الناس میں شامل کر دیا ہے۔ (ت)

علامہ ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

الذی یفتح کانه یقول خذ منی کذا والتعلیم لیس من الصلاة فی شیعہ	لقمہ دینے والا گویا کہہ رہا ہوتا ہے کہ " مجھ سے یہ لے لو " اور سکھانا نماز کا حصہ نہیں اور ایسی

¹ تبیین الحقائق باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا مطبوعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر ۱۵۶/۱

² الدر المختار باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۹/۱

³ رد المحتار باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵۹/۱

وادخال ما لیس منها فیہا یوجب فسادھا وکان قضیۃ هذا المعنی ان تفسد صلاته اذا فتح علی امامه لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث و للحاجة الى اصلاح صلاة نفسه فباعدا ذلك یعمل فیہ بقضیۃ القیاس¹ ملخصاً بالمعنی۔	شیئی کا نماز میں داخل کرنا جو نماز میں سے نہیں نماز کے فساد کا سبب ہے۔ اس بات کے پیش نظر ہونا یہی چاہئے کہ جب امام کو لقمہ دیا جائے تو بھی نماز فاسد ہو جائے لیکن اس صورت میں نماز کے فساد کا حکم اس لئے جاری نہیں کیا جاتا کہ احادیث میں اس کی اجازت ہے اور نماز کی اصلاح کی بھی حاجت ہے البتہ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں قیاس پر عمل کیا جائے گا (یعنی نماز فاسد ہو جائے گی) ملخصاً بالمعنی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

هذا قد استعمل فی موضع الجواب وقد ارید ذلك منه وفهم فیصیر من هذا الوجه كلام الناس فیفسد و ان لم یکن من حیث الصیغة فی الاصل من كلامهم فالقیاس فساد الصلوة الا ان ترکناه بالنص والمعدول به عن القیاس لا یقاس علیہ² ملخصاً۔	یہ جواب میں مستعمل ہے اور یہاں وہی مراد اور مفہوم ہے لہذا یہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کی وجہ سے مفسد نماز ہے اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے لوگوں کے کلام میں سے نہیں۔ تو قیاس کا تقاضا ہے کہ نماز فاسد ہو جائے مگر نص کی بنا پر قیاس ترک کر دیا اور جو خود خلاف قیاس ہوں اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ملخصاً (ت)

اُسی میں ہے:

(م) ان فتح بعد ما قرأ قدر ما تجوز به الصلاة تفسد (ش) لانه لیس فیہ اصلاح صلاته فیبقى تعلیماً وجواباً له وان اخذ الامام بفتحہ تفسد صلاة الكل (م)	(متن) اگر یہ لقمہ اتنی قرأت کے بعد دیا جس سے نماز ہو جاتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی (شرح) کیونکہ اس میں اس کی نماز کی اصلاح نہیں ہے لہذا یہ تعلیم وجواب ہوگا اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو تمام کی

¹ حلیۃ المحلی شرح بنیۃ المصلی

² حلیۃ المحلی شرح بنیۃ المصلی

نماز فاسد ہو جائے گی۔ (متن) صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی (شرح) اسی طرح خانیہ اور خلاصہ میں ہے اور قاضی نے شرح جامع الصغیر میں کہا ہے کہ یہی اصح ہے اور انہوں نے اور دیگر لوگوں نے علت یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ لقمہ نہیں دے گا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسی چیز جاری ہو جاتی ہے جو نماز کے لئے مفسد ہوتی اس لئے وہ لقمہ ہی ہوگا، حضرت مسنور بن یزید سے مروی اور وہ جو حضرت علی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی روایات کا اطلاق علت کے بیان کے لئے بہتر ہے (متن) اور اگر امام کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا اور اسے انتقال کے بعد لقمہ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی (شرح) کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تلقین ہے، ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح ہے، اور صاحب ذخیرہ نے اسے قاضی امام ابو بکر الزرنجری نے نقل کیا ہے اگرچہ ان کے علاوہ دیگر مشائخ کہتے ہیں کہ نماز فاسد نہ ہوتی، محیط سے اسی طرح منقول ہے، اسی سے صاحب نہایہ نے لیا اور کہا کہ اکثر مشائخ کا قول عدم فساد ہے اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اسی کی موافقت کی ہے اور یہ ان رخصتوں کے اطلاق کے بھی زیادہ موافق ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اھ تلخیصاً (ت)	الصحيح لا(ش) كذا في الخائية والخلصة ونص القاضى في شرح الجامع الصغير انه الاصح وعلمه هو وغيره بانه لو لم يفتح ربما جرى على لسانه ما يكون مفسدا فكان بمنزلة الفتح والاولى في التعليل حديث المسور بن يزید واطلاق ما روى عن علي و عن انس رضي الله تعالى عنه (م) وان انتقل الامام الى آية اخرى ففتح عليه بعد الانتقال تفسد(ش) لوجود التلقين من غير ضرورة كذا في الهداية وغيرها وجعل صاحب الذخيرة هذا محكيا عن القاضى الامام ابى بكر الزرنجري وان غيره من المشائخ قالوا لا تفسد كذا نقلوه عن المحيط واخذ من هذا صاحب النهاية ان عدم الفساد قول عامة المشائخ ووافقه شيخنا رحمه الله تعالى على ذلك وهو الاوفق لا اطلاق الرخص الذي روينا¹ه مخلصا۔

فتح القدير میں ہے:

نماز میں ہونے کی قصداً اطلاع کرنا، حدیث کی وجہ سے مفسدات سے خارج ہے، نہ اس لئے کہ اس کے	خرج قصد اعلام الصلاة بالحديث لالانه لم يتغير بعزيبته فيبقى ماوراءه على

¹ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

المنع ^۱ مخلصاً	عزم و ارادہ سے تغیر نہیں ہوا لہذا اس کے علاوہ صورتیں منع ہی رہیں گی اھ ملخصاً (ت)

جب یہ اصل مہم ہوئی، حکم صورت مسئلہ واضح ہو گیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدہ اولیٰ میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ سمجھا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدہ اولیٰ ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ تر تیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہر اور مفسد نماز ہوا

لقول الحلیۃ ان ما وراء ذلك يعمل فيه بقضية القياس ولقول المعدول به عن القياس لا يقياس عليه ولقول الفتح يبقى ما وراء ه على المنع ولقول التبیین لا يقياس عليه غيره وهذا واضح جدا۔	حلیہ کے ان الفاظ کی وجہ سے کہ "ان کے علاوہ میں قیاس پر عمل ہوگا" اور اس کے اس قول کے پیش نظر کہ "خلاف قیاس پر قیاس نہیں ہو سکتا" اور فتح کے قول کہ "اس کے علاوہ ممنوع ہوں گے" اور تبیین کے قول کہ "اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا" اور یہ نہایت ہی واضح ہے (ت)

یا اس کا گمان صحیح تھا، غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدہ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب و لزوم سجدہ سہو وہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ، تو سو افضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے، نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدہ اولیٰ چھوڑ کر پورا کھڑا ہو جائے تو اب مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے، ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدہ اولیٰ کی طرف عود ناجائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رو سے

^۱ فتح القدیر باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۳۹۱ھ

کلام ٹھہر کر مفسد نماز ہوا، بحر الرائق میں ہے:

لو عرض للامام شیخ فسبح المأموم لابس به لان المقصود به اصلاح الصلوة فسقط حکم الکلام عند الحاجة الى الاصلاح ولايسبح للامام اذا قام الى الاخرين لانه لايجوز له الرجوع اذا كان الى القيام اقرب فلم يكن التسبيح مفيد اكذا في البدائع وينبغي فساد الصلوة به لان القياس فسادها به عند قصد الاعلام وانما ترك للحديث الصحيح من نابه شيعي في صلاته فليسبح فللحاجة لم يعمل بالقياس فعند عدمها يبقى الامر على اصل القياس ثم رايته في المجتبى قال ولو قام الى الثالثة في الظهر قبل ان يقعد فقال المقتدى سبحن الله قيل لا تفسد و عن الكرخي تفسد عندهما¹ وبه انتهی مانقلناه عن البحر،

قلت وقوله عندهما يريد به الطرفين فان مذهبهما تغير الذكر بتغير العزيمة خلافاً لابي يوسف فعنده ماكان ذكرا بصيغته لاتعمل فيه النية وكذا قوله اعني المجتبى لوسبح او هلل يريد زجرا عن فعل او امر ا به فسدت عندهما² فانما اراد الطرفين

اگر امام کو عارضہ پیش آگیا مقتدی نے لقمہ دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے مقصود نماز کی اصلاح ہے لہذا حاجت اصلاح کی وجہ سے اس سے حکم کلام ساقط ہو گیا، اگر امام آخری دو رکعات کی طرف اٹھ جائے تو اسے لقمہ نہ دیا جائے کیونکہ اگر وہ قیام کے زیادہ قریب ہے تو اب اس کے لئے لوٹنا جائز نہیں لہذا لقمہ اس کے لئے مفید نہیں۔ البدائع میں ایسے ہے، اور اس سے نماز فاسد ہو جانی چاہئے کیونکہ یہ قیاس کا تقاضا ہے کہ جب مقصود امام کو اطلاع ہو تو نماز فاسد ہو جائے البتہ اس حدیث صحیح کی بنا پر اس قیاس کو ترک کر دیں گے کہ جس کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو تو وہ تسبیح کہے، تو حاجت کے پیش نظر قیاس پر عمل نہ ہوگا اور جب حاجت نہ ہوگی تو معاملہ اصل قیاس پر ہی رہے گا پھر میں نے مجتبئی میں دیکھا اگر نماز ظہر میں امام قعدہ کئے بغیر تیسری رکعت کی طرف اٹھا اور مقتدی نے سبحان اللہ کہا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام کرخی سے منقول ہے کہ طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور یہاں بحر سے منقول عبارت ختم ہو گئی۔ قلت اس کا قول "عندہما" سے مراد طرفین ہیں کیونکہ انہی کا قول ہے کہ تبدیلی عزم سے ذکر تبدیل ہو جاتا ہے

¹ بحر الرائق باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۱۲

² بحر الرائق باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۱۲

مخلاف امام ابو یوسف کے، ان کے نزدیک الفاظ ذکر میں نیت کا دخل نہیں ہوتا، اسی طرح اس یعنی المجتبیٰ کا قول اگر اس نے سبحان اللہ کہا یا لا الہ الا اللہ، اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم ہو تو ان دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اھ اس سے مراد طرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں **ثم اقول:** وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یہ بھی ممکن ہے کہ مجتہدی کی عبارت میں قام کا معنی ارادہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں ہے "اے اہل ایمان! جب تم نماز کا ارادہ کرو" اور روایت کرخی میں حقیقی معنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "جب اللہ کا بندہ کھڑا ہو کر اپنے رب کو پکارتا ہے"۔ آپ نے دیکھا یہ نہایت ہی اچھا تطابق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دلیل کرخی کا ساتھ دیتی ہے اور یہی ضابطہ ہے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب کا، اس بنا پر اس پر اعتماد کرنا چاہئے، اگر سوال ہو کہ عبارت میں اگر ارادہ مراد ہے تو اس مسئلہ کا خصوصاً کیوں ذکر ہوا؟ کیونکہ اس کا علم توفیقہا کے اس قول "اگر امام کو کوئی عارضہ لاحق ہو" کے اطلاق سے ہی ہو رہا ہے اقول (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں

رضی اللہ تعالیٰ عنہما
ثم اقول: وباللہ التوفیق لا یبعد ان یکون قام فی القیل للارادة کقوله تعالیٰ
 یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ¹ وَفِي رَوَايَةِ الْكَرْخِيِّ لِلْحَقِيقَةِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى
 وَأَنَّهُ لَبِاقَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ² الْآيَةُ وَهَذَا جَمَعَ كَمَا تَرَى حَسَنَ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَالْإِفْلَاحُ أَنْ الدَّلِيلَ مَعَ الْكَرْخِيِّ وَأَنَّهُ هُوَ قُضِيَّةُ مَذْهَبِ الْإِمَامِ وَالْإِمَامِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَعَلِيهِ فَلْيَكُنِ التَّعْوِيلُ فَإِنْ قِيلَ فِي الْقِيلِ لَوْ ارَادَ الْإِرَادَةَ فَمَا الْوَجْهَ لِتَخْصِصِ الْمَسْئَلَةِ بِالذِّكْرِ فَانْهَآ مَعْلُومَةٌ مِنْ إِطْلَاقِ قَوْلِهِمْ لَوْ عَرَضَ لِلْإِمَامِ شَيْءٌ الْخِ اِقُولُ بَلَى كَانَ لِمَتَوْهَمٍ أَنْ يَتَوْهَمَ عَدَمُ الْجَوَازِ هَهُنَا مُطْلَقًا كَمَا يَتَوْهَمُ مِنْ ظَاهِرِ لَفْظِ الْبِدَائِعِ لَا يَسْبَحُ لِلْإِمَامِ إِذَا قَامَ

¹ القرآن ۶/۵

² القرآن ۱۹/۷۲

الی الاخریین^۱ حیث لم یفصل والحاوی علی الوہم ان المقتدی لا یطلع علی قیام الامام بغورہ بل یتاخر ذلک عن افاضتہ فی القیام ولولحظات کہا ہو معلوم مشاہد فعند ذلک یسبح ثم الامام لاینبہ بغور مابداً المقتدی بحرف التسبیح بل یتاخر ولو لحظة ثم ہو ربما لایتذکر بمجرد السماع والتنبہ علی تنبیہہ بل قد یدحتاج الی شیء من التأمل فہذہ ثلث وقفات والامام اذا نهض نهض ولم یکن فیہ تدرج یقتضی مکثاً معتدا بہ فربما لایتنبہ بتسبیحہ الابدع مافات وقت العود لاسیما علی قول من قال بغواتہ اذ اقرب الی القیام کہا ہو مختار صاحب البدائع والہدایۃ والوقایۃ والکنز وغیرہم من الجلة الکرام وان کان الاصح العبرة بتبام القیام کہا اعتمدہ فی مواہب الرحمن ونور الايضاح

گویا کوئی وہم کرنے والا یہ تصور کر سکتا تھا کہ یہاں مطلقاً لقمہ ناجائز ہے جیسا کہ بدائع کے ان الفاظ کے ظاہر سے وہم کیا جاسکتا ہے کہ "امام جب آخری رکعتوں کی طرف کھڑا ہو جائے تو سبحان اللہ نہ کہا جائے" تو یہاں انہوں نے کوئی فرق نہیں کیا اور یہاں منشاء وہم یہ بات ہے کہ مقتدی فی الفور امام کے قیام پر مطلع نہیں ہوتا بلکہ قیام کی طرف مائل ہونے کے بعد مطلع ہوتا ہے اگرچہ کچھ لمحات ہی ہوں جیسا کہ معلوم و مشاہد ہے تو اس وقت مقتدی سبحان اللہ کہے گا، پھر امام بھی مقتدی کے لقمہ پر فی الفور متوجہ نہیں ہوتا بلکہ معاملہ متاخر ہوتا ہے خواہ ایک لمحہ بعد ہی ہو، پھر بعض اوقات اسے صرف سماع اور توجہ دلانے سے یاد نہیں آ جاتا بلکہ کچھ نہ کچھ غور و فکر کا محتاج ہوتا ہے، تو یہ تین وقفے ہوئے، تو امام جب کھڑا ہوتا ہے، تو کھڑا ہو جاتا ہے اس میں ایسی تدریج نہیں جو قابل ذکر ٹھہرنے کا تقاضا کرے، بعض اوقات مقتدی کی تسبیح سے بھی متوجہ نہیں ہو پاتا مگر اس وقت جب لوٹنے کا وقت ختم ہو چکا ہو خصوصاً اس قول کے مطابق جو کہتے ہیں کہ جب قیام کے زیادہ قریب ہو تو رجوع فوت ہو جاتا ہے جیسا کہ صاحب بدائع، ہدایہ، وقایہ، کنز اور دیگر جلیل القدر فقہاء نے اختیار کیا ہے، اگرچہ اصح یہ ہے کہ اعتبار کامل قیام کا ہے جیسا کہ اس پر مواہب الرحمن، نور الايضاح، تنویر، فتح،

^۱ بدائع الصنائع فصل فی بیان حکم الاستخلاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳۵

والتنوير والفتح والدر المختار وغيرها وجعله
 في الدر ظاهر المذهب-واذا كان الامر على
 ما وصفنا لك فعسى ان يتوهم كونه عبثاً مطلقاً
 فيحكم بفساد الصلوة به على الاطلاق فمست
 الحاجة الى التصريح بذلك فان المسموع
 هو كونه مفيد احيان وقوعه وهو كذلك في
 فور القيام ولربما يرجي العود به بل ربما يقع
 وهذا حسبه ولا يضره ان تعجل الامام ولم
 يلتفت كما اذا فتح ولم ياخذ فان قلت يحتمل ان
 الامام لما ظن ان صلاته تمت لعله يتعبد الكلام
 او الذهاب او الضحك قبل ان يسلم-

قلت هذا في غاية البعد ولا يتوقع من المسلم
 بل هو اسائة ظن به والفقہ لا يبنی علی نادر فضلاً
 عما عساه لم يقع قط بل هو احتمال على احتمال
 لان ظن الامام تمام الصلوة ايضاً غير معلوم كما
 قدمنا فكان شبهة الشبهة ولا عبرة بها اصلاً، هذا
 ما وقع في الحلية

در مختار وغیرہ میں اعتماد کیا گیا ہے اور در میں اسے ظاہر مذہب
 قرار دیا ہے، اور جب معاملہ اس طرح ہے جو ہم نے آپ کے سامنے
 بیان کیا ہے تو قریب ہے اس کے مطلقاً عبث ہونے کے وہم پر مطلقاً
 فساد نماز کا حکم کر دیا جائے لہذا اس کی تصریح کی حاجت و ضرورت
 پیش آئی کیونکہ اس کے وقوع کے وقت لقمہ کا مفید ہونا قابل اعتبار
 ہے اور علی الفور قیام کے وقت لقمہ میں یہ صورت ہے اور
 بسا اوقات لوٹنے کی امید کی جاتی بلکہ بعض دفعہ لوٹنے کا وقوع
 ہوتا ہے اور مفید ہونے کے لئے یہی کافی ہے اور امام کا جلدی کرنا
 اور متوجہ نہ ہونا نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس صورت میں جب لقمہ
 دیا مگر امام نے نہ لیا۔ اگر آپ سوال کریں (قعدہ لمبا ہونے پر سلام
 سے پہلے لقمہ دینے میں فائدہ ہے) کیونکہ ممکن ہے امام نے گمان
 کیا ہو کہ نماز مکمل ہو گئی ہے پھر وہ دانستہ طور پر قبل از سلام کلام
 کرنے یا چلے جانے یا ہنسنے کا ارادہ کر لے۔

قلت (میں کہتا ہوں) یہ نہایت ہی بعید ہے اور اس بات کی کسی
 مسلمان سے توقع نہیں بلکہ کسی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان
 کرنا بھی گناہ ہے اور کسی نادر معاملہ پر فتویٰ نہیں ہوا کرتا چہ جائیکہ
 جس کا امکان کبھی واقع نہ ہو بلکہ یہ احتمال در احتمال ہے کیونکہ امام
 کا اتمام نماز کا گمان کرنا بھی معلوم نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا، گویا یہ
 اتمام کے گمان کے بعد کلام وغیرہ کا گمان شبہ کا شبہ ہے لہذا اس
 کا کوئی اعتبار نہیں، یہ وہ ہے جو حلیہ میں

نقلاً عن المحيط الرضوی اذا فتح علی امامہ یجوز مطلقاً لان الفتح وان کان تعلیمياً ولكن التعلیم لیس بعمل کثیر وانه تلاوة حقیقة فلا یكون مفسداً وان لم یکن محتاجاً الیه^۱ فاقول: یرجب ان یحمل فیہ لام "التعلیم" علی العهد ای هذا التعلیم من المقتدی للامام کمثل لام "الفتح" فلیس المراد الا هذا الفتح' لامطلقاً ولومن غیر مقتدی علی امامہ وذلك لان کون مطلق التعلیم من العمل القلیل باطل بداهة وتشهد به فروع فی المذهب متواترات بل قد نص فی الفتح فی نفس مسئله الفتح ان التکرار لم یشتط فی الجامع ای ان الجامع الصغیر لم یشتط للافساد تکرار الفتح بل حکم به مطلقاً قال وهو الصحیح وکذا صححه فی الخانیة وقد علم هذا من مذهب الامام فانه اذا جعل کلاماً فقلیلہ و کثیرہ سواء فأعرف وتثبت وبالله التوفیق هذا ما عندی والله سبخنه وتعالی اعلم۔

محیط رضوی کے حوالے سے مذکور ہے کہ امام کو لقمہ دینا ہر حال میں جائز ہے کیونکہ لقمہ دینا اگرچہ تعلیم ہے لیکن تعلیم عمل کثیر نہیں ہے اور یہ تو حقیقت میں تلاوت ہے لہذا یہ مفسد نماز نہیں، اگرچہ اس کی احتیاجی نہ ہو۔

اقول: یہاں پر لفظ تعلیم کے الف لام کو عہد خارجی ماننا ضروری ہے کیونکہ اس سے مراد وہی تعلیم ہے جو مقتدی کی امام کے لئے ہو جیسا کہ الفتح کے الف لام کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں لقمہ سے بھی خصوصی لقمہ مراد ہوگا ہر لقمہ نہیں کہ اگرچہ وہ غیر مقتدی کا امام کے لئے ہو، وہ اس لئے کہ ہر تعلیم کا عمل قلیل ہونا بدائیہً باطل ہے اور اس پر مذہب کی فروعات بڑی تواتر کے ساتھ گواہ ہیں بلکہ فتح میں اس مسئلہ لقمہ میں تصریح ہے کہ جامع میں تکرار کو شرط نہیں کیا یعنی جامع صغیر نے نماز فاسد ہونے کے لئے تکرار لقمہ کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ مطلقاً حکم جاری کیا اور کہا یہی صحیح ہے، اسی طرح اسے خانیہ نے بھی صحیح قرار دیا اور مذہب امام کے حوالے سے یہ معلوم ہے کہ جب انہوں نے اسے کلام قرار دیا ہے تو اب کلام کے قلیل اور کثیر کا ایک ہی حکم ہوگا، اسے اچھی طرح جان لو اور ثابت رہو، اور توفیق اللہ ہی سے ہے یہ ہے جو کچھ میرے پاس تھا اور اللہ سبحانہ، وتعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۳: از گلنتہ تل موتی گلی نمبر ۱۸ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑھے نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا کے

^۱ حلیۃ المحلی شرح نینۃ المصلی

فرض تنہا پڑھنے کی حالت میں تکبیرات انتقالیہ بجھر اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کر لیں کہ یہ شخص فرض پڑھتا ہے اور شریک ہو جائیں اس صورت میں جسر کے ساتھ تکبیر کہنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں؟ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ یہ نمازی بجسر تکبیر کہے تو میں شریک ہو جاؤں، چنانچہ اس نے اس کی اطلاع کی غرض سے تکبیر جسر کے ساتھ کہ اس صورت نماز فاسد ہوگی یا صحیح؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

دونوں صورتوں میں اگر نمازیوں نے اصل تکبیرات انتقال بہ نیت ادائے سنت و ذکر الہی عزوجل ہی کہیں اور صرف جسر بہ نیت اطلاع کیا تو نماز میں کچھ فساد نہ آیا، ردالمحتار میں ہے:

بحر میں ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا جواب سے تعلق ہے وہ ہیں جو مجتہدی میں ہیں اگر مقتدی نے سبحان اللہ کہا یا لا الہ الا اللہ کہا اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم تھا تو ان دونوں (طرفین) کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اھ میں کہتا ہوں ظاہر یہی ہے کہ اگر اس نے سبحان اللہ نہیں کہا لیکن قرأت بلند آواز سے کی تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے مقصد قرأت ہے اور آواز کی بلندی کے ذریعے تو صرف زجر یا حکم مقصود ہے تاہم اھ (ت)	وقال فی البحر ومما الحق بالجواب ما فی المجتبیٰ لوسبح او هلل یرید زنجرا عن فعل او امر ابہ فسدت عندهما قلت والظاهر انه لولم یسبح ولكن جهر بالقراءة لا تفسد لانه قاصد للقراءة وانما قصد الزجر او الامر بمجرد رفع الصوت تأمل¹ ھ

اور شک نہیں کہ واقعیاً یہی ہوتا ہے نہ یہ کہ نفس تکبیر ہی سے ذکر وغیرہ کچھ مقصود نہ ہو صرف بغرض اطلاع بہ نیت مذکورہ کہی جاتی ہو، ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا قصد کرے تو اس کی نماز ضرور فاسد ہو جائے گی علی قول الامام والامام محمد خلافاً للامام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (یہ امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق ہے بخلاف امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے۔ ت) اقوال: وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نمازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں وہ

¹ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۰۱ھ

کلام ہو جانا اور مفسد نماز قرار پاتا ہے اگرچہ لفظ فی نفسہ ذکر الہی یا قرآن ہی ہوا اگرچہ اپنے محل ہی میں ہو، مثلاً کسی موسیٰ نامی شخص سے نمازی نے کہا: ماتک یمینک یا موسیٰ (اے موسیٰ! تیرے تھ میں کیا ہے؟ نماز جاتی رہی، اگرچہ یہ الفاظ آیہ کریمہ ہیں۔ یا التحیات پڑھ رہا تھا جب کلمہ تشہد کے قریب پہنچا مؤذن نے اذان میں شہادتیں کہیں اس نے نہ بہ نیت قرأت تشہد بلکہ بہ نیت اجابت مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدًا عبدہ، ورسولہ، کہا نماز جاتی رہی، اگرچہ یہ ذکر اپنے محل ہی میں تھا۔ بحر الرائق میں ہے:

اذا ذکر فی التشہد الشہادتین عند ذکر المؤذن الشہادتین تفسد ان قصد الاجابة ¹ ھ	جب دوران تشہد شہادتین کا ذکر مؤذن کے ذکر شہادتین کے موقع پر کرتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اذان کا جواب مقصود ہوا (ت)

مگر جبکہ ایسا قصد بضرورت اصلاح نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اس کے جواز میں خاص نص آگیا ہو جیسے کوئی دروازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو اس کو مطلع کرنے کے لئے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہے تو صرف ان صورتوں میں نماز نہ جائے گی اور ان کے ماوراء میں مطلقاً اسی اصل کلی پر عمل ہو کر فساد نماز کا حکم دیا جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

قلنا خرج قصد اعلام الصلاة بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذنا بت احدكم نائبة وهو في الصلاة فليسبح الحديث اخرجه الستة لالانه لم يتغير بعزيمته كما لم يتغير عند قصد اعلامه فان مناط كونه من كلام الناس كونه لفظاً افيد به معنى ليس من عمال الصلاة لا كونه وضع لافادة ذلك فيبقى ماوراءه على المنع ² الخ قلت وقد اوضحنا المسألة بنقولها فيما تقدم من فتاونا۔	ہم کہتے ہیں کہ نماز میں اصلاح کا قصد، حضور علیہ السلام کے ارشاد مبارک کہ "جب کسی کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آجائے تو وہ تسبیح کہے" کے تحت اس حکم سے خارج ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ نے بیان کیا ہے اس لئے نہیں کہ اس میں تبدیلی بالارادہ نہیں کیونکہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کا مدار اس پر ہے کہ وہ الفاظ ہوں جو ایسے معانی کا فائدہ دیں جو اعمال نماز میں سے نہیں، نہ کہ وہ الفاظ ان معانی کے افادہ کے لئے موضوع ہوں لہذا اس کے علاوہ ممنوع ہی رہیں گے الخ قلت ہم نے اس مسئلہ کو سابقہ گفتگو میں خوب واضح کیا ہے۔ (ت)

¹ بحر الرائق باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکبرہ فیہا مطبوعہ ایچ اہم سعید کمپنی کراچی ۶/۲

² فتح القدیر باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکبرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۳۴۹/۱

اور شک نہیں کہ جب نمازی نے اللہ اکبر یا سمع اللہ لمن حمدہ صرف اس اطلاع کی نیت سے کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ، تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمال نماز سے نہیں کہ اعمال نماز اس کے افعال مخصوصہ معلومہ ہیں نہ کسی سے یہ کہنا کہ نماز میں مل جاؤ اور اس مخصوص میں نہ نص وارد ہے نہ یہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے، یہ دونوں باتیں مجرد قصد اعلام صلوٰۃ سے زائد ہیں کہ اس قدر تو وہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صورت استثناء میں داخل نہیں اور حکم فساد نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف رفع صوت بقصد دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج بات کا قصد کیا گیا ہو اور تنہا رفع صوت کلام نہیں تو مناظر فساد محقق نہ ہو واللہ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ، نے جبکہ اُن مکبروں کی نسبت جو تکبیرات انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لئے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فساد نماز کا حکم دیا اسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان تکبیرات سے ان کا قصد اقامت عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعۃ موسیقی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ تکبیریں خود ہی وہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا، دوسرے یہ کہ اس جزو مد سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلمات تکبیر میں نہیں تو اگرچہ نفس تکبیر سے اُن کا قصد وہ نہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اسی قصد سے بڑھائے گئے اور اب یہ وہ الفاظ بقصد افادہ معنی خارج ہوئے بہر صورت فساد نماز چاہئے۔ فتح القدیر میں درایہ سے مکبرین کے لئے رفع صورت کا جواز نقل کر کے اشارہ فرمایا:

تکبیرات میں آواز بلند کرنے کا اصل مقصد انتقالات کی اطلاع ہے، رہا وہ مخصوص انداز جو ان شہروں میں معروف ہے اس کا مقصد نماز ہونا بعید نہیں کیونکہ یہ مکبرین حاجت ابلاغ سے بڑھ کر چیخنے میں مبالغہ کرتے ہیں اور نغمہ کو سجانے کے لئے مشغول ہونا نغمہ سرائی ہے عبادت کا قیام نہیں اور چیخنا بھی کلام کے ساتھ ملحق ہے اور یہاں تو واضح ہے کہ مکبر کا مقصد لوگوں کو تعجب میں ڈالنا ہے، اگر وہ یہ کہتا کہ لوگو! میری اچھی آواز اور سر پر خوش ہو جاؤ، تو اس نے نماز فاسد	مقصودہ اصل الرفع لا بلایع الانتقالات اما خصوص هذا الذی تعارفہ فی هذا البلاد فلا یبعد انہ مفسد فلانہم یبالغون فی الصیاح زیادۃ علی حاجۃ الابلاغ والاشتغال بتحریرات النغم اظہارا للصناعۃ النغمیۃ لا اقامۃ للعبادۃ والصیاح ملحق بالكلام وھنا معلوم ان قصده اعجاب الناس بہ ولو قال اعجبوا من حسن صوتی وتحریری

فیه افسد و حصول الحروف لازم من التلحین ^۱ مختصراً وقد اقره فی النهر و استحسنه فی الحلیۃ فقال وقد اجاد فیما اوضح وافاد۔	کردی ہوتی اور اظہار لحن سے حروف کا حاصل ہونا لازمی ہے اہ اختصاراً۔ اسے نہر نے ثابت رکھا اور حلیہ میں اسے ان الفاظ سے سراہا گیا کہ وضاحت میں یہ نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے۔ (ت)

علامہ شامی تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں:

ان المحقق لم يجعل مبنى الفساد مجرد الرفع بل زيادة الرفع ملحق بالكلام بالصياح المشتمل على النغم مع قصد اظهاره لذلك والاعراج عن اقامة العبادة فقول المحقق والصياح ملحق بالكلام ای الصياح المشتمل على ما ذكر بدليل سوابق الكلام ولو احقه الخ	محقق نے محض بلندی آواز کو فساد کی علت قرار نہیں دیا بلکہ بلندی میں ایسی زیادتی کو جو نغمہ پر مشتمل چیخ سے مل جائے اور اس کے اظہار کا اور اقامت عبادت سے اعراض کا قصد بھی ہو لہذا محقق کا قول کہ "الصياح ملحق بالكلام" سے وہی چیخ مراد ہے جو مذکورہ امور پر مشتمل ہو اس پر سابق ولاحق کلام شاہد عادل ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے:

فحاصل كلام المحقق ان الاشتغال بتحرير النغم والتلحين والصياح الزائد على قدر الحاجة لا لقصود القربة بل ليعجب الناس من حسن صوته ونغمه مفسد من وجهين الاول ما يلزم من التلحين من حصول الحرف بالمفسد غالباً والثاني عدم قصد اقامة العبادة ^۲ الخ اقول: وللعبد الضعيف في بعض كلام العلامة الشامي هنا كلام بينته على هامشه ولكن المرمي۔	کلام محقق کا حاصل یہ ہے کہ نغمہ، الحان اور ایسا چیخ جو قدر حاجت سے زائد ہو، میں مشغول ہونا جس کا مقصد قربت و عبادت نہ ہو بلکہ لوگوں کو حسن آواز کی وجہ سے مسحور کرنا ہو تو یہ عمل دو وجہ سے مفسد نمازہ اول یہ کہ الحان سے ایسے حروف کا حصول ہو جاتا ہے جو غالباً نماز کے لئے مفسد ہوتے ہیں، ثانی یہ کہ یہاں مقصود عبارت نہیں الخ (ت) اقول: (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کو علامہ شامی کے اس مقام پر بعض کلام میں اعتراض ہے جسے میں نے رد المحتار کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے (ت)

^۱ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ نوریہ رضویہ کھڑا ۳۲۲

^۲ رسائل ابن عابدین رسالہ تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۶/۱

بالجملۃ جبکہ لفظ بقصد مفسد نہ ہو تو مجرور رفع صورت سے کسی معنی زائد کا ارادہ مفسد نہیں و لہذا اعلامہ حموی نے رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ میں فرمایا:

فی کون الصیاح بما ہو ذکر ملحقاً بالکلام نظر لان المفسد للصلاة الملفوظ لاعزيمة القلب ¹ ہ ملخصاً۔	مذکورہ چیخنے کو کلام کہنا محل نظر ہے کیونکہ مفسد نماز وہ ہوگا جو ملفوظ ہو ارادہ قلب مفسد نماز نہیں اھ ملخصاً (ت)

رد المحتار سنن الصلاۃ میں حاشیہ ابوالسعود ازہری سے ہے:

مانقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت الامام فبلغ المؤذن فسدت صلاته لعدم الاحتیاج الیه فلا وجه له اذ غایتہ انہ رفع صوتہ بما ہو ذکر بصیغته وقال الحموی وأظن ان هذا النقل مکذوب علی الطحاوی فانہ مخالف للقواعد ² واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلیہ جل مجده اتم واحکم۔	طحاوی سے جو کچھ منقول ہے کہ لوگوں تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو اس کے باوجود مؤذن بھی پہنچا رہا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہاں احتیاجی ہی نہ تھی۔ اس (منقول) پر کوئی دلیل نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ رفع صوت جو ذکر کے الفاظ پر مشتمل ہے اور شیخ حموی کہتے ہیں کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ قول امام طحاوی کی طرف غلط طور پر منسوب ہے کیونکہ یہ قواعد کے مخالف ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم اسی کا علم کامل و اتم ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۵: از کلکتہ فوجداری نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰/رجب ۱۳۰۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

ہو گئی اگرچہ بلا ضرورت ایسی تاخیر سے گنہگار ہوا اور بوجہ ترک واجب اعادہ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل، ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام کے ساتھ کمال مقارنت پر محض بلا فصل واقع ہوتا ہے یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ

¹ رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ

² رد المحتار باب صفۃ الصلاۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۳۵۱

تعالیٰ عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم۔ دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام کے بعد بدیر واقع ہو اگرچہ بعد فراغ امام، فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں، ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدہ اولیٰ میں آکر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہئے کہ التیات پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جا ملے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیام امام کے بعد اختتام واقع ہوگا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعیہ تھی اور اگر بلا ضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو ترک سنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا۔

تیسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آئے مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد، مگر نمازیوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے مشارکت ہو لے اور اگر ابھی امام مثلاً رکوع یا سجدہ میں نہ آنے پایا کہ اس نے سراٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یہ بعد اس فعل کا اعادہ نہ کیا تو نماز اصلاً نہ ہوگی کہ اب فرض متابعت کی کوئی ضرورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہوا اور نماز باطل۔ ردالمحتار میں ہے:

اور متابعت امام اس معنی میں فرض ہے کہ مقتدی فرض کو بجلائے خواہ امام کے ساتھ یا اس کے بعد مثلاً امام نے رکوع کیا تو مقتدی اس کے ساتھ ہی رکوع کرے یا بعد میں کرے مگر اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور یا اس کے سراٹھانے کے بعد کرے، پس اگر مقتدی نے بالکل رکوع ہی نہ کیا یا رکوع کیا مگر امام کے رکوع جانے سے پہلے سراٹھالیا اور امام کے ساتھ دوبارہ شامل نہ ہوا یا اس نے امام کے بعد رکوع نہ کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ الحاصل متابعت امام تین^۲ طرح کی ہے فعل امام سے مقارنت، مثلاً امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ تکبیر تحریمہ، اس کے رکوع

وتكون المتابعة فرضاً بمعنى ان يأتي بالفرض مع امامه اوبعدہ كما لو ركع امامه فركع معه مقارناً اومعاقباً وشاركه فيه اوبعد ما رفع منه فلولم يركع اصلاً اور ركع ورفع قبل ان يركع امامه ولم يعده معه اوبعدہ بطلت صلاته والحاصل ان المتابعة في ذاتها ثلاثة انواع مقارنة لفعل الامام مثل ان يقارن احرامه لاحرام امامه وركوعه

کے ساتھ رکوع اور سلام کے ساتھ سلام، اس میں یہ صورت بھی شامل ہو جائے گی کہ جب امام سے پہلے رکوع کیا مگر طویل کیا حتیٰ کہ امام نے اس کو رکوع میں پالیا اور فعل امام کی ابتداء سے معاقبت ہو اور آخر تک شرکت رہے اور امام سے متاخر ہو، عدم معارض اور عدم لزوم مخالفت کے وقت مطلق متابعت جو ان تینوں اقسام کو شامل ہے، فرض میں فرض، واجب میں واجب اور سنت میں سنت ہوگی جبکہ معارض نہ ہو اور لزوم مخالفت بھی نہ ہو اور متابعت بمعنی مقارنت بلا تعقیب و تراخی امام کے نزدیک سنت ہے صاحبین کے نزدیک نہیں، آخر کلام تک جو نہایت ہی مفید اور عمدہ ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) فاضل محقق کی تقسیم اور اس عبد ضعیف اور ظلوم و جہول کی تقسیم میں صرف تفنن ہے کہ تمام اقسام کا مآل واحد ہے، فاضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے متابعت کی تین اقسام مقارنت، معاقبت اور متراخی کر کے مقدمہ کو جو مشارکت کی طرف رائج تھی مقارنت میں داخل کر دیا۔ عبد ضعیف نے تقسیم یوں کی ہے متصل، منفصلہ، مقدمہ، اور متراخیہ اور معاقبہ کو منفصلہ میں داخل کیا، اور

لرکوعه وسلامه لسلامه ويدخل فيها ما لور كع قبل امامه ودام حتى ادركه امام فيه، ومعاقبة لابتداء فعل امامه مع المشاركة في باقيه، ومتراخية عنه فمطلق المتابعة الشامل لهذه الانواع الثلاثة يكون فرضاً في الفرض و واجباً في الواجب وسنة في السنة عند عدم المعارض او عدم لزوم المخالفة كما قدمناه والمتابعة المقيدة بعدم التأخير والتراخي الشاملة للمقارنة والمعاقبة لا تكون فرضاً بل تكون واجبة في الواجب وسنة في السنة عند عدم المعارض وعدم لزوم المخالفة ايضاً والمتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا تراخ سنة عنده لا عندها¹ الى اخرها افادوا جاد عليه رحمة الملك الجواد۔

اقول: وفي التقسيم الذي ذكره المولى المحقق الفاضل والذي ابداه هذا العبد الظلوم الجاهل نوع تفنن ومآل الاقسام واحد فهو رحمه الله تعالى جعلها ثلاثاً مقارنة ومعاقبة ومتراخية وادخل المتقدمة التي آلت الى المشاركة في المقارنة والعبد الضعيف قسم هكذا متصلة ومنفصلة ومقدمة وادخل

¹ رد المحتار باب صفة الصلاة مطبوعه مصطفى البابي مصر ۱/۳۴۸

مقدمہ کو ایک مستقل قسم بنادیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے مقدمہ کو مقارنہ کے متبائن پایا کیونکہ یہ جانبین سے ہے، پس جیسا کہ مقتدی کا موخر ہونا اسے مقارنت سے خارج کر دیتا ہے نیز جب متابعت کی قسموں کے کل احکام میں نے تین پائے، سنت، کراہت (جب بلا ضرورت ہو) مطلق کراہت شدیدہ، تو میں نے احکام کی تعداد کے مطابق اقسام کی تعداد کو پسند کیا۔ اور فاضل محقق کی تقسیم میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی مقارنت والی قسم (دو متضاد صورتوں) جن میں سے ایک انتہائی کامل مطلوب ہے اور دوسری انتہائی ناپسندیدہ، یعنی متصلہ اور مقدمہ پر مشتمل ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے بہر صورت حاصل ایک ہے، الحمد للہ۔	المتراخية والمعاقبة في المنفصلة وجعل المتقدمة قسماً بحیالها وذلك لاني رأيت المتقدمة تباین المقارنة لانها فاعلة من الطرفين فكما ان تاخر المقتدى يخرجہ عن القران حتى جعل المعاقبة قسماً للمقارنة فكذلك تقدمه وايضاً رأيت احكام المتابعة المجزئة ثلاثة سنة وكرهه الا لضرورة وكرهه شديدہ مطلقاً فاجبت ان تنفرز الاقسام بحسب الاحكام بخلاف ما صنع هو رحمه الله تعالى فان المقارنة على ما افاد تشتمل اكمل مطلوب واشنع مهروب اعني المتصلة و المتقدمة كما سمعت وعلى كل فالاحاصل واحد والحمد لله۔

اسی میں ہے:

شرح المنية میں فرمایا ہے متابعت امام بغیر کسی تاخیر کے واجب ہے اگر کسی واجب کا متابعت کے ساتھ تعارض ہو جائے تو اسے بجالائے پھر متابعت کرے مثلاً مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے امام نے قیام کر لیا تو مقتدی تشہد مکمل کر کے قیام کرے اھ تلخیصاً (ت)	قال في شرح المنية متابعة الامام من غير تاخير واجبة فان عارضها واجب يأتي به ثم يتابع كما لو قام الامام قبل ان يتم المقتدى التشهد فانه يتمه ثم يقوم¹ مخلصاً۔

در مختار میں ہے:

اگر امام نے رکوع یا سجود سے سر اٹھالیا حالانکہ	لورفع الامام رأسه من الركوع او

¹ رد المحتار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۷۷۳

السجود قبل ان يتم المأمور بالتسبيحات الثلاث وجوب متابعتہ بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل تمام الموتم التشهد فأنه لا يتابعه بل یتمہ لوجوبہ ¹ ۔	مقتدی نے تین تین تسبیحات نہیں کہی تھیں تو مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے بخلاف مقتدی کے تشہد مکمل نہ کرنے کی صورت میں جب امام سلام پھیرے یا تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو جائے تو اب مقتدی متابعت نہ کرے کیونکہ تشہد واجب ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فأنه لا يتابعه الخ ای ولو خاف ان تفوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح به في الظهيرية ² ۔	قوله فأنه لا يتابعه الخ یعنی اگرچہ اسے یہ خوف ہو کہ امام کے ساتھ تیسری رکعت فوت ہو جائے گی، جیسا کہ ظہیر یہ میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

رد مختار میں ہے:

سجود السهو يجب على مقتد بسهو امامه لابسهوه اصلاً ³ (ملخصاً)	امام کے بھول جانے کی وجہ سے مقتدی پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے مگر مقتدی کے بھولنے کی وجہ سے سجدہ لازم نہیں ہوتا نہ مقتدی پر نہ امام پر (ملخصاً) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال في النهر ثم مقتضى كلامهم انه يعيدها لثبوت الكراهة مع تعذر الجابر ⁴ هل قلت فاذا كان هذا في السهو فالعمد اولى بالاعادة مع تصريحهم بانها هي سبيل كل صلاة اديت مع كراهة التحريم والله تعالى اعلم۔	نہر میں ہے کہ کلام فقہاء کا تقاضا ہے کہ مقتدی نماز کو ثبوت کراہت کی وجہ سے لوٹائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ (امام کی متابعت کی وجہ سے) نقصان پورا نہیں ہو سکتا اھ قلت جب یہ صورت سہو میں ہے تو عمد میں بطریق اولیٰ اعادہ ہوگا اور اس پر تو فقہاء کی تصریح ہے کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ الدر المختار فصل اذا اراد الشروع في الصلوة كبر مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۵/۱

² رد المختار باب صفۃ الصلوة مطبوعه مصطفیٰ البابی مصر ۳۶۱/۱

³ الدر المختار باب سجود السهو مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۲/۱

⁴ رد المختار باب سجود السهو مطبوعه مصطفیٰ البابی مصر ۵۳۹/۱

مسئلہ ۹۶۶: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ مولانا حشمت علی صاحب طالب علم قادری رضوی ۱۲۹/ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْنِي وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** صی مقتدی کے منہ سے عادۃً
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ انتثال امر الہی، لہذا فساد نماز نہیں۔
مسئلہ ۹۶۷: از میرٹھ لال کرتی کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب مدرسہ مولوی محمد احسان الحق صاحب ۲/ رمضان ۱۳۲۹ھ۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے عمرو اسی مسجد کا مؤذن۔ مہتممان مسجد کی طرف سے زید کا سامع
مقرر کیا گیا ہے، محمود ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمود کے خیال
میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور عمرو مقرر کیا ہو اسامع سہو یا عمدہ خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور عمرو نے سہو یا عمدہ
غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور عمرو نے بھی سہو یا عمدہ غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمود شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا
اگرچہ وہ غلطی مفسد نماز نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اس کو حالت قرأت میں کرنی چاہئے یا بعد اختتام نماز کے وجوباً
کرنی چاہئے یا اختیاراً۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمود کی خاموشی اس کے لئے گنہگارہ
ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں؟

(۲) شرع شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح سماعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز
ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لئے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت و اذن دوسرا شخص امام کو
فتح نہ کر سکے۔ کسی مہتمم مسجد کا ایک ایسی بات کو جو شرعاً مستحسن و اولیٰ یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوخ اور تمکنت اور اعلیٰ شخصیت کی
وجہ سے حکماً بند کر دینا یعنی در صورت خلاف ورزی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکلوا دینا یا آئندہ اس مسجد میں نماز نہ
پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً و اخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد
کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اس کو انہیں تغیر کے ساتھ متعدد بار کرچکا ہو۔ بیّنوا تو جروا۔

الجواب:

امام جب ایسی غلطی کرے جو موجب فساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے ان میں سے جو بتادے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی،

وجہ یہ کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی، نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو"۔ (ت)	وَذَلِكَ لَانَ الْغَلَطِ لِمَا كَانَ مَفْسِدًا كَانِ السَّكُوتُ عَنْ اصْلَاحِهِ اِبْطَالًا لِلصَّلَاةِ وَهُوَ حَرَامٌ بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تُبَيِّنُوا آعْمَالَكُمْ ① -

اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وثوق حاصل ہو، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے،

اس لئے کہ یہاں اصلاح فرض ہے اور ہر وہ چیز جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے اقوال اس کی نظیر گواہی ہے جو فرض کفایہ ہے اگر کوئی گواہ جانتا ہے کہ اس کی گواہی قاضی کے ہاں زیادہ مقبول ہے تو اس پر ادائیگی شہادت لازم ہے اگرچہ وہاں ایسے گواہ ہوں جن کی گواہی قبول کی جاسکتی ہو خانیہ، فتح، وہبانیہ، بحر اور در وغیرہ۔ (ت)	وَذَلِكَ لَانَ الْاصْلَاحِ هَهُنَا فَرَضٌ وَمَا لَا يَتِمُّ الْفَرَضُ إِلَّا بِهِ فَهُوَ فَرَضٌ أَقُولُ وَنَظِيرُهُ إِنْ الشَّهَادَةُ فَرَضٌ كَفَايَةٌ فَإِنْ عَلِمَ الشَّاهِدُ أَنَّهُ أَسْرَعُ قَبُولًا عِنْدَ الْقَاضِي وَجِبَ عَلَيْهِ الْإِدَاءُ عَيْنًا وَ إِنْ كَانَ هُنَاكَ مَنْ تَقْبَلُ شَهَادَتَهُ ② كَمَا فِي الْخَانِيَةِ وَالْفَتْحِ وَالْوَهْبَانِيَةِ وَالْبَحْرِ وَالْدَّرِّ وَغَيْرِهِمَا۔

اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر

¹ القرآن ۷۴/۳۳

² بحر الرائق کتاب الشادات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۸/۷، ۵۷

واجب کفایہ ہے اگر ایک بتا دے اور اس کے بتانے سے کاروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گناہگار رہیں گے،

فان قيل له مصلح آخر وهو سجود السهو فلا يجب الفتح عيناً قلت بلى فان ترك الواجب معصية وان لم ياثم بالسهو و دفع المعصية واجب ولا يجوز التقرير عليها بناء على جابر يجرها كما لا يخفى۔	اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت، بصورتِ سجدہ سہو موجود ہے تو یہاں لقمہ دینا واجب نہ ہوگا، قلت کیوں نہیں، کیونکہ ترک واجب گناہ ہے اگرچہ امام سہو سے گناہگار نہیں ہوتا، اور گناہ سے بچنا ضروری ہے تو معصیت پر اثبات اس لئے کہ کسی دوسرے سے اس کا ازالہ کر لیا جائے گا جائز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

اور اگر اس غلطی میں نہ فساد نماز ہے نہ ترک واجب، جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے ہو¹ الصحيح کما نص عليه في الدر وغيره من الاسفار الغر (یہی صحیح ہے جیسا کہ اس پر دروغیرہ میں تصریح ہے۔ ت) مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب اقول مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کر کے خود متنبہ ہوا اور یاد نہیں آتا یاد کرنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رکے گا نماز میں کراہت تحریم آئے گی اور سجدہ سہو واجب ہوگا،

في الدر المختار اذا شغله الشك فتفكر قدر اداء ركن ولم يشغل حالة الشك بقراءة، وجب عليه سجود السهو²۔	در مختار میں ہے جب کوئی شک میں پڑ جائے اور وہ ایک رکن کی ادائیگی کے مقدار غور کرتا رہے اور حالتِ شک میں قرأت میں مشغول نہ ہو تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا (ت)

تو اس صورت میں جب اُسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے، دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراباً اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُوں اُوں کہتا ہے کوئی کچھ اور، اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رکعت پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے،

¹ در مختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/۹۰

² در مختار باب سجود السهو، مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/۱۰۳

وہ یہ ہے کہ اس وقت اس کا بطلان سے بچانا ہے جو کہ فریضہ ہے لیکن عادت کی بنا پر اس کا وقوع صرف ظنی ہے قطعی نہیں ہے تو موجودہ صورت میں یہ فرض سے مرتبہ وجوب پر آجائے گا۔ (ت)	وذلك لانه اذن يكون صيانتته عن البطلان وهي فريضة غير ان وقوعه مظنون للعادة لا مقطوع به فينزل فيما يظهر الى الوجوب۔

حلیہ میں ہے:

قاضی نے شرح جامع صغیر میں اس کے اصح ہونے کی تصریح کی انہوں نے اور دیگر علما نے علت یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ لقمہ نہیں دیتا تو بعض اوقات امام کے زبان پر ایسے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں جو نماز کے لئے مفسد ہوتے ہیں اقول: (میں کہتا ہوں) یہاں وہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جو حلیہ میں ہے کہ جس طرح امام کا قوم کو لقمہ پر مجبور کرنا مکروہ ہے اسی طرح مقتدی کافی الفور امام کو لقمہ دینا بھی مکروہ ہے۔ ذخیرہ میں ہے اس لئے کہ بعض اوقات امام کو اسی وقت یاد پڑتا ہے تو امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت بغیر حاجت کے ہوگی اھ لیکن یہ وہاں ہے کہ جہاں فساد کا خوف نہ ہو، اگر وہاں فساد کا خوف ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو اب لقمہ کی حاجت ہوگی اور وہ کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ (ت)	نص القاضی فی شرح الجامع الصغیر علی انه الاصح وعلمه هو وغیره بانه لو لم یفتح ربما یجری لسانه ما یکون مفسدا¹ اقول: ولا یرد علیه ما فی الحلیۃ انه کما یکره للامام الجاء القوم الی الفتح علیہ، یکره للمقتدی ان یفتح علیه من ساعته، قال فی الذخیرۃ لانه ربما یتذکر الامام من ساعته فتكون قراءته خلفه قراءة من غیر حاجة² فان هذا حیث لم یخش الفساد اما اذا خشی کما ذکرنا فحاجة وای حاجة۔

اقول: اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں ختم قرآن عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہئے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہو جائے اگرچہ اس غلطی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہوگا، یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کر دے امام دوسری تراویح میں اتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کر لے مگر اولیٰ بھی بتانا ہے کہ

¹ حلیۃ المحلی شرح نینۃ المصلی

² حلیۃ المحلی شرح نینۃ المصلی

حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے:

اذ غلط فی القراءة فی التراويح فترك سورة او آية وقرأاً بعدها فإلستحب له ان يقرء المتروكة ثم المقرؤة ليكون على الترتيب ¹ ۔	جب تراویح میں قرأت میں غلطی ہو جائے سورت یا آیت چھوڑ دی اور اس کے بعد والی پڑھ لی تو مستحب یہ ہے کہ پہلے متروکہ پڑھے پھر تلاوت کردہ، تاکہ ترتیب درست ہو جائے (ت)

اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں، ارشادات حدیث و فقہ سب مطلق ہیں
ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

قال امرنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان نرد على الامام ² ۔	ہم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اس کی غلطی رد کریں۔

ابن منج نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابو عبد الرحمن سے روایت کی:

قال قال على كرم الله تعالى وجهه من السنة ان تفتح على الامام اذا استطعك قيل لا بى عبد الرحمن ما استطع ام الامام قال اذا سكت ³ ۔	فرمایا: امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ، نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، ابو عبد الرحمن سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا، کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ ہو جائے۔

کتب مذہب میں عموماً بجز فتح علی امامہ فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی
دلیل جو علماء نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے۔ بحر الرائق وغیرہ میں ہے:

لانه تعلق به اصلاح صلاته لانه لو لم يفتح ربماً يجرى على لسانه ما يكون مفسد او لاطلاق ماروى عن على رضی الله تعالى عنه اذا استطعكم الامام فأطعوه	کیونکہ اس کے ساتھ اصلاح نماز کا تعلق ہے کیونکہ اگر لقمہ نہ دیا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے کلمات جاری ہو جاتے ہیں جو مفسد نماز ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کا اطلاق بھی

¹ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراويح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۸/۱

² المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۷۰/۱

³ المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۷۰

یہی تقاضا کرتا ہے جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، امام کا قرأت سے سکوت کرنا لقمہ طلب کرنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر امام نے دوسری آیت کی طرف انتقال کر لیا پھر لقمہ دیا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے کیونکہ اجازت مرحمت فرمانے والی نصوص میں اطلاق ہے اہ اختصاراً (ت)	واستطعآمه سكوته ولهذا لو فتح على امامه بعد ما انتقل الى آية اخرى لا تفسد صلاته وهو قول عامة المشايخ لاطلاق المرخص ¹ مختصراً۔

حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز واریچہ کا بھی اس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیمہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے: وفتح المراهق كالبالغ² (تمیز دار بچے کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ کے حکم میں ہے۔ ت) قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکہ سب ہو سکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوا دینا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ³	زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

اور فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ⁴	اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لینے سے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذى مسلماً فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله ⁵ ۔ رواه الطبرانی في المعجم الاوسط عن	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں

¹ بحر الرائق باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲

² فتاویٰ ہندیہ باب فیما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا نورانی کتب خانہ پشاور ۹۹/۱

³ القرآن ۱۹۰/۲

⁴ القرآن ۱۱۴/۲

⁵ الترغیب والترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۰۴، مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب فیمن یتخطی رقاب الناس الخ مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۷۹/۲

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ (ت)

اور دوسرے کو منع کرنا اور خود مرتکب ہونا دوسرا لازم ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ①	اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ کہ کہو اور نہ کرو۔

اس بیان سے جملہ مدارج سوال کا جواب منکشف ہو گیا بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوباً کہیں اختیاریاً، جس کی تفصیل اوپر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہوگا خصوصاً اس حالت میں کہ عمر و غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فوراً صحیح بتانے کی طرف مبادرت واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت۔ تو اصل پر رہنا چاہئے تو عمر و نے اگر قصداً مغالطہ دیا جب تو یقیناً اس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطے کو لے گا عام ازیں کہ امام نے غلط پڑھا ہو یا صحیح، تو ایک شخص خارج از نماز کا امتثال یا اس سے تعلیم ہوگا اور یہ خود مفسد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی، لہذا اس فساد کا انسداد فوراً واجب ہے، بحر الرائق میں ہے:

القياس فسادها به وانما ترك للحاجة فعند عدمها يبقى الامر على اصل القياس ² مختصراً۔	قیاس کے مطابق نماز اس کے ساتھ فاسد ہو جائے گی البتہ حاجت کی بنا پر قیاس متروک ہے جب حاجت نہیں تو معاملہ اصل قیاس کے مطابق ہی ہوگا اختصاراً (ت)

اور اگر سہو غلط بتایا تو ظاہر حکم کتاب و قضیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے
اقول: مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تیسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اسے لے لیتا یا اس کے امتثال کے لئے اوپر سے پھر عود کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سہو فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والخرج مدفوع بالنص (دین میں تنگی کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ت) بہر حال یہ حکم قابل غور و محتاج تحریر تام ہے تو اندیشہ فساد سے تحفظ

¹ القرآن ۳/۶۱

² بحر الرائق باب ما یفسد الصلوۃ وما یبرک فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۲

کے لئے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً فوری مبادرت چاہئے۔ واللہ سبیلہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶۹: از میرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ حاجی شیخ علاء الدین صاحب رئیس ۲۵/ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے موافق لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کرتا ہے اور امام اس شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرض کہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے، چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے، علاوہ ازیں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہ پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات امام اور نئے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری ملامت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے باعث نماز میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے، ان امور پر لحاظ فرما کر علمائے کرام اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اور حفاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ واقع ہوگا تو نماز دہرائی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دہرائی جائے؟ ایسی صورتوں میں ان حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب ان کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو، بولنے کی اجازت بھی دے دی جائے کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اس کو کما حقہ آگاہی ہو جائے گی اور ایسے مواقع میں شبہ نہیں بلکہ یقیناً اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فساد نماز کا ہے بینوا تو جروا

الجواب:

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا:

(۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے، ردالمحتار میں ہے: یکرہ ان یفتح من ساعتہ^۱ (فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔ ت) ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفید معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفید معنی نہیں تو بتانا کچھ

^۱ ردالمحتار مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۲۳

ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الامر بالمعروف یسقط بالایحاش کما فی الفتاویٰ العلمگیریہ وغیرہا (وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

(۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا ^۱ ۔	لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ، آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ (ت)

اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقۃً یہود کے اس فعل میں داخل ہے

لَا تَسْعَوْا إِلَهُدَ الْقُرْآنِ وَالْعَوَافِيَهُ ^۲	(اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔ ت)

(۳) اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پر رو کناریا ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

(۴) جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہر گز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کر لیا جائے، اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کر لے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقۃً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز، مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو بیچ میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی۔ تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا۔

(۵) غلطی کا مفسد معنی ہو نامنائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گئے جاتے ہیں ان میں چند ہی ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے ہیں اس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقۃً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا، صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز، اور جو ریاء و تشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ مانیں تو اُن کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔

^۱ صحیح البخاری باب ما کان علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یتخولم بالموعظۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

^۲ القرآن ۴۱/۲۶

در مختار میں ہے: ویمنع کل مود و لو بلسنانه¹ (ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے لیزا دے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷۰: با از جلال پور ڈاک خانہ خدائے ضلع شاہجہاں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ ذات فیض سات قبلہ ارباب علم و کعبہ اصحاب حلم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے، بعد سلام نیاز و شوق قدم بوسی کے عرض پرداز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بموجب شرع شریف و حدیث نبوی کے ہے کہ اس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، ذیل کے سوال کا جواب بوالہی ڈاک، ہم لوگوں کو مکروہیت اور گناہ سے بچائیے، وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھاتے وقت مقتدی القمہ در میان قرأت کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوئی ہے کہ ایک دوسرے صاحب بمقام لکھنؤ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے جو کہ کسی اسلامیہ اسکول کے غالباً منتہی طالب علم تھے اتفاق سے قرأت میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً القمہ دیا مگر انہوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کر کے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں لقمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں لقمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے، میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے بالتشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا کیا ثبوت۔ علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسری نماز فرض یا واجب کسی میں لقمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اس کی بابت بوالہی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب:

امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل، اور اس میں سجدہ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں، ہاں اگر بھولا اور تین بار سبب لقمہ دینے کو کہنے کی دیر چکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اس نے محض جہالت برقی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۷۱: از بنگلور ڈاکخانہ گجاوہر گنج لائن مین اسٹیشن بکسر مسؤلہ حاجی عبداللہ خاں ۲۳/ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا لقمہ

¹ الدر المختار باب ما یفقد الصلوۃ وما یرکہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

دینا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدہ سہو جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا
الجواب:

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے، نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔





باب مکروہات الصلوة (مکروہات نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۷۲: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ دکان ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۸/ ذیقعد ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دوستوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گره اونچی جگہ پر کھڑا ہونا
کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

امام کا دوستوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

معراج الدراية کے باب الامامت میں ہے کہ اصح روایت کے مطابق امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں امام کا دوستوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کی ایک جانب یا ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ اُمتِ محمدیہ کے عمل کے خلاف ہے۔ (ت)	فی معراج الدراية من باب الامامة الاصح ما روى عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اکره للامام ان يقوم بين الساريتين اوزاوية او ناحية المسجد اوالی سارية لانه بخلاف عمل الامة¹۔

¹ ردالمحتار باب مکروہات الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۸/۷۷

اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ۔ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا امر الرجل القوم فلا يقيم في مكان ارفع من مقامهم او نحو ذلك ¹ ۔	یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو اُن کے مقام سے اونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو۔

ابوداؤد ابن حبان وحاکم حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

وهذا لفظ الحاكم في مستدرک ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نهى ان يقوم الامام فوق ويبقى الناس خلفه ² ۔	حاکم کی مستدرک میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی نیچے رہیں،

پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی و پستی کو کسی مقدار معین مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام و قوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً باعث کراہت جانا اور اسی کو امام مالک العلماء ابوبکر مسعود کا شانی قدس سرہ الربانی نے بدائع میں صحیح اور امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن المہام صاحب فتح القدير وغیرہ محققین نے اوجہ وارجح فرمایا اور یہی اطلاق احادیث کا مفاد، تو اسی پر فتویٰ اور اسی پر اعتماد، ولذا انیہ و نقایہ و جامع الرموز وغیرہا میں حکم کراہت کو مطلق رکھا، در مختار میں ہے:

کرہ انفراد الامام على الدكان للنهي و قدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونه وقيل ما يقع به الامتياز وهو الواجه ذكره الكمال وغيره ³ ۔	امام کا اونچی جگہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس پر نہی وارد ہے اور اونچائی کی مقدار ایک ذراع ہے اس سے کم ہو تو کوئی حرج نہیں، بعض کی رائے میں اتنی اونچائی مکروہ ہے جس سے امتیاز پیدا ہو، یہی مختار ہے کمال وغیرہ نے اسے ذکر کیا۔

(ت)

¹ سنن ابوداؤد باب الامام يقوم مكانا ارفع من مكان القوم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۸/۱

² المستدرک علی الصحیحین نبی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم الامام الخ مطبوعہ المطبوعات الاسلامیہ بیروت ۲۱۰/۱

³ در مختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۹۲/۱

ردالمحتار میں ہے:

قوله وقيل الخ هو ظاهر الرواية كما في البدائع قال في البحر والحاصل ان التصحيح قد اختلف والاولى العمل بظاهر الرواية واطلاق الحديث ¹ و كذا رجحه في الحلية۔	قوله وقيل الخ ہی ظاہر روایت ہے جیسا کہ بدائع میں ہے، بحر میں کہا ہے الغرض تصحیح میں اختلاف ہے لیکن ظاہر روایت اور اطلاق حدیث پر عمل بہتر ہے اھ حلیہ میں اسی کو ترجیح ہے۔

امام ملک العلماء ابو بکر بدائع میں فرماتے ہیں:

الصحيح جواب ظاهر الرواية لما روى ان حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنهما قام بالبدائن يصلى بالناس على دكان ف جذب به سلمان الفارسي رضى الله تعالى عنه ثم قال ما الذى اصابك اطلال العهد ان نسيت اما سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول لا يقوم الامام على مكان انشر مما عليه اصحابه وفي رواية اما علمت ان اصحابك يكرهون ذلك فقال تذكرت حين جذبتنى ² ۔	ظاہر الروایہ کا جواب صحیح ہے کیونکہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مدائن میں نماز پڑھانے کے لئے اونچی جگہ کھڑے ہوتے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نیچے کھینچا اور فرمایا کیا ہو گیا کیا وقت زیادہ گزر گیا ہے یا آپ بھول گئے؟ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ امام ایسی جگہ کھڑا نہ ہو جہاں وہ اپنے ساتھیوں سے جدا ہو جائے۔ دوسری روایت کے الفاظ میں ہے کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھی اس بات کو پسند نہیں کرے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے اس وقت یہ بات یاد آگئی جب تم نے مجھے کھینچا۔ (ت)

منیہ میں ہے:

یکرہ ان یقوم ینفرد فی مکان اعلیٰ	یہ مکروہ ہے کہ امام اکیلا ایسی جگہ کھڑا ہو کہ قوم

¹ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۷۸

² بدائع الصنائع فصل واما بیان ما یستحب فیہا وما یکرہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۱۶

من مکان القوم اذا لم يكن بعض القوم معه ¹ ۔	سے بلند ہو جبکہ اس کے ساتھ کچھ لوگ بھی نہ ہوں۔ (ت)
نقائے مکروہات الصلاۃ میں ہے: و تخصیص الامام بکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ ت) شرح علامہ شمس الدین محمد میں ہے:	
(تخصیص الامام) ای انفرادہ (بمکان) امامان یکون مقامہ اعلیٰ و اسفل من مکان القوم ² الخ و یأتی تمامہ۔	(تخصیص امام سے مراد) اس کا الگ ہونا ہے (بمکان) یا تو اس کا مقام قوم سے اوپر ہوگا یا نیچے ہوگا الخ اس کی تفصیل آ رہی ہے (ت)

ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف القیاء (جب فتویٰ میں اختلاف ہو۔ ت) ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے، بحر الرائق میں ہے:

اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليها ³ ۔	جب تصحیح اقوال میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف رجوع واجب ہوتا ہے (ت)
اور علماء فرماتے ہیں جب روایت و درایت متطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں۔ علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا:	
لا يعدل عن الدراية ما واقتها رواية ⁴ ۔	اس درایت سے اعراض نہیں کیا جائے گا جو روایت کے موافق ہو۔ (ت)

یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایۃ اور اسی کے مطابق دلیل و روایت تو لاجرم قول یہی ہے کہ ادنیٰ ما بہ الامتیاز (جس سے کم از کم امتیاز پیدا ہو جائے۔ ت) بلندی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو عفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا و المخرج مدفوع بالنص (کیونکہ اس کے اعتبار کرنے میں حرج و تنگی ہے اور تنگی نصوص کی وجہ سے مدفوع ہے۔ ت) یونہی اگر پہلی صف امام کے سات ہو باقی صفیں نیچی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں

¹ منیۃ المصلیٰ بحث بکیرہ ان یصلیٰ علی بساط فیہ تصاویر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۶۶

² جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۹۳۸

³ بحر الرائق، باب ما یفسد الصلوۃ و ما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶/۲

⁴ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلیٰ واجبات الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

جیسا کہ ہم نے منیہ وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور در مختار میں فرمایا ہے کہ اصح قول کے مطابق اگر امام کے ساتھ کچھ لوگ ہوں تو کراہت نہ ہوگی اھ اقول: اس کی طرف حدیث حاکم کے یہ الفاظ اشارہ کرتے ہیں "اور لوگ اس کے پیچھے ہوں" اس کو سمجھ۔ (ت)	كما قدمنا عن المنية وغيرها وقال في الدر المختار لم يكره لو كان معه بعض القوم في الاصح¹ اقول: وربما يشير اليه ما في حديث الحاكم ويبقى الناس خلفه فافهم۔

اور شک نہیں کہ تین گرہ بلندی قطعاً ممتاز و باعث امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہ اولیں فوراً تفاوت بین جان لے گا تو مذہب معتمد پر اس کی کراہت میں شبہ نہیں بلکہ علامہ تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لئے تخصیص مکانی کراہت میں یہ صورت بھی داخل کہ مثلاً وہ مکان مسقف میں ہو اور مقتدی صحن میں، شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

امام چھت میں ہو اور لوگ صحن کے درمیان، جیسا کہ جواہر میں ہے یا لوگ مسجد میں ہوں اور امام طاق میں ہو جو محراب میں بنایا گیا ہو۔ (ت)	واما بان يكون في صفة، وهم في وسط الدار مثلاً كما في الجوهر واما بان يقوموا في المسجد والامام في طاق يتخذ في المحراب²۔

یہاں تک کہ امام مقتدیوں سے تقدیم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعت مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مگر وہ ہوتا، علامہ رجنڈی نے شرح نقایہ میں فرمایا:

امام کے لئے تخصیص مکان میں یہ صورت بھی شامل ہے جب وہ طاق یعنی محراب میں اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے قدم محراب کے اندر ہوں، امام کا قوم سے مقدم ہونا بھی اگرچہ تخصیص مکان میں شامل ہے مگر اس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ (ت)	يدخل في تخصيص الامام بمكان قيامه في الطاق اي المحراب بحيث يكون قدماه فيه والتقدم على القوم وان كان تخصيصه بمكان لكنه مستثنى شرعاً³۔

جب ایسے فرق کو بھی تخصیص مکانی ٹھہراتے ہیں حالانکہ مکان واحد اور زمین ہموار ہے جس میں فی نفسہ اصلاً

¹ در مختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۲

² جامع الرموز فصل ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۳

³ البرجنڈی شرح مختصر الوقایہ فصل ما يكره في الصلوة مطبوعہ مکتبہ مطبع نشی نوکسور لکھنؤ، بھارت ۱/۱۳۰

کوئی فرق و امتیاز نہیں تو مثلاً کرسی، مکان یا چوبترہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گرہ ہو بدرجہ اولیٰ تخصیص مکانی باعث کراہت ہوگی کہ یہاں نفس مکان میں تفرقہ و تفاوت موجود اور دالان و صحن کے فرق میں تو سرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں، ارشاد امام علامہ صدر الشریعہ قدس سرہ و تخصیص الامام بمکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ ت) میں داخل ہیں جزاۃ اللہ خیر جزاء (کیا دو لفظوں میں تمام صورتوں کا احاطہ فرمایا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کر دیا فالحمد للہ رب العلمین پس ثابت ہوا کہ جہاں دالان مسجد کی کرسی صحن مسجد سے بلندی ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہد ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا:

اولاً: یہی بین الساریتین قیام امام،

ثانیاً: مقتدیوں پر بلندی ممتاز،

ثالثاً: اس کا زیر سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا۔

ہكذا ينبغي التحقيق والله تعالى ولي التوفيق وهو سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته، اتم واحكم۔

یہی تحقیق مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق کاملک ہے وہ پاک و بلند زیادہ جاننے والا اور اس کا علم اجل و اعلیٰ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۷۳ تا ۹۷۴: از شہر کہنہ بریلی مسؤلہ محمد ظہور محمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پانچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چھڑالیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) ہاتھوں کی کہنی کھول کو آستین اوپر کو چھڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے؟ کس درجہ کی وہ نماز ہوگی؟ زید کا خیال

ہے وہ نماز مکروہ ہوئی مگر عمر و کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہوئی اور عمرو کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ

بتلا دیا جائے۔

الجواب:

(۱) مکروہ ہے۔

(۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر نہ پھیرے گا تو گنہگار رہے گا، درمختار، حلیہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷۶۹۷۵: ازربلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ احسان علی مظفرپوری طالب علم بتاریخ ۱۳ شوال ۱۴۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہئے یا نہیں؟
- (۲) امام قراءت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اٹھالینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ گرے اور اگر نزل واکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اٹھانا افضل۔ درمختار میں ہے:

سقط قلنسوته فأعادتها افضل الا اذا احتاجت لتكوير او عمل كثير ¹	نمازی کی ٹوپی گر جائے تو اس کا اٹھانا افضل ہے مگر اس صورت میں کہ باندھنے کی حاجت ہو یا عمل کثیر لازم آ رہا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الظاهر ان افضلية اعادتها حيث لم يقصد بتوكيها التذليل ² ۔	ظاہر یہی ہے کہ اس کا اٹھانا تب افضل ہے جب اس کے ترک میں تذلل کا ارادہ نہ ہو۔ (ت)

(۲) اگر کسی خاص شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لئے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہر گز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یخشى علیہ امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اس صورت میں واضح ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہونے کوئی غرض اس سے انگی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کرتا رہے اس کے لئے

¹ درمختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱/۱۱۱

² ردالمحتار باب مکروہات الصلوۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۱۳۷

قدر مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھائے موجب ثقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز، المسألة دوارة فی الكتب و بسطھا الشامی من صفة الصلوة و ما قلته عطر التحقیق (یہ مسئلہ کتب فقہ میں تحریر ہے، شامی نے اسے صفت صلوٰۃ میں تفصیلاً بیان کیا اور جو کچھ میں نے بیان کر یا ہے یہ تحقیق کا عطر و نچوڑ ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷۷: یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہوئے سے نماز نہ پڑھا کرو آستین اُتار لیا کرو، جواب دیا کہ کس کا قول ہے، کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، صحیحین کی حدیث ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں، اور جاہل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷۸: از ربلی محلہ ذخیرہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوبی کپڑا بدل کر لائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی، جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لئے ضرور ہے، حدیث میں صاف نہی الرجل^۱ ہے، عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے، مرد کے لئے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گرے اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی البرقاۃ وغیرہ (جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ ت) اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں، لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا: ہو مختص بالرجال دون النساء (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ المعجم الکبیر حدیث ۵۱۳ مروی عن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵۲/۲۳، مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رافع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۸/۶

ف: حدیث کے الفاظ یوں ہیں: نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل وراہہ معقوس۔ نذیر احمد

مسئلہ ۹۷۹: از موضع مانیا والہ ڈاکخانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور پر گنہ افضل گڑھ مرسلہ سید کفایت علی ولد حمایت علی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشاء کی پڑھ رہا تھا سر پر چادر اوڑھے ہوئے تھا اور چادر بدن پر قائم رہی مگر سر پر اتر کر کندھے پر گر گئی تھی، میں نے یہ مسئلہ سنا بھی نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا اگر چادر رکوع میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کر کے سر پر رکھ لینی چاہئے اگر نہیں رکھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اور بھیتر چادر اوڑھنے کے ٹوپی کے دوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انہوں نے بتایا تھا ویسا خاکسار عمل میں لایا تھا مگر غریب خانہ آکر جو نمازیوں کو دیکھا تو وہ چادر یارضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھتے بلکہ کاندھے پر اوڑھتے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے میں سر پر سے اوڑھنی چاہئے اگر سر پر گر جائے تو ہاتھ سے سر پر رکھ لینی چاہئے انہوں نے کہا نماز پڑھتے میں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی، اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں تحریر کیجئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

ابو نعیم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا ینظر اللہ الی قوم لا یجعلون عمائہم تحت رءائہم یعنی فی الصلوۃ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ اُس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۸۰: از سرولی کلاں ڈاکخانہ کچھا ضلع نئی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور بغیر ٹوپی کے رومال بندھا جائے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہو گیا، اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے، اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہئے نہ کہ رومال، حدیث میں ہے:

^۱ الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۷۷۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶/۵

فرق مابیننا وبين المشرکین العتائم علی القلائس ^۱ ۔	ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمارے ٹوپوں پر ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۱: از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسؤلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاگتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھتے میں کچھ شیطانی خیال آیا اور آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دیکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہ کیا ایک منٹ کے بعد اس خیال کو دور کیا اور نماز تمام کی اب اس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا مزی نکلے ہے ایک ذرا سا یہ خیال اس کو تھا لیکن پیشاب اس کو لگا ہے غسل کرنا ہو گا یا نہیں؟ اور اس کی نماز کیسی ہوئی؟ اس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نمازیں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نمازیں پڑھنا یا قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا سب کیسا ہے؟ بیٹنوا تو جروا

الجواب:

جب نہ اس نے دخول کیا نہ منی نکلے، تو غسل واجب نہ ہوا، قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے اور سوائے قرآن مجید اور اذکار مثل کلمہ طیبہ و تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہا تو حالت جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور جبکہ صورت مذکورہ میں مذی بھی نہ نکلے تو نماز بھی ہو گئی بشرطیکہ اس کا برہنہ عضو عورت کی برہنہ شرمگاہ سے ملانہ ہو ورنہ وضو جاتا رہا اور نماز نہ ہوئی، باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر برہنگی ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی رہے گی جبکہ چہارم عضو کی قدر برہنہ کرے اگرچہ وضو نہ جائے گا جبکہ برہنہ شرمگاہ زن سے ملنا نہ ہو یہ سب اسی صورت میں ہے کہ واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجرد خیال سے نہ وضو جائے گا جب تک مذی نہ نکلے نہ غسل واجب ہو گا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۲: از جمشید پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیے مسؤلہ حمید اللہ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اس میں نشست و برخاست

^۱ سنن ابوداؤد باب فی العتائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۸/۲

پوری طور سے ہوتا ہے بیٹنوا تو جروا

الجواب:

پتلون پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۸۳: گلوبند یا پگڑی یا رومال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۴: مرزا اصغر علی خاں بانس منڈی، بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے درمیں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب:

امام کادر میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کما فی رد المحتار عن معراج الدراية عن سيدنا الامام رضى الله تعالى عنه¹
(رد المحتار میں معراج الدراية کے حوالے سے سیدنا امام اعظم رضى الله تعالى عنه سے منقول ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۸۵: جرائیں پہن کر پاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جبکہ ان کے پہننے سے ٹخنے بند ہو گئے تو نماز مکروہ ہوگی۔ بیٹنوا تو جروا

الجواب:

زید کا قول غلط ہے، موزے پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۶: از سرکار پاک پٹن شریف ضلع منٹگری درگاہ اقدس مرسلہ امام علی شاہ صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق، حق، حق، جناب مولانا! السلام علیکم، مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کے آستانہ پاک میں اسی بزرگ صاحب مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کر کے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اخبار دہد بہ سکندری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں۔ زیادہ نیاز الکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از درگاہ حضرت جناب

¹ رد المحتار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۸/۷۷

بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گنج شکر قطب عالم اغیاث ہند پاک پٹن شریف ضلع منگمری
الجواب:

جناب شاہ صاحب و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، صورت مذکورہ میں نماز جائز اور بلا کراہت جائز، اور قرب مزار محبوباں کردگار کے باعث زیادہ مشتمل برکات و انوار و مورد رحمت جلیلہ غفار۔ خلاصہ و ذخیرہ و محیط و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ لہذین قال محمد اکره ان تكون قبلۃ المسجد الی المخرج والحمام والقبر ¹ (الی قوله اعنی المحيط) هذا کله اذا لم یکن بین المصلی و بین هذه المواضع حائط اوسترة اما اذا کان لایکرة ویصیر الحائط فاصلا ² ۔	ان دونوں کی عبارت یہ ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں مسجد کے قبلہ کابیت الخلاء، حمام اور قبر کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہوں (محیط کے قول تک) یہ اس وقت ہے جب نمازی اور ان کے درمیان کوئی دیوار یا ستھرہ نہ ہو لیکن اگر درمیان کوئی چیز ہے و مکروہ نہیں اب دیوار ان کے درمیان فاصل ہو جائے گی۔ (ت)

سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علی من طیبہا وآلہ وسلم میں روضہ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدہ خاص روضہ انور کی طرف ہوتا ہے مگر نیت استقبال قبلہ کی ہے، نہ استقبال روضہ اطہر کی۔ لہذا ہمیشہ علمائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلا مجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو، منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط ملا علی قاری میں ہے:

(لایستدبر القبر المقدس) ای فی صلاة ولا غیرھا الا لضرورة ملجئة الیه ³ ۔	(مزار اقدس کی طرف پشت نہ کرے) نماز اور غیر نماز میں البتہ جب کوئی مجبوری و ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں (ت)

نیز شرح مذکور میں ہے:

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۱۹/۵

² فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۰/۵

³ مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت ص ۳۴۲

لا تکرہ الصلوٰۃ خلف الحجرة الشريفة الا اذا قصد التوجه الى قبره صلى الله تعالى عليه وسلم ¹ ۔	حجرہ شریف کے سامنے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جب توجہ سے مقصود ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف ہو۔ (ت)

امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر^۲ علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ قاری مرقاۃ المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز^۳ امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر^۴ امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر^۵ امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز^۶ امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ شریف پھر^۷ شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التفتیح میں فرماتے ہیں:

وهذا لفظ الاولين، من اتخذ مسجدا في جوار صالح او صلى في مقبره وقصد الاستظهار بروحه او وصول اثر من آثار عبادته اليه، لالتعظيم له و التوجه نحوه، فلا حرج عليه الا ترى ان مرقد اسمعيل عليه الصلاة والسلام في المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلي لصلاته ² ۔	یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمداد واستعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر پہنچے، نہ اس لئے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منہ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ سیدنا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لئے جس کا قصد کرے۔

اخیرین کے لفظ یہ ہیں:

خرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوة عند قبره لالتعظيمه والتوجه نحوه بل لوصول مدد منه حتى تكمل عبادته ببركة مجاورته	یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا نہ ان دونوں سے بلکہ اس لئے کہ ان کی مدد مجھے پہنچے ان کے قرب کی برکت سے میری عبادت کامل ہو اس میں کچھ مضائقہ

¹ مسلک منقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۲

² شرح طیبی علی مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۳۵

تلك الروح الطاهرة فلاحرج في ذلك لما ورد ان قبر اسبعيل عليه الصلوة والسلام في الحجر تحت ميزاب وان في الحطيم وبين الحجر الاسود وزمزم قبر سبعين نبيا ولم ينه احد عن الصلاة فيه¹۔	نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک حطیم میں میزاب الرحمة کے نیچے ہے اور حطیم میں اور سنگ اسود وزمزم کے درمیان ستر پیغمبروں کی قبریں ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: کلام الشارحین متطابق فی ذلک² تمام اصحاب شرح اس بارے میں یک زبان ہیں۔
الحمد للہ ائمہ کرام کے اس اجماع و اتفاق نے جان و ہدایت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزارات اولیائے کرام سے
استمداد و استعانت کی ٹھہرادی، اب تو عجب نہیں کہ حضرات وہابیہ تمام ائمہ دین کو گور پرست کالقب بخشیں ولا حول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم پھر روضہ مبارک کادروازہ مبارک بند کرنے کی بھی ضرورت اس حالت میں ہے کہ قبرانور نمازی کے خاص
سامنے ہو اور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی ستر نہ ہو اور قبر اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو حالت قیام میں قبر
پر نظر پڑے، اور اگر مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی ستر ہے اگرچہ آدھ گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کر لی ہو
یا مزار مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دور ہے کہ نمازی نیچی نظر کئے اپنے سجدہ کی جگہ نظر جمائے تو مزار شریف تک نگاہ نہ پہنچے تو ان
صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں یونہی نماز بلا کراہت جائز ہے۔³ تاتارخانیہ پھر فتاویٰ علمگیریہ میں ہے:

ان کان بینہ وبين القبر مقدار ما لو كان في الصلوة ويسر انسان لا يكره فہننا ایضاً لا يكره³۔	اگر نمازی اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ آدمی نماز میں ہو اور اس کے آگے سے کسی آدمی کا گزرنا مکروہ نہ ہو تو یہاں بھی کراہت نہ ہوگی۔ (ت)

³ جامع مضمرات شرح قدوری پھر جامع الرموز شرح نقایہ پھر ہطحاوی علی مراقی الفلاح و رد المحتار علامہ شامی میں ہے:

¹ لمعات التفتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوة مطبوعہ معارف علمیہ لاہور ۵۲/۳

² لمعات التفتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوة مطبوعہ معارف علمیہ لاہور ۵۲/۳

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوة وما لا یکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۷/۱

لا تکرہ الصلوٰۃ الی جہۃ القبر الا اذا کان بین یدیه بحیث لو صلی صلاۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ ^۱ ۔	قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جبکہ نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (جائے سجدہ پر نظر ہو) تو قبر پر نظر پڑے (ت)

یہ قلب و ہایت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلے سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلا کراہت جائز، کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے، والعیاذ باللہ رب العلمین۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وہ بہ نیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخدا ترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کے لئے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے، یونہی جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دور ہے تو فاسد نیت سے مازور ہے اور تبرک و استمداد کی نیت سے مازور ہے کہ نماز و نیاز کا اجتماع نور علی نور ہے۔ واللہ سبیلہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۹۸۷۹۸۷: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نماز جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون سے فرض، سنت، مستحب، واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کہ بطور دہرانے کے یا سجدہ سہو کے قابل ہو جاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں، اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے۔

(۲) زید تمباکو کھانے پینے کی اکثر اشیاء باندھ کر نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟

(۳) زید اکثر رزائی، کمبل، چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا

الجواب:

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہے علم سیکھے

^۱ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کرای ص ۱۹۶

یہ باتیں آجائیں گی، فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی، اور سنت مؤکدہ کا ترک بہت برا ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک سے مکروہ تنزیہی، اور مستحب کے ترک سے غیر اولیٰ، فرض کے ترک میں پڑھنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلاً نہ ہوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں، اور واجب بھول کر چھوٹا تو سجدہ سہو کا حکم ہے اور قصداً چھوڑا یا بھول کر چھوٹا تھا مگر سجدہ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنت اور مستحب کے ترک میں مستحب، اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔

(۲) ہاں نماز ہو جائے گی مگر بدو آئے تو کراہت ہے۔

(۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پہلے اس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۰: از کلکتہ دھرم تلامبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمیں کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے؟ اور جب امام باوصف معلوم ہو جانے حرمت کے لباس ریشمیں پہن کر امامت کیا کرے تو ساری جماعت کی نماز میں کراہت تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

فی الواقع ریشمیں کپڑا پہن کر نماز مرد کے لئے مکروہ تحریمی ہے کہ اسے اتار کر پھر پڑھنا واجب کما هو معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع (جیسا کہ فقہ میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ ت) شرح مقدمہ غزنویہ پھر فتاویٰ انقرویہ میں ہے:

تکرہ الصلوٰۃ فی ثوب الحریر وعلیہ ایضاً لانہ محرم علیہ لبسہ فی غیر الصلوٰۃ ففیہا اولیٰ فان صلی فیہا صحت صلاتہ لان النہی لایختص بالصلوٰۃ ^۱ انتہی اقول: وقولہ وعلیہ ایضاً مبتن علی قولہما من حرمة افتراش الحریر والا فہو جائز عند الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ	ریشمی کپڑے میں اور اس کے اوپر نماز مکروہ ہے کیونکہ جب نماز کے علاوہ اسے پہننا حرام ہے تو نماز میں بطریق اولیٰ حرام ہوگا، اگر ان میں نماز ادا کی تو صحیح ہوگی کیونکہ نبی نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں انتہی اقول: اس کا قول "ریشمی کپڑے پر بھی" صاحبین کے اس قول پر مبنی ہے کہ ریشم کا پچھونا بنانا بھی حرام ہے ورنہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز

^۱ فتاویٰ انقرویہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار الاشاعت قندھار، افغانستان ۱/۷

عنه لان المحرم لبسه لاسائر وجوه الانتفاع¹ كما في رد المحتار وغيره نعم تكره الصلاة عليه وان جاز افتراشه لان الصلوة ليست موضع الترفه وهذه الكراهة تنزيهيا۔	ہے کیونکہ ریشم کا پہننا حرام ہے باقی نفع کی صورتیں منع نہیں جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے، ہاں اگرچہ اس کا بچھونا بنانا جائز ہے مگر اس پر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ نماز تعیش کا مقام نہیں اور یہ کراہت تنزیہی ہوگی۔ (ت)

جبکہ اللہ عزوجل نے مرد کو ریشمیں کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا، جو بات گھر بیٹھ کر تنہائی میں کرنا تو قانون سلطانی میں جرم ہو وہ خود بارگاہ سلطانی میں اس کے حضور کھڑے ہو کر کرنا کیسی صریح بیباکی اور بادشاہ کا موجب ناراضی ہوگا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور پھر ظاہر کہ نماز امام کی یہ کراہت نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو ان سب کی نمازیں خراب و ناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا۔

بے ادب تنہا نہ خود راداشت بد

بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

(بے ادب تنہا اپنے آپ کو ہی تباہ نہیں کرتا بلکہ اس ایک کی بے ادبی تمام عالم کو برباد کر دیتی ہے)

بعینہم یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے ریشمیں کمر بند یا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی نیل بوٹا چار انگل سے زیادہ عرض کا ہو یا ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلے یا کان میں بالی یا بند یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو عورتوں کو بھی حرام ہیں انہیں پہن کر ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی، ان مسائل کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ

از بدایوں کچہری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین وکیل

مسئلہ ۹۹۱ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا؟ اور ان کپڑوں سے نماز

¹ رد المحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۴/۶

ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ہوتی ہے تو بکراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلا کسی فساد کے؟ بیّنوا تو جروا

الجواب:

انگہزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام، اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسماعیل نابلسی شرح درر وغرر پھر علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہما القدسی حدیثہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

دمشق شہر کی خوبصورتی کے وقت بعض ارباب صنعت نے فرنگیوں سے شہر کی قبضہ میں لیتے وقت جشن مناتے ہوئے مذاق کے طور پر فرنگیوں کا لباس سر اور جسم پر پہنا کر (کچھ لوگوں کو) قید میں ڈالا اور شہر میں پھرایا اور اس سے خوش ہوئے (اللہ کی پناہ) یہ صحیح قول کے مطابق کفر اور قول مرجوع پر خطا عظیم ہے اللہ تعالیٰ جہالت کے ایسے برے مواقع سے محفوظ رکھے۔ (ت)

ما فعله بعض عہ ارباب الحرف بدمشق لما زينت البلدة بسبب اخذ بلد من الافرنج من لبسهم زي الافرنج في رؤسهم وسائر بدنهم وجعلهم اسارى في القيود وعرض ذلك في البلدة على زعم انه حسن وهو والعياذ باللہ كفر على الصحيح وخطأ عظیم على القول المرجوع عہ اعاذنا الله من الجهل المورث موارد السوء¹۔

علمگیری میں تاتارخانیہ سے ہے: تکرہ الصلاة مع البرنس² (ٹوپی والے جبہ میں نماز مکروہ ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

اسے نابلسی نے بحث اول کی قسم ثانی کی نوع ثامن میں آفات زباں کی صنف ثانی کے تحت ذکر کیا ہے اور یہ مذاق کی قسم ہے^{۱۲} امنہ (ت) میرے پاس جو حدیث کا نسخہ ہے اس میں یہ لفظ ع کے ساتھ ہے^{۱۲} امنہ (ت)

عہ ذکرہ فی النوع الثامن من المبحث الاول من القسم الثاني من الصنف الثاني آفات اللسان وهو نوع السخریه^{۱۲} امنہ (م) عہ ۲۵ ہکذا هو بالعین فی نسختی الحدیقة^{۱۲} امنہ (م)

¹ الحدیقة الندیة النوع الثامن من الانواع الستین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۳۰/۲

² فتاویٰ ہندیہ فیما بکرہ فی الصلوٰۃ وما لا بکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۶/۱

مسئلہ ۹۹۲: از ملک اپر برہما چھاؤنی منکینہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اس کے کپڑا بہت ہے لیکن آستینیں پڑھا کر کُسنی سے اوپر نماز پڑھتا ہے، کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بمع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔
الجواب: مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے، درمختار میں ہے:

کمرہ سدل ثوبہ و کمرہ کفہ ای رفعہ ولولتواب کمشر کم اوذیل ^۱ ۔	کپڑے کا لٹکانا اسی طرح کپڑے کا اٹھانا بھی مکروہ ہے اگرچہ کچھڑ کی وجہ سے ہو جیسے کوئی آدمی آستین اور دامن اٹھالے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حرر الخیر الرملى ما یفید ان الکراہۃ فیہ تحریریۃ ^۲ ۔	شیخ خیر الدین رملى کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریری ہے (ت)

حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان لا کف شعرا ولا ثوباً رواہ السنۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ^۳ ۔	مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اور اس بات کا حکم ہے کہ بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں، اس روایت کو صحاح ستہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹۳: از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ صفر ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کہنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا
الجواب:

ضرور مکروہ ہے اور سخت و شدید مکروہ ہے، صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

^۱ الدر المختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مکتبائی دہلی ۹۱/۱

^۲ ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوۃ، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۳ھ

^۳ صحیح مسلم، باب اعضاء السجود، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۹۳/۱

وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد على سبعة اعضاء وان لا اكف شعرا ولا ثوباً ¹ ۔	مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم ہے اور اس بات کا کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں، (ت)

صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان لا اكف الشعر والثياب ² ۔	مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بالوں اور کپڑوں کو اکٹھا نہ کروں۔ (ت)

تمام متون مذہب میں ہے: کرہ کف ثوبہ (کپڑوں کو اٹھانا مکروہ ہے۔ ت) فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے:

يدخل ايضاً في كف الثوب نשמير كميته ³ ۔	کپڑا اٹھانے میں آستینوں کا چڑھانا بھی داخل ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

كره كف اي رفعه ولو لتراتاب كمشمركم او ذيل ⁴ ۔	کپڑے کا اٹھانا اگرچہ مٹی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے جیسا کہ آستین اور دامن کا چڑھانا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

حرر الخير الرمل ما يفيد ان الكراهة فيه تحريمية ⁵ ۔	شیخ خیر الدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے (ت)

غنیہ میں ہے:

يكره ان يكف ثوبه وهو في الصلاة بعمل قليل بان يرفعه من بين يديه او من خلفه عند السجود او يدخل فيها	عمل قلیل کے ساتھ نماز میں کپڑا چڑھانا مکروہ ہے بایں طور کہ پیچھے یا آگے سے سجدہ کے وقت اٹھائے یا نماز میں کپڑا اٹھائے ہوئے داخل ہونا

¹ صحیح مسلم باب اعضاء السجود مطبوعہ نور محمد صح المطابع کراچی ۱۹۳۱

² صحیح مسلم، باب اعضاء السجود، مطبوعہ نور محمد صح المطابع کراچی ۱۹۳۱

³ بحر الرائق باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴/۲

⁴ الدر المختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۱

⁵ رد المحتار، مطلب مکروہات الصلوة مطبوعہ مصطفى البابي مصر ۱۱/۷۳

وہو مکفوف کما اذا دخل وهو مشمرا لکم او الذیل ¹ ۔	جیسا کہ نماز میں داخل ہوتے وقت اس نے آستین یادامن پڑھایا ہوا تھا۔ (ت)

علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہو نا ہی کراہت کو کافی ہے اگرچہ کہنی تک نہ ہو۔ غنیہ میں ہے:

(و) یکرہ ایضاً (ان یرفع کہہ) ای یشمرہ (الی المرفقین) وهذا قید اتفاق فانه لو شمر الی مادون المرفق یکرہ ایضاً لانه کف للثوب وهو منہی عنه فی الصلاة لما مر وهذا اذا شمرہ خارج الصلوٰۃ وشرع فی الصلوٰۃ وهو کذلک اما لو شمرہ فی الصلاة تفسد لانه عمل کثیر ² ۔	اور یہ بھی مکروہ ہے (کہ آستین اٹھائی) یعنی پڑھائی ہو (کمنیوں تک) اور یہ قید اتفاق ہے کیونکہ کمنیوں کے نیچے تک بھی پڑھائی ہوں تب بھی کراہت ہے کیونکہ یہ کپڑے کا اٹھانا ہے حالانکہ وہ نماز میں ممنوع ہے جیسا کہ اس پر احادیث گزری ہیں اور یہ اس وقت ہے جب اس نے نماز سے باہر آستین کو چڑھایا تھا اور اسی حال میں نماز شروع کر دی اور اگر دوران نماز آستین پڑھاتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

ینبغی ان یکرہ تشمیرہما الی مافوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی هذا ³ ۔	آستینوں کا نصف کلائی کے اوپر تک اٹھانا بھی مکروہ ہونا چاہئے کیونکہ اس پر بھی کپڑا اٹھانا صادق آ رہا ہے (ت)

تولازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے کما ہو حکم صلاة ادیت مع الکراہۃ کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ ہر اس نماز کا حکم ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو جیسا کہ دروغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۴: غرہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور اس نے کسی وجہ سے نماز

¹ غنیۃ المستملیٰ یکرہ فصلہ فی الصلوٰۃ وما لایکرہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

² غنیۃ المستملیٰ، یکرہ فصلہ فی الصلوٰۃ وما لایکرہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

³ حلیۃ المحلی شرح نئیۃ المصلیٰ

دست کشاڑھی تو وہ اس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا اس کا اعادہ کرنا چاہئے یا کیا؟

الجواب:

نماز ہو جائے گی مگر بکراہت لزرک السنۃ (ترک سنت کی بنا پر۔ت) اعادہ چاہئے علی وجہ الاستحباب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۵: ازماربرہ مطہرہ ضلع ایٹہ محلہ کمبوہان مرسلہ تاج الدین حسین خاں صاحب ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ

موسم گرما میں میں ساری بہت نیچی باندھتا ہوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سید صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھوتی باندھتے ہیں ان کو کالجھ کھولنی ضرور ہے کہ ستر پوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے، میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں خلل پڑتا ہے، پس آں مخدوم کو تکلیف دیتا ہوں حکم شرح بیان فرمائیے، اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاک مشرکین ہو تو میں موقوف کروں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بمقابلہ آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہوں بقول مخدوم مینا صاحب قدس سرہ العزیز

ہمہ شہر پُرز خوباں منم و خیال ماہے
چکلم کہ چشم بد خون کند بکس نگاہے

(تمہارا شہر خوبصورت حضرات سے بھرا ہے، میرا ذوق اپنا ہے، میں کیا کروں کہ بد خو آنکھ کسی پر بھی ایک نگاہ نہیں ڈالتی)

زیادہ نیاز

الجواب:

مکرمی سلم اللہ تعالیٰ! جواب مسئلہ انہی لفظوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقدے کو حل فرمائیے واقعی ساری پیچھے سے نہ کھولنا کراہت نماز کا موجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: امرت ان لا اکف شعرا و لا ثوبا¹ (مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں۔ت)

¹ صحیح مسلم باب اعضاء السجود والنہی عن کف الثوب مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۳۱

غنیہ شرح نبیہ میں ہے:

نماز میں عمل قلیل کے ساتھ کپڑا اٹھانا مکروہ ہے یوں کہ آگے یا پیچھے سے اپنا کپڑا اٹھائے یا نماز میں کپڑا چڑھائے ہوئے داخل ہونا اور یہی حکم ہے جبکہ نمازی آستین یا دامن چڑھائے ہوئے ہو۔ (ت)	یکرہ ان یکف ثوبہ وهو فی الصلاة بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیه او من خلفہ عن السجود او یدخل فیہا وهو مکفوف کما اذا دخل وهو مشبر الکم او الذیل۔¹

اور ساری یاد دہوتی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لئے خود بھی کراہت سے خالی نہیں کہا حقیقناہ فی کتاب الحظر من فتاؤنا (ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ کی کتاب الحظر میں کی ہے۔ ت) اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے حرج پیچھے گھر سننے میں ہے ورنہ تہبند تو عین سنت ہے اور گتوں سے اوپر تک ہونا چاہئے اس سے زیادہ نیچی مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و تر و سنت فجر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اس حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلاً قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیک نہ کسی آدمی یا لکڑی کے سہارے سے، اور عجز بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللہ اکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے، تو فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے پھر طاقت نہ رہے تو بیٹھ جائے، آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سیدھے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہوئے، یوں نمازیں قطعاً باطل ہوتی ہیں بلکہ جتنی دیر جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو اتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے، یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بینا کہ فی فتاؤنا وبالله التوفیق ثم السلام

مسئلہ ۹۹۶ : ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں سجدہ کے روبرو رکھ کر نماز ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے، اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپادی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہوئیں یا نہیں؟ اور کس حدیث سے جوتیوں کو سجدہ کے روبرو رکھنا منع آیا ہے؟ اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے؟ معمولی جوتیاں

¹ غنیۃ المستملی شرح نبیۃ المصلی کراہیۃ الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

جو ہر شخص پہنہ پھرتا ہے پہنہ ہوئے مسجد میں چلا آئے اور پہنہ ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں؟ کن بزرگان دین نے ایسا فعل کیا تھا؟ بیٹنوا توجروا

الجواب:

سنن ابی داؤد میں ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اصلی احدکم فلا یضع نعلیه عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لایکون احد ولیضعہما بین رجلیہ ^۱ ۔ رواہ الحاکم ایضاً والبیہقی۔	جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جو تکی اپنے دائیں طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اس کے بائیں ہاتھ کو ہے اس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے، اسے بھی حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔

دوسری روایت میں اس ممانعت کے لئے یوں حدیث آئی:

فلا یؤذ بہما احدا ^۲ ۔ رواہ الثلاثة المذکورون وابن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	کسی کو ایذا نہ دے۔ مذکورہ تینوں محدثین اور ابن حبان نے حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی:

لا تضعہما عن یمینک ولا عن یسارک فتؤذی الملئکة والناس ^۳ ۔ رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی، بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انہیں ایذا ہوگی۔ اسے خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

علماء نے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی وفیہ نوع اہنائة له^۴ (جس کی طرف جو تار کھاجائے اس کی

^۱ سنن ابوداؤد باب المصلی اذا خلع نعلیه ابن یضعمہا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۶/۱

^۲ المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۵۹/۱

^۳ تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن حمویہ نمبر ۱۵۰۷۸ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۴۲۹/۹

^۴ مرقات المفاتیح حدیث ۷۶۷ کے تحت مذکور ہے مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۷۵/۲

اہانت ہوتی ہے قالہ الطیبی ونقلہ فی المرقاة (یہ علامہ طیبی نے فرمایا اور مرقات میں نقل ہوا۔ ت) اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا كان احدكم يصلي فلا يبصق قبل وجهه فان الله تعالى قبل وجهه اذا صلى ¹ ۔ رواه مالك في الموطأ عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما و طريقه الشيخان في الصحيحين۔	جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تھو کے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل و جلال و رحمت ہوتے ہیں۔ اسے امام مالک نے موطا میں امام نافع سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور اسی سند سے بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

ائمہ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

يجب على المصلي اكرام قبلته بآيكم به من ينجيه من المخلوقين عند استقبالهم بوجهه ² ۔ ذكره ابن بطلال ونقله في ارشاد الساري۔	یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظمین کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی ادب اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے۔ اسے شیخ ابن بطلال نے ذکر کیا اور ارشاد الساری میں مذکور ہے۔

ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اس حدیث صحیح کہ دلالت النض اور اسی ارشاد علما کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مرعیہ عقلیہ شرعیہ سے معلوم کہ توہین و تعظیم کا مدار عرف و عادت ناس و بلاد پر ہے۔

وقد حققه المولى العلامة خاتم المحققين سيدنا والقدس سره المأجد في اصول الرشاد۔	اس کی تحقیق علامہ خاتمہ المحققین سیدنا والقدس سرہ المأجد نے اصول الرشاد میں فرمائی ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد میں ہے کہ دربار شاہی میں بجنور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جو تاسا منے رکھے بے ادب گنا جائے گا فقیر نے پچشم خود دیکھا ہے کہ کعبہ معظمہ پر پھوہاہر سی تھی میزاب رحمت سے

¹ موطا امام مالک النبی عن الباقی فی القبلة مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۸۲/۱

² ارشاد الساری شرح البخاری باب حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۴۱۹/۱

بوندیں ٹپک رہی تھیں مسلمان حاضر تھے اُن بوندوں کو لیتے اور چشم و دل سے ملتے، ان میں کوئی ہندی شخص جو تاہاتھ میں لئے تھا ترکی خادم دوڑا اور اس کی گردن دبا دی تاجی ربک و نعلاک بیدک جوتیاں ہاتھ میں لئے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے، بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یوں ہے:

فاجعلہما بین رجلینک ولا تجعلہما عن یمینک ولا عن یمین صاحبک ولا ورائک فتودی من خلفک ^۱ ۔	یعنی جوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھ جو پیچھے ہے اس کے آگے ہوں گے اسے ایذا ہوگی۔

انجام الحاحہ میں لکھا ہے:

لانک اذا وضعتہما ورائک تکونان قدام من کان فی الصف المویخر فیتأذی ورحمة اللہ تعالیٰ تنزل علیہم فیکون هذا الفعل اساءة ^۲ ۔	جب تو ان کو اپنے پیچھے رکھے گا تو وہ پچھلی صف میں کھڑے ہونے والے نمازی کے سامنے ہوں گی تو اسے اذیت ہوگی حالانکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو رہی ہوگی۔ لہذا یہ عمل برا ہے۔ (ت)

ولہذا ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمال جوتیاں پہنے ہوئے مسجد جانا بے ادبی و مکروہ ہے، امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

قد قیل دخول المسجد متنعلا من سوء الادب ^۳ ۔	مسجد میں جوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے:

دخول المسجد متنعلا من سوء الادب ^۴ ۔	مسجد میں جوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔ (ت)

فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: دخول المسجد متنعلا مکروہ^۵ (مسجد میں جوتے پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے)۔ (ت)

^۱ سنن ابن ماجہ باب ماجاء این توضع النعل اذا خلعت فی الصلوۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۰۵/۱

^۲ انجام الحاحہ حاشیہ سنن ابن ماجہ باب ماجاء این توضع النعل اذا خلعت فی الصلوۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۰۵/۱

^۳ بحر الرائق باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴/۲

^۴ ردالمحتار مطلب فی احکام المسجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۵۷/۱

^۵ فتاویٰ سراجیہ باب المسجد مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ص ۷۱

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دو جوڑے رکھتے تھے استعمالی جوتا پہن کر دروازہ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے¹

اسے بحر میں تجنیس کے حوالے سے ذکر کیا اور مسئلہ کا مدار عرف پر ہوتا ہے اس دور میں یہ ممنوع ہے باوجودیکہ اس کا ثبوت سید المتادبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کتوں کا مسجد میں آنا جانا، چارپائی کا بچھانا، اونٹوں کا داخل ہونا، بیمار لوگوں اور دیگر ضروریات کے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم متروک ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک رسالہ "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة في النعال" اور دوسرا "نفیسیۃ حافلۃ فیما تصان عنہ المساجد" لکھا ہے۔ (ت)	ذکرہ ایضاً فی البحر عن التجنیس واذالامر دار علی العرف فالحکم الحظر الان مع ثبوته عن سید المتادبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذلك كترك الكلاب تدور فی المسجد ووضع السریر وادخال البعیر وضرب الخیبة للمرضی وغیرهم فیہ ولنا رسالة فی الباب سیناها "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال" واخری "نفیسیۃ حافلۃ فیما تصان عنہ المساجد"۔

ہاں اگر بائیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں جوتی پاؤں کے بیچ میں جو فرجہ نماز میں ہوتا ہے یعنی چار انگلی اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے

یہ تمام وہ جو مجھے ازراہ تفقہ حاصل ہوا، جو ہم نے گفتگو کی اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خطیب کی ذکر کردہ حدیث کا یہ محل نہیں اگرچہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ روایت ضعف سے خالی ہے کیونکہ ان احکام کا مدار عرف پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	هذا كله مآظهر لی تفقها وبما قررت ظهر ان لاورد لبقيۃ حدیث الخطیب المذكور وان سلم ان سلم من الضعف لان الاحكام ههنا بالعرف واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹: ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف، رحم کرے اللہ آپ لوگوں پر، اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا مکروہ تحریمی، حکمش چیست؟

¹ بحر الرائق، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴/۲

الجواب:

وہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بر در جب مسنون سے مانع ہو۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

او الخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق ویعطی له فی ذلک کثیر اجر لایستحب له ان یعمل لانه اعانة علی المعصیة ¹ ۔	جب کسی درزی کو فاسقوں کے لباس سینے پر اُجرت دی جائے اور اسے اس پر اجر کثیر دیا جائے تو یہ عمل اس کے لئے بہتر نہیں کیونکہ یہ گناہ پر معاونت ہے۔ (ت)

اور دھوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھر سنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لئے بس ہے لہٰذا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کف ثوب او شعر (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کپڑے یا بال مجتمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ت) ہاں پیچھے نہ گھر سیں تو وہ دھوتی نہیں تہ بند ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے واللہ تعالیٰ سبّحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھتا ہے تو مقتدیوں کی نماز میں کچھ قصور تو نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

اگر عینک کا حلقہ یا قیمیں چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تانبے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُتار لے ورنہ یہ خلاف اولیٰ اور کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز پڑھنا و پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اکثر آگے در کے چبوترہ یا لکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں، اور بعض در ایسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دریچہ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نہ امام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جدا پڑھ رہا ہے اسے در میں کھڑے

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب المحظر والاباحۃ مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ ۸۰/۱۴

ہو کر اپنی نماز پر ہنسنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو درمیں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً مینہ برس رہا ہے، صحیح حدیث میں ہے:

کما انتقی هذا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ¹ ۔	ہم اس عمل سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بچا کرتے تھے (ت)

کما یناہ فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) یہ حکم منفرد مقتدی کے لئے تھا، رہا امام اس کے لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ درمیں کھڑے ہونا مکروہ ہے، تاتار خانیہ ورد المختار میں امام سے ہے:

انی اکره للامام ان یقوم بین الساریتین ² ۔	میں امام کے ستونوں کے درمیان کھڑا ہونے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ (ت)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل خلاف امت ہے کما فی المعراج وغیرہ (جیسا کہ معراج وغیرہ میں ہے۔ ت) اور دوسرے یہ کہ امام و مقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تنہا ہے اور مقتدی دوسرے درجے میں ہے تو یہ مکروہ ہے کما نص علیہ القہستانی فی شرح النقایۃ (جیسا کہ قہستانی نے شرح نقایہ میں اس پر نص وارد کی ہے۔ ت) در کا آس پاس کے دروں سے آگے نکلا ہونا اس سے کراہت کا دفع نہیں ہو سکتا البتہ امام در کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام و مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں لان العبرة للقدم کما نصوا علیہ (کیونکہ اعتبار قدم کا ہے جیسا کہ اس پر فقہانے تصریح کی ہے۔ ت) مگر اب غالب مساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے تو کھڑا ہوا نیچے اور سجدہ بلندی پر کیا یہ بلندی اگر دو خشت بخارا یعنی ۱۱۲ انگل یعنی پاؤ گز کی قدر ہوئی جب تو نماز ہی نہ ہوگی کما نص علیہ فی الدر المختار (جیسا کہ در مختار میں اس پر نص وارد کی گئی ہے۔ ت) اور اگر اس سے کم ہوئی جب بھی کراہت سے خالی نہیں، لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ در کی کرسی اس قدر جس میں امام سجدہ کر کے زمین کاٹ کر صحن کے برابر کر دی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اس کرسی ہوئی زمین میں سجدہ کرے سب کراہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا کٹری وغیرہ کا چبوترہ بنا دیتے ہیں اس سے اگرچہ

¹ سنن ابوداؤد باب الصفوف بین السواری، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۸/۱

² رد المختار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۷۸/۳

³ در مختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۹۲/۱

دو کراہتیں جاتی رہیں کہ اب نہ امام در میں ہے نہ اس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور عارض ہوئی کہ امام کو مقتدیوں سے ببلند جگہ بقدر امتیاز کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدر المختار وھو الاصح المختار (جیسا کہ در مختار میں ہے اور یہ اصح و مختار ہے۔ ت) اور مشابہت یہود ہے، اور حدیث میں فرمایا:

لا تشبھوا بالیہود ^۱ وقد قالوا انھم یقیبون امامہم علی دکان ممتازا عن خلفہ۔	یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو، اور منقول ہے کہ یہود اپنے ائمہ کو بلند جگہ کھڑا کرتے تھے تاکہ وہ مقتدیوں سے ممتاز ہو جائے۔ (ت) تو چارہ کار وہی ہے جو اوپر بتایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم



^۱ جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ الاشارة الیہ فی السلام مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۴/۲

۱۳۲۰ھ

تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب

(محراب میں قیام امام سے متعلق درستی کے تاج)

(محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث)

مسئلہ ۱۰۰۰: از جبل پور قریب مسجد کو توالی مرسلہ مولنا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی ۶ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

اما بعد ما يقول سيدنا وسندنا ومولنا ومرشدنا والذخر ليو منّا وغدنا ووسيلتنا وبركتنا في الدنيا والدين. آية من آيات الله رب العالمين، نعمة الله على المسلمين، اعلم العلماء المتبحرين افضل الفضلاء المتصدرين، تاج المحققين سراج المدققين، مالك ازمة الفتاوى و المفتين، ذوالمقامات الفاخرة والكمالات الزاهرة الباهرة، صاحب الحجة القاهرة، مجدد البائة الحاضرة، العلامة الاجل الابلج، حلال عقدة مالايحل، بحر العلوم، كاشف السر المكتوم، صدر الشريعة، محي السنة، المحدث	حمد و صلوة کے بعد، کیا فرماتے ہیں ہمارے سربراہ و آقا، مرشد، ہمارے آج اور کل کے لئے ذخیرہ، دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ، اللہ رب العالمین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، مسلمانوں پر اللہ کی نعمت، تبخر علماء سے زیادہ صاحب علم فضلاء سے افضل، تاج المحققین، سراج المدققین، فتاویٰ اور اصحاب فتاویٰ کے شیخ، صاحب مقامات کاملہ اور کمالات زاہرہ و باہرہ، صاحب حجت قاہرہ، مجدد مائتہ حاضرہ، علامہ اجل و ابلج، نہ کھلنے والے عقدوں کو کھولنے والے، علوم کے سمندر، مخفی رازوں کے واضح کرنے والے، صدر الشریعہ، سنت کو زندہ کرنے والے، عظیم محدث و

الفقیہ العدیم النظیر التحریر لازالت لوا مع افکاره توضح غوامض المشكلات وانوار اسرارہ تحل المعضلات فی هذا المرام۔

سوال اول: امام راتب اگر محراب را گزاشتہ در مسجد یا در صحن بازائے وسط قیام نماید آیا اس ترک مقام معین و مقام در غیر محراب مکروہ باشد یا نہ بر تقدیر اول انچہ در کتاب مستطاب ردالمحتار در باب الامامة مذکورست والظاهر ان هذا فی الامام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه فی الوسط فلولم يلزم ذلك لا يكره¹ فبالمراد منه در تقدیر ثانی آنچہ در ہماں کتاب در مکروہات الصلوٰۃ مسطور است ومقتضاه ان الامام لو ترك المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولو كان قيامه وسط الصف لانه خلاف عمل الامة وهو ظاهر فی الامام الراتب دون غيره والمنفرد² الخ فبالمراد عنه از عبارت اولی مفہوم می شود کہ ترک محراب سبب کراہت نیست بلکہ لزوم عدم قیام فی الوسط باعث کراہت است پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نموده در غیر محراب بمجاذات وسط صف

نفیہ، جن کی مثالیں نہیں، آپ کے افکار عالیہ ہمیشہ نہایت ہی مشکل پیچیدگیوں کو واضح کرتے رہیں، اور آپ کے اسرار کے نور اس مقصد کی مشکلات روشن کرتے رہیں۔

سوال اول: مقررہ امام اگر محراب چھوڑ کر مسجد یا صحن مسجد محراب کے مقابل درمیان میں کھڑا ہوا تو کیا مقام مقررہ کا چھوڑنا مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو ردالمحتار کے باب الامامة کی اس عبارت کہ "ظاہر یہ ہے کہ یہ اس امام مقرر کے لئے ہے جو جماعت کثیرہ کا ہو، تاکہ اس کا وسط میں کھڑا نہ ہونا لازم آئے، اور اگر ایسی صورت نہیں تو کراہت نہیں" کا کیا معنی ہوگا؟ اور مکروہ نہیں تو اس کتاب کے باب مکروہات نماز میں تحریر ہے "اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام نے محراب چھوڑ دیا اور دوسری جگہ کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہے اگرچہ اس کا قیام صف کے درمیان میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا یہ عمل امت کے عمل کے خلاف ہے اور یہ بات مقررہ امام میں واضح ہے مگر غیر مقرر امام اور منفرد میں نہیں" تو اس کا مفہوم کیا ہوگا؟ پہلی عبارت سے یہ سمجھ آ رہا ہے کہ ترک محراب کراہت کا سبب نہیں بلکہ وسط میں کھڑا نہ ہونا سبب کراہت ہے لہذا اگر مقرر امام بھی محراب ترک کر دے اور کسی اور مقام پر اس کے محاذات میں صف کے درمیان

¹ ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۶۸/۱

² ردالمحتار مطلب از تردد الحکم بین سنۃ و بدعت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۴۶/۱

قیام نماید در مسجد باشد یا در صحن مسجد باجماعت قلیل کہ از عدم محاذات وسط صف لازم نیاید مکروه نباشد و از عبارت اخری مستفاد می شود کہ امام راتب راترک محراب و قیام در غیر محراب مطلقاً اگرچہ بازائے وسط صف باشد و بہر گنجاکہ بود اندرون مسجد یا بیرون مسجد در صحن و غیرہ مکروه باشد لانہ خلاف عمل الامۃ و ظاہر ہما یدل علی التضارب و التناقی بینہما فکیف التطبيق۔

سوال دوم: قیام امام در محراب بطوریکہ مصرح فقہائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ است یعنی قیامہ خارجہ و سجودہ فیہ چہ حکم دارد مباح یا سنت، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ در جامع صغیری فرماید عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا بأس ان یکون مقام الامام فی المسجد و سجودہ فی الطاق و یکرہ ان یقوم فی الطاق^۱ و ہکذا فی الہدایۃ و در کتاب الآثار می نویسند و اما نحن فلانری بأسا ان یقوم بحیال الطاق ما لم یدخل فیہ اذا کان مقامہ خارجاً منہ و سجودہ فیہ و هو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ^۲ فیفہم من ہذہ العبارات

کھڑا ہو خواہ مسجد کے اندر ہو یا صحن مسجد میں یا جماعت قلیل ہو تاکہ وسط صف کی عدم محاذات لازم نہ آئے تو یہاں کراہت نہ ہوگی اور دوسری عبارت سے پتا چلتا ہے کہ مقرر امام کا محراب کو ترک کر کے غیر محراب میں کھڑا ہونا خواہ صف کے وسط میں ہو اندرون مسجد یا صحن مسجد میں ہر جگہ مکروه ہے کیونکہ یہ عمل امت کے خلاف ہے اور ان دونوں عبارات میں بظاہر تعارض و منافات ہے ان میں تطبیق کیسے ہوگی؟

سوال دوم: امام کا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا جو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے یعنی خود خارج میں کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں کرے کیا حکم رکھتا ہے مباح یا سنت؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ امام یعقوب نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ امام کا مسجد میں کھڑا ہو کر محراب میں سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ محراب میں کھڑا ہونا مکروه ہے اھ اور ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے اور کتاب الآثار میں امام محمد لکھتے ہیں کہ رہا معاملہ ہمارا تو اگر امام محراب کے گوشے میں کھڑا ہو بشرطیکہ اس میں داخل نہ ہو اور اس کی قیام گاہ اس سے باہر ہو اور سجدہ اس کے اندر ہو تو ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ے ہی موقف ہے، ان تمام عبارات سے

^۱ الجامع الصغیر باب فی الامام ان یستحب لہ ان یقوم الخ مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ ص ۱۱

^۲ کتاب الآثار باب الصلوۃ فی الطاق مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ص ۲۱

یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اجازت و رخصت ہے، اور اکثر کتب فقہ جو معتمد ہیں ان سے بھی مطلق جواز مفہوم ہوتا ہے کیونکہ مشہور متون اور شروحات میں درج ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے مگر محراب میں سجدہ کرنا مکروہ نہیں جبکہ وہ خارج محراب کھڑا ہوا ہے تلخیصاً یعنی کنز، محراب میں اس کا سجدہ مکروہ نہیں جبکہ اس کے قدم محراب سے خارج ہوں الخ اختصاراً، در مختار میں ہے اگر امام مسجد میں کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں ہو تو کراہت نہیں الخ اختصاراً، قہستانی اور دیگر کتب میں ایسی ہی قریب المعنی عبارات ہیں جن سے یہی معنی مترشح ہوتا ہے، ان تمام تصریحات سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام کا محراب میں مذکورہ طریقہ پر کھڑا ہونا جائز و مباح ہے سنت و مندوب نہیں للذا محراب کا ترک اور دوسری جگہ کھڑے ہونے سے کراہت لازم نہیں آتی۔ لیکن علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار میں معراج الدراية اور مبسوط سے نقل کیا کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہو جائے، اگر کسی ایک جانب کھڑا ہو تو کراہت ہوگی الخ وہاں یہ بھی ہے امام کا وسط صف کے مقابل کھڑا ہونا سنت ہے کیا آپ نے	الاذن والرخصة فيه، وازاكثر كتب معتمده فقيهيه هم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون و شرح معتبرہ مشہورہ یکبرہ قیام الامام في الطاق ولايكره سجوده في الطاق اذا كان قائماً خارجاً المحراب¹ ه ملخصاً عینی کنز، لا سجود فيه وقدماه خارج² الخ مختصراً در مختار، لا يكره ان قام الامام في المسجد وسجد في الطاق الخ مختصراً قہستانی وغیرھا من العبارات المتقاربة لها مشعر ہمیں معنی خواہند شد ازا ی تصریحات معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور مباح و جائز است نہ کہ سنت و مندوب پس از طرف محراب و قیام در غیر آن ہیج کراہت لازم نا نیاید اما علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در رد المحتار از معراج الدراية و مبسوط نقل می فرماید : السنة ان يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام في احد جانبي الصف يكره³ الخ ايضاً السنة ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الاترى

¹ یعنی علی الکنز باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۳۸۱ھ

² در مختار باب ما یفسد فی الصلوۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۱ھ

³ جامع الرموز للقسستانی فصل ما یفسد فی الصلوۃ الخ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۳۸۱ھ

نہیں دیکھا کہ محرابیں مساجد کے درمیان بنائی جاتی ہیں جو امام کے مقام کا بھی تعین کر دیتی ہیں اور اصح قول جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ میں امام کا دو ستونوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کے گوشے یا ستون کی طرف کھڑا ہونے کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ یہ عمل امت کے خلاف ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ تاتارخانیہ میں ہے کہ امام کا ضرورت کے بغیر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام صاحب کے "یاستون کی طرف" سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محراب میں امام کا قیام مکروہ ہے اس کی تائید اس پہلے قول سے ہوتی ہے کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اسی طرح دوسرے مقام پر ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام وسط صف کے مقابل کھڑا ہو، اس بارے میں جو کچھ منقول و مذکور ہے وہ تمام اس پر دال ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے اور غیر محراب میں قیام مکروہ ہے، تو اب ان مختلف اقوال میں تطبیق کیسے ہوگی یا ان میں سے کسی ایک کو ترجیح کیسے دی جائے تاکہ درست رائے اور حکم صحیح واضح و متعین ہو جائے، کیا امام کا

ان المحاریب مانصب الاوسط المساجد وہی عینت لمقام الامام¹ ایضاً والاصح ماروی عن ابی حنیفہ انه قال اکره ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویۃ اوفی ناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانه خلاف عمل الامۃ قال علیہ الصلوٰۃ و السلام توسطوا الامام² الخ واز تاتارخانیہ می آرند ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الابضرورۃ³ ونیز می فرماید یفہم من قوله او الی ساریۃ کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیدہ قوله قبلہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وکذا قوله فی موضع اخر والسنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف⁴ الی اخر ماہو المنقول والمذکور فیہ کل ذلك یدل علی ان السنۃ للامام ان یقوم فی المحراب ویکرہ ان یقوم فی غیرہ فما صورۃ التطبيق بین هذه الاقوال المختلفۃ او الترجیح لواحد علی وجہ یتبین بہ الصواب والحکم الصحیح آیا امام راتب

¹ رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۶۸/۱

² رد المحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۳۶/۱

³ رد المحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۶۸/۱

⁴ رد المحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۶۸/۱

راقیام در صحن مسجد بمحاذۃ محراب در صف کماھو المتعآد فی دیارنا بر اعتبار فرق مسجد صیفی و شتوی جائز داشتہ شدہ یا بوجہ دیگر فالملسؤل من الحضرة العلیة البھیة السنیة الرضیة المطهرة القدسیة ان نستفیض بتحقیق المقام وتوضیح المرام بحیث ینکشف به المشکل و ینحل به المعضل فتطمئن به الا وهام۔	محراب کے محاذی صحن مسجد میں قیام جیسا کہ ہمارے علاقے میں متعارف ہے بنا بر اعتبار مسجد صیفی و شتوی جائز ہے یا کوئی اور صورت ہے، اس بارگاہ میں سوال ہے جو بلند، اعلیٰ، محبوب، پاکیزہ و مقدس ہے کہ ہمیں اس مقام کی ایسی تحقیق اور مقصد کی وضاحت عطا فرمائے جس سے مشکل حل ہو جائے اور ذہن مطمئن ہو جائیں۔ (ت)

بیّنوا توجروا۔ فقیر حقیر مستہام غلام تراب الاقدام اذل خدام الحضور عالی مقام احقر الطالبہ محمد عبدالسلام سنی حنفی قادری جیلپوری عفی عنہ۔

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد بر ضمیر منیر ہدی تخمیر مولنا الفاضل اکامل العالم العامل التقی الحنفی الوفی الصفی الزکی الذکی السنی السنی الجلیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبدالسلام القادری البرکاتی السنی الحنفی سلمہ الله تعالیٰ بالعز والا کرام و السلاۃ والسلام و حمایۃ الاسلام وجعلناہ وایاہ دار السلام آمین آمین یا ذالجلال والا کرام، مستتر نیست کہ مسئلہ مرسلہ سامی بر چار سوال اشتمال دارد، یکے نفی تنافی از دو عبارت علامہ شامی کہ جائے بنائے کراہت در حق امام عدم توسط صف راداشتہ است نہ ترک محراب راتا آنکہ اگر میانہ صف لیستد کراہت نبود اگرچہ ترک محراب گوید، و در گرجا نفس ترکش راتا آنکہ اگر در غیر محراب لیستد کراہت باشد گو میانہ صف باش دوم دفع	بسم الله الرحمن الرحيم ہم اس کی حمد بجالاتے ہیں اور اس کے رسول کریم کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں، حمد و صلوٰۃ کے بعد، اے روشن ضمیر، سراپا ہدایت، مولنا الفاضل اکامل العالم العامل تقی نفی، لائق، تام، پاکیزہ، ستھرا، سنی، قیمتی، جمیل، بزرگ، اللہ تعالیٰ ان کو عزت و اکرام سے زندہ رکھے، ہمیں اور ان کو جنت میں داخل کرے، یا ذالجلال والا کرام آمین! ارسال کردہ مبارک مسئلہ چار سوالات پر مشتمل ہے ایک یہ ہے کہ علامہ شامی کی دو عبارات میں منافات کی نفی مقصود ہے کہ ایک جگہ امام کے صف میں عدم توسط کو علت کراہت قرار دیا ہے نہ کہ ترک محراب کو، حتیٰ کہ اگر امام صف کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے اگرچہ محراب میں نہیں تو اب کراہت نہ ہوگی، دوسرے مقام پر ترک محراب کو مکروہ کہا ہے حتیٰ کہ اگر امام محراب چھوڑ کر

دوسری جگہ کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے خواہ وہ درمیان صف ہی کھڑا ہوا ہو، دوم متون وغیرہ کی نصوص کے درمیان اختلاف کا تدافع ہے کہ بعض میں ہے کہ محراب میں قیام مکروہ ہے اور اس کے سامنے کھڑا ہونا اور سجدہ محراب میں کرنے کی صورت کو "اس میں کوئی حرج نہیں" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جو اس بات پر دال ہے کہ یہ مباح ہے اور فضیلت سے عاری ہے بلکہ اغلب طور پر ان کا اطلاق کراہت پر ہوتا ہے، دوسرے متون مثلاً مبسوط امام خواہر زادہ، معراج الدرایہ اور تاتارخانیہ وغیرہ میں ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے اور اس کا ترک کراہت و اسانت کا موجب ہے۔ تیسرے یہ کہ امام مقررہ کا محراب کو چھوڑنا خواہ مسجد صغی صغی یا شتوی، اگرچہ وہ صف کے درمیان ہی کھڑا ہو مکروہ ہے یا نہیں، چہارم یہ کہ امام کا محراب کے سامنے اس طرح کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب کے اندر ہو، سنت اور سب فضیلت ہے یا صرف مباح، پہلے دونوں سوالات ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ امام شامی کی پہلی عبارت کہ امام کا ترک محراب مکروہ نہیں ان نصوص متون کے موافق ہے کہ امام کا مقابل محراب کھڑا ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ترک مباح میں کراہت نہیں ہوتی، دوسری عبارت شامی کی مبسوط وغیرہ کتب کے مناسب و موافق ہے کہ جب امام کا محراب میں کھڑا ہونا مستنون ہے تو اس کا ترک بہر طور مکروہ ہوگا۔ تیسرا سوال بھی اسی تشابہ کی بنا پر پیدا ہوا کہ ترک محراب کی کراہت وعدم کراہت ہے یا نہیں، اگر

تدافع از تنصیصات متون وغیرہا کہ قیام در نفس محراب را مکروہ فرمودہ اند و بازائے اُستادان را چنانکہ سجدہ در محراب اقتد بہ لفظ لا باس بہ کہ مفید مجر د اباحت عاری از فضیلت بلکہ در غالب اطلاق مشعر بکراہت است تعبیر نمودہ، و تصریحات مبسوط امام خواہر زادہ و معراج الدرایہ و تاتارخانیہ وغیرہا کہ قیام امام در محراب سنت است و ترکش موجب کراہت و اسانت، سوم آنکہ امام را تب راترک محراب با وصف توسط صف در مسجد صغی خواہ شتوی مکروہ باشد یا خیر، چہارم آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ سجدہ درون طاق باشد سنت و وجہ فضیلت ست یا محض مباح، دو سوال پیشین تشابہ و متمثل ست عبارت اول شامی کہ ترک محراب را وجہ ایراث کراہت نداشت بانصوص متون موافق می آید کہ قیام بازائے محراب را لا باس بہ گفتند پیدا است کہ ترک مباح کراہتے ندارد و عبارت دومش باقوال مبسوط و مامعہ مشالعت نماید کہ قیام فی المحراب چوں مسنون ست نفس ترکش ہر آئینہ مکروہ و زبون ست و سوال سوم نیز از ہمیں مناشی ناشی آمدہ کہ اونیز از کراہت وعدم کراہت ترک محراب مستحسن می راند واگر نیکو بنگرند سوال چہارم نیز از ہمیں گریبان سر برزدہ زیرا کہ چونکہ بتصریحات ائمہ مذہب قیام در نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت۔

یاسلب کراہت کنند مراد نباشد مگر قیام بازائے اوقریٰ پس سوال ازد و شق فضیلت و اباحت محضہ رائج شود بخلاف مافی المتون والمبسوط پس گرہے کہ اس جا باید کشود ہمین ست کہ معنی قیام فی المحراب و حکمش در حق امام از کراہت و اباحت واستحباب چیست و ہرچہ منع شود در کلمات کرام اس چہ تنافی ست۔

فقیر گوید یعفر اللہ لہ اما دفع تدافع میاں حکم سنیت و تعبیر بلا باس بہ بنظر ظاہر خود آسان ست کلمہ لا باس گاہے برائے دفع توہم باس آید گوآں کار خود سنت بلکہ واجب باش قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الصَّافِیْنَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

فَمَنْ حَمَلَ الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطُوفَ بِهَا عِرْوَةَ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا خالہ اش ام المؤمنین محبوبہ محبوب رب العالمین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علیٰ بعلا الکریم

اسے مستحسن جانتے ہیں توچو تھا سوال اسی سے جنم لے گا کیونکہ جب ائمہ مذہب کی تصریحات ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے تو اب ہر صورت فضیلت یا عدم کراہت کا حکم نہیں ہو سکتا مگر اس صورت میں جب قیام محراب کے مقابل ہو پس ان دو شقوں کی وجہ سے، فضیلت و اباحت محضہ کا سوال متون اور مبسوط میں متخالف و تضاد کی طرف رائج ہو گیا، یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ امام کا محراب میں کھڑے ہونے کا معنی و مفہوم کیا ہے، امام کے حق میں اس کا کیا حکم ہے مکروہ، مباح یا مستحب ہے، جب ان بزرگوں کے کلمات سے یہ واضح ہو جائے گا تو (پھر دیکھنا ہے کہ) منافات کیا ہے! فقیر (اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے) کہتا ہے کہ اسے سنت قرار دینا اور "اس میں کوئی حرج نہیں" کہنا، اس پر منافات کا دور کرنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ "لا باس بہ" کے کلمات میں دفع وہم کے لئے بھی آجاتے ہیں اگرچہ وہ کام سنت بلکہ واجب بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "صفا و مر وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو بیت اللہ کاج کرے یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔" حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ ام المؤمنین محبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالیٰ ان کے

وایما وعلیہا وسلم الکریم را ازیں آیت پر سید و گفت

فوالله ما على احد جناح ان لا يطوف بالصفاء
والمروة امر المؤمنين فرمود بئس ما قلت يا بن
اخي ان هذه لو كانت كما اولتها عليه كانت لا جناح
عليه ان لا يطوف بهما ولكنها انزلت في الانصار
كانوا قبل ان يسلموا يهلون لمناة الطاغية التي
كانوا يعبدونها عند المشلل فكان من اهل
يتخرج ان يطوف بالصفاء والمروة فلما اسلموا
سئلوا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن
ذلك قالوا يا رسول الله انا كنا نتخرج ان نطوف
بين الصفاء والمروة فانزل الله تعالى ان الصفاء
والمروة من شعائر الله الآية وقد سن رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم الطواف بينهما فليس
لاحد ان يترك الطواف بينهما¹
نظر کردنی ست ام المؤمنین چہاں نفی حرج را بردفع توہم حرج
فروا آورد وہم عروہ را یک دم دلیل ساطع رد کرد کہ اگر چنان
بودے لا جناح علیہ ان لا یطوف بودے

مبارک خاوند، ان کے والد گرامی، خود ان کی ذات پر رحمت
وسلام نازل فرمائے سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں
پوچھتے ہوئے کہا اللہ کی قسم صفا و مروہ کا طواف نہ کرنے میں
کوئی گناہ نہیں تو ام المؤمنین نے فرمایا اے بھتیجے! تو نے
بہتر قول نہیں کیا اگر اس کا معنی یہی ہوتا جو تو نے کیا ہے تو اس
کے الفاظ یوں ہوتے "نہیں گناہ اس پر اگر وہ ان کا طواف نہ
کرے" لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام
سے پہلے مقام مثل میں "مناة" کی عبادت کیا کرتے تھے تو
ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا و مروہ کے طواف
میں حرج محسوس کرتا جب انصار اسلام لائے تو انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں
سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم صفا و مروہ کے طواف میں
حرج محسوس کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی
کہ "صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں" (الآیۃ) تو رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کو سنت قرار دیا،
تو اب کوئی ان کے طواف کو ترک نہیں کر سکتا۔
دیکھا ام المؤمنین نے نفی حرج کو دفع توہم پر چسپاں کرتے
ہوئے حضرت عروہ کے وہم کو واضح دلیل سے رد کر دیا اور کہا
اگر معاملہ ایسے ہوتا تو الفاظ یہ ہوتے "نہیں گناہ اس پر کہ ان
دونوں کا طواف نہ کرے" "ان کا طواف کرے" کے الفاظ

¹ صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروة وجعل من شعائر الله مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۲/۱

نہ ہوتے یعنی وجوب کے منافی، ترک سے حرج کی نفی ہے، فعل سے حرج کی نفی منافی نہیں، فعل تو خود لازم واجب ہے کیونکہ ترک واجب میں حرج ہے اور اس میں ثبوت حرج اس بات کو مستلزم ہے کہ اس فعل کی نفی ہو اور کسی لازم کا اثبات لازم کے ثبوت کے منافی نہیں ہوتا کہ منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مؤکد اور ثابت کرنے والا ہوتا ہے، اس مبارک معنی کو انہوں نے کتنے احسن اختصار کے ساتھ بیان فرمادیا، یہی وجہ ہے کہ جب یہ بات حضرت عروہ نے ابوبکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کے سامنے رکھی تو انہوں نے کہا علم یہی ہوتا ہے، اس آیت کے نزول کا سبب اہل علم نے ایک اور بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا مگر صفا و مروہ کے طواف کا ذکر نہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم صفا و مروہ کا طواف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہمارا صفا و مروہ کا طواف کرنا صحیح نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "بلاشبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں" ابوبکر نے کہا اس آیت کو سنو جو دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے الخ (بخاری و مسلم) یہ دوسرا بھی اس (دفع و ہم) معاملہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ردالمحتار میں احکام مسجد سے تھوڑا سا

نہ ان یطوف یعنی منافی وجوب نفی حرج از ترک است نہ از فعل کہ او خود لازم وجوب است زیرا کہ واجب را در ترک حرج باشد و ثبوت حرج در اس مستلزم انتفاء آں از فعل است و اثبات لازم منافی ثبوت ملزوم نباشد بلکہ مؤکد و مقرر آن است این معنی شریف را با لطف و اختصار لفظی ادافرمود و لهذا چون عروہ اس حکایت پیش ابوبکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام برو ابوبکر گفت ان هذا لعلم وآیت راسیہ دیگر از اہل علم آورد کہ ذکر اللہ تعالیٰ الطواف بالبيت ولم یذكر الصفا والمروة فی القرآن قالوا یا رسول اللہ کنا نطوف بالصفا والمروة وان اللہ تعالیٰ انزل الطواف بالبيت فلم یذكر الصفا فهل علينا من حرج ان نطوف بالصفا والمروة فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ الایۃ قال ابوبکر فاسمع هذه الایۃ نزلت فی الفریقین^۱ الخ رواہ الشیخان اس دگر نیز از ہماں دادی ست کما لایخفی در ردالمحتار باب ما یکرہ فی الصلوۃ قبیل احکام المسجد

^۱ صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروة وجعل من شعائر اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳

پہلے "باب مایکرة فی الصلوة" میں ہے، یہ کہا گیا ہے کہ اس مقام پر "لاباس" کا ذکر اس وہم کے ازالے کے لئے، کہ یہاں حرج ہے اور اک الفریضہ کی ابتداء میں ہے لابس کا کلمہ یہاں خلاف اولیٰ کے لئے نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ معنی غیر یقینی ہے بلکہ وہ تو بعض اوقات وجوب کا معنی دیتا ہے اور باب العیدین میں بھی فرمایا لابس کا کلمہ مندوب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ بحر کے باب الجنائز اور باب الجہاد میں ہے اور مذکورہ مقام اس کے باب الجہاد سے ہے یہاں بھی فقہاء نے جو طاق میں قیام کر مکروہ فرمایا تو اس سے وہم پیدا ہوا شاید اس طرح کھڑا ہو کہ سجدہ طاق میں کرنا بھی مکروہ ہے لہذا اس کو لابس کے ساتھ دفع کر دیا۔ رہا معاملہ امام شامی کی دو عبارات میں منافات ہونے کا فاقول: (تو میں کہتا ہوں) محقق سامی علامہ شامی نے دونوں مقامات پر امام کی گفتگو جو کلام کی امام ہے اور دیگر فقہاء کرام کی مبسوط، درایہ اور تاتارخانیہ کے حوالے سے جو عبارات نقل کی ہیں ان کا مقتضی یہ ہے کہ امام کے لئے محراب کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ صف کے درمیان ہی میں کھڑا ہو، اس کے اطلاق کے لئے ان کی نظر میں دو تخصیصیں

است، قد یقال ان لابس هنا لدفع مایتوهم ان علیہ بآسا فی عدم الاجابة¹ نیز در اوائل اور اک الفریضہ گوید لیس کلمة لابس هنا لخلاف الاولی لان ذلك غیر مطرد فیہا بل قد تاتی بمعنی یجب² ہم در باب العیدین فرمود کلمة لابس قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجهاد ومنه هذا الموضع³ اینجا نیز زائد کہ قیام فی الطاق را مکروہ فرمودہ بودند تو ہم می شود کہ شاید ایں چنان قیام کہ سجدہ در طاق اقتد نیز مکروہ باشد دفع ایں التباس را لابس آوردند۔ اما نفی تنانی از دو کلام شامی فاقول: محقق سامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ در ہر دو باب کلام امام امام الکلام و کلمات علمائے امام از مبسوط و درایہ و تاتارخانیہ آورده مقتضائش وانمود کہ قضیہ ایں سخن کراہت ترک محراب است مر امام را مطلقاً اگرچہ میانہ صف ایستد ایں اطلاق را بنظر او دو تخصیص بود، یکے مستفاد از حکم

¹ رد المحتار باب مایکرة فی الصلوة و مایکرة فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۸۴

² رد المحتار باب اور اک الفریضہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۲۶

³ رد المحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۶۲۱

ہیں، ایک تو حکم منصوص سے مستفاد ہے اور وہ تخصیص غیر مقررہ امام جب محلہ کی مسجد میں ہو، کے اعتبار سے ہے، کیونکہ مقرر اور غیر مقرر کے درمیان فرق مسجد محلہ ہی کے اعتبار سے ہے، رہا معاملہ مساجد شوارع یا عام جامع مسجد کا تو وہاں امام مقرر نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اسے دوسرے پر فضیلت نہیں بلکہ اس میں تمام برابر ہیں اسی لئے وہاں کی ہر جماعت، جماعت اولیٰ ہوتی ہے اور ہر جماعت میں افضل یہی ہے کہ وہ نئی اذان و تکبیر کے ساتھ ہو، اس پر خانیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ مقرر امام یعنی جماعت اولیٰ کے بعد مسجد محلہ میں دوسرے امام کو محراب سے عدول کرنا چاہئے اقول شاید اس میں پہلی کے شرف کا اظہار ہے اور اس پر تنبیہ ہے کہ ہر وہ شخص جو جماعت اولیٰ سے مؤخر ہو جاتا ہے وہ اعلیٰ مقامات سے بھی مؤخر رہ جاتا ہے، اور یہ بھی ہے کہ مسجد کا حق ادا ہو گیا تھا لہذا نماز میں دودفعہ تکرار اس حدیث کی بنا پر "مناسب نہیں کہ نماز کے بعد اس کی مثل نہ پڑھی جائے"، ابن ابی شیبہ نے اسے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے طور پر نقل کیا ہے، اور امام محمد کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے، محقق علی الاطلاق نے فتح میں

منصوص وآل تخصیص امام غیر راتب ست اے در مسجد محلہ زیرا کہ فرق احکام راتب وغیرا وہما نجاست امام مساجد القوارع والجوامع العامة وامثالها فلا راتب لہا وان کان فلا فضل لہ علی غیرہ بل الكل فیہا سواء ولذا کانت کل جماعة فیہا جماعة اولیٰ وکان الافضل فی کل جماعة ان تقام بأذان واقامة جدیدین¹ کما نص علیہ فی الخانیة وغیرہا وبیناکہ فی فتاونا علماء تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب اعنی بعد جماعت اولیٰ در مسجد محلہ امام دیگر را باید کہ از محراب عدول نماید اقول: ولعل ذلك ابانة لشرف الاولیٰ وتنبيها علی ان من تاخر آخر عن اشرف المقامات وايضا قد تأدى حق المسجد فلا يكرر فی صلوة مرتین لحديث لا یصلی بعد صلوة مثلها² رواہ ابن ابی شیبہ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قوله وظاهر كلام الامام محمد انه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح

¹ فتاویٰ قاضی خان فصل فی المسجد مطبوعہ منشی نوکسور لکھنؤ ۱/۳۲

² مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوة مطبوعہ ادارۃ القرآن الخ کراچی ۲/۳۰۲

فرمایا امام محمد ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں، دوبرگ امام فخر الاسلام اور فخر الدین قاضی خاں نے اسے دوسری جماعت پر محمول کیا ہے۔ بحر میں ہے حاصل یہ ہے کہ اگر تکرار جماعت محلہ کی مسجد میں پہلی حالت پر ہے تو مکروہ ہے الخ رد المحتار میں غنیہ وہاں بزازیہ سے امام ابو یوسف کے حوالے سے ہے کہ جب پہلی حالت کے مطابق نہ ہو تو کراہت نہیں ورنہ کراہت ہوگی، فرمایا یہی صحیح ہے اور محراب سے عدول کر لینے سے حالت بدل جاتی ہے اور اس میں تاتار خانیہ وہاں والوالجیہ سے ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے یہ تخصیص چونکہ دونوں جگہ پر نصوص فقہاء پر مبنی تھی اس لئے اس کی تصریح کردی اور مکروہات میں اس پر خود کچھ نہ فرمایا بلکہ اس کے آخر میں یہ جملہ کہہ دیا "اس فائدہ کو غنیمت جان لو،" دوسری (تخصیص) اس کی حکمت اور علت سے مستنبط ہوتی ہے اس کی تفصیل میرے نزدیک یہ ہے کہ حضور سید الانس والجن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے امام کا محراب میں کھڑا ہونا آ رہا ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت بذاتہ مقصود نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مقصود ہے بلکہ اصل سنت امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا ہے ان عظیم حکمتوں کی وجہ سے جن میں سے بعض کا تذکرہ آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، لہذا وہ جگہ جہاں محراب

ومحمد اعلم بذلك منا¹ هو قد حملہ علی الجماعة الثانية الامامان الجليلان فخر الاسلام وفخر الدين قاضي خاں قال في البحر فالاحاصل ان تكرار الصلوة ان كان مع الجماعة في المسجد على هيأته الاولى فمكروه² الخ وفي رد المحتار عن الغنية عن البزازیة عن ابی یوسف اذا لم تكن علی الهيأة الاولى لا تكرر ولا تكرر قال وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيأة وفيه عن التتارخانية عن الولوالجية وبه ناخذ³ ایں تخصیص چوں مبنی بر تخصیص بود ہر دو جا اور ایمان نمود، ودر مکروہات خود بخود در آں نفرد بود بلکہ در آخرش بمجملہ فاغنم هذه الفائدة لب كسود دوم آنکہ از حکمت و علتش استنباط خواست و تحقیقش علی ما اقول: چنانست کہ معبود و متوارث از زمان برکت تو امان حضور سید الانس والجان و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام قیام امام در محراب است فاما ظاہر این سنت مقصود لعیننا نیست بلکہ لغیرہا واصل سنت توسط امام در صفت است حکم بالغتہ سیأتیک بیان بعضہا ان شاء اللہ تعالیٰ ولذا جائیکہ قیام در محراب

¹ رد المحتار بحوالہ فتح القدیر، باب الوتر والنوافل، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۱۶/۱

² بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۲/۲

³ رد المحتار مطلب فی کراہیۃ تکرار الجماعة فی المسجد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۹۱/۱

میں کھڑا ہونا اور وسط صف دونوں جمع نہ ہو سکتے ہوں تو وہاں امام وسط صف کو اختیار کرے اور محراب میں قیام کو ترک کر دے مثلاً مسجد صیفی شتوی کے پہلو میں ہو اور لوگ کثیر ہوں اور دونوں مساجد کی دو صفیں ایک ہو جائیں تو امام کے لئے حکم ہے کہ وہ محراب کو چھوڑ کر دیوار کے پاس کھڑا ہو تاکہ صفوں کے درمیان ہو جائے، ردالمحتار میں معراج الدراية وہاں مبسوط امام بکر خواہر زادہ سے ہے کہ امام کے لئے محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں برابر ہو جائے، اگر صف کی ایک جانب کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہے اور اگر مسجد صیفی، شتوی کے پہلو میں ہو، مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہو تاکہ لوگ دونوں طرف برابر ہو جائیں اور اصح طور پر امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا امام کو درمیان میں کھڑا کرو، پس اس حدیث سے استدلال اور اس پر اس فرع کا ذکر کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اس کی علت یہ تاکہ دونوں اطراف برابر ہو جائیں اور اس کے بعد یہ قول ذکر کرنا کہ اگر امام کسی صف کی ایک جانب کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہوگا، یہ تمام کے تمام اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ اصل مقصود امام کا درمیان میں کھڑا ہونا ہے محراب میں کھڑا ہونا مقصود نہیں،

بالتوسط صف بر طرف اقتدا عنی جمع میان ہر دو نواں کرد آنجا توسط صف اختیار کنند و قیام محراب را ترک دہند مثلاً مسجد صیفی در جنب شتوی باشد و مردماں بکثرت گرد آمدند کہ ہر دو مسجد بصوف صلوٰۃ یکے شد آن گاہ را امام را حکم است کہ محراب گزاشتہ بکنار دیوار ایستد تا میانہ صفہا باشد فی رد المحتار عن معراج الدراية عن مبسوط الامام بکر خواہر زادہ السنة ان يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام في احد جانبي الصف يكره ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوي وامتلأ المسجد يقوم الامام في جانب الحائط ليستوي القوم من جانبيه و الاصح ما روى عن ابي حنيفة الى قومه قال عليه الصلوٰۃ والسلام توسطوا الامام¹۔ پس اس استدلال بحديث وآل فرع نفیس خاصہ بعد ازاں مقال کہ السنة ان يقوم في المحراب و تعلیل ہاں کہ ليعتدل الطرفان و تعقیبش بقول او لو قام في احد جانبي الصف يكره² اس ہمہ ہا دلیل روشن است بر آنکہ اصل مقصود توسط امام است نہ نفس قیام فی المحراب

¹ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۰۴ھ

² رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۰۴ھ

آرے غالب آنست کہ محراب مقام تعادل طرفین ست چوں
صف کامل باشد خود ظاہر ست وآں گاہ بترک محراب ترک
سنت مقصودہ بالفعل نقد وقت ست ورنہ در عامہ مساجد
استکمال صف بہ پس آیند گاہ مرجوہ متوقع می باشد و زیادتش
بنہیکہ توسط موجود از ہم باشد پس ترک محراب تعرض بترک
سنت و مخالف عمل امت بود و احکام فقہیہ بر امور غالبہ انسحاب
یابد ازین امر حکم بہ سنیت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر مسجد
در جائے خامل بعید از مرمو و مورد باشد کہ ہمیں چند کسماں
در و حاضر اند و آن بقدر زیادت اصلاً متوقع نیست آن جا اگر امام
راتب در گوشہ از مسجد میانہ صف موجود لیستند ظاہر مخالف
سنت نباشد زیرا کہ سنت قولیہ و سطوالا امام خود ادا شد و سنت
فعلیہ مبتنی بر ہمیں حکمت بود و این جاز عدم توقع زیادت
مذکور خود را بمعرض مخالفت افگندن لازم نیست و فعل
متوارث از زمان اقدس در مسجدے ست از ابشہر و اعمر مساجد
بود، ہجو مسجدے خامل را بر آں قیاس نتواں کرد و کراہت حکم
شرعی ست بے دلیل شرعی رنگ ثبوت نیابد پس ظاہراً این
صورت نادر تر باشد این مطمح نظر علامہ شامی و این جملہ
مطالب را با وجہ کلام

ہاں اغلب یہی ہے کہ محراب ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں دونوں جانبوں
میں برابری ہوتی ہے۔ جب صف مکمل ہو تو خود ظاہر ہے کہ اس
وقت محراب کو چھوڑنا موقعہ پر سنت مقصودہ کو ترک کرنا یعنی وسط
کا ترک لازم آئے گا، ورنہ عام مساجد میں بعد میں آنے والے
حضرات سے صف کا مکمل ہونا متوقع ہوتا ہے اور صف سے زائد
بھی ہو سکتے ہیں لیکن توسط موجود ہونے پر کوئی حرج نہیں پس اس
صورت میں محراب کو ترک کرنا سنت کا ترک اور امت کی مخالفت
ہوگی۔ اور احکام فقہیہ اکثر طور پر امور غالبہ پر جاری کئے جاتے ہیں
اسی وجہ سے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت
قرار دیا گیا ہے، اب اگر بے آباد مسجد ایسی جگہ پر ہے جو گزرگاہ اور
جائے ورود سے دور ہے اس میں چند لوگ اکٹھے ہیں اب اس سے
زیادہ افراد کی توقع بھی نہیں تو امام اس مسجد کے کسی کونے میں
موجود صف کے درمیان کھڑا ہو سکتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ
سنت کے خلاف نہیں کیونکہ سنت قولیہ "امام کو درمیان میں کھڑا
کرو" پر عمل ہو رہا ہے اور سنت فعلیہ بھی اسی حکمت پر مبنی ہے اور
اس جگہ زیادہ کی عدم توقع سے مخالفت میں ڈالنا لازم نہیں آتا، اور
آپ کی ظاہری حیات سے جو معمول چلا آ رہا ہے وہ مشہور اور آباد
مسجد میں ہے اس طرح کی گننام مسجد کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا،
کراہت حکم شرعی ہے جو کسی شرعی دلیل کے بغیر ثابت نہیں
ہو سکتی تو ایسی صورت کا ظہور نادر تر ہے، علامہ شامی کا مطمح نظر یہی
ہے اور ان تمام مطالب کو انہوں نے نہایت ہی اختصار

دریں دو لفظ ادا فرمود و الظاہر ان هذا فی الامام
 الراتب لجماعة كثيرة¹ فعنی قوله الامام
 الراتب ای امام الجماعة الاولى دون الثانية
 وهو فی مسجد المحلة ظاهر و فی غیرہ کل امام لان
 جميع جماعاته اولی فالکل فی حکم الراتب فی
 مسجد المحلة ومعنی قوله لجماعة كثيرة ای
 واقعة او متوقعة وكذا قوله لئلا يلزم ای
 حالا او مالا ظنا واحتمالا هذا ما يعطيه الفقه فی
 تفسير كلامه وتبيين مرامه والله تعالى اعلم
 باحكامه لكن ازانجا کہ برخلاف تخصیص اول ایجا نصہ کہ
 مفید او باشد بدست نبود باستظهار خودش بودن او تصریح
 نمود و در آخر امر بتاکل فرمود زیرا کہ می تواند کہ شارع علیہ
 الصلوٰۃ والسلام را در نفس قیام امام راتب فی المحراب حکمتے باشد
 پس جزم بحکم نتوان نمود کما هو داب العلماء فی ابحاثهم ایں
 را تانی نتوان گفت کہ جائے بر منصوص و مفاد پر نصوص اقتضار
 و زیدہ وجائے بہ رائے خود استظهار خصوصے و گر نموده نظائر
 ایں ترک و

کے ساتھ ان دو الفاظ میں بیان کر دیا ہے "اور ظاہر یہی ہے کہ
 یہ مقرر امام اور جماعت کثیرہ کے لئے ہے" امام راتب سے
 مراد پہلی جماعت کا امام ہے دوسری کا نہیں اور یہ بات مسجد محلہ
 میں ظاہر ہے، اس کے علاوہ مسجد میں ہر امام مراد ہے کیونکہ
 وہاں کی تمام جماعتیں اولیٰ ہیں لہذا وہاں کا ہر امام مسجد محلہ کے
 امام مقرر کے حکم میں ہوگا، جماعت کثیرہ سے مراد نفس الامر
 میں لوگ کثیر موجود ہوں یا ان کی توقع ہو اس طرح
 کا قول "تاکہ لازم نہ آئے" حالاً یا آگاہ، ظناً اور احتمالاً مراد ہے
 جو شامی کے کلام کی تفسیر و مقصد کی تفصیل کے بارے میں عطا
 ہوا، اللہ تعالیٰ اپنے احکام کا سب سے زیادہ عالم ہے لیکن اس
 وجہ سے کہ تخصیص اول کے خلاف اس جگہ کوئی ایسی نص جو
 انہیں مفید ہوتی ان کے ہاتھ میں نہ تھی تاکہ اپنے اظہار کی
 صورت میں اس کی تصریح کرتے اور آخر
 میں "غور کرو" فرمایا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کے ہاں محراب میں امام راتب کے نفس قیام میں کوئی
 حکمت ہو، لہذا اس پر جزم حکم جاری نہیں کیا، علماء کا ایسے
 مقامات میں بحث کا یہی طریقہ رہا ہے۔ تو اسے منافات نہیں
 کہہ سکتے ایک جگہ پر حکم منصوص اور نصوص سے استفاد
 پر منحصر ہے اور دوسری جگہ خود اپنی رائے کا اظہار ہے اس
 ترک و

¹ رد المحتار، باب الامامة، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۰۱ھ

اظہار اور اقتصار واستظهار کے متعدد نظائر شارحین و محبین اور خود علامہ شامی ہاں کثرت کے ساتھ موجود ہیں کیونکہ جب تک فقہاء کو اپنی رائے پر جزم نہ ہو وہ اس پر عمل نہیں کر سکتے وہ احکام منصوصہ پر چلتے ہیں انہیں کی طرف انقطاع اور رجوع کرتے ہیں اور انہیں پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

اب رہ گیا معاملہ محراب و قیام کے احکام و تفسیر کا تو اللہ کی توفیق اور اس کے سہارے سے میں کہتا ہوں اس ذات اقدس نے جو صورت سے منزہ ہے اس کی قدرتیں اور نعمتیں مسلسل ہیں اس کائنات میں ہر شے کو اس نے صورت بخشی ہے اور ہر صورت کو ایک حقیقت دے رکھی ہے شریعت مطہرہ کے احکام میں مطمح نظر اغلب طور پر شے کی حقیقت ہے لیکن صورت شے کو بھی بے فائدہ نہیں چھوڑا، بہت دفعہ احکام صورت پر جاری ہوتے ہیں اور بعض اوقات حقیقت و صورت دونوں کے مجموعہ پر بحیثیت اجتماعی احکام لاگو ہوتے ہیں، فاضل لوگوں کے ہاں یہ نہایت ہی واضح اور آپ جیسے لوگوں سے مخفی نہیں جیسا کہ مسجد کی حقیقت ہے جس سے مراد وہ بقعہ ہے جو نماز کے لئے مخصوص و وقف شدہ ہو اور ہر لحاظ سے بندوں کے حقوق سے علیحدہ کیا گیا ہو اس کی حقیقت میں عمارت کا کوئی دخل نہیں، خانیہ اور ہندیہ میں ذخیرہ سے وہاں امام صدر الشہید کے واقعات کے حوالے سے ہے کہ ایک آدمی کی کھلی جگہ تھی جس میں کوئی

اظہار و اقتصار واستظهار در کلام شرح و محبین و خود علامہ شامی بوفور یافتہ می شود فانہم اذا لم یجزموا ببا استظہار والم یتأت لہم المشی علیہ وانما یمشون علی المنصوص وینقطعون الیہ ویقفون لدیہ۔

اما تحقیق کلام در تفسیر و احکام محراب و قیام فاقول: وبالله التوفیق وبہ الاعتصام حضرت عزہ منزہ از صورت جلت آلام و تواتر نعمائہ دریں عالم ہر شے را صورتے دادہ است و ہر صورت را حقیقتے شہادت شرع مطہرہ در غالب احکام مطمح نظر حقیقت شے را داشت و صورت را نیز مہمل نگذاشت اے بسا احکام کہ تنہا بر صورت میرود و گاہے مجموع حقیقت و صورت بہیات اجتماعیہ ملحوظ می شود و کل ذلک جلی عند فضلکم لایخفی علی مثلمکم پس چنانکہ مسجد را حقیقتے ست و آل بقعہ مخصوصہ موقوفہ للصلوۃ مفرزۃ فی جمیع الجہات عن حقوق العباد ست کہ ہیچ بنائے عمارت را در نسخ مائیش مدخلے نیست فی الخانیۃ و فی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن الواقعات للامام الصدر الشہید رجل له ساحة لابناء

تعمیر نہ تھی اس نے لوگوں سے کہا یہاں تم ہمیشہ نماز پڑھا کرو یا صرف مطلق نماز کا حکم کیا اور ہمیشگی کی نیت کی تو یہ جگہ مسجد قرار پائے گی اب وہ شخص اگر فوت ہو جاتا ہے تو اس کے ورثا اس زمین کے مالک نہ ہوں گے اھ آیت مبارکہ "اللہ کی مساجد وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں"۔ آیت کریمہ "جب تم مساجد میں معتکف ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو" اور یہ حدیث کہ "سب سے اعلیٰ جگہ مساجد ہیں اور بدتر جگہ بازار ہیں"۔ اسے طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور مسلم نے اسی معنی کی روایت حضرت ابو ہریرہ سے امام احمد اور حاکم نے حضرت جبیر بن مطعم سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ یہ اور حدیث کہ "مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں"۔ اسے دار قطنی نے حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، اس سلسلہ میں امیر المومنین	فیہا امر قوما ان یصلوا فیہا ابداءا و امرہم بالصلوة مطلقا ونوی الابد صارت الساحة مسجدا لومات لایورث عنہ¹ مختصرا درآیہ کریمہ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَكَرِهُهُ وَلَا يُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَافُونَ² فِي الْمَسْجِدِ³ وحديث خير البقاع المساجد شر البقاع الاسواق⁴ رواه الطبرانی وابن حبان والحاكم بسند صحيح عن ابن عمر ومعناه لمسلم عن ابی هريرة ولاحمد والحاكم عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحديث لاصلوة لجار المسجد الا في المسجد⁵ رواه الدارقطني عن جابر وابی هريرة وفي الباب عن امیر المؤمنین علی وعن ام

¹ فتاویٰ ہندیہ باب المسجد وماتعلی بہ مطبوعہ نوارنی کتب خانہ پشاور ۴۵۵/۲

² القرآن ۱۸/۹

³ القرآن ۱۸/۲

⁴ مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی عن ابن عمر باب فضل المسجد مطبوعہ دار الکتب بیروت ۶/۲، الجامع الصغیر حدیث ۴۰۰۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۴۰/۳، کنز العمال فضائل المسجد مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۵۲/۷-۵۸

⁵ سنن الدارقطنی کتاب الصلوۃ مطبوعہ نشر النبیہ ملتان ۴۲۰/۱

المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنهم كلهم
عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم -

واكثر احاديث واحكام فقهية متعلقة بمساجد نظرا صلى ياكلي بمس
حقيقت است واورا صورتے ست کہ عبارت از بنائے مخصوص
بروجہ مخصوص در آيہ کریمہ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتَّتِ صَوَامِعُ وَيَافِ
وَصَلَوْتُ وَمَسْجِدُ يُدْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا¹ وكریمہ
وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا² وحديث ابنوا
المساجد واتخذواها جبا³ رواه البيهقي عن
انس وابن ابی شيبه عنه و عن ابن عباس رضي
الله تعالى عنهم عن النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم وحديث ما امرت بتشيد المساجد⁴ رواه
ابوداؤد عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما
بسند صحيح عن النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم - ومسئله نقش ونگار مسجد باب زرو غير ما مراد هميس
صورت

حضرت علی اور ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت
کیا ہے۔ یہ تمام اور دیگر احادیث اور احکام فقہیہ کا تعلق
بنظر اصلی یا کلی مسجد کی حقیقت کے ساتھ ہے البتہ مسجد کی ایک
صورت ہوتی ہے جو بنائے مخصوص بروجہ مخصوص سے
عبارت ہے، درج ذیل آیات اور احادیث میں یہی صورت
مراد ہے "اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ
کرتا تو یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں اور مساجد گرا دی جاتیں
جن میں اللہ کا ذکر کثیر کیا جاتا ہے" وہ لوگ جنہوں نے
مسجد ضرار کو بنایا، اور حدیث "مساجد منڈی بناؤ اور ان میں
سنگرے نہ رکھو"۔ اسے بیہقی نے حضرت انس اور ابن شیبہ
نے ان سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے
انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا،
حدیث "مجھے مساجد مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا" اسے
ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح
سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔
مسجد کو سونے کے پانی کے ساتھ نقش ونگار کرنے کا تعلق
صورت مسجد کے ساتھ

¹ القرآن ۲۲/۴۰

² القرآن ۹/۱۰۷

³ السنن الکبریٰ للبیہقی باب کیفیہ بناء المسجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۳۹۴

⁴ السنن ابوداؤد باب فی بناء المسجد مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۵

ہی ہے۔ اسی طرح محراب کی ایک صورت ہے کہ وہ طاق
جو قبلہ کی دیوار میں ہوتا ہے اور اس کی حقیقت جس پر یہ
صورت علامت ہے وہ جگہ ہے جو قیام امام کے لئے دولحاظ سے
ہو، اس میں ایک لحاظ یہ ہو کہ عرض مسجد میں (کہ گزرنے
والے خط پر خط عمود ہو جو نمازی سے قبلہ کی طرف گزرنے
والے خط پر جیسا کہ ہمارے علاقے میں جنوباً شمالاً) وسط میں
واقع ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ "امام کو درمیان میں کھڑا
کرو اور صفوں کے رخنے بند کرو" اسے ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
روایت کیا ہے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کے قرب
وبعد میں برابری ہوتا کہ قرأت سننے، امام کے اوپر نیچے انتقال
پر اطلاع اور دائیں بائیں لوگوں پر فیضان میں آسانی ہو جائے،
دوسرے لحاظ یہ کہ جہت قبلہ میں ہوتا کہ حد شرعی وعادی تمام
تر قبلہ سے اقرب ہو اس حدیث کی بنا پر کہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے مصلیٰ اور دیوار کے درمیان بکری کے
گزرنے کی جگہ ہوتی، اسے امام احمد، بخاری و مسلم نے
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا،
اور یہ حدیث کہ "ہمیشہ لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ

ست ہچیناں محراب صورتے دارد و آں طاق معین در جدار قبلہ
است و حقیقتش کہ ایں صورت بر آں علم باشد موضعے ست
از مسجد برائے قیام امام ملحوظ بدو لحاظ یکے آنکہ در عرض
مسجد (کہ خط عمود است بر خط مار از مصلیٰ قبلہ چنانکہ در دیار
ما جنوباً شمالاً) واقع در وسط بود لحدیث و سَطُوا الْاِمَامَ
وَسُدَّوْا الْخَلَلَ¹ رواہ ابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و حکمت در آں تعدیل و اعتدال در قرب و بُعد رجال
و سماع قرأت و اطلاع انتقال و سریان فیوض بہ یمین و شمال
از امام ست دوم آنکہ در جہت قبلہ تاحد تیسر شرعی وعادی
ہرچہ تمام ترا قرب قبلہ باشد لحدیث کان بین مصلیٰ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بین
الجدار مبر الشاة² رواہ الائمة احمد و الشیخان
عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث
لا یزال قوم یتأخرون حتیٰ

¹ سنن ابوداؤد مقام الامام فی الصنف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹۹۱ء

² صحیح البخاری باب قدر کم ان یسبحی ان یكون بین المصلی والسترہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ پشاور ۱۴۱۷ھ

اللہ تعالیٰ انہیں مؤخر فرمادے گا۔" اسے مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ حضرت ابن سعد کی یہ حدیث کہ "تم میں ہرگز کوئی نماز اس طرح ادا نہ کرے کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان بیکار خالی جگہ رہے" اسے عبدالرزاق نے مصنف میں ذکر کیا ہے،

اس میں مقتدیوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے وسعت، ذاکرین اور گزرنے والوں کے لئے عدم تنگی، مسجد کے قبلہ کی جانب کسی گوشے کا مہمل نہ ہونا، اللہ تعالیٰ کے قرب رحمت کے لئے نیک فال ہے کیونکہ جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے اس نمازی اور قبلہ کے درمیان اس کا رب ہوتا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا، محراب کو طاق معروف یا کسی اور تعمیر کی حاجت نہیں بلکہ اگر مسجد سادہ میدان ہو تو بھی مسجد کی حدود خود بخود متعین ہو جاتی ہیں اور عربی زبان میں محراب کا اطلاق صرف طاق پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر بلند جگہ، صدر مجلس اور گھر کی اعلیٰ جگہ کو محراب کہا جاتا ہے

یؤخرہم اللہ عزوجل¹ رواہ مسلم و ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحديث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یصلین احدکم و بینہ و بین القبلة فجوة² رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ، پس حکمت دروے توسیع برائے مقتدیاں و پس آئندگاں و عدم تضییق بر ذاکراں و گزرنڈگاں و عدم تعطیل پارہ از قبلہ مسجد باہمال آں و تفاؤل حسن بقرب رحمت و نزدیکی رحمان ست جل و علی فان احدکم اذا قام فی صلوٰتہ فانه یناجی ربہ و ان ربہ بینہ و بین القبلة³ کہا رواہ الشیخان وغیرہما عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا است، و تعین ایں موضع رابطہ معروف بلکہ بہ بیچ بناہر گزنیاز نیست تا آنکہ اگر مسجد سادہ باشد ایں موضع بتعین و تحدید او خود متعین می شود در زبان عرب نیز معنی محراب باصورت طاق جفت نیست عرباں ہر مکان رفیع و صدر

¹ صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف و اقامتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۲/۱

² المصنف عبدالرزاق نمبر ۲۳۰۶ باب کم یكون بین الرجل و بین سترتہ مطبوعہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۶/۲

³ صحیح البخاری حک البراق بالید من المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۸/۱

کیونکہ اس میں ایک دوسرے پر رشک کرتے اور اس حصول میں جھگڑتے ہیں بسا اوقات جنگ و قتال تک نوبت جا پہنچتی ہے، اور حدیث میں ہے ان مذاہج یعنی محرابوں سے بچو، اسے طبرانی نے کبیر اور بیہقی نے سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، شیخ مناوی نے تیسیر میں فرمایا یعنی صدور مجالس کی تلاش سے بچو یعنی اس میں تنافس سے بچو، ائمہ لغت و تفسیر کی تفسیر کے مطابق مسجد کا محراب بھی اسی معنی سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ صدر مقام اور اعلیٰ جگہ ہوتی ہے اس لئے کہ امام کی جگہ قبلہ سے متصل سب سے وسط میں ہے اسی لئے محراب کی تفسیر مسجد میں مطلق مقام سے کی ہے، مجمع بحار الانوار میں ہے وہ ان کے محراب میں داخل ہوا اور وہ محراب بلند و عالی جگہ ہے، صدر مجلس کو بھی کہا جاتا ہے اسی سے محراب مسجد ہے اور یہ صدر اور اعلیٰ جگہ ہے، اسی پر حدیث دال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ محاریب کو پسند نہ کرتے یعنی لوگوں پر بلند اور صدر مجلس کے طور پر بیٹھنا پسند نہ کرتے۔ قاموس میں ہے محراب الماری، صدر گھر، گھر کا اعلیٰ مقام،

مجلس و اشرف مواضع بیت را محراب نامند لانه مبايتنافس فيه ويتنازع عليه فربما ادى الى حرب و قتال وفي الحديث اتقوا هذه المذابح يعني المحاريب¹ رواه الطبراني في الكبير والبيهقي في السنن عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال المناوى في التيسراى تجنبوا تحرى صدور المجالس يعني التنافس فيها² و محراب مسجد حسب تهرج ائمة لغت و تفسیر از ہمیں معنی ماخوذ است لانه صدر المقام و مقدمه و اشرف موضع فيه لكونه مقام الامام اوسط قطعة تلى القبلة لاجرم محراب را بمطلق مقام في المسجد تفسیر کرده اند در مجمع بحار الانوار ست دخل محرابا لهم هو الموضع العالى المشرف و صدر المجلس ايضاً ومنه محراب المسجد و هو صدره و اشرف موضع فيه ومنه³ ح انس كان يكره المحاريب اى لم يكن يحب ان يجلس في صدر المجلس و يترفع على الناس در قاموس فرمود المحراب الغرفة و صدر البيت و اکرم

¹ السنن الکبریٰ للبیہقی باب فی کیفیۃ بناء المسجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۳۹۲

² فیض القدر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۵۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۴

³ مجمع بحار الانوار باب الحاء مع الراء مطبوعہ منشی نوکسٹور لکھنؤ ۱/۲۹۹

مسجد میں امام کی جگہ، اور اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بادشاہ تنہا بیٹھتا ہو تاکہ لوگ دُور رہیں، مختار رازی منتخب صحاح میں ہے کہ محراب صدر مجلس کو کہا جاتا ہے، اور اسی سے محراب مسجد ہے۔ صراح میں ہے محاریب مجالس کی اگلی جگہ، اسی سے محراب مسجد ہے۔ مصباح المنیر میں ہے محراب مجلس کے لئے اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے وہ اعلیٰ جگہ ہے کہ وہاں بادشاہ، سادات اور بڑے لوگ بیٹھتے ہیں، اسی سے عید گاہ کا محراب ہے۔ تاج العروس میں ہے لفظ محراب کو ہروی نے غریب میں اصمعی سے نقل کیا، اور زجاج نے کہا کہ گھر کا سب سے بلند مقام محراب کہلاتا ہے اور مسجد میں بلند جگہ۔ ابو عبیدہ نے کہا محراب بزرگ جگہ ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ محراب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں امام اکیلا کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں سے دور ہوتا ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ محاریب سے مراد جائے صدور ہے اسی سے محراب مسجد ہے، اسی سے محراب مسجد ہے، اسی سے یمن میں غمدان کے محراب اور محراب قبلہ ہے،

مواضعه ومقام الامام من المسجد والموضع ينفرده به الملك فيتباعد عن الناس¹ در مختار رازی منتخب صحاح ست المحراب صدر المجلس ومنه محراب المسجد² در صراح ست محاریب پیشگاہ ہائے مجالس ومنه محراب المسجد³ در مصباح المنیر ست المحراب صدر المجلس ويقال هو اشرف المجالس وهو حيث يجلس الملوك والسادات والعظماء ومنه محراب المصلی⁴ در تاج العروس ست المحراب الغرفة وموضع العالي نقله الهروي في غريبه عن الاصمعي وقال الزجاج المحراب ارفع بيت في الدار و ارفع مكان في المسجد وقال ابو عبیده المحراب اشرف الاماكن قال ابن الانباري سمي محراب المسجد لانفراد الامام فيه وبعده من القوم⁵ وفي لسان العرب المحاريب صدور المجالس ومنه محراب المسجد ومنه محاريب غمدان باليمن والمحراب القبلة ومحراب

¹ القاموس باب الباء فصل الحاء مطبوعه مصطفى البابي مصر ١١٥٥

² الصحاح باب الباء فصل الحاء مطبوعه دار العلم للملايين بيروت ١١٨٨

³ الصراح باب الباء فصل الحاء مطبوعه مجیدی کانیپور ص ٢٣

⁴ مصباح المنیر تحت لفظ الحرب مطبوعه منشورات دار الهجرة قم ایران ١٢٨٨

⁵ تاج العروس فصل الحاء من باب الباء مطبوعه احیاء التراث بیروت ١٢٠٤

مسجد کا محراب بھی اس کی اعلیٰ و اشرف جگہ ہوتی ہے، یہ امام ابو حنیفہ سے ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ محراب مجالس کی اعلیٰ و اشرف جگہ ہوتی ہے اور اسی طرح مساجد کے محراب ہیں اھ تلخیصاً۔ معالم التنزیل میں ہے محراب سے مراد مجالس کی اعلیٰ اور مقدم جگہ ہے اور مسجد میں بھی محراب کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ انوار التنزیل میں ہے (محراب یعنی کمرہ یا مسجد یا کمرہ و مسجد کی اعلیٰ و اشرف جگہ مراد ہے یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شیطان سے محاربہ کی جگہ ہوتی ہے گویا (سیدہ مریم علیہا السلام) بیت المقدس کی اعلیٰ جگہ پر پیدا ہوئیں، اس کی شرح عنایۃ القاضی میں ہے کہ محراب کے متعدد معانی ہیں ان میں سے مشہور آخری ہے اسی لئے ماتن نے اس آخری معنی پر "کانہا وضعت الخ" کے الفاظ سے اقتصار کیا۔ جلالین میں ہے (محراب) کمرہ، یہ مجالس کی اعلیٰ جگہ ہوتی ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے محراب سے مراد بلند و اعلیٰ جگہ ہے، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے	المسجد ایضاً صدورہ و اشرف موضع فیہ والمحراب اکرم مجالس الملوك عن ابی حنیفہ، وقال ابو عبیدہ المحراب سید المجالس ومقدمہا و اشرفہا قال وكذلك هو من المساجد¹ ملخصاً۔ در معالم التنزیل فرمود المحراب اشرف المجالس ومقدمہا وكذلك هو من المسجد² در انوار التنزیل ست (المحراب) ای الغرفة او المسجد او اشرف مواضعه ومقدمہا سی بہ لانه محل محاربة الشيطان كانہا (ای سیدتنا مریم) وضعت فی اشرف موضع من بیت المقدس³ در شرح او عنایۃ القاضی ست ذکر المحراب معانی المشہور منها الاخير ولذا اقتصر علیہ اخیرافی قوله کانہا⁴ الخ در جلالین ست (المحراب) الغرفة وہی اشرف المجالس⁵ در تفسیر کبیر ست المحراب الموضع العالی الشریف وقیل المحراب اشرف المجالس

¹ لسان العرب فصل الحاء المملہ مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۰۵/۱

² معالم التنزیل علی ہامش الخازن سورہ آل عمران مطبوعہ مصطفیٰ البانی بیروت ۳۴۲/۱

³ انوار التنزیل (بیضاوی) سورہ آل عمران مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۸/۲

⁴ حاشیۃ الشاب المعروف عنایۃ القاضی سورہ آل عمران مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۳/۳

⁵ تفسیر جلالین سورہ آل عمران مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۸/۱

اعلیٰ وارفع جگہ ہے۔ کشاف میں ہے محراب کا معنی کمرہ، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے اعلیٰ و اشرف جگہ مراد ہوتی ہے۔ محراب کے بارے میں یہ ہیں تمام ائمہ فن کی عبارات جن سے واضح ہو رہا ہے کہ اس سے مراد جگہ ہے طاق وغیرہ کی صورت کا نام نہیں بلکہ اٹھاسی^{۸۸} ہجری سے پہلے مساجد قدیمہ میں اس کا وجود نہ ہوتا تھا سب سے افضل مسجد مسجد حرام اس سے اب تک خالی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات، خلفاء راشدین، امیر معاویہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں مسجد نبوی میں صورت محراب نہیں تھی بلکہ ولید بن عبد الملک مروانی نے اپنے دور امارت میں محراب بنایا اور یہ تسلیم ہے کہ زینت کے علاوہ امام کی جگہ پر علامت کے طور پر محراب کا ہونا بہتر ہے خصوصاً بڑی مساجد میں تاکہ ہر دفعہ غور و فکر نہ کرنا پڑے اور رات کو بغیر روشنی کے امام کو پایا جاسکے اور امام کے محراب میں سجدہ کی وجہ سے مقتدیوں کو وسعت بھی مل جاتی ہے تو جب محراب میں یہ مصالح تھے تو اس کا رواج ہو گیا اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ معروف ہوا تو یہ یہاں مدلول کا نام دال کو دیا گیا ہے۔ سید سمودی قدس سرہ، نے

وارفعہا^۱ در کشاف ست غرفة و قیل اشرف المجالس و مقدمہا^۲ این ست معظم عبارات ائمہ فن کہ ازہمان نفس موضع نشان می دہدہ از صورت طاق و چسپاں از نشان دہند کہ او خود حادث ست در مساجد قدیمہ تا سال ہشتاد و ہشت ہجری نامے ازاں نبود افضل المساجد مسجد الحرام ہنوز ازاں خالیست و در مسجد اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز نہ بزمان اقدس بود نہ بعد خلفائے راشدین نہ بعد امیر معاویہ و عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بلکہ ولید بن عبد الملک مروانی زمانہ امارت خود حادث کردہ است و مانا کہ حامل برآں غیر زینت اعلام مقام امام بعلامتے ظاہرہ متبیینہ باشد کہ در توسط صف خاصہ بمساجد کبار حاجت بنظر و آرمودن نیفتد و بشب نیز بے روشنی مدرک شود و برائے مقتدیاں بسجدہ امام در طاق فراخی فراغے ہم نماید چوں کار مشتمل مصالح بود رواج گرفت و زان باز در عامہ بلاد اسلام معہود شد پس اطلاق محراب برآں نام موعین برائے موعین ست اعنی تسمیۃ الدال باسم المدلول سید سمودی عہ

اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی ان تصریحات سے یہ بات (باقی صفحہ آئندہ)

عہ بتصریحات هؤلاء الکبراء رحمہم اللہ

^۱ التفسیر الکبیر سورہ آل عمران میں مذکور ہے مطبوعہ البیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۸

^۲ تفسیر الکشاف سورہ آل عمران میں مذکور ہے مطبوعہ انتشارات آفتاب تہران ایران ۱۳۷۱/۱

خلاصۃ الوفا کے باب چہارم کی آٹھویں فصل میں فرمایا یحییٰ نے عبدالمہمین بن عباس انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو مسجد میں کنگرے اور محراب نہ تھے سب سے پہلے محراب اور کنگرے بنانے والے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اسی کی دوسری فصل میں ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفائے راشدین کے دور میں محراب نہ تھا حتیٰ کہ امارت ولید بن عبدالملک میں عمر بن عبدالعزیز نے بنوایا۔ امام عسقلانی فتح الباری شرح البخاری میں فرماتے ہیں کہ امام کرمانی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کی ایک جانب کھڑے ہوتے یعنی اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔ امام عینی نے عمدۃ القاری شرح البخاری میں فرمایا	قدس سرہ در خلاصہ الوفا در فصل ہشتم باب چہارم فرماید یحییٰ عن عبدالمہمین بن عباس عن ابیہ مات عثمان و لیس فی المسجد شرفات ولا محراب فأول من احدث المحراب والشرفات عمر بن عبدالعزیز^۱ ہمد فصل دوم از اس فرمود لم یکن للمسجد محراب فی عہدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا فی عہد الخلفاء بعدہ حتی اتخذ عمر بن عبدالعزیز فی امارۃ الولید^۲ امام عسقلانی در فتح الباری شرح صحیح بخاری آورد قال الکرمانی من حیث انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقوم بجانب المنبرای ولم یکن لمسجدہ محراب^۳ امام عینی در عمدۃ القاری شرح بخاری فرمود

واضح ہو گئی کہ فتح القدیر میں امام کے محراب میں کھڑا ہونے کے بیان میں جو کہا گیا کہ یہ محراب مساجد میں رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے ہیں سہو و بھول ہے اہ اس پر متنبہ رہنا چاہئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالیٰ ظہران ما وقع فی الفتح مسألة القيام فی الطاق
انہ نبی فی المساجد المحاریب من لدن رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۴ سہو فلیتنبہ ۱۲ منہ
غفرلہ (م)

^۱ وفاء الوفاء الفصل السابع عشر مطبوعہ احیاء التراث بیروت ۵۲۵/۲

^۲ وفاء الوفاء محراب المسجد النبوی وقی صنع مطبوعہ احیاء التراث بیروت ۳۷۰/۱

^۳ فتح الباری شرح بخاری قدر کم یبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/۲

^۴ فتح القدیر باب ما یفسد الصلوۃ وما ینکحہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۳۶۰/۱

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو میں قیام فرماتے کیونکہ اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔ علامہ شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز درج ذیل القلوب شریف فرماید در زمان آل سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف ست نبود ابتداءً آل از وقت عمر بن عبدالعزیز ست در وقتیکہ امیر مدینہ منورہ بود از جانب ولید بن عبدالملک اموی^۲ اہ ہمدان ست طول مسجد در زمان ولید دو نیست ذراع بود و عرض آل یکصد و شصت ہفت ذراع و وی در تکلف و تصحیح عمارت باقصی الغایہ کوشید و علامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف ست اوساخت و پیش از اں نبود^۳ اہ مختصراً ازیں تقریر منیر مستنیر شد کہ ہج مسجد شتوی خواہ صیغی تا آنکہ بقعہ سادہ موقوفہ للصلوۃ نیز از محراب حقیقی تہی نتواں بود و ہمون ست مقام امام متوارث از زمان امام الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب راست گفتہ اند مراد ہمین ست و نہ قیام در محراب صوری یا باز آئے آن کہ او خود در زمان سنت بود و جائیکہ

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو میں قیام فرماتے کیونکہ اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔ علامہ شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز درج ذیل القلوب شریف فرماید در زمان آل سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف ست نبود ابتداءً آل از وقت عمر بن عبدالعزیز ست در وقتیکہ امیر مدینہ منورہ بود از جانب ولید بن عبدالملک اموی^۲ اہ ہمدان ست طول مسجد در زمان ولید دو نیست ذراع بود و عرض آل یکصد و شصت ہفت ذراع و وی در تکلف و تصحیح عمارت باقصی الغایہ کوشید و علامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف ست اوساخت و پیش از اں نبود^۳ اہ مختصراً ازیں تقریر منیر مستنیر شد کہ ہج مسجد شتوی خواہ صیغی تا آنکہ بقعہ سادہ موقوفہ للصلوۃ نیز از محراب حقیقی تہی نتواں بود و ہمون ست مقام امام متوارث از زمان امام الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب راست گفتہ اند مراد ہمین ست و نہ قیام در محراب صوری یا باز آئے آن کہ او خود در زمان سنت بود و جائیکہ

اور اسی میں ہے کہ ولید مسجد کا طول چالیس ۴۰ ہاتھ اور عرض ایک ۱۶۷ سو سڑ سٹھ ہاتھ تھا اور عمارت بنانے میں تکلف و تصحیح سے انہوں نے کام لیا اور علامت محراب جو آج کل مساجد میں متعارف ہے اس دور میں نہ تھا اہ المختصر اس پر نور تقریر سے یہ بات آشکارا ہو گئی کہ کوئی بھی مسجد خواہ شتوی ہو یا صیغی جب سے وہ وقف ہوئی ہے وہ محراب حقیقی سے خالی نہیں ہوتی اور یہی وہ مقام ہے جو امام الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ والسلام کی ظاہری حیات سے امام کی جگہ بنتار بالذاجس جگہ بھی علماء نے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت کہا ہے وہاں یہی محراب حقیقی مراد ہے نہ کہ محراب صوری میں قیام مراد ہے یا اس کے برابر جو اس وقت

^۱ عمدۃ القاری شرح بخاری قدر کمینغی ان یكون بین المصلی والسترۃ مطبوعہ اداره الطباعة المنیریۃ بیروت ۲۸۰/۲

^۲ جذب القلوب الی دیار المحبوب باب ششم در بیان عمارت مسجد شریف نبوی مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ چوک دار لکراں لاہور ص ۷۳

^۳ جذب القلوب الی دیار المحبوب باب ہفتم در بیان تغیرات و زیادات کہ بعد از و صلت الخ مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ چوک دار لکراں لاہور ص ۸۸

مکروہ گفتند مراد در محراب صوری استادن ست بوجہیکہ پائے اندر قضائے او باشد بدلیل و آں اشتباہ حال امام ست بر قولے وتشبہ بہ یہود وشبہ اختلاف مکان بر قول اصح و وجہ اطلاق محمد۔

اقول: وفي تعليل الاشتباه نظر واشتباہ فانه لا يحصل غالباً الا اذا زاد طول الصف وهو يحصل بدون القيام في المحراب بل مع عدم المحراب والبناء اصلاً وايضاً ان اريد اطلاع الكل بنظر نفسه فان النظر له حد لا يتجاوزہ فكما يعجز عند قيام الامام في المحراب لبعده ما يعجز ايضاً بدونه على بعد اخر وان اكتفى بالاطلاع ولو بواسطة من معه في الصلوة فلامعنى للاشتباه بالقيام في المحراب ولا شك ان الاخير هو المعتبر والالم يكن لكل من بعد الصف الاول بد من الاشتباه والامن في طرفي الاول على بعد

بھی سنت تھا، اور جہاں علماء نے محراب میں امام کے قیام کو مکروہ قرار دیا ہے وہاں محراب صوری میں کھڑا ہونا ہے اس طریقہ پر کہ اس کے پاؤں محراب کے اندر ہوں، اس پر دلیل، ایک قول کے مطابق امام کے حال کا مشتبہ ہونا اور ایک قول پر یہود کے ساتھ تشابہ، لیکن اصح قول کے مطابق مکان کا مختلف ہو جانا ہے اور ایک وجہ امام محمد کے قول کا اطلاق ہے۔

اقول: مشتبہ ہونے کی علت میں نظر واشتباہ ہے کیونکہ یہ اکثر طور پر حاصل نہیں ہوتا مگر اس صورت میں جب صف زیادہ لمبی ہو اور یہ اشتباہ قیام فی المحراب کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا ہے بلکہ اس وقت بھی جب محراب اور عمارت نہ ہو اور یہ بھی معاملہ ہے کہ کیا تمام مقتدیوں کا امام کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے کیونکہ نظر کی ایک حد ہے جس سے متجاوز نہیں ہوتی، تو جس طرح محراب کے اندر کھڑے ہونے پر امام کے بعد کی وجہ سے وہ نظر نہیں آتا اس طرح اس کے بغیر بھی بعد کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ نظر نہ آئے اور اگر محض اطلاع کافی ہے خواہ وہ بالواسطہ کسی مقتدی کے ذریعے ہو تو محراب میں کھڑے ہونے سے اشتباہ کا پیدا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، اور بلاشبہ آخری بات (وجہ) ہی معتبر ہے ورنہ ہر وہ شخص جو صف اول کے بعد والی صف میں ہو اسے اشتباہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اسی طرح

یمنع النظر الا بالتفات عن القبلة در رد المحتار ست
 صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراہۃ ولم
 یفصل فاختلف المشائخ فی سببها فقیل کونه
 یصیر ممتازا عنہم فی المكان المحراب فی معنی
 بیت آخر وذلك صنیع اهل الكتب واقتصر علیہ
 فی الهدایۃ واختاره الامام السرخسی وقال انه
 الاوجه وقیل اشتباہ حاله علی من فی یمنہ
 ویسارہ فعلی الاول یکرہ مطلقا وعلی الثانی
 لایکرہ عند عدم الاشتباہ واید الثانی فی الفتح
 بان امتیاز الامام فی المكان مطلوب وتقدمہ
 واجب وغایۃ اتفاق الملتین فی ذلك وارتضاء فی
 الحلیۃ وایده لکن نازعہ فی البحر بان مقتضی
 ظاہر الروایۃ الکراہۃ مطلقا بان امتیاز الامام
 المطلوب حاصل بتقدمہ بلاوقوف فی مکان آخر
 ولهذا قال فی الولو الجیۃ وغیرها اذا لم یضق
 المسجد

اس کو بھی جو صف اول کے اطراف میں اتنا دور کھڑا ہو کہ
 نظر سے دیکھ نہ پائے۔ اشتباہ کو دور کرنے کے لئے ان کو اپنے
 قبلہ سے انحراف ضروری ہوگا۔ رد المحتار میں ہے کہ امام محمد
 نے جامع صغیر میں اس محراب میں ہونے پر کراہت کا حکم
 لگایا ہے اور کوئی تفصیل نہیں دی اس لئے سبب کے بیان میں
 مشائخ کا اختلاف ہوا، ایک یہ ہے کہ امام ایسی صورت میں
 ممتاز ہو کر یوں ہو جاتا ہے جیسے وہ کسی دوسرے کمرے میں
 ہے اور یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔ ہدایہ میں اسی پر اکتفا
 کیا گیا ہے۔ امام سرخسی نے اسے ہی پسند کیا اور کہا یہی مختار
 ہے۔ بعض نے کہا کہ امام اپنے دائیں بائیں مقتدیوں پر مشتبہ
 ہو جاتا ہے، پہلی صورت میں ہر حال میں کراہت ہے اور
 دوسری صورت میں جب اشتباہ نہ ہو کراہت نہ ہوگی۔ فتح میں
 یہ کہتے ہوئے دوسری کی تائید کی اور کہا کہ امام کا ممتاز مقام پر
 کھڑا ہونا تو مطلوب ہے اور اس کا مقدم ہونا واجب ہے اور اس
 میں دونوں فریق متفق ہیں اسے حلیہ میں پسند کیا گیا اور اس کی
 تائید کی لیکن بحر میں یہ کہتے ہوئے اس سے اختلاف کیا کہ
 ظاہر روایت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر حال میں کراہت ہو اور یہ کہ
 امام کا مطلوبہ امتیاز آگے ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے یہ اس
 کے دوسرے مقام پر کھڑے ہونے پر موقوف نہیں ہے اسی
 لئے ولو الجیہ وغیرہ میں ہے کہ جب مقتدیوں پر مسجد

تنگ نہ ہو تو امام کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ دونوں مقامات کا جدا ہونا لازم آتا ہے اور حقیقتہً جگہ کا اختلاف جواز نماز سے مانع ہے اور جہاں اختلاف کا شبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور اگر محراب اگرچہ مسجد میں ہی ہے لیکن اس صورت و ہیئت سے شبہ اختلاف پیدا ہوتا ہے اور تلخیصاً

قلت (میں) (شامی) کہتا ہوں) محراب کا مقصد یہ ہے کہ وہ قیام امام کی علامت ہو تاکہ اس کا قیام صف کے درمیان ہو یہ مقصد نہیں کہ امام محراب کے اندر کھڑا ہو۔ محراب اگرچہ مسجد کا ہی حصہ ہے لیکن ایک دوسرے مقام کے مشابہ ہے لہذا اس سے کراہت ہوگی۔ اس کلام کا حسن واضح ہے اسے اچھی طرح محفوظ کرو، لیکن پیچھے گزرا کہ تشبہ بری بات میں مکروہ ہوتا ہے اور اس صورت میں جب تشبہ مقصد ہو ہر حال میں مکروہ نہیں اور ممکن ہے یہ مذموم میں سے ہو۔ (کلام شامی ختم ہوا)

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ "شاید" کہنے کا محل نہیں کیونکہ اس نے ولوالجیہ وغیرہ سے نقل کر دیا ہے کہ یہ عمل دو جگہوں کے متخالف ہونے کے مشابہ ہے اور اگر تباین حقیقتہً ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر تباین کا تشابہ ہو تو نماز میں کراہت آئے گی بلکہ اگر اسے

بسن خلف الامام لا ینبغی له ذلك لانه يشبه تباین المکانین یعنی وحقیقتہً اختلاف المکان تمنع الجواز فشبہة الاختلاف توجب الکراهة والمحراب وان کان من المسجد فصورتہ ہیأتہ اقتضت شبہة الاختلاف ملخصاً قلت ای لان المحراب انما نبی علامة لمحل قیام الامام لیكون قیامہ وسط الصف كما هو السنة لالان یقوم فی داخلہ فهو وان کان من بقاع المسجد لکن اشبه مکاناً آخر فأورث الکراهة ولا یخفی حسن هذا الکلام فافهم لکن تقدم ان التشبه انما یکره فی المذموم وفيما قصد به التشبه لامطلقاً ولعل هذا من المذموم تأمل¹ ه کلام الشامی

اقول: ولا محل للترجی بعد ما فادنا قلاعن الولوالجیة وغیرها انه يشبه تباین المکانین وحقیقتہً تفسد فشبہتہ تکرہ بل لوعده هذا دلیلاً براسه لکفی وشفی كما

¹ رد المحتار باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۷۱ھ

لا یحییٰ پیدا است کہ اس شبہ و تشبہ و اشتباہ ہمہ ہا ہمیں در محراب
 صوری ست نہ حقیقی اما قیام بمحاذات محراب صوری آنچنان کہ
 سجدہ در طاق افتد پس فی نفسہ نہ کراہتے دارد لعدم الوجوہ
 المذكورة من الشبهة و التشبه و الاشتباه فیہ نہ
 فضیلتے لمّا قدمنا انہ لم یکن فی اصل السنۃ
 محراب صوری و لامحاذاتہ پس نظر بذات خودش
 نباشد جز مباح از بجا ست کہ اس راست گفتہ اند و چون مکروہ
 ہم نبود دفع توہم را لا باس آوردند آری اگر قیام بمحل محراب
 حقیقی موافق آید کما هو الغالب لاجرم سنت باشد نہ ازاں
 رو کہ محاذات محراب صوری ست بل ازاں جہت کہ موافقات
 محراب حقیقی ست ازیں تحقیق انیق بحمد اللہ روشن شد کہ
 اگر امام در مسجد صیفی بمحراب حقیقی یقیناً اصابت سنت
 یافتہ باشد و بیچ کراہتے برو نبود گو محراب صوری را محاذی ہم
 مباش چنانکہ صیفی در عرض ازید از شتوی باشد آنگاہ باید کہ از
 محاذات طاق بجانب زیادت میل کند و بوسط صیفی بایستد

مستقل دلیل بنایا جائے تو یہ کافی و شافی ہے جیسا کہ واضح اور یہ
 ظاہر بات ہے کہ یہ شبہ، تشبہ اور اشتباہ وغیرہ تمام صورتیں
 محراب صوری میں ہیں، نہ کہ حقیقی میں، محراب صوری کی
 محاذات میں اس طرح کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب میں ہونی
 نفسہ مکروہ نہیں کیونکہ وجوہ مذکورہ یعنی شبہ، تشبہ اور اشتباہ
 یہاں نہیں ہیں اور نہ اس میں کوئی فضیلت ہے کیونکہ ہم نے
 پہلے یہ بیان کر دیا ہے کہ اصل سنت میں نہ محراب صوری
 ہے اور نہ اس کی محاذات پس وہ اپنی ذات کے حوالے سے
 سوائے مباح کے کچھ نہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے سنت نہیں
 کہا گیا، چونکہ مکروہ بھی نہیں تو علماء دفع توہم کے لئے
 لفظ "لا باس" لے آئے ہیں، اگر اس کی محاذات کا قیام محراب
 حقیقی کے موافق ہو جاتا ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اب یہ
 سنت ہو گا مگر اس کی وجہ محراب صوری کے محاذی ہونا نہیں
 بلکہ محراب حقیقی کے موافق ہونا ہے، بحمد اللہ اس شفاف
 تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اگر امام مسجد صیفی میں محراب حقیقی
 میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ یقیناً سنت کو پانے والا ہے اور اس پر
 ہرگز کوئی کراہت نہ ہو گی اگرچہ وہ محراب صوری کے محاذی نہ
 ہو، کیونکہ جب مسجد صیفی عرض میں شتوی سے زیادہ ہو تو
 اس وقت محراب کی محاذات میں جانب زیادت کی طرف ہو
 کر صیفی کے درمیان میں

بمحراب حقیقی قیام کردہ باشد و بدستور در شتوی نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام راطاق گزاشته بوسط شتوی عدول باید کہ محراب حقیقی بدست آید در ولایت افغانستان از علمائے زمان کہ قیام امام را در مسجد صیفی مکروہ گویند دلیل بر آں از ہماں مسئلہ سنیت قیام فی المحراب چون در سوالیکہ نزد فقیر از ان ولایت آمدہ بود و انمود ناشی از اشتباہ معنی محراب است عزیزان اورا محراب صوری گماشتند و از حقیقی غفلت کردہ اند و دانستہ شد کہ قیام در صوری سنت نیست بلکہ بمعنی حقیقتش خود مکروہ ہے ست و انکہ سنت است بہ مسجد صیفی نیز نقد وقت ست پس کراہت از کجا امام ابن المہام در فتح ایں معنی را رنگ ایضاح داد کہ فرمود لولم تبین (ای المحاریب) کانت السنۃ ان یتقدم فی محاذاتہ ذلک المکان لانہ یحاذی وسط الصف و هو المطلوب اذ قیامہ فی غیر محاذاتہ مکروہ^۱ ہ و اگر چنان باشد کہ صیفی مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت بدرود زیرا کہ آنجا محراب صوری نتوان یافت و مجرد محاذات اگرچہ از دور بسندہ نیست کہا

کھڑا ہونا چاہئے تاکہ محراب حقیقی میں قیام ہو جائے اسی طرح شتوی میں بھی اگر طاق وسط میں نہیں تو امام طاق چھوڑ کر شتوی کے وسط میں ہو جائے تاکہ محراب حقیقی کو پایا جاسکے، افغانستان کے علاقے میں اس وقت کے علماء مسجد صیفی میں امام کے قیام کو مکروہ قرار دیتے ہوئے یہی دلیل دیتے ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے کیونکہ اس ملک سے فقیر کے پاس جو سوال آیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں معنی محراب میں اشتباہ ہے اور انہوں نے محراب صوری مقرر کئے ہیں مگر محراب حقیقی سے غافل ہو گئے ہیں اور معلوم ہوا کہ صوری میں قیام سنت نہیں بلکہ اسے حقیقی سمجھنا بذات خود مکروہ ہے اور جو سنت ہے وہ صیفی مسجد میں بھی درست ہے، پس یہاں کراہت کہاں! امام ابن المہام نے فتح القدیر میں اسے واضح کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ بنے ہوئے نہیں (یعنی محاریب) تو سنت یہ ہے کہ اس جگہ کے محاذی کھڑا ہو جائے کیونکہ وہ وسط صف کے محاذی ہے اور یہی مطلوب ہے کیونکہ محاذات کے علاوہ امام کا قیام مکروہ ہے اور اگر ایسے ہو کہ صیفی اقامت جماعت کی صلاحیت نہ رکھتی کیونکہ وہاں محراب صوری نہیں اور صرف محاذات اگرچہ دور سے ہو محراب کی نشانی نہیں ہے جیسا کہ تونے

^۱ فتح القدیر فصل بکروہ المصلی مطبوعہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۴۰۱ھ

سمجھا اور جیسا کہ انہوں نے اس کا اعتراف کیا ہے ورنہ وہ صیغی میں مطلقاً قیام امام کو مکروہ قرار نہ دیتے حالانکہ یہ بات تمام امت کے عمل کے خلاف ہے کیونکہ مسجد کے دودرجے موسم گرما و سرما کے لحاظ سے کئے جاتے ہیں کہ ہر موسم میں ایک جگہ جماعت نہیں کرائی جاسکتی تو اگر یہ حصہ قیام امام سے معطل ہو تو لازم ہوگا کہ جماعت بھی شتوی حصے میں صفیں بنائے کیونکہ امام کا تنہا ہونا بذات خود مکروہ ہے تو اس طرح صیغی حصہ سے فائدہ صرف بعض اوقات بعض لوگ اس وقت ہی اٹھا سکیں گے جب شتوی حصہ پُر ہو جائے گا، اور یہ بات تمام بانیان مساجد کی نیت اور عمل اور توارث امت کے خلاف ہے ہندیہ، بزازیہ، خلاصہ، ظہیریہ، خزائنہ المفتین وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے کہ کچھ لوگ مسجد کے اندر اور کچھ مسجد کے صحن میں تھے مؤذن نے اذان کہی اور اہل خارج میں سے امام نے جماعت کرائی اسی طرح اندر والوں میں سے امام نے جماعت کرائی تو جس نے پہل کر دی وہ امام ہوگا اور تمام لوگ اس کے مقتدی ہوں گے ان کے حق میں کوئی کراہت نہ ہوگی کیونکہ یہاں لائفی جنس انہوں نے استعمال کیا ہے جو مطلق سلب کا احاطہ کرتا ہے انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ مسجد صیغی کا امام، اس کے مقتدی بہر حال کراہت میں مبتلا ہوں گے کیونکہ انہوں نے

علمت وقد اعترفوا به والالم يحكموا بکراهة قیام الامام فی الصیغی مطلقاً وایں برخلاف عمل و نیت جملہ امت ست مسجد را بردودرجہ سرما و گرما از ہمیں رو بخش میکنند کہ بہر موسم اقامت جماعت بہ مسجد نتوانند اگر ایں پارہ از قیام امام معطل ماند لاجرم جماعت را نیز لازم باشد ہم در پارہ شتوی صفہا بستن کہ افراد امام بدرجہ خود مکروہ ست پس از صیغی بہرہ نیابند مگر بعض قوم در بعض احیان آنگاہ کہ شتوی ہمہ آورده شود و ایں یقیناً مخالف نیت و قصد جملہ بانیان و عمل و توارث عامہ مومنان ست باز در ہندیہ و بزازیہ و خلاصہ و ظہیریہ و خزائنہ المفتین و غیرہ بکتب معتمدہ ست قوم جلوس فی المسجد الداخل و قوم فی المسجد الخارج اقام المؤمن فقام امام من اهل الداخل فامهم قال من سبق بالشروع فهو والمقتدون به لا کراهة فی حقهم¹ چرا بلای لائفی جنس مطلقاً سلب مستغرق نمایند چرا گویند کہ امام مسجد صیغی و مقتدیانش بہر حال در گرد کراہت اند زیرا کہ قیام

¹ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الخامس فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۴۵۱ھ

محراب میں قیام کو ترک کیا ہے، حاصل کلام یہ کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے جو اس دور میں ان علاقوں میں پیدا ہوئی ہے اس سے باخبر ہونا چاہئے۔ رہا معاملہ علامہ شامی کے مختار قرار دینے کا تو میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا اس فاضل علام کے کلام کی غایت توجیہ ہے اور جو کچھ منقول و متواتر ہے وہ امام کا محراب حقیقی میں قیام ہے اور وہ مقام سب سے اعلیٰ اور صدر مسجد ہوتا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے لہذا اس کا ترک بغیر کسی عذر کے افضل سے اعراض اور متواتر عمل کے خلاف ہے اور مبسوط کا جزئیہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ مقام فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ صف کے درمیان کھڑا ہونا سنت عظیمہ ہے کیونکہ جب دونوں میں تعارض ہو تو وسط میں کھڑا ہونا سنت اور مختار ہوگا، دل لگتی بات یہ ہے کہ ائمہ کے کلام کو اپنے اطلاق پر رکھیں اگرچہ یہ کمزور سی بات ہے تاہم اس سے محلہ کی مسجد میں پہلے امام کا حقیقی محراب کو چھوڑنا مراد ہے، یہ اس مقام میں آخری کلام ہے اور اس سے پورا مقصد واضح ہو گیا اور تمام ائمہ کا کلام موافق ہو گیا و ماتوفیقی الی اللہ الملک العلام والسلام مع الاکرام علی مولنا عبدالسلام واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔	فی المحراب را ترک گفتند بالجملہ اس خطائے فاحش ست کہ ولایتیان دریں جزو زمان احداث کردہ اندازیں باخبر باید بود۔ سخن راندن مانند انتظار علامہ شامی علامہ اللہ باللطف النامی القول: انچه بالاگفته ایم غایت توجیہ کلام آں فاضل علام بود و هنوز گل نظرے دمیدن دارد ماثور و مورث چنانکہ دانی ہماں قیام امام در محراب حقیقی ست و آں مقام اشرف موضع و صدر مسجد ست چنانکہ شنیدی پس ترک او بے عذر شرعی عدول از افضل و خلاف متواتر العمل، و فرغ مبسوط دلالت بر آں ندرد کہ اینجا فی نفسہ اصلاً منظور نیست بلکہ غایتش آنست کہ توسط صف سنت عظیمہ مہم ترازاں ست چوں ہر دو دست و گریبان شود اختیار بہ سنت توسط رود پس انچه بدل می چسپد کلمات ائمہ را بر اطلاق آنہا داشتن اگرچہ در کمال خمول باشد غیر امام جماعت ثانیہ فی مسجد الحکمہ را محراب حقیقی گذاشتن ست هذا اخر الکلام فی هذا المقام وقد اتضح به کل مرام وانكشف به جميع الاوهام والتأمت کلمات الائمة الکرام وماتوفیقی الی اللہ الملک العلام والسلام مع الاکرام علی مولنا عبد السلام واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۰۰۲: از بنگالہ ضلع چائگام تھانہ راؤ جان موضع پھرامرسلہ مولوی اسماعیل صاحب ۱۲ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و فضلاء شرع متین کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلاء شرع متین

اس مسئلہ میں کہ نمازی ایک چادر اس طرح پہنتا ہے کہ پہلے اس کا نصف حصہ اپنی پشت پر ڈالتا ہے اور اس کے دونوں کونوں کو بغلوں کے نیچے سے باہر لاکر اس کی جانب کو دائیں کاندھے اور اس کے دائیں حصے کو بائیں کاندھے پر ڈالتا ہے حتیٰ کہ اس کے دونوں کونے بھی پشت و سرین تک پہنچ رہے ہوتے ہیں اس حالت میں نماز جائز ہے یا نہیں؟	اندریں صورت کہ شخصے مصلیٰ ردائے خود را بدین نوع پوشد کہ اولاً وسط رداء بر پشت نہادہ و ہر دوسر ش راتحت بطین بیروں آوردہ باز جانب چپ را بر منکب راست و طرف راست را بر منکب چپ اگند حتی کہ ہر دوسر ش نیز بطرف پشت و سرین رسند ایں صورت در حالت صلوٰۃ شرعاً جائزست یا نہ؟

الجواب:

جائز ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بیت حضرت ام سلمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں اطراف آپ کے کاندھوں پر تھیں۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا کرے اسے چاہئے کہ وہ اس کی دونوں اطراف کو مخالف سمت میں ڈالے۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں صورتِ اشتمال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کپڑے کی دائیں طرف جو کپڑا دائیں کاندھے پر ہے بائیں پر ڈال دے اور بائیں کاندھے	جائزست فی الصحیحین عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد مشتملاً بہ فی بیبت امر سلمۃ واضعاً طرفیہ علی عاتقیہ^۱۔ وللبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی فی ثوب واحد فلیخالف بین طرفیہ^۲ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ راشعۃ اللمعات می فرماید صورت اشتمال آنست کہ طرفے راست از جامہ کہ بردوش راست است گرفتہ بردوش چپ بندازد و طرف چپ

^۱ صحیح مسلم، باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۸۱

^۲ صحیح بخاری باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۵۲/۱

کہ بردوش چپ است از زیر دست چپ گرفته بردوش راست بہند از پستر بند ہر دو طرف را بر سینہ وغالباً احتیاج بہ بستن ہر دو طرف بر سینہ بر تقدیر است کہ گوشہائے جامہ دراز نباشد ونیم واشدن بود و اگر دراز بسیار باشد احتیاج بر بستن نباشد چنانکہ از لباس فقراء یمن ظاہر میگردد و لہذا در عبارت بعض شارحان این قید واقع شدہ^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم	کی طرف کو بائیں کے نیچے سے نکال کر دائیں کاندھے پر ڈال دے اس کے بعد دونوں اطراف کو سینہ پر باندھ لے، غالباً دونوں کو سینہ پر باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کے کنارے طویل نہ تھے اور اس کے گرجانے کا خطرہ تھا، اور اگر اطراف لمبے ہوں تو باندھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ فقراء یمن کا لباس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین کی عبارت میں اس قید کا ذکر نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۳: از ملک بنگالہ ضلع میمن سگھہ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸/ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چبوترہ جو صحن میں ملاصق بیچ کے در میں جو کچھ بلندی ہوتی ہے اس پر نماز جماعت میں امام کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کو اگر دور کر دیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

یہ صورت مکروہ ہے،

لمشابهة اليهود فانهم يجعلون لامامهم على دكان ممتازا عن خلفه والاصح ان لا تقدير، بل كل ما يقع به الامتياز يكره كما في الدر^۲۔	یہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ امام کے لئے اونچی جگہ بناتے ہیں اور اصح یہ ہے کہ اس کی مقدار کا تعین نہیں بلکہ اتنی اونچائی جس سے امتیاز ہو جائے مکروہ ہے جیسا کہ در میں ہے۔ (ت)

اور اگر اسے دور کر دیں تو امام اگر در میں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے

لقول امامنا رضى الله تعالى عنه انى اكره للامام ان يقوم بين الساريتين^۳	ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ امام کے دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونے کو

^۱ اشعة المعات باب الستة الفصل الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ کھڑا ۳۴۴/۱

^۲ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۹۲/۱

^۳ رد المحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۲۲۰

کما فی المعراج	نالپند جانتا ہوں، جیسا کہ معراج میں ہے (ت)

اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کرسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت تر مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز ہی نہ ہوگی کما فی در المختار وغیرہ (جیسا کہ دُر مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) توجہ صحن میں صفوں کے لئے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ در کی کرسی بقدر سجدہ کھود کر طاق کے مثل بنائیں اور اتنا نکڑا صحن سے ہموار کر دیں امام صحن میں کھڑا ہو کر اس طاق نماز میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۳: از ترویض علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یا پڑھے، دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب میں فرق آیا القرآن پڑھنے سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

ترتیب اُلٹنے سے نماز کا اعادہ واجب ہو نہ سجدہ سہو آئے۔ ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصداً کرے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں، اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا تھا زبان سے اوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اسی کو پڑھے اگرچہ خلاف ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصداً نہ کیا اور اس کا حرف نکل جانے سے اس کا حق ہو گیا کہ اب اسے چھوڑنا قصداً چھوڑنا ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

ترتیب السور فی القراءة من واجبات التلاوة وانما جوز للمصغر تسهیلاً لضرورة التعليم ط التنکيس او الفصل بالقصيرة انما یکره اذا کان عن قصد فلو سهوا فلا، شرح المنیة، واذا انتفتت الکراهة فاعرضه عن التی شرع فیها لاینبغی، وفي الخلاصة، افتتح سورة و قصده سورة اخرى فلما قرء آية وأیتین اراد ان یترك تلك السورة و یفتتح التی ارادها یکره الخ	قرات میں سورتوں کے درمیان ترتیب رکھنا واجب ہے، چھوٹے بچوں کے لئے ضرورت تعلیم کے پیش نظر جائز ہے تاکہ آسانی ہو ط، خلاف ترتیب یا تھوڑا فاصلہ اس وقت مکروہ ہے جب دانستہ ہوا اگر بھول کر ہو تو مکروہ نہیں شرح المنیة، اور جب کراہت ختم ہو تو مشروع سے اعراض مناسب نہیں، خلاصہ میں ہے کسی ایک نے سورت شروع کی اور دوسری کا ارادہ کیا جب ایک آیت یا دو آیات تلاوت کیں تو اس نے چاہا کہ یہ سورت چھوڑ دے اور وہ شروع کرے جس کا ارادہ تھا تو یہ مکروہ ہے الخ اور فتح میں ہے کہ اگرچہ پڑھا ہوا محض ایک حرف ہو الخ

وفي الفتح ولو كان اى المبرؤ حرفاً واحداً¹ الخ في رد المحتار انهم قالوا يجب الترتيب في سورة القرآن فلو قرأ منكوساً اثم لكن لا يلزمه سجود السهو لان ذلك من واجبات القراءة لا من واجبات الصلوة كما في البحر باب السهو² الخ شامی اقول وبه يظهر ما في افتاء الشيخ الملا نظام الدين والد ملك العلماء بحر العلوم رحمهما الله تعالى بايجاب السجود فيه بناءً على وجوبه فانه خلاف المنقول المنصوص عليه في كتب المذهب وقد كان يتوقف فيه المولى بحر العلوم قدس سره... والله تعالى اعلم۔	رد المحتار میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ قرآنی سورتوں میں ترتیب ضروری ہے اگر کسی نے خلاف ترتیب پڑھا تو وہ گنہگار ہوگا لیکن اس پر سجدہ سہولازم نہیں ہوتا کیونکہ یہ واجبات قرأت میں سے ہے نماز کے واجبات میں سے نہیں جیسا کہ بحر کے باب السہو میں ہے الخ شامی، اقول (میں کہتا ہوں) اسی کے ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیخ ملا نظام الدین والد گرامی ملک العلماء بحر العلوم رحمہما اللہ تعالیٰ نے جو فتویٰ دیا کہ اس صورت میں سجدہ سہولازم ہے کیونکہ یہ عمل واجب ہے یہ کتب مذہب میں منقول نصوص کے خلاف ہے اور اس میں بحر العلوم قدس سرہ، نے توقف سے کام لیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۵: ۲۱ ذیقعد ۱۳۲۲ھ

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں الٹی دلائی اوڑھ کر نماز پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی
یا واجب الاعادہ ہوگی یا فاسد وغیرہ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب:

واجب الاعادہ اور مکروہ تحریمی ایک چیز ہے، کپڑا الٹا پہننا اوڑھنا خلاف معتاد میں داخل ہے اور خلاف معتاد جس طرح کپڑا پہننا یا
اوڑھ کر بازار میں یا کلبہ کے پاس نہ جانے کے ضرور مکروہ ہے کہ دربار عزت احق بآداب و تعظیم ہے۔

واصلہ کراہۃ الصلوة فی ثیاب	اصل یہ ہے کہ کام و مشقت کے لباس میں نماز مکروہ ہے درمیں ہے نمازی کا کام کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا

¹ رد المحتار فصل و یحصر الامام قبیل باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۴ھ

² رد المحتار باب صفۃ الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۰۴ھ

مکروہ ہے، شامی نے فرمایا اور اس کی تفسیر شرح وقایہ میں ہے وہ کپڑ جو آدمی گھر پہنتا ہے مگر ان کے ساتھ اکابر کے پاس نہیں جاتا (ت)	مهنة قال في الدر وكره صلوته في ثياب مهنة ¹ قال الشامي وفسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولا يذهب به الى الاكابر ² ۔

اور ظاہر کراہت تنزیہی۔

کیونکہ کراہت تحریمی کے لئے ایسی نہیں کاہونا ضروری ہے جو ظاہر سے مؤول نہ ہو، جیسا کہ علامہ شامی نے کام کے کپڑوں کے بارے میں کہا کہ ظاہر کراہت تنزیہی ہے۔ (ت)	فان كراهة التحريم لا بد لها من نهى غير مصروف عن الظاهر كما قال ش في ثياب المهنة والظاهر ان الكراهة تنزيهية ³ ۔

اور اسے سدل میں کہ مکروہ تحریمی اور اس سے نہی وارد، دخل نہیں کہ وہ بر لبس خلاف معتاد نہیں بلکہ کپڑا اوپر سے اس طرح سے ڈال لینا کہ دونوں جانبین لگتی رہیں مثلاً چادر سر یا کندھوں پر ڈال لی اور دو بالانہ مارا یا انگر کھا کندھے پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا⁴ کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ دروغیرہ میں ہے۔ ت) اور اگر آستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلاف معتاد ضرور ہے، ہاں امام ابو جعفر ہندوانی نے اس صورت کو مشابہ سدل ٹھہرا کر فرمایا کہ برا کیا امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ایک قید اور بڑھائی کہ اگر نیچے کرتانہ ہو ورنہ حرج نہیں، اور اقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج ہے

رد المحتار میں ہے کہ خزائن میں ہے بلکہ ابو جعفر نے ذکر کیا کہ اگر نمازی نے اپنے بازوؤں کو آستینوں میں داخل کر دیا اور درمیان کو نہیں باندھا یا اس نے اس کے بٹن بند نہ کئے تو خطا کار ہے کیونکہ سدل کی طرح ہے اہ میں کہتا ہوں حلیہ میں ہے کہ اس میں واضح اعتراض ہے جبکہ اس کے نیچے قیص یا ایسا کپڑا	قال في رد المحتار قال في الخزائن بل ذكر ابو جعفر انه لو ادخل يديه في كميه ولم يشد وسطه اولم يزر ازراه فهو مسيئ لان يشبه السدل اه قلت لكن قال في الحليه فيه نظر ظاهر بعد ان يكون تحته قميص او نحوه

¹ در مختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۹۱/۱

² رد المحتار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۴۱/۱

³ رد المحتار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۴۱/۱

⁴ در مختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مجتبائی دہلی بھارت ۹۱/۱

ہو جو بدن ڈھانپ دے اھ اقول: (میں کہتا ہوں) اس میں نظر ہے کیونکہ انسان کے سینے اور بطن کے کسی حصے کا ظاہر ہونا اس میں کوئی برائی نہیں جبکہ اس کے کاندھے مستور ہوں اور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت میں ایک کپڑے میں نماز سے منع فرمایا ہے جبکہ اس کے کاندھے پر کوئی شئی نہ ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اطراف کا کھلا ہونا بٹن باندھنے کے بغیر سدل کے مشابہ ہے اس میں نیچے قمیص اور عدم قمیص کا کوئی دخل نہیں کیونکہ سدل، سدل ہی ہوتا ہے اگرچہ قمیص پر ہو اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے اقول نظر تب ہے کہ اگر کراہت تحریمی ہو اور اگر تنزیہی ہو تو اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں۔ (ت)	مبايستر البدن^۱ اھ اقول: وفيه نظر ظاهر فان انكشاف شيء من صدر الرجل وبطنه لا اساءة فيه اذا كان عاتقه مستورين وانما نهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عما اذا صلى في ثوب واحد وليس على عاتقه منه شيء^۲ ولا شك ان ارسال اطراف مثل الشايه من دون ان يزر ازارها انما يشبه السدل بنفس هياة ولا مدخل فيه لوجود القميص تحته وعدمه لما ان السدل سدل وان كان فوق القميص ورأيتني كتبت على هامشه مانصه اقول النظر ان كان ففى كراهة التحريم اما التنزيهى فلا شك في ثبوته^۳۔

ہاں اگر قصداً ایسا کیا یوں کہ نماز کو محل بے پرواہی جانا اور اس کا ادب واجلال ہلکا کرنا تو کراہت و حرمت درکنار معاذ اللہ اسلام ہی نہ رہے گا۔ کیا قالوا فی الصلوۃ حاسر الرأس اذا كان للاستهانة (جیسا کہ علماء نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سستی و کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز ادا کرتا ہے۔ ت) والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گلو بند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے، تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

مخالف سنت ہوا، حدیث میں ہے:

ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر	الفرق بیننا وبين المشركين العمام

^۱ رد المحتار باب ما یفسد الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۴۰

^۲ صحیح بخاری باب اذا صلى في ثوب واحد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۵۲

^۳ جد الممتار علی رد المحتار مکروہات الصلوۃ الصحیح الاسلامی مبارک پور انڈیا ۱/۳۰۴

عمامہ باندھنا ہے۔ (ت) اور شیخ قدس سرہ، نے لمعات میں ثابت کیا ہے کہ مشرکین عرب کا عمامہ باندھنا ثابت ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ ہم ٹوپوں پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپوں کے بغیر۔ (ت)	على القلانسی ^۱ ۔ وقرر الشيخ قدس سرہ فی اللبعات ان تعبیم مشرکی العرب ثابت معلوم فالبعنی انانجعل العباء علی القلانسی وهم یتعمون بدونها۔

پھر اگر گلوبند چھوٹا ہو کہ ایک دو تپچ سے زائد نہ کر سکے تو یہ سنت عمامہ کا بھی ترک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۷: از رام پور مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

(مع رسالہ نعم الجواب فی مسئلہ المحراب)

خلاصہ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا مسنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضعفاً کو اس تکلیف و گرمی سے قے بھی ہو جاتی ہے اور بیہوشی ہوتی خوف ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بینواتوجروا۔

الجواب:

تحریر فقیر پر جواب مولوی معزاللہ خاں صاحب و تائید مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ المحیب خیرا ویثیب وایدی الفاضل المؤمن بنصرہ القریب (جواب دینے والے کو اللہ جزائے خیر دے اور اس فاضل کو مدد قریب سے نوازے۔ ت) فی الواقع زید کا قول محض باطل و جہالت اور اس پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز و جماعت نماز کو اس درجہ اضرار صریح ضلالت ہے، فقیر نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تنقیح تام اور محراب کی حقیقی و صوری اقسام اور حدیثاً و فقہاً ان کے احکام اور تحقیق مرام و ازالہ اوہام بفضلہ تعالیٰ بروج کافی و شافی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ ہندیہ و بزازیہ و خلاصہ و ظہیریہ و خزانیہ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤمن فقام	کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ خارج مسجد ہیں مؤذن نے تکبیر کہی اہل خارج میں سے امام نے جماعت کروائی

^۱ سنن ابوداؤد باب فی العمام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۸/۲، مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۷۷

امام من اهل الخارج فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم من يسبق بالشروع فهو والمقتدون به لا كراهة في حقهم ¹ ۔	اور اسی طرح اہل داخل میں سے ایک نے جماعت کروائی تو جس نے سبقت لی وہ امام ہے اور لوگ اس کے مقتدی، ان کے حق میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں: المسجد الخارج صحن المسجد² (مسجد خارج سے صحن مسجد مراد ہے۔ ت) دیکھو کیسی تصریح ہے کہ صحن مسجد میں نماز پڑھنی، جماعت کرنی، امامت کرنی اصلاً کسی طرح مکروہ نہیں۔

لان السابق بالشروع في الصورة المذكورة ان كان امام الخارج وهو الذي هو ومقتده كلهم في الصحن كان هو المحكوم له بقول الائمة هو والمقتدون به لا كراهة في حقهم ولا، هذه لنفي الجنس فتفيد نفي كل كراهة عنهم وهو المقصود۔ والله تعالى اعلم۔	کیونکہ صورت مذکورہ میں شروع میں مقتدی تمام صحن میں ہوں گے اور خارج ہے تو وہ امام اور اس کے مقتدی تمام صحن میں ہوں گے اور ائمہ کا یہ بیان کردہ حکم کہ وہ امام اور لوگ اس کے مقتدی ہوں گے اور ان پر کوئی کراہت نہیں اسی پر لاگو ہوگا اور یہ "لا" نفی جنس کے لئے ہے جس سے کراہت کی نفی ہو جاتی ہے اور یہی مقصود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۰۸: از ما رہہ مطہرہ کبوہ محلہ مرسلہ چودھری محمد طیب صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ جو تیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا

حدثنا آدم ابن ابی ایاس قال انا ابو مسلمة سعيد بن یزید الازدی قال سألت انس بن مالک کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی نعلیه قال نعم۔	آدم ابن ابی ایاس بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعلین میں نماز ادا کی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ فصل فی بیان من هو احق بالامامة مطبوعہ نوری کتب خانہ پشاور ۸۴/۱، خلاصہ الفتاویٰ الفصل الخامس فی الامامة والاقتداء مطبوعہ حبیبیہ کوئٹہ

ابن بطال نے کہا جب جوتے پاک ہوں تو اُن میں نماز پڑھنا جائز ہے، میں کہتا ہوں مستحب ہے کیونکہ ابو داؤد اور حاکم کی حدیث میں ہے کہ یہودیوں کا خلاف کرو، وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمر و شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابو حنیفہ کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے۔ شوکانی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر گر دینے سے پاک ہو جاتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کی نجاست ہو، تریا خشک، جرم والا یا بے جرم۔

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب اقول وبالله التوفيق وبه الحصول الى ذرى التحقيق (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت دے اقول: اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور وہ ہے جو تحقیق کی منزل پر پہنچانے والا ہے۔) سخت اور تنگ پنچے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہو ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت و اساءت درکنار مذہب مشہورہ و مفتی بہ کی رو سے راساً مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہو اسجدہ نہ ہو اور جب سجدہ نہ ہو نماز نہ ہوئی، امام ابو بکر جصاص و امام کرخی و امام قدوری و امام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی، محیط خلاصہ و نزازیہ و کافی و فتح القدیر و سراج و کفایہ و مجتبیٰ و شرح المجمع للمصنف و منیہ و غنیہ شرح منیہ و فیض المولیٰ الکریم و جوہر نہیرہ و نور الایضاح و مراقی الفلاح و در منتقى و در مختار و علمگیریہ و فتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری و حواشی علامہ نوح آفندی وغیرہا کتب معتمدہ میں اسی پر جزم فرمایا زاہدی نے کہا یہی ظاہر الروایۃ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر فتویٰ ہے، جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے، رد المحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے، در مختار میں ہے:

اس (شرح الملتقی) میں ہے قدم کی انگلیوں کا زمین پر جانب قبلہ رکھنا فرض ہے خواہ وہ ایک ہی کیوں نہ ہو ورنہ جائز نہیں اور لوگ اس سے غافل ہیں اور مکان کا پاک ہونا بھی شرط ہے اور حجم زمین کو پانا اور لوگ اس سے بھی غافل ہیں اھ تلخیصاً (ت)	فیہ (ای فی شرح الملتقی) یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون و شرط طهارة المكان وان یجد حجم الارض والناس عنه غافلون¹ اھ ملخصاً

¹ در مختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوة کبر مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۷۲/۱

اسی میں ہے:

ان میں سے (یعنی فرائض میں سے) پیشانی اور قدمین پر سجدہ کرنا ہے اور ان دونوں پاؤں میں سے ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔ (ت)	منہا (ای من الفرائض) السجود بجہتہ و قدمیہ و وضع اصبع واحدة منہما شرط ¹ ۔

منیہ میں ہے:

اگر سجدہ کیا لیکن قدم زمین پر نہ لگے تو وہ جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے ایک قدم لگ گیا تو جائز ہوگا (ت)	لو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لایجوز ولو وضع احدہما جائز ² ۔

غنیہ میں ہے:

قدم رکھنے سے مراد اس کی انگلیوں کو رکھنا ہے، زاہدی نے کہا حالت سجدہ میں دونوں قدموں کی انگلیوں کے سروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔ مختصر کرنی میں ہے اگر کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین سے اٹھی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ بزازیہ میں قدم رکھنے سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے اور اگر قدم کی پشت انگلیوں کے بغیر لگائی تو اگر اس کے ساتھ کسی ایک قدم کو بھی لگایا تو صحیح ورنہ نہیں، اس سے یہ بھی سمجھ آ رہا ہے کہ انگلیوں کے رکھنے سے مراد انہیں قبلہ کی طرف کرنا ہے تاکہ ان پر ٹیک ہو ورنہ قدم کی پشت پر ہوگا اور اسے تو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے اور اس پر متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (ت)	المراد من وضع القدم وضع اصابعها قال الزاہدی و وضع رؤس القدمین حالة السجود فرض، وفي مختصر الکرنی سجد و رفع اصابع رجليه عن الارض لاتجوز، وكذا في الخلاصة والبزازی وضع القدم بوضع اصابعه وان وضع اصبعاً واحدة او وضع ظهر القدم بلا اصابع ان وجع مع ذلك احدي قدمیہ صح والا فلا، فهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجيهاً نحو القبلة لیكون الاعتماد علیها والا فهو وضع ظهر القدم وقد جعله غیر معتبر وهذا مما یجب التنبيه له فان اکثر الناس عنه غافلون ³ ۔

¹ در مختار باب صفة الصلوة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۷۰/۱

² منیہ المصلی باب فرائض صلوة بمحس السجود مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۶۱

³ غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فرائض صلوة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۵

بحر الرائق و شرنبلالیہ میں ہے:

شریعت میں سجدہ یہ ہے چہرہ کا زمین پر رکھنا اور اس میں سخریت نہ ہو "لا سخریۃ فیہ" سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے جس میں دونوں قدم حالت سجدہ میں زمین پر نہ ہوں کیونکہ حالت سجدہ میں ان کا زمین سے اٹھا ہوا ہونا تعظیم و عزت کے بجائے مذاق پر دلالت کرتا ہے اور اس میں ایک انگلی کا زمین پر لگ جانا کافی ہوتا ہے۔ پس اگر کسی نے انگلیاں بالکل نہیں لگائیں مگر پشت قدم کو لگایا تو یہ جائز نہیں کیونکہ قدم کے رکھنے سے مراد انگلی کا لگانا ہے اھ تلخیصاً (ت)	السجود فی الشریعة وضع بعض الوجہ مبالاسخریۃ فیہ وخرج بقولنا لاسخریۃ فیہ ما اذا رفع قدمیہ فی السجود فأنہ لایصح لان السجود مع رفعہما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والاحلال ویکفیہ وضع اصبع واحدة فلو لم یضع الا اصابع اصلا ووضع ظاہر القدم فأنہ لایجوز لان وضع القدم بوضع الاصبع اھ ملتقطاً^۱۔

جوہر نہ تیرہ میں ہے:

جواز سجدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں قدم زمین سے اٹھے ہوئے نہ ہوں اگر حالت سجدہ میں اٹھے ہوئے رہے تو سجدہ جائز نہیں ہوگا، اور اگر ان میں ایک رکھا ہوا تھا تو مرتبہ میں ہے کہ سجدہ جائز مگر مکروہ ہوگا، اگر کسی نے اونچی جگہ نماز پڑھی اور سجدہ کے وقت پاؤں نیچے لڑھکادیئے تو جائز نہیں، اسی طرح چارپائی سے اگر پاؤں نیچے لڑھکادیئے تو سجدہ نہ ہوگا۔ (ت)	من شرط جواز السجود ان لایرفع قدمیہ فان رفعہما فی حال سجودہ لاتجزیہ السجدة وان رفع احدهما قال فی المرتبة یجزیہ مع الکراہة ولو صلی عن الدکان وادلی رجلیہ عن الدکان عند السجود لایجوز وکذا علی السریر اذا ادلی رجلیہ عنہا لایجوز^۲۔

فتح القدر میں ہے:

قدم کا زمین پر لگنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کا	اماً افتراض وضع القدم فلان السجود

^۱ بحر الرائق باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۳

^۲ جوہر نہ تیرہ شرح قدوری باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱/ ۶۳

مع رفعهما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم ولا جلال ویکفیه وضع اصبع واحدة وفي الوجیز وضع القدمین فرض فان رفع احدهما دون الاخری جاز ویکره ¹ ۔	اٹھا ہوا ہونا تعظیم و عزت کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے البتہ ایک انگلی کا لگ جانا بھی کافی ہوتا ہے وجیز میں ہے کہ دونوں قدموں کا لگانا فرض ہے اگر ایک لگا رہا اور دوسرا اٹھ گیا تو جائز مگر مکروہ ہے (ت)

شرح نقایہ قسستانی میں ہے:

الصحيح ان رفع القدمین مفسد كما في القنية ² ۔	صحیح یہی ہے کہ قدمین کا زمین سے اٹھ جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں ہے:

وضع اصبع واحدة من القدمین شرط ³ ۔	قدمین کی ایک انگلی کا لگانا شرط ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

يفترض وضع واحدة من اصابع القدم ⁴ ۔	قدم کی انگلیوں میں سے ایک کا لگانا فرض ہے۔ (ت)

اُسی میں زیر قول کنز وجہ اصابع رجليه نحو القبلة (پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کر کے زمین پر لگایا جائے۔ ت) فرمایا:

خص اصابع الرجلین بالذکر مع ان اصابع الیدین كذلك حتی یکره تحویلها عن القبلة انما خصها وضعها موجهة كما ذكره نوح افندی ونصه	یہاں پاؤں کی انگلیوں کا ذکر ہوا ہے حالانکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا لگانا بھی اسی طرح ہے حتیٰ کہ ان کا قبلہ سے پھر جانا بھی مکروہ ہے مگر مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہے جیسا کہ نوح افندی نے ذکر کیا اور اس کے الفاظ

¹ فتح القدير باب صفة الصلوة مطبوعه نوريه رضويه سكر ٢٦٥/١

² جامع الرموز فصل في فرائض الصلوة مطبوعه مكتبة اسلاميه گنبد قاموس ايران ١٣٠/١

³ فتح اللہ المعین باب صفة الصلوة مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١٦٩/١

⁴ فتح اللہ المعین باب صفة الصلوة مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١٩١/١

قال الزاهدی ووضع رؤس القدمین حالة السجود فرض وفي مختصر الكرخي سجد ورفع اصابع رجليه عن الارض لايحوز قال وفهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها والافهوض لظهور القدم وهو غير معتبر الخ وكذا الحلبي عن المنية¹ الخ۔	یہ ہیں زاہدی و وضع رؤس القدمین حالة السجود فرض وفي مختصر الكرخي سجد ورفع اصابع رجليه عن الارض لايحوز قال وفهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها والافهوض لظهور القدم وهو غير معتبر الخ وكذا الحلبي عن المنية¹ الخ۔

نور الایضاح و مرآۃ الفلاح میں ہے:

من شرط صحة السجود وضع شئ من اصابع الرجلین موجهاً بباطنه نحو القبلة ولا يكفي لصحة السجود وضع ظاهر القدم²۔	صحت سجدہ کے لئے پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر زمین پر لگنا شرط ہے فقط ظاہر قدم کا زمین پر لگنا کافی نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وكذا قال في الهداية واما وضع القدمين فقد ذكر القدوري انه فرض في السجود اه فاذا سجد ورفع اصابع رجليه لايحوز كذا ذكره الكرخي والجصاص ولو وضع احدهما جاز قال القاضی خاں و يكره قال في المجتبى قلت ظاهر ما في مختصر الكرخي والمحيط والقدوري انه اذ رفع احدهما دون الاخرى لايحوز وقد رأيت في	ہدایہ میں اسی طرح ہے، رہا قدیم کا لگنا تو قدوری نے کہا کہ یہ سجدہ میں فرض ہے پس جب سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں نہ لگیں تو سجدہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح کرخی اور جصاص نے کہا اور اگر ایک انگلی لگ گئی تو جائز ہے، قاضی نے کہا مگر کراہت ہے۔ مجتبیٰ میں ہے مختصر، کرخی، محیط اور قدوری کا ظاہر بتا رہا ہے کہ جب ایک پاؤں اٹھا ہوا ہو تو یہ جائز نہیں اور میں نے اس کے بعض نسخوں

¹ فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۲۱

² مرآۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲

میں دو روایتیں دیکھی ہیں اھ فیض اور خلاصہ وغیرہ میں روایت جواز پر عمل کیا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا رکھنا سنت ہے۔ عنایہ میں اسی روایت کو مختار کہا ہے اور کہا یہی حق ہے اور درر میں اسے ہی ثابت رکھا، وجہ یہ ہے کہ سجدہ قدیم کے لگنے پر موقوف نہیں لہذا ان کے لگنے کو فرض قرار دینے سے خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس کی تردید ہے کہ اسے حق کہنا حق سے بعید ہے بلکہ اس کا خلاف احق ہے کیونکہ کوئی روایت تائید نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی کیونکہ جو فرض تک پہنچائے وہ بھی فرض ہوتا ہے، اور اس مقام پر اپنے ائمہ سے کثرت کے ساتھ روایات ہیں کہ قدیم اور ہاتھوں کا زمین پر لگانا سنت ہے اور فرض کی روایت نہیں تاہم پیشانی لگانے کے لئے دو یا ایک قدم کا لگانا فرض متعین ہے اگر کوئی روایت نہیں ہوتی تب بھی یہ حکم تھا حالانکہ اس بارے میں روایات کثیر ہیں اھ، اس کی تائید خود ماتن کی شرح مجمع کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے ہاتھوں اور قدموں کا زمین پر لگانا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت چہرہ اور قدیم زمین پر رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے الخ اسی طرح کفایہ میں زاہدی کے حوالے سے ہے کہ ظاہر الروایۃ وہی ہے جس کا ذکر مختصر الکرخی میں ہے اور اسی پر سراج میں جزم فرمایا اور فیض میں ہے اسی پر فتویٰ ہے، حلیہ میں ہے گزشتہ طریقہ کے مطابق سابقہ حدیث کے پیش نظر وجوب ہی مختار ہے اھ یعنی اس طریقہ پر جو ان کے شیخ نے ہاتھوں اور

بعض النسخ فیہ روایتان اھ ومشی علی روایۃ الجواز برفع احدىہما فی التفصیل والخلاصۃ وغیرہما، وذهب شیخ الاسلام الی ان وضعہما سنة واختار فی العنایۃ هذه الروایۃ وقال انها الحق واقرة فی الدرر و وجہہ ان السجود لا یتوقف تحققہ علی وضع القدمین فیکون افتراض وضعہما زیادة علی کتاب بخبر الواحد لکن ردة فی شرح المنیۃ وقال ان قوله هو الحق بعید عن الحق وبضده احق اذ لا روایۃ تساعده والدرایۃ تنفیہ لان ما لا یتوصل الی الفرض الابہ فهو فرض و حیث تظافرت الروایات عن ائمتنا بأن وضع الیدین والركبتین سنة ولم ترد روایۃ بأنه فرض، تعین وضع القدمین او احدىہما للفرضیۃ ضرورة التوصل الی وضع الجبہۃ وهذا لو لم ترد بہ عنہم روایۃ کیف والروایات فیہ متوافرة اھ ، ویؤیدہ ما فی شرح المجمع لمصنّفہ حیث استدل علی ان وضع الیدین والركبتین سنة بأن ماہیۃ السجدة حاصلۃ بوضع الوجه والقدمین علی الارض الخ وكذا ما فی الکفایۃ عن الزاہدی من ان ظاہر الروایۃ ما ذکر فی مختصرا لکرخی وبہ جزم فی السراج و فی الفیض وبہ یفتی هذا وقال فی الحلیۃ والاوجه علی منوال ما سبق هو الوجوب

قدموں کے رکھنے پر یہ استدلال کیا تھا اور یہ گزر چکا کہ یہ معتدل قول ہے پس یہاں بھی یہی معاملہ ہے اور اسے بحر اور شرنبلالیہ میں مختار کہا میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن ہے کہ سابقہ دونوں روایات میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول کریں نہ کہ عدم صحت پر، شیخ الاسلام کی ان کے زمین پر لگنے کی فرضیت کی نفی کرنا وجوب کے منافی نہیں، قدوری کی تصریح کہ یہ فرض ہے اس کی تاویل ممکن ہے کیونکہ بعض اوقات فرض کا اطلاق وجوب پر ہوتا ہے، تامل۔ شرح المنیہ کے حوالے سے جو کچھ گزرا ہے وہ قابل بحث ہے کیونکہ پیشانی کار کھنا قدیمین کے رکھنے پر موقوف نہیں بلکہ ہاتھوں اور گھٹنوں پر موقوف ہونا زیادہ واضح ہے لہذا قدیمین کو زمین پر رکھنے کو فرض قرار دینا اور دوسروں کو نہ قرار دینا ترجیح بلامرجح ہے اور روایات کثیرہ اس کے عدم جواز میں ہیں جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہے نہ کہ عدم فرضیت میں، اور عدم جواز، وجوب کی صورت میں بھی صادق آتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، حاصل یہ کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے اور قواعد کے مطابق رائج وجوب ہے (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم

قوله اگرچہ ایک انگلی ہو، فیض میں

لما سبق من الحديث اه¹ ای علی منوال ماحققه شیخه من الاستدلال علی وجوب وضع الیدین والركبتین وتقدم انه اعدل الاقوال فلذا هنا واختاره فی البحر والشرنبلالية قلت ویسکن حمل کل من الروایتین السابقتین علیہ بحمل عدم الجواز علی عدم الحل لاعدم الصحة ونفی شیخ الاسلام فرضیة وضعهما لاینافی الوجوب وتصریح القدوری بالفرضیة یسکن تأویلہ فان الفرض قد یطلق علی الواجب تامل، ومأمر عن شرح المنیة للبحث فیہ مجال لان وضع الجبهة لا یتوقف علی وضع القدمین بل توقفه علی الركبتین والیدین ابلغ فدعوی فرضیة وضع القدمین دون غیرهما ترجیح بلامرجح والروایات المتظافرة انما هی فی عدم الجواز كما یظهر من کلامهم لافی الفرضیة وعدم الجواز صادق بالوجوب كما ذکرنا والحاصل ان المشهور فی کتب المذهب اعتماد الفرضیة والارجح من حیث الدلیل والقواعد عدم الفرضیة (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔ قوله ولو واحدة صرح به فی

¹ رد المحتار فصل ای فی بیان تألیف الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶۹

اسی کی تصریح ہے قولہ قبلہ کی طرف اقول اس میں نظر ہے فیض میں ہے اگر قدم کی پشت لگی اور انگلیاں نہ لگیں مثلاً جگہ تنگ ہے یا تنگی کی وجہ سے ایک قدم لگا دوسرا نہ لگ سکا تو جائز ہے جیسا کہ کوئی ایک قدم پر کھڑا ہوتا ہے اگر مکان تنگ نہ ہو تو کراہت ہے اھ یہ عبارت اس بات پر تصریح کہ پشت قدم کا اعتبار ہے کلام اس میں ہے کہ بلاعذر مکروہ ہے لیکن میں نے خلاصہ میں دیکھا ہے کہ وہاں او وضع کی بجائے ان وضع اھما ہے (یعنی ان شرطیہ کے ساتھ) لیکن یہ بات انگلیوں کے متوجہ کرنے کو شرط قرار دینے میں صریح نہیں بلکہ تصریح یہ ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ، جیسا کہ برجندی اور قمستانی میں ہے۔ (ملخصاً)	الفيض قوله نحو القبلة اقول وفيه نظر فقد قال في الفيض ولو وضع ظهر القدم دون الاصابع بان كان المكان ضيقاً او وضع احدىهما دون الاخرى لضيقه جاز كما لو قام على قدم واحد و ان لم يكن المكان ضيقاً يكره اھ فهذا صريح في اعتبار وضع ظاهر القدم وانما الكلام في الكراهة بلاعذر لكن رأيت في الخلاصة ان وضع احدىهما بان الشرطية بدل او العاطفة اھ لكن هذا ليس صريحاً في اشتراط توجيه الاصابع بل المصريح به ان توجيهها نحو القبلة سنة يكره تركها كما في البرجندی والقهستانی¹۔ (ملخصاً)

یہ علامہ شامی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا۔

میں اللہ کی مدد سے کہتا ہوں نماز میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول کرنا بعید ہے اسی لئے تم نے اعتراف کیا کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے باوجود اس کے کہ تمہارا قول ہے کہ اکثر روایات عدم جواز پر ہیں اگر ان کی مراد مشہور و معروف فرض قرار دینا نہیں تو فرضیت پر اعتماد کتب مشہورہ میں کیسے ہو گیا؟ پھر حمل میں گنجائش ہے کہ "لم یجز" کہا گیا اور ضمیر مثلاً رفع قدیم کی طرف لوٹ رہی ہو جب	انا اقول وبالله العون حمل عدم الجواز على عدم الحل في الصلاة بعيد ولهذا اعترفتم ان المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية مع قولكم ان تظافر الروايات انها هو في عدم الجواز فلولا ان مراده الشائع الذائع هو الافتراض فمن اين يكون اعتماد الفرضية

¹ رد المحتار فصل فی بیان تألیف الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶۹

"لم تجز" کہا جائے تو ضمیر نماز کی طرف لوٹے جس سے عدم صحت کا تعین ہو جاتا اور اس فرضیت کا بھی جو معنی وجوب کے مقابل ہے، اور متعدد کتب میں اسی طرح ہے ان میں سے مختصر الکرنی بھی ہے جیسا کہ پہلے گزرا، یہ ایک صورت ہے، دوسری اس کے مثل کی عدم جواز کی سجدہ کی طرف اضافت، جیسا کہ جوہرہ کے حوالے سے گزرا ہے، تیسری جو کہ واضح ہے کہ عدم اجزاء سے تعبیر کرنا جیسا کہ پیچھے آیا یہ بھی مفسر ہے اور یہ تاویل کو قبول نہیں کرتا، چوتھی اسی طرح حکم بالفساد جیسا کہ آپ نے جامع الرموز سے قنیہ کے حوالے سے پڑھا ہے۔ پانچویں یہ کہ انہوں نے مقابلہ عدم جواز کا جواز کے ساتھ کیا ہے اور جواز کا حکم اس صورت میں ہو گا جب ایک قدم اٹھا ہوا ہو جیسا کہ فتح، وجہز، جوہرہ وغیرہ میں ہے اس پر بھی تصریح ہے کہ جواز بمعنی صحت مراد ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے اسے مکروہ کہا ہے اور کراہت سے مراد تحریمی ہے جیسا کہ اطلاق کے وقت ہوا کرتا ہے اور یہاں دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے تو جواز بمعنی حلت یہاں بھی نہ ہوا، چھٹی کہ بہت سی کتب مثلاً خلاصہ، بزاز، غنیہ، بحر الرائق، نور الایضاح، مراقی الفلاح وغیرہ میں اسے عدم صحت کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہ مراد پر واضح تصریح ہے۔ ساتویں اسی کی مثل حکم بالشرطیہ ہے جیسا کہ در، جوہرہ، ابوسعود، نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے۔ آٹھویں شرح مجمع، کافی، فتح، بحر وغیرہ میں ہے

مشہوراً فی کتب المذہب ثم للحمل مساغ حیث یقال لم یجز و الضمیر لرفع القدمین مثلاً اما اذا قیل لم تجز والضمیر للصلاة تعین مفید العدم الصحة وثبوت الفرضیة بالمعنی المقابل للوجوب وهو كذلك فی غیر ما کتاب منها مختصراً الکرنی کما تقدم هذا وجه والثانی مثله اضافة عدم الجواز للسجود کما مضی عن الجوهرة والثالث اظهر منه التعبير بعدم الاجزاء کما سلف عنها ایضاً فهو مفسر لا یقبل التاویل والرابع کذا الحكم بالفساد کما سمعت عن جامع الرموز عن القنیة والخامس مقابلتهم عدم الجواز هذا بحکم الجواز علی ما اذا رفع احدی القدمین کما فی الفتح والوجیز والجوهرة وغیرها نص ایضاً فی ارادة الجواز بمعنی الصحة الا ترى انهم حکم علیه بالکراہة والمراد کراہة التحریم کما هو المحمل عند الاطلاق وکما هو قضیة الدلیل هنا فالجواز بمعنی الحل منتف فیہ ایضاً و السادس قد عبر فی عدة کتب کالخلاصة و البزازیة والغنیة والبحر الرائق ونور الایضاح ومراقی الفلاح وغیرها کما سبق بعدم الصحة وهو صریح فی المراد والسابع مثله الحكم بالشرطیة کما فی الدر والجوهرة وابی السعود و نور الایضاح ومراقی الفلاح وغیرها۔ والثامن

جیسا کہ گزرا کہ یہ ماہیت سجدہ میں شرعاً داخل ہے اور یہ تمام امور یہاں فرض بمعنی خاص کیلئے فیصلہ کن ہیں جو قابل تاویل نہیں ہیں تو یہ تصریحات جس سے واضح انکاری ہیں اس پر ان کو کیسے محمول کیا جاسکتا ہے یہ توفیق کہاں ہوئی اور مذہب کی نصوص کو چھوڑ کر علامہ ابن امیر الحاج کی بحث کی گنجائش کہاں سے نکلی اگرچہ بحر اور شرنبلالی میں اس کی اتباع کی گئی ہے علاوہ ازیں ان کا خود اپنا تضاد ہے بحر نے یہاں اور اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ قدموں کے اٹھائے ہوئے سجدہ مذاق ہے۔ شرنبلالی نے متن اور شرح میں کچھ انگلیوں کے لگانے پر جزم کیا ہے، اور محقق علی الاطلاق اپنے شاگرد ابن امیر الحاج سے زیادہ صاحب علم و فقہ ہیں اور انہوں نے اسی پر جزم کیا جس پر کرنا تھا اور وہ تمام آپ نے پڑھ لیا ہے۔ پھر علامہ ابراہیم حلبی کی دلیل پر اعتراض اس سے ختم ہو جاتا ہے جو ہم نے پہلے فتح، بحر، شرنبلالی کے حوالے سے بیان کیا کہ قدم اٹھائے ہوئے سجدہ کرنا تعظیم کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا یہی معاملہ ہے اور چہرے کا لگنا قدیمین کے لگنے سے ان پر زیادہ موقوف ہے باوجود اس کے اس کا ضعف ہاتھوں میں ظاہر ہے کیونکہ چہرے کے رکھنے میں ان دونوں کی ضرورت اصلاً نہیں، اسی طرح گھٹنوں کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں مساوات ہے زیادتی نہیں اور ہم کلام کی

صرح فی شرح المجمع والکافی والفتح والبحر وغیرہ کہا مرید دخول ذلك فی حقيقة السجود شرعاً وکل قاض بالافتراض بالمعنی الخاص غیر قابل للتأویل الذی ابد یتبوه فکیف یمکن ارجاع جمیع تلك الصرائح الی ماتأباه بالاباء الواضح فانی یتأتی التوفیق و من این یسوغ ترک النصوص المذهب الی بحث ابداه العلامة ابن امیر الحاج وان تبعه البحر والشرنبلالی علی مناقضة منها لانفسها رحمهم الله تعالی والبحر صرح ههنا وقبله بان السجود مع رفع القدمین تلاعب والشرنبلالی قد جزم فی متنه وشرحه بافتراض وضع بعض الاصابع والمحقق علی الاطلاق اعلم وافقه من تلمیذه ابن امیر الحاج وقد جزم بآجزم وقد سمعت کل ذلك - ثم النظر فی دلیل العلامة ابراہیم الحلبي مدفوع بآ قد منّا عن الفتح والبحر والشرنبلالی ان السجود مع رفع القدمین بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم ولا نسلم ان كذلك الیدان والركبتان وكون توقف وضع الوجه علی وضع هاتین ابلغ من توقفه علی وضع القدمین مع ظهور ضعفه فی الیدین فلا حاجة فی وضعه الی وضعهما اصلاً وكذا فی الركبتین فان الواقع ههنا التساوی لا الا بلغیة نحن لانبئی الكلام علی توقف

بنیاد چہرے کے رکھنے کے موقوف پر نہیں رکھتے بلکہ سجدہ کے موقوف ہونے پر رکھتے ہیں جو مطلوب شرعی ہو اور اس میں تعظیم و توقیر ہونہ کہ اس صورت میں جب چہرہ رکھا ہو اور قدم اٹھے ہوئے ہوں جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا تو اب قدموں کا رکھنا فرض کی تکمیل کے لئے ضروری ہو تو وہ لامحالہ فرض ہوگا اور علامہ حلبی اس تعلیل کے بیان کرنے میں تنہا نہیں بلکہ اس سے پہلے ایک امام جلیل جن کا اسم گرامی ابوالبرکات نسفی ہے نے بیان کی ہے، شرح وافیہ الکافی میں فرمایا سجدے میں قدموں کا لگانا فرض ہے کیونکہ سجدہ کا وجود ممکن نہیں۔ رہا غنیہ کا قول "قبلہ کی طرف" تو اس کی علامہ نوح آفندی، علامہ ابوالسعود ازہری نے اتباع کی ہے، اور ہم نے ان کی عبارات کا تذکرہ کر دیا ہے۔ فاقول: ان کی عبارات کو جو تم نے سمجھا ہے وہ ان کے مقصود سے کہیں دور ہے اور یہ مراد لے بھی کیے سکتے ہیں حالانکہ خود انہوں نے تصریح کی ہے کہ انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنت اور اس کا ترک مکروہ ہے۔ پس برجنندی اور قمستانی کے حوالے سے ان کے خلاف احتجاج کیوں کیا ہے، کیوں نہ ان کے

وضع الوجه بل علی توقف السجود المطلوب الشرعی علیہ وهو الذی یکون علی جهة التعظیم و الاجلال ولا تعظیم اذا وضع الوجه ورفع القدمین كما افاد المحقق علی الاطلاق فعن هذا كان وجع القدم مبالا یتوصل الی الفرض الابه فکان فرضاً لاجرم لم یتفرد العلامة الحلبي بهذا التعلیل بل سبقه الیه امام جلیل وهو الامام ابوالبرکات النسفی قال فی شرح وافیہ الکافی وضع القدمین فرض فی السجود لانه لا یسکن تحقیق السجود الا بوضع القدمین¹ اه فلم یقل لا یسکن وضع الوجه بل تحقیق السجود اما قول الغنیة نحو القبلة وقد تبعه علیه العلامة الشرنبلالی فی مراقی الفلاح والمدقق العلائی والعلامة نوح آفندی والعلامة ابوالسعود الازہری وقد تلونا علیک نصوصهم جملعاً فاقول: حبلہ علی ما فہمتم بعید من مرامهم کل البعد وکیف یرومونه وهم مصرحون بانفسهم ان توجیہ الاصابع سنة یکرہ ترکہ فلم یحتج علیہم بالبرجنندی والقہستانی لم لا یحتج علیہم بہم

¹ کافنی شرح دانی

خلاف خود ان کی عبارات سے احتجاج کیا۔ حلبی نے فصل النوافل سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ نوافل سے مراد ہر وہ شئی ہے جس کا فرض یا واجب ہونا مذکور نہ ہو اور جن اشیاء کو ہم نے صفۃ الصلوٰۃ میں سنت ہونا معین کیا ہے ان کے سوا تمام آداب ہیں لیکن یہ تعین محل نظر ہے کیونکہ ان میں حالت سجود میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا بھی ہے حالانکہ وہ سنت ہے اسی طرح پہلوؤں کا رانوں کا پیٹ سے دور رکھنا، حالت سجدہ میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بھی ہے کیونکہ یہ سابقہ دلائل کی بنا پر سنت ہیں، شرنبلالی نے متن اور شرح میں کہا حالت سجود وغیرہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے پھیرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں طریقہ سنت کی خلاف ورزی ہے۔ علانی نے کہا پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کیا جائے اور اگر نہ کیا تو کراہت ہوگی، اللہ تعالیٰ نے مجھے جو آگاہ فرمایا ہے اس کے مطابق یہ سمجھا ہوں کہ وہ تمام بزرگ رحمہم اللہ تعالیٰ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انگلی کا باطن لگانا فرض ہے اس کا ظاہر اور اس کا سر جو ناخن والا حصہ ہے لگانا کافی نہیں کیونکہ پہلی صورت میں قدم کی پشت پر سجدہ ہوگا جس کا وہ اعتبار ہی نہیں کرتے، دوسری صورت میں

قال الحلبي قبيل فصل النوافل يعني كل شيع لم يذكر انه فرض او واجب قد ذكرنا في صفۃ الصلوٰۃ ما سوى ما عيننا ههنا انه سنة فهو آداب لكن هذا التعيين فيه نظر و فان من جملة ذلك وضع اليدين والركبتين في السجود وهو سنة وكذا ابداء الضبعين ومجافاة البطن عن الفخذين وتوجيه الاصابع نحو القبلة فيه فان كل ذلك سنة لما تقدم من ادلته هناك¹ وقال الشرنبلالي متناوئاً وشرحاً يكره تحويل اصابع يديه اور جليه عن القبلة في السجود وغيره لما فيه من ازالته عن الموضع المسنون² وقال العلائي يستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة ويكره ان لم يفعل ذلك³ بل انما ارادوا رحمهم الله تعالى على ما الهمني الملك المنعم عز جلاله ان يقولوا يفترض وضع بطن الاصبع ولا يكفي وضع ظهرها ولا رأسها الكائن عند ظفرها لان على الاول يكون وضع ظهر القدم وقد اسقطوه عن الاعتبار وعلى الثاني

¹ غنية المستملی شرح منیة المصلی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۳

² مرآتی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۴

³ در مختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۷/۱۷۷

اعتماد نہیں ہوگا حالانکہ مقصود اعتماد جسے ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان پر اعتماد ہو ورنہ سجدہ قدم کی پشت پر ہوگا حالانکہ اسے معتبر تسلیم نہیں کیا گیا، یہاں فقہاء نے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا کہا ہے کیونکہ نمازی اگر حالت سجدہ میں قدم کی ایک انگلی کے باطن پر اعتماد چاہے تو یہ ممکن نہیں مگر اس وقت جب اسے قبلہ کی طرف متوجہ کرے میری مراد جنوباً و شمالاً استقبال قبلہ کے لئے اسے بچھانا ہے نہ کہ وہ معنی مسنون جو انحراف کے منافی ہے اور اسی طرح اگر متوجہ ہونے کا عام معنی لیا جائے تو بھی انگلیوں کے باطن کا زمین پر لگنا ضروری ہوگا اور یہ بالکل واضح ہے پس ان دونوں کے درمیان نماز میں تلازم ہے اگرچہ نماز سے باہر یہ ممکن ہے اس شخص کے لئے جس نے غیر قبلہ کی طرف غلطی سے یا عمدہ سجدہ کیا کہ وہ انگلیوں کو قبلہ رو کئے بغیر ان پر ٹیک لگائے تو یہاں اطلاق لازم اور مراد ملزوم ہے، رہا معاملہ سنت ہونے کا تو وہ قبلہ کی جانب ہے بغیر کسی انحراف کے، اور وہ یہ ہے کہ جس کے ترک میں کراہت و اسائت کے علاوہ کچھ نہیں اس مقام کو اس طریقہ سے سمجھنا چاہئے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو حامد و منعم ہے اور یہی وہ ہے جو امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ثابت رکھتے ہوئے تحقیق سے نقل کیا کہ معتبر قدیمین میں انگلیوں کا باطن ہے الخ اور جو تم نے فیض سے نقل کیا ہے کہ خلاصہ، وجیز، حلیہ، غنیہ، ہندیہ

يكون وضعاً مجرداً عن الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بين هذا بقوله ليكون الاعتماد عليها والافهوضع ظهر القدم وقد جعله غير معتبر انما عبر عنه بالتوجيه نحو القبلة لان المصلى ان اراد في سجوده الاعتماد على بطن اصبع قدمه لم يمكنه ذلك الا بتوجيهها نحو القبلة اعني بالمعنى المقتض في الاستقبال مبتدا بين الجنوب والشمال، لا بالمعنى المسنون النافي للانحراف، وكذلك ان اراد توجيهها للقبلة بالمعنى العام لم يتأت له الا باصابة بطنها الارض، وهذا ظاهر جدا فبينهما تلازم في الصلوة، وان كان يمكن خارجها لمن سجد غلطاً او عبد الغير القبلة ان يعتمد على بطنها وهي على خلاف جهة القبلة، فكان هذا من باب اطلاق اللازم واردة الملزوم، اما السنة فجعلها على مسامحة القبلة من دون انحراف، وهذا الذي ليس في تركه الا الكراهة والاساءة، هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام والحمد لله الملك المنعم وذلك ما نقل الامام ابن امير الحاج في الحلية عن التحقيق مقراً عليه والمعتبر في القدمين بطون الصابع الخ اما ما نقلتم عن الفيض العبارة و الخلاصة والوجيز والحلية والغنية و

وغيرها بلا خلاف بان الشرطية دون او العاطفة فأؤ في نسخة الفيض تصحيح و قد اغتربه العلامة البرجندی في شرح النقاية فليتنبه وبالجمله فتحرر مما تقرر ان الاعتماد في السجود على بطن احدى اصابع القدم العشر فريضة في المذهب المعتمد المفتي به والاعتماد على بطن كلها او اكثرها من كلتا القدمين لا يبعد ان يجب لها حرره في الحلية وتوجيهها نحو القلبة من دون انحراف سنة اغتنم هذا التحرير المفرد المنير فلعلك لاتجده من غير الفقير والله الحمد والمنة۔	وغیرہ میں بالاتفاق ہے "ان" شرطیہ ہے "او" عاطفہ نہیں ہے پس "او" نسخہ فیض میں تحریف ہے اور اس سے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں دھوکا کھایا ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے۔ اس تمام گفتگو سے آشکار ہو گیا کہ حالت سجدہ میں قدم کی دس انگلیوں میں سے ایک کے باطن پر اعتماد مذہب معتمد اور مفتی بہ میں فرض ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں پر اعتماد بعید نہیں کہ واجب ہو اس بنا پر جو حلیہ میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی انحراف کے سنت ہے اس کی تا، منفرد اور روشن گفتگو کو غنیمت جانو شاید اس فقیر کے علاوہ کسی اور کے ہاں تم کو نہ ملے، اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد و احسان ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خوردنو کے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر با اعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے گو ان جوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد و وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لئے تسمہ جسے شراکت کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پرت کی زیادہ پسند رکھتے، مجمع بحار الانوار میں زیر حدیث:

ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یاخیر من یشی بنعل فرد، والفرد هی التی تخصف ولم تطارق وانما هی طارق واحد والعرب یمدح برقة النعال ویجعلها من لباس الملوک¹۔	ایک آدمی نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے ایک پرت والے جوتے پہننے والوں میں افضل ترین ذات۔ فرد اس نعل کو کہتے ہیں جس کا ایک پرت ہو، اور عرب جوتے کی نرمی کو پسند کرتے ہیں اور یہ ملوک کا لباس ہے (ت)

¹ مجمع بحار الانوار لفظ نعل کے تحت مذکور ہے مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۳/۳۷۳

تو وہ کیسے ہی نہ ہوتے سجدہ میں فرض و واجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں، پھر اگر اسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ ہیں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔ در مختار میں ہے: صلاتہ فیہما افضل¹ (ان میں نماز افضل ہے۔ ت) مگر عند التحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک رب العرش عز جلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استخفاف نری کراہت بھی اس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے، شرکت جماعت نماز و دخول مسجد کے یہ احکام بحمد اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہذا چند کلمات نافع و سود مند باذن اللہ تعالیٰ سے القا کرے کہ بعونہ تعالیٰ احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں۔ ت)

فاقول: وبالله استعین (پس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں)

افادہ اول: متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریف صاف ہے کہ ثياب بذلت و منّت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے، تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

کرہ صلوتہ فی ثياب بذلة (یلبسہا فی بیتہ) (ومہنتہ) ای خدمۃ ان لہ غیروہا ² ۔	کام کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے (وہ کپڑے جو گھر میں پہنتا ہے) (اور صنعت کے کپڑوں میں) یعنی خدمت والے اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے ہوں (ت)

درر وغر و شرح وقایہ و مجمع الانہر و بحر الرائق و رد المحتار میں ان کی تفسیر کی:

ما یلبسہ فی بیتہ ولا یذہب بہ الی الا کابر ³ ۔	جو کپڑے صرف گھر میں پہنتا ہو وہ پہن کر اکابر کے ہاں نہ جاتا ہو۔ (ت)

غنیہ میں اُن کی تفسیر کی: ما لا یصان ولا یحفظ من الدنس ونحوہ⁴ (جن کپڑوں کو وہ میل کچیل سے محفوظ

¹ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱

² در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱

³ رد المحتار مطلب مکروہات الصلوۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۴۷

⁴ غنیہ المستملی فصل کراہتیہ الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۳۴۹

نہ رکھتا ہو۔ ت) اُسی میں ہے:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ظاہری و باطنی جمال کا حصول اس بارگاہ کے آداب میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی "تم ہر مسجد میں جانے کے وقت زینت اختیار کرو" میں اسی طرف اشارہ ہے اگرچہ اس سے مراد ستر عورت ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا (ت)	یکرہ تکمیلًا لرعاية الادب فی الوقوف بین یدیه تعالیٰ بما امکن من تجمیل الظاہر والباطن وفی قوله تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد اشارۃ الی ذلک وان کان المراد بہا ستر العورۃ علی ما ذکرہ اهل التفسیر کہا تقدم¹۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا: بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا؟ کہانہ۔ فرمایا: تو اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو۔ حلیہ پھر بحر الرائق میں ہے:

ذخیرہ میں اس پریوں استدلال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا خیال ہے اگر تجھے میں کسی آدمی کے پاس بھیجوں تو تو انہیں کپڑوں میں چلا جائے گا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ہاں حاضری کے لئے زینت اختیار کی جائے۔ (ت)	احتج له فی الذخیرۃ بانہ روى ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رأى رجلا فعل ذلک فقال رأیت لو ارسلتک الی بعض الناس اکنت تمر فی ثیابک هذه فقال لا فقال عمر فاللہ احق ان یتزین له²۔

سبحان اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو، معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جوتے کہ نجاست سے بچائے نہیں جاتے اُن سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بدابہت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے و لیس هذا من باب القیاس بل کما تری استدلال بفحوی الخطاب لایحوم حوله شک ولا رتیب (یہ مسئلہ قیاسی نہیں بلکہ انداز و خطاب سے آپ

¹ غنیۃ المستملی فصل کراہیۃ الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

² بحر الرائق آخر مکروہات الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲

استدلال دیکھ رہے ہیں اس میں نہ کوئی شک ہے نہ ریب۔ (ت)

افادہ دوم: متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست کامل احتیاط دشوار ہے۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ تقدیم الاعی لانہ لایتوقی النجاسة ¹ ۔	ناپنا کا امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (ت)

کافی امام نسفی میں ہے:

الاعی لایصون ثیابہ عن النجاسات فالبصیر اولی بالامامة ² ۔	ناپنا اپنے کپڑوں کو نجاست سے محفوظ نہیں رکھ سکتا لہذا امامت کے لئے پینا ہونا بہتر ہے (ت)

در مختار میں ہے: ونحوہ الاعشی، نہر³ (اس کی مثل اعشی ہے، نہر۔ (ت) ردالمحتار میں ہے:

الاعشی ہوسیع البصر لیلا ونہارا قاموس و هذا ذکرہ فی النہر بحثا اخذا من تعلیل الاعی بانہ لایتوقی النجاسة ⁴ ۔	اعشی سے مراد وہ شخص ہے جس کی دن یا رات کو نظر کم ہو جائے، قاموس، نہر میں ناپنا کی علت یہی بیان ہوئی ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (ت)

ابو السعود علی الکفرز میں ہے:

والاعی لانہ لایتوقی النجاسة وهذا یقتضی کراہۃ امامۃ الاعشی ⁵ ۔	ناپنا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ اعشی کی امامت بھی مکروہ ہو۔ (ت)

¹ الہدایہ، باب الامامة، مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی، ۱۰/۱

² کافی شرح وافی

³ الدر المختار باب الاحق بالامامة مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۸۳/۱

⁴ ردالمختار، باب الامامة، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/۱

⁵ فتح المعین حاشیہ علی شرح الکفرز باب الامامة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰۸/۱

طحطاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے: وهو الذی لا یبصر لیللاً^۱ (وہ شخص جسے رات کو دکھائی نہ دے۔ ت) محل انصاف ہے کہ نمازی پر ہیزگار ناپائیدار بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جو تونوں پر جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہو نا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔ افادہ سوم: علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کر سکتا ہے! اقول: اور اگر نادراً کوئی شے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے۔ مجمع بحار الانوار میں برمز "ن" فرمایا: یصلی فی النعلین لایؤخذ منه لغیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان حفظ غیرہ لایلحق بہ^۲۔ حضور علیہ السلام نے نعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دوسرا استدلال نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کر سکتا۔ (ت)

افادہ چہارم: بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کامطلقاً صرف زمین پر گر دینے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتمدہ تمام ائمہ مذہب کے خلاف ہے، امام محمد کے نزدیک تو نعل و خف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہو سکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جو مردار اور خشک ہو گئی ہو اس کے بعد اس قدر گر گئیں کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے، اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جانا شرط نہیں تر بھی ملنے والے اثر زائل کر دینے سے پاک ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے، اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتویٰ ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلاثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتویٰ کے بھی خلاف ہے وقد صرحوا ان لا عبرۃ بالبحث علی خلاف المنقول (اس کی تصریح کی ہے کہ خلاف منقول بحث کا اعتبار نہیں۔ ت) ہدایہ میں ہے:

^۱ طحطاوی علی المراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامیہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

^۲ مجمع بحار الانوار، تحت لفظ نعل، مطبوعہ منشی نوکسور لکھنؤ ۱۳/۳۷

جب موزے پر ایسی نجاست لگ جائے جس کا جسم ہو مثلاً لید، پاخانہ، خون اور خشک ہو جائے تو زمین پر رگڑ لیا جائے تو جائز ہے اور یہ استحساناً ہے۔ امام محمد نے فرمایا یہ جائز نہیں قیاس کا تقاضا یہی ہے اور اگر نجاست تر ہو تو دھونے سے پہلے جائز نہیں۔ امام ابو یوسف نے کہا جب زمین پر رگڑا حتیٰ کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہا تو عمومی ضرورت کے پیش نظر یہ پاک ہو جائے گا اور مروی کا اطلاق یہی ہے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اسی پر ہیں اور اگر پیشاب موزے پر لگ گیا اور خشک ہو گیا تو دھوئے بغیر جائز نہیں اور یہی حکم ہر اس نجاست کا ہے جس کا جسم نہیں مثلاً شراب۔ (مختصرًا) (ت)	إذا أصاب الخف نجاسة لها جرم كالروث والعذرة والدم فجفت فدلکہ بالأرض جاز وهذا استحسان وقال محمد رحمه الله تعالى لا يجوز وهو القياس وفي الرطب لا يجوز حتى يغسله وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى انه اذا مسح بالأرض حتى لم يبق اثر النجاسة يطهر لعبوم البلوى واطلاق ما يروى و عليه مشائخنا رحمهم الله تعالى فان اصابه بول فيبس لم يجز حتى يغسله وكذا كل ما لا جرم له كالخمر¹۔ (مختصرًا)

فتح القدير میں ہے:

اکثر مشائخ قول ابو یوسف پر ہیں اور یہی مختار ہے (ت)	وعلى قول أبي يوسف اكثر المشائخ وهو المختار²۔

عنایہ میں ہے:

ہمارے اکثر مشائخ اسی پر ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)	عليه اكثر مشائخنا قال شمس الائمة السرخسي وهو صحيح وعليه الفتوى³۔

حلیہ میں ہے:

خلاصہ میں ہے اسی پر عام مشائخ ہیں اور یہی صحیح ہے اور خانیہ، کافی اور حاوی میں تصریح ہے کہ	في الخلاصة وعليه عامة المشائخ وهو الصحيح ونص في الفتاوى الخانية والكافي والحاوي

¹الهدایہ باب الانجاس و تطہیرہ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۵۶/۱

²فتح القدير باب الانجاس و تطہیرہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۷۲/۱

³عنایہ شرح علی حاشیۃ فتح القدير باب الانجاس و تطہیرہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۷۲/۱

علی ان الفتوی علیہ ^۱ ۔	فتویٰ اسی پر ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

علی قوله اکثر المشائخ وفي النهاية والعناية والخانية والخلصة وعليه الفتوى وفي فتح القدير وهو المختار ^۲ ۔	اکثر مشائخ اسی قول پر ہیں نہایہ، عنایہ، خانہ اور خلاصہ میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے، فتح القدير میں ہے یہی مختار ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

یطهر خف ونحوه تنجس بذی جرم بدلك ولا یغسل ^۳ ۔	اگر موزہ یا اس کی مانند کوئی شئی صاحب جسم نجاست سے ناپاک ہو جائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہو جائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔ (ت)

طحطاوی علی المرقی الفلاح میں ہے:

واحتوز به عن غیر ذی الجرم فانه یغسل اتفاقاً ذکره العینی ^۴ ۔	اس سے اس نجاست سے احتراز ہے جو جسم والی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ اسے عینی نے ذکر کیا۔ (ت)

بحر میں ہے:

ان لم یکن لها جرم فلا بد من غسله واشتراط الجرم قول الكل لانه لو اصابه بول فیبس لم یجزه حتی یغسله لان الاجزاء تتشرب فيه فاتفق الكل علی ان المطلق	اگر جسم والی نجاست نہ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے اور جسم کا شرط ہونا تمام کا قول ہے اس لئے کہ اگر پیشاب لگ گیا اور خشک ہو گیا تو دھونے کے سوا جواز نہ ہوگا کیونکہ اس کے اجزاء اس شے میں داخل ہو چکے ہیں تو سب کا اتفاق ہے اس بات پر

^۱ حلیہ المکی شرح منیہ المصلی

^۲ بحر الرائق باب الانجاس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۳/۱

^۳ در مختار باب الانجاس مطبع مجتبائی دہلی ۵۳/۱

^۴ طحطاوی علی المرقی الفلاح باب الانجاس مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۷

مقید الخ ¹ مختصراً۔	کہ مطلق مقید ہے الخ تلخیصاً (ت)

منحیہ الخالق میں ہے:

الحاصل انهم اتفقوا على التقييد بالجرم ² ۔	خلاصہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس قید پر اتفاق ہے کہ وہ نجاست جسم والی ہو۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

ان لم یکن لہا ای للنجاسة التي اصابها الخف جرم كالبول والخمر ونحوهما فلا بد من الغسل بالاتفاق رطباً كان او يابساً ³ ۔	اگر نجاست کے لئے جسم نہیں جو موزے کو لگی مثلاً بول و شراب وغیرہ تو وہ خشک ہوگی یا ابھی تر ہے اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں علامہ مقدسی سے ہے: البحث لا یقضى على المذهب⁴ (اختلاف، مذہب پر فائق نہیں۔ ت) اُسی میں ہے:

الفرض فی اشواط الطواف اکثر السبع لاکلہا وان قال المحقق ابن الہمام ان الذی ندین اللہ تعالیٰ بہ ان لا یجزئ اقل من السبع ولا یجبر بعضہ بشیئی فانہ من ابحاثہ المخالفة لاهل المذہب قاطبة کما فی البحر وقد قال تلمیذہ العلامة قاسم ان ابحاثہ المخالفة المذہب لا تعتبر ⁵ ۔	طواف میں فرض سات چکروں کا اکثر ہے نہ کہ تمام، اگرچہ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تب جزا دے گا جب سات سے کم نہ کریں اس کی کما ازالہ کسی اور شئی سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ابحاث اہل مذہب کے مخالف ہیں جیسا کہ بحر میں ہے ان کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ مذہب کے مخالف ابحاث کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جو توں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجہ کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔ واللہ

اعلم

¹ بحر الرائق باب الانجاس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۳/۱

² منحیہ الخالق حاشیہ علی البحر الرائق باب الانجاس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۳/۱

³ غنیہ المستملی فصل فی آسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۸

⁴ ردالمحتار باب نکاح الرقیق مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۱۰/۲

⁵ ردالمحتار باب الجنایات مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۲۴/۲

مسئلہ ۱۰۰۹: ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقہ تمباکو کو پینے والے کے منہ کی بو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کرے، اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچتی حرام ہے، اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملائکہ کو ایذا پہنچتی ہے، حدیث میں ہے:

ان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم ^۱ - واللہ تعالیٰ اعلم	ملائکہ کو ہر اس شے سے اذیت ہوتی ہے جس سے بنی آدم کو اذیت پہنچتی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۲۵ھ

از ریاست جاوہر مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار

مسئلہ ۱۰۱۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت نماز میں کسی مقام پر کھجالی چلے تو کھجاوے یا نہیں، اور اگر کھجاوے تو کتنی مرتبہ؟

الجواب:

ضبط کرے، اور نہ ہو سکے یا اس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کھجالے مگر ایک رکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود میں تین بار نہ کھجاوے دو بار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

مسئلہ ۱۰۱۶ تا ۱۰۱۱: مرسلہ احمد شاہ از موضع نگر یہ سادات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) اگر تہبند کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تہبند کا پیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟

(۳) داڑھی میں ڈانٹا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

(۵) کسی چیز کی صورت (تصویر) اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۶) روپیہ پیسہ جیب میں رکھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

^۱ صحیح مسلم، باب من اکل ثلثاً او بصلاً او کراً الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۲۰۹/۱

الجواب:

- (۱) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سمیٹنے گھرنے سے منع فرمایا ہے^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بالوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے^۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۴) درست ہے مگر دامن اس کے پیچھے نہ دب جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ و ناپسند ہے جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو روپے اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۶) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱۷: از شہر کہنہ ۲۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگرکھ کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لگائے یا کرتے کے بٹن جو سامنے سینہ پر گوٹ میں لگے ہوتے ہیں بلا لگائے ہوئے یا کرتہ کی وہ گھنڈی جس کے کہ گوٹ آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لگا کر نماز پڑھے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ وہ گھنڈی کرتے کے گلے میں جو ہیں ایک کھلی رکھے جس سے کہ کچھ گلا کھلا ہو رہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہننے کے کپڑے کو بے پہنے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ جیسے انگرکھ یا کرتا کندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارائیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ ان کی آستینوں میں مونڈھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پہنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا شمال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پلو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل بائیں شانہ پر ڈال لیا اور بایاں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلاف عادت پہننا جسے مہذب آدمی مجمع یا بازار میں نہ کر سکے اور کرے تو بے ادب خفیف الحركات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے انگرکھ پہننا اور گھنڈی یا باہر کے بند نہ لگانا

^۱ صحیح بخاری باب لا یكف شعرًا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۳/۱

^۲ صحیح بخاری باب لا یكف شعرًا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۳/۱

یا ایسا کرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کھلا رہے جبکہ اوپر سے انگر کھانا پہنے ہو یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے انگر کھا پہنا ہے یا اتنے بوتام لگا لئے کہ سینہ یا شانہ ڈھک گئے اگرچہ اوپر کا بوتام نہ لگانے سے گلے کے پاس کا خفیف حصہ کھلا رہا یا شانوں پر کے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام نہ لگائیں جب بھی کرتا نیچے ڈھلکے گا شانے ڈھکے رہیں گے تو حرج نہیں، اسی طرح انگر کھے پر جو صدری یا چغہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں اُن کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہئے کہ یہ خلافِ معاد نہیں ہذا مآظہری من کلماتہم والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ ہے جو عبارات فقہاء سے بھرپور واضح ہوا باقی حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

کپڑے کو لٹکانا مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسا لٹکانا جو معاد پہننے کے خلاف ہو اسی طرح آستین والی قبا کا پیچھے کی طرف ڈالنا اسے حلبی نے ذکر کیا مثلاً پٹکا یا رومال دونوں کاندھوں سے لٹکانا، اگر ایک طرف سے ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ اصح قول کے مطابق حالتِ عذر اور نماز سے باہر کا معاملہ ہے۔ (ت)

کرة تحریماً سدل ثوبه ای ارساله بلالبس معتاد وكذا القباء بكم الی وراء ذكره الحلبي كشد ومندیل یرسله كتفیه فلو من احدھما لم یكره كحالة عذرو خارج صلوٰۃ فی الاصح¹۔

ردالمحتار میں ہے:

ان کے کلام کے ظاہر سے پتا چلتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ کپڑا گرنے سے محفوظ ہو یا نہ ہو لہذا اس صورت میں ٹوپی والے کوٹ میں کراہت نہیں ہوگی جو سر پر ہو، اس کی تصریح شرح وقایہ میں ہے اہ یعنی جب اس نے گردن کو نہ باندھا ہو ورنہ کوئی سدل نہ ہوگا وہ رومی قبائیں جن کی آستینوں میں کندھوں کے پاس سوراخ ہوتے ہیں، اگر نمازی اس پھٹی ہوئی جگہ سے ہاتھ نکالے اور آستین کو ویسے ہی ڈال لے تو یہ مکروہ ہے اس پر سدل کا صدق ہے کیونکہ یہ

ظاہر کلامہم انه لافرق بین ان یکون الثوب محفوظاً من الوقوع، اولافعلی هذا لاتکرة فی الطیلسان الذی یجعل علی الراس وقد صرح به فی شرح الوقایہ اھ ای اذا لم یدره علی عنقه والافلا سدل، والاقبیتة الرومیه التی تجعل لاکبامھا خروج عند العضد اذا اخرج المصلی یدہ من الخرق وارسل الكم یکره لصدق السدل لانه

¹ در مختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکره فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۱

بغیر پہننے کے چھوڑنا ہے اور آستین کا پہننا ہاتھ داخل کر کے ہوتا ہے اس کی تفصیل شرح منیہ میں ہے بحر میں ہے شد (صافا یلہرنا) عادی شئی ہے اسے کاندھے پر رکھا جاتا ہے اس کی مثل شال ہے جب اس کی ایک طرف اپنے سینے پر اور ایک طرف اپنی پشت پر رکھی تو یہ مکروہ ہے، خزائن میں ابو جعفر نے ذکر کیا اگر کسی نے دونوں ہاتھ آستینوں میں ڈالے اور ان کے بٹن بند نہ کئے تو یہ گنہگار ہوگا کیونکہ یہ سدل کے مشابہ ہے لیکن حلیہ میں کہا کہ جب وہ قمیص یا ایسے کپڑے کے تحت ہو جو بدن کو ڈھانپ رہا ہو تو اس میں نظر ہے اہ اختصاراً جبکہ خود حلیہ کی گفتگو میں نظر ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے بیان کر دیا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم	ارخاء من غیر لابس لان لبس الكم با دخال الید و تمامہ فی شرح المنیۃ، والشد شبیعی یعتقد وضعہ علی الکتفین کما فی البحر و ذلک نحو الشال فاذا ارسل طرفاً منہ علی صدرہ و طرفاً علی ظہرہ یکرہ، وفی الخزائن بل ذکر ابو جعفر انہ لو ادخل یدیدہ فی کیسہ ولم یزر ازرارہ فہو مسیئ لانہ یشبہ السدل اہ لکن فی الحلیہ فیہ نظر ظاہر بعد ان یکون تحت قمیص او نحوہ مما یستر البدن^۱ اہ مختصراً ولنا فی ماقال فی الحلیۃ نظر قد مناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۱۸: از کالج علی گڑھ کمرہ نمبر ۶ مرسلہ محمد عبد المجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آویزاں ہوں اُس میں نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ؟ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے وہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جائیں، دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور ہمہ تن مصروف ہو کر ہونا چاہئے لہذا کیا مضائقہ ہو سکتا ہے اگر تصاویر اس جگہ ہوں یا احتیاطاً کیسا اس قدر کافی نہیں ہو سکتا ہے کہ صرف سامنے یا اس حد تک کے جہان تک نظر پڑ سکے تصاویر ہٹادی جائیں اور پس پشت اگر تصاویر ہوں وہ رہیں اور نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا کیا نقص پیدا ہو جائے گا؟ فقط۔

الجواب:

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر بریدہ ہو، نہ چہرہ محور کردہ، نہ پاؤں کے نیچے، نہ فرش پانداز میں، نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو، اس میں نماز مطلقاً

^۱ رد المحتار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۱۱ھ - ۷۲ - ۴

مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یاد ہونے یا بانیں یا اوپر یا سجدہ کی جگہ اور ان سب میں بدتر جائے سجود یا جانب قبلہ ہونا ہے پھر اوپر، پھر دھننے بانیں، پھر پیچھے اور اس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اس مکان کا معبد کفار سے مشابہ ہونا، تصویر کا بطور اعزاز ظاہر طور پر رکھا یا لگا ہونا، آگے یا جائے سجود پر ہو تو اس کی عبادت سے مشابہ ہو، ملائکہ رحمت کا اس مکان میں نہ آنا متواتر حدیثوں میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الملائكة لا تدخل بیتنا فیہ کلب ولا صورة ¹ ۔	بیٹک فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

یہ وجہ ان تمام صور مذکورہ کو شامل اور وہم مذکور فی السؤال کا علاج کامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱۹: از جھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی؟ قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے؟ براہ ہمدردی استفتاء بحوالہ عبارت کتب متداولہ معتبرہ فقیہ ارقام فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

ازار گاٹوں سے نیچے رکھنا اگر برائے تکبر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی، اور نماز میں بھی اس کی غایت اولیٰ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص خیال نہ رکھوں فرمایا: لست من یصنعه خیلاء² (تم ان میں نہیں ہو جو براہ تکبر ایسا کریں، فتاویٰ علما گیریہ میں ہے:

اسبال الرجل ازاره اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراہۃ تنزیہ کذا فی الغرائب ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	کسی آدمی کا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا کر چلنا اگر تکبر کی بنا پر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ غرائب میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ مسند احمد بن حنبل مروی عن ابی طلحہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۰/۴

² صحیح بخاری باب فی جرازہ من غیر خیلاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶۰/۲

³ فتاویٰ ہندیہ کتب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۳/۵

دونوں باتیں خلاف سنت و مکروہ ہیں، ہاں تراویح بین القدین یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنت ہے کما حقہ فی الحلیۃ و بیناۃ فی فتاونا (حلیہ میں اس کی تفصیل ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں بھی اسے بیان کیا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۰۲۰: از قادری گنج ضلع میر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی کرمانی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سرنگا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی و انکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی و انکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات ائمائین متطہرین یا حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں؟ اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب اور آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ و فقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ و عمامہ ہے اور فقہاء کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر بہ نیت تواضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ، اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر، جب مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام سب سے ثابت، بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہر گز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ، مجمع الباری وغیرہ میں ہے:

الخروج عن عادة البلد شهرة ومکروه ¹ ۔	اہل شہر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے (ت)

صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ مجمع الباری

مسئلہ ۱۰۲۱: از شہر کہنہ محلہ سہسوائی ٹولہ مسئلہ حافظ رحیم اللہ صاحب
 ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ
 بعد الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے منہ سے سہوگاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا حضور ان دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ سہوگاً کہنا چاہئے نہ عمدہ، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اللہ عزوجل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عزوجل یا جل جلالہ، یا اس کی مثل کلمات تعظیسی کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام یا اس کے مثل کلمات درود کہے مگر یہ دونوں وجوب بیرون نماز ہیں نماز میں سوا ان کلمات کے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمادیئے ہیں اور کی اجازت نہیں، خصوصاً جسریہ نماز میں وقت قرأت امام مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یونہی امام کے خطبہ پڑھتے ہیں جب اللہ عزوجل اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ آئیں سامعین دل میں کلمات تقدیس و درود کہیں، زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں، نماز میں نام الہی سن کر جل و علا یا نام مبارک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہوگاً ہو یا قصداً، اور اگر بلا قصد جواب تو قصداً ممنوع اور سہوگاً پر مواخذہ نہیں، درمختار میں ہے:

اگر اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سن کر درود شریف، امام کی قرأت سن کر صدق اللہ و رسولہ، کہا تو مقصود جواب تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ علامہ شامی نے فرمایا بحر میں ہے کہ اگر نمازی نے اذان کا جواب دیتے ہوئے اذان کے کلمات کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اسی طرح اس صورت کا حکم ہے جب کوئی نیت نہ تھی کیونکہ ظاہر جواب دینا ہی ہے اسی طرح جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	سمع اسم الله تعالى فقال جل جلاله او النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فصلی عليه او قراءة الامام فقال صدق الله ورسوله لفسد ان قصد جوابه^۱ اه قال العلامة الشامی ذکر فی البحر انه لو قال مثل ما قال المؤذن ان اراد جوابه تفسد وكذا لو لم تكن نية لان الظاهر انه اراد الاجابة وكذلك اذا سمع اسم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فصلی

^۱ رد المحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۵۹ھ

کا اسم گرامی سنا اور درود شریف پڑھا تو یہ بھی جواب ہی ہے اھ اور اس پر گزشتہ گفتگو کے ساتھ اعتراض ہوگا جس میں فرق کیا گیا تھا مثلاً کسی نے چھینک سن کر الحمد للہ کہا غور کرو، جو واضح کر رہا ہے کہ اگر مقصود جواب نہ ہو بلکہ اللہ کی ثناء و تعظیم ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام، نماز کے منافی نہیں شرح المنیہ اھ علامہ شامی کا کلام ختم ہوا۔

اقول: (میں کہتا ہوں) جو تفصیل پیچھے گزری کہ اگر غیر کی چھینک سننے والے نے الحمد للہ کہا تو اگر مقصود جواب تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے یا مقصود تعلیم تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی یاد دونوں میں سے کوئی بھی مقصود نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی نہر، اور شرح منیہ میں اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ کسی صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ جواب متعارف نہیں بخلاف اس صورت کے جب خوش کن بات پر الحمد للہ کہے تو یہ جواب متعارف ہے اھ ش۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اس کے قول "عدم الفساد مطلقاً" پر یہ لکھا تھا۔ اقول: یہاں ارادہ تعلیم کو مستثنیٰ کرنا ضروری ہے جیسا کہ واضح ہے اور تعلیل اس سے متعلق نہیں

علیہ فهذا اجابة اه ويشكل على هذا كلمة ما مر من التفصيل فيمن سبح العاطس فقال الحمد لله تأمل، استفيد انه لو لم يقصد الجواب بل قصدا للثناء والتعظيم لا تفسد لان نفس تعظيم الله تعالى و الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا ينافي الصلوة كما شرح المنية¹ اھ کلام العلامة ش۔

اقول: والذي من التفصيل ان سامع عطسة غيره، لو قال الحمد لله فان عنى الجواب اختلف المشائخ او التعليم فسدت اولم يرد واحدا منهما لا تفسد نهر و صح في شرح المنية عدم الفساد مطلقاً لانه لم يتعارف جواباً قال بخلاف جواب السار بالحمد لله² اھ ش۔ رأيتني كتبت على قوله عدم الفساد مطلقاً مانصه۔ اقول: لا بد من استثناء ارادة التعليم كما لا يخفى

¹ در مختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۹۱ھ

² رد المحتار باب ما يفسد الصلوة مطبوعه مصطفى البابي مصر ۱۳۵۸ھ

ہو سکتی کیونکہ اس میں علت اور شئی ہے اور وہ جواب ہونا نہیں بلکہ وہ اس کا خطا ہونا ہے یہی گزشتہ تفصیل تھی اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کا کوئی تعلق نہیں کہ یہ اس کی فروعات میں سے ہے کیونکہ الحمد للہ چھینک کا جواب نہیں بلکہ وہ چھینکوالے کے لئے سنت ہے توجہ اس سے مقصود تعلیم نہیں تو اب حمد کرنا ہی ہوگا بخلاف مذکورہ صورتوں کے کہ یہ بہر صورت جواب ہیں کیونکہ ان کا جواب ہونا معروف ہے تو اس سے اشکال کا جواب معلوم ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	والتعلیل لایمسه فان العلة فیہ شیعی اخر غیر کونہ جواباً وھو کونہ خطاء فھذا مامر من التفصیل وانت تعلم انه لامساس له بانھا من الفروع بان الحمد للہ لیس جواباً باللعطاس و انما ھو سنة العاطس فاذا لم یرد به التعلیم لم یکن الانشاء حمد بخلاف ماھ نا فکلہ جواب وقد عرف جواباً فقد عرف الجواب عن الاشکال¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۲: از داتا گنج ضلع بدایوں مرسلہ عاشق حسین صاحب ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

جوتا پہن کر یعنی فل بوٹ جو ٹخنوں تک بندھا ہوتا ہے خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو خواہ نیا ہو یا پرانا، نماز جائز ہے یا نہیں؟ یہ اور بات ہے کہ مسجد میں چونکہ سب لوگ رواجاً آج کل جوتا اتار کر جاتے ہیں ان میں ایک شخص انگشت نمائی کے خوف سے جوتا پہن کر نہ جائے مگر مسئلہ کیا ہے آیا کوئی شخص اپنے مکان میں یا جنگل میں یا سفر میں بوٹ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے؟ ایک مولوی نے فرمایا تھا کہ بوٹ نیا ہو یا پرانا، خشک ہو، غلاظت نہ لگی ہو پہن کر نماز جائز اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا بتایا تھا۔

الجواب:

مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلاف ادب ہے۔ ردالمحتار میں ہے دخول المسجد متنوعاً سوء الادب^۲ (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔ ت) اب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے، عرب میں باپ سے اُنْتُ کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تو۔ زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی یونہی خطاب ہوتا تھا، سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی اے میرے باپ! تو کر جس بات کا تجھے

¹ جد الممتار علی ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ المصحح الاسلامی مبارکپور انڈیا ۲۸۵/۱

² ردالمحتار باب یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۶/۱

حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو توتو کہا کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جائے، یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ردالمحتار میں ہے: نعالہم المتنجسة¹ (لوگوں کے جوتے ناپاک ہوتے ہیں۔ ت) پھر بوٹ غالباً ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو ادب درکنار سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۳: از مکرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفرو اڑھی اور دوسری میں سورہ دہر، اس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف اُلٹا پڑھا دوسرا پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی، نماز میں کراہت تو نہیں آئی، کہا کچھ حرج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط الجواب: اس میں دو کراہتیں ہوئیں: ایک دوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل، اور دوسری سخت اشد کراہت ہے۔ قرآن مجید کو معکوس پڑھنا یہ گناہ و سخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا دل اُلٹ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۴: از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل و بعد کے سنن مؤکدہ میں بھی بر بنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المكتوبة ²	فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے (ت)

مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے، چند بار ایسا ہو تو فاسق

¹ ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۶۵۳

² صحیح مسلم باب صلوٰۃ النافلۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶

مردود الشادۃ ہوگا، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلوة لجار المسجد الا فی المسجد ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا لان الفساد مجاور (کیونکہ فساد نماز سے باہر ہے۔ ت) مگر نماز مکروہ تحریمی ہوگی للاشتغال علی المحرم (حرام چیز اٹھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے) کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کالصلوة فی الارض المغصوبۃ سواء بسواء (جس طرح مغصوبہ زمین پر نماز کا حکم اور یہ برابر ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ خلل آتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے؟ اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں، عمامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل درکنار کراہت بھی نہیں آتی،

وذلك لان التعمم من سنن الزوائد و سنن الزوائد حکمها حکم المستحب۔	اس لئے کہ عمامہ باندھنا سنن زوائد میں سے ہے اور سنن زوائد کا حکم مستحب ولا ہوتا ہے (ت)

در مختار میں ہے:

لها آداب تركه لا يوجب اساءة والاعتابا كترك سنة الزوائد لكن فعله افضل ^۲ ۔	نماز کے آداب ہیں جن کا ترک اساءت و عتاب لازم نہیں کرتا مثلاً سنن زوائد کا ترک، لیکن بجالانا افضل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

السنة نوعان سنة الهدى وتركها	سنت کی دو اقسام ہیں، سنت ہدی، اس کے

^۱ سنن الدار قطنی باب البحث لجار المسجد علی الصلوة فی الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۲۴۰

^۲ در مختار آخر باب صفۃ الصلوة مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بھارت ۱/۷۳

ترک سے اسانت و کراہت لازم آتی ہے مثلاً جماعت اذان اور تکبیر وغیرہ، سنت زوائد اس کے ترک سے اسانت و کراہت لازم نہیں آتی مثلاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس پہننا، نفل و مندوب کا معاملہ بھی یہی ہے اس کے کرنے والے کو ثواب ہوگا مگر تارک گنہگار نہیں، علامہ ابن کمال نے تغیر التصحیح اور اس کی شرح میں اسی طرح تحقیق کی ہے پس نفل اور سنن زوائد میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کیونکہ کسی کا بھی ترک مکروہ نہیں، فقہانے بعض اوقات سنت زوائد کی مثال نماز میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرأت، رکوع اور سجود کو لمبا کرنا بھی دی ہے جب وہ دین اور شعائر دین کا حصہ نہیں تو انہیں سنت زوائد کہا جاتا ہے۔ بخلاف سنت ہدی کے، وہ سنن مؤکدہ ہوتی ہیں جو واجب کے قریب ہیں ان کا تارک گمراہ ہے اھ تلخیصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	یوجب اساءة و کراهة کالجماعة والاذان والاقامة ونحوها وسنة الزوائد وترکها لا یوجب ذلك کسیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لباسه والنفل و منه المندوب یشاب فاعله ولا یسیئ تارکھ کذا حققه العلامة ابن کمال فی تغیر التنقیح و شرحه فلا فرق بین النفل و سنن الزوائد من حیث الحکم لانه لا یکره ترک کل منهما و قد مثلوا السنة الزوائد بتطویلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام القرائۃ و الركوع والسجود ولما لم تکن مکملات الدین وشعائره سمیت سنة الزوائد بخلاف سنة الهدی وهی السنن المؤکدة القریبة من الواجب التی یضلل تارکها¹ اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲۷: مرسلہ محمد ابراہیم محلہ خواجہ قطب بریلی ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اس سے کُرتا یا کچھ اور کپڑا بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو اس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں؟ اور اُس کفن سے یہ جائے نماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ بادلہ و حوالہ کتب تحریر کریں۔ بیّنوا توجروا

الجواب:

اس جائے نماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں، ایک یہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جائے نماز

¹ رد المحتار مطلب فی السنۃ و تعریفھا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۳/۱

بچھا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اس کا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے، اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر بواقع نہ ہو سکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض و ابرائے ذمہ کے لئے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں، دوسری نفع فقیر کہ وہ جانماز بعد از نماز کسی طالب علم اور فقیر پر تصدق کر دی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اس کے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدیق کی گئی اس کی ملک ہے کُرتا وغیرہ جو چاہے بنالے اس میں نماز مکروہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجت اعادہ کماً (لا یخفی) جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔



باب الوتر والنوافل

(وتر اور نوافل کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲۸: ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز ظہر و عشاء باجماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مفتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

نفل کی نیت چاہئے،

فان الفريضة في الوقت لا تكرور، وفي الحديث لا يصلى بعد صلوٰة مثلها ^۱ ۔	کیونکہ وقتی فریضہ میں تکرار نہیں، حدیث میں ہے نماز کی مثل نماز کے بعد ادا نہ کی جائے۔ (ت)

اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفريضة في الوقت لا تكرور (کیونکہ فریضہ ایک وقت میں متکرر نہیں ہوا کرتا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۹: از موضع سر نیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے، یونہی نیا جوتا بھی اگر اس بچہ اتنا کڑا نہ ہو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا

^۱ مصنف ابن ابی شیبہ من کرہ ان یصلی بعد الصلوٰة مثلها مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲۰۶/۲

پیٹ زمین سے نہ لگنے دے ایسا ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۰: ازربلی مرسلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

آج کل وتر باجماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تہجد بھی بہتر ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدس اسرار ہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز گھر میں تنہا، دونوں قول باقوت ہیں اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح، اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے، ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے، ردالمحتار میں زیر قول در مختار الجماعۃ فی وتر رمضان مستحب علی قول (ایک قول کے مطابق رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔ ت) فرمایا:

و غیر مستحبۃ علی قول آخر بل یصلیہا وحدہ فی بیتہ و ہما قولان مصححان و سیاتی قبیل ادراک الغریضۃ ترجیح الثانی بانہ المذہب ^۱ ۔	ایک اور قول کے مطابق مستحب نہیں ہے بلکہ انہیں گھر میں تنہا ادا کرے، اور یہ دونوں اقوال صحیح قرار دیئے گئے ہیں عنقریب ادراک فریضہ سے تھوڑا سا پہلے آئے گا کہ دوسرے قول کو ترجیح ہے کہ یہی مذہب ہے۔ (ت)

رد مختار میں ہے:

هل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی و اقرہ المصنف وغیرہ ^۲ ۔	کیا وتر میں جماعت افضل یا گھر میں ادا کرنا دونوں کی تصحیح ہے لیکن شارح وہبانیہ نے جو نقل کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ دوسرا قول مذہب ہے اور اسے مصنف وغیرہ نے بھی ثابت رکھا ہے (ت)

ردالمختار میں ہے:

رجح الکمال الجماعۃ بانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان او تر بہم	کمال نے اس بنا پر جماعت کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو وتر پڑھائے،

^۱ ردالمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۸/۲

^۲ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی بھارت ۹۹/۱

پھر جماعت چھوڑنے پر وہی حکمت بیان کی جو نماز تراویح میں تھی تو تراویح کا حکم تراویح والا ہے جس طرح ان میں جماعت سنت ہے اسی طرح وتروں میں بھی، بحر، شرح المنیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت وتروں میں افضل مگر اس سنیت تراویح کی جماعت کی طرح نہیں اہ خیر الرملی نے فرمایا اسی پر آج لوگوں کا عمل ہے اہ محشی نے بھی یہ کہتے ہوئے اس کی تائید کی گزشتہ اصول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ مشروع ہے وہ مسجد میں افضل ہے اہ رد المحتار کی عبارت ختم ہوئی اقول: اس کی تائید میں میرے نزدیک نظر ظاہر ہے اگر یہ مراد ہو کہ ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ جائز ہے اس میں مسجد افضل ہے تو یہ ممنوع ہے کیونکہ جن نوافل کی علی سبیل التداعی جماعت نہ ہو ان کی جماعت جائز ہے حالانکہ ان کی ادائیگی بالاتفاق گھر میں افضل ہے، اور اگر مراد یہ ہو کہ جس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا شریعت نے مستحب قرار دیا ہو تو یہ مسلم ہے لیکن یہ بعینہ سوال ہے اسی کے ساتھ استناد کرنا صراحۃً مصادره علی المطلوب ہے۔ پس غور کیجئے۔ (ت)

ثم بين العذر في تأخره مثل ما صنع في التراويح فكما ان الجماعة فيها سنة فكذاك الوتر بحر وفي شرح البنية الصحيح ان الجماعة فيها افضل الا ان سنيتها ليست كسنية جماعة التراويح اہ قال الخیر الرملی وهذا الذي عليه عامة الناس اليوم اہ وقواه المحشى ايضا بانه مقتضى ما مر من ان كل ما شرع بجماعة فالمسجد افضل فيه¹ اہ ما في رد المحتار اقول: في هذه التقوية عندی نظر ظاهر فانه لو كان المراد ان ما جاز بجماعة فالمسجد افضل فيه فممنوع فان كل نفل يجوز بجماعة ما لم يكن على سبيل التداعی مع ان الافضل فيه البيت وفاقا وان كان المراد ما ندب فيه الشرع الى الجماعة فمسلم لكن هذا اول المسئلة فالاستناد به صريح بالمصادرة فليتأمل۔

بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹/۲

مسئلہ ۱۰۳۱: از کلکتہ دھرم تلامبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشاء کی نماز فرض جس میں مصلی تہجد گزار یا غیر تہجد گزار
نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو اس کو نماز وتر جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے، ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے اور ایک
قول پر مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے کما فی الدرر و حواشیہ و بیناۃ فی فتاوانا
(جیسا کہ در اور اس کے حواشی میں ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) بہر حال ضروری کسی کے نزدیک نہیں
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۲: از سوروں ضلع ایٹہ محلہ ملک زاداں مرسلہ مرزا عابد حسین صاحب ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تہجد واجب ہے یا سنت؟ اگر سنت ہے تو مؤکدہ یا غیر مؤکدہ
؟ اس کا تارک گنہگار ہے یا نہیں یعنی قصد ترک کرنے والا؟ مفصل مع احادیث ارقام فرمائیے گا۔ بیّنوا توجروا

الجواب:

تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم واہم، قرآن و احادیث حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اس کی ترغیب سے مالا مال، عامہ کتب مذہب میں اسے مندوبات و مستحبات سے گنا اور سنت مؤکدہ سے جدا کر کیا، تو اس کا
تارک اگرچہ فضل کبیر و خیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں، بحر الرائق و علمگیری و در مختار و فتح اللہ المعین السید ابوالسعود الازہری
میں ہے: المندوبات صلوٰۃ اللیل^۱ (رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے: سن تحیۃ
المسجد و ندب صلوٰۃ اللیل^۲ (تحیۃ المسجد سنت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ ت) غنیہ شرح منیہ میں ہے: من
النوافل المستحبۃ قیام اللیل^۳ (نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ ت)

^۱ فتح المعین حاشیہ علی الکتر باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۴/۱

^۲ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی فصل فی بیان النوافل مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶-۲۱۵

^۳ غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فصل فی النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳۲

حلیہ میں ہے:

مشى صاحب الحاوى القدسى على انها مندوبة ¹ -	صاحب الحاوى القدسى کی رائے یہی ہے کہ رات کی نماز مستحب ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

الاحسن اتمام السنن المؤقتة بذكر صلوة الضحى والمستحبات بذكر التهجد ² اھ ملخصاً۔	وقتی سنن میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں تہجد کا ذکر ان کا اچھا اتمام ہے اھ ملخصاً (ت)

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہۃ النقل میں اس کا استحباب ہی مصرح ہے، ہاں بعض علمائے مالکیہ وشافعیہ مثل امام ابن عبدالبر و امام ابو زکریا نووی جانب سنیت گئے، اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری و عبیدہ سلمانی و محمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے کیا یظہر بطلان عمدة القاری و شرح الموطأ الزرقانی وغیرہما (جیسا کہ عمدة القاری، شرح الموطأ للزرقانی وغیرہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے۔ ت) قول وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالف جماعت بتاتے ہیں کیا فیہما و فی شرح مسلم للنووی و البخاری للقسطلانی و المواہب للزرقانی وغیرہما (جیسا کہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم للنووی، شرح بخاری للقسطلانی اور مواہب للزرقانی وغیرہ میں ہے۔ ت) اور ہمارے علماء وجوب و سنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قسستانی میں ہے:

ثمان رکعات بتسليمية او تسليمتين للتهجد وقيل له ركعتان سنة وقيل فرض كما في المحيط ³ -	تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آٹھ رکعات ہیں بعض کے نزدیک دو رکعات سنت ہیں بعض کے نزدیک یہ فرض ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن الہام نے سنیت و استحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انہیں کے اتباع سے اُن کے تلمیذ علامہ حلبی نے حلیہ میں اسے اشبہ فرمایا، یہ ان

¹ حلیہ المجلی شرح بنیۃ المصلی

² جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۱/۲۰۷

³ جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۱/۲۰۷

امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص بآنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند اُن کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو، تو اس مسئلہ کی بناء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت اُمت کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

قال قدس سرہ بقى ان صفة صلوة الليل في حقنا السننية او الاستحباب يتوقف على صفتها في حقه صلى الله تعالى عليه وسلم فان كانت فرضا في حقه فهي مندوبة في حقنا لان الادلة القولية فيها انما تفيد الندب والمواظبت الفعلية ليست على تطوع لتكون سنة في حقنا وان كانت تطوعا فسنة بلنا¹	امام ابن ہمام قدس سرہ، نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب، تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ ادلہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنت بن جائے اور اگر آپ کے لئے یہ نفل تھی تو ہمارے لئے یہ سنت ہوگی۔ (ت)

اب اسی بنی کو دیکھئے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد۔

قال الله تعالى يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ لَا تَقُمُ اللَّيْلَ²	اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ³	رات کو تہجد ادا کیا کرو۔

ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امر الہی ہے اور امر الہی مفید و وجوب،

ولا ینا فیہ قولہ تعالیٰ نافلة فالنافلة	اللہ تعالیٰ کا نافلہ فرمانا اس وجوب کے منافی نہیں

¹ فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۱۱ھ

² القرآن ۷۳-۱

³ القرآن ۷۷-۱

الزیادة ای زائدة فی فرائضك اوفی درجاتك بتخصیص ایجابہ بك فان الفرائض اعظم درجات واکبر تفصیلا بل مؤیدہ قوله تعالیٰ لك قال الامام ابن الهمام ربما يعطى التقیید بالمجرور ذلك فانه اذا كان النفل المتعارف یكون كذلك له ولغیره^۱ اه	کیونکہ نافلہ کا معنی زائدہ ہے اب معنی ہوگا کہ آپ کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر یہ لازم واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے درجے و فضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں بلکہ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "لک" سے ہو رہی ہے۔ امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ بعض اوقات مجرور "ک" کے ساتھ مقید کرنا اسی بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں (ت)

طبرانی معجم ف اوسط بیہقی سنن میں اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلث هن على فرائض وهن لكم سنة الوتر والسواك وقيام الليل^۲۔ اقول: والحديث ان لم يصلح حجة فقد استظهر بظاهر الكتاب العزيز، وقد نص المحقق نفسه في الفتح القدير مسألة امرأة المفقود ان الحديث الضعيف يصلح مرجحاً لما ثبتنا بالأصالة قال ومؤافقة ابن مسعود مرجح آخر^۳۔	تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لئے سنت ہیں: وتر و سواک و قیام شب اقول: (میں کہتا ہوں) اگرچہ یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی مگر قرآن عزیز کے ظاہر سے اس کی تائید ہو رہی ہے اور خود محقق نے فتح القدير میں مسئلہ مفقود کی بیوی کے تحت لکھا ہے کہ حدیث ضعیف کسی شئی کی اصل کو ثابت نہیں کر سکتی البتہ مرجح

^۱ فتح القدير باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳۹۱/۱

^۲ تفسیر درمنثور، بحوالہ معجم اوسط و سنن بیہقی زیر آیہ ومن الليل فتجده نافلة لك مطبوعہ مکتبہ آیہ اللہ العظمیٰ قم ایران ۱۹۶/۴، تفسیر خازن سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۴/۴، کنز العمال بحوالہ بیہقی الاكمال من وقت الوتر ۱۹۵۴ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی موسسة الرسالۃ بیروت ۴۰۷/۷، مجمع الزوائد بحوالہ معجم الاوسط باب ما جاء فی الخصائص مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۴۰۷/۷، المعجم الاوسط حدیث ۳۲۹۰ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۶۵/۴

^۳ فتح القدير كتاب المفقود مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳۷۲/۵

بن سکتی ہے اور کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت دوسرا مرجح ہے (ت) اقول: وہہنا موافقة سلطان المفسرين مرجح آخر (اور یہاں سلطان المفسرين حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی موافقت ایک دوسرا مرجح ہے۔ ت) ابو جعفر طبری حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

اُمیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیام اللیل وکتب علیہ دون امتہ ¹	حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا امت پر نہیں۔

امام محی السنۃ بغوی معالم میں فرماتے ہیں:

كانت صلوة اللیل فريضة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الابتداء و على الامة، ثم صار الوجوب منسوخا في حق الامة، وبقي في حق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ² اھ ملخصاً	ابتداء قیام شب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں پر فرض تھا پھر امت کے حق میں وجوب منسوخ ہو گیا لیکن رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی رہا (ت) تلخیصاً

فتح القدیر میں ہے: علیہ کلام الاصولیین من مشائخنا³ (ہمارے مشائخ اصولیین کی رائے یہی ہے۔ ت) شرح مواہب زر قانی میں ہے: ہو قول الاكثر ومالك⁴ (اکثر علماء اور امام مالک کا یہی قول ہے۔ ت) مواہب میں ہے: هذا ماصححه الرافعي ونقله النووي عن الجمهور⁵ (رافعی نے اسی کی تصحیح کی اور نووی نے اسے جمہور سے نقل کیا ہے۔ ت) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

مختار آنست کہ از امت منسوخ شد بر آنحضرت	مختار یہی ہے کہ امت سے یہ منسوخ ہے اور

¹ تفسیر ابن جریر طبری المسمی جامع البیان مطبوعہ مطبعۃ میمنیہ مصر ۹۰/۱۵، المواہب اللدنیۃ بحوالہ طبری الباب الثالث فی ذکر تجرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۸/۴

² المعالم التنزیل علی حاشیۃ الخازن زیر آیۃ ومن الیل فتجربہ الخ ۱۴۴/۴

³ فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ کھڑا ۳۹۱/۱

⁴ شرح الزر قانی المواہب الباب الثالث فی ذکر تجرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ ص ۴۵۵/۷

⁵ مواہب اللدنیۃ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی ماندتا آخر عمر وقد حقق ذلك في موضعه ¹	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں یہ وجوب تمام عمر باقی رہا اور اس کی تحقیق اس کے مقام پر ہوئی ہے۔ (ت)

تویوں بھی سنیت تہجد ثابت نہ ہوئی اور وہی مذہب واستحباب مؤید بقول جمہور و مشرب و مختار و منصور رہا۔
اقول: شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اور حضور کی امت سب پر فرض تھا کما
شہدت بہ سورة المزمل "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (جیسا کہ اس پر سورہ مزمل (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گواہ
ہے۔) تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف، امت کے حق میں ناسخ بدلیل اجماع امت ثابت وان لم نعلم
سند الاجماع (اگرچہ ہم اس اجماع کی سند سے آگاہ نہیں۔) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں دعویٰ نسخ
کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہئے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزہ ہوں فان الاحتمال یقطع الاستدلال
ولا یقوم بامر محتمل حجة (کیونکہ احتمال استدلال کو ختم کر دیتا ہے اور امر محتمل حجت نہیں ہو سکتا۔) حدیث ام
المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول هذه السورة فقام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسك اللہ خاتمتها اثني عشر شهرا فی السماء حتی انزل اللہ فی آخر هذه السورة التخفيف فصارقیام اللیل تطوعا بعد فريضة ² رواه مسلم وابوداؤد والنسائی۔	اللہ عزوجل نے اس سورہ کی ابتداء میں قیام شب فرض فرمایا تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ایک سال تک قیام کیا اور اس سورہ کے آخری حصہ کو اللہ تعالیٰ نے بارہ مال تک آسمان پر روکے رکھا حتیٰ کہ اس سورہ کے آخر میں تخفیف نازل ہوئی تو فرض ہونے کے بعد اب قیام شب نفل بن گیا کو مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسخ میں نص نہیں ولذا اعلامہ زرقاتی نے شرح مواہب میں فرمایا: دلالتہ لیست
بقویۃ لاحتمالہ³ (اس کی دلالت احتمال کی وجہ سے) حضور اکرم کے حق

¹ اشعۃ الملتعات باب صلوٰۃ اللیل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۵۰۶/۱

² صحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۵۶/۱، سنن نسائی باب قیام اللیل مطبوعہ نور محمد کارخانہ آرام باغ کراچی ۲۳۷/۱

³ شرح الزرقاتی علی المواہب الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامرہ مصر ۴۵۷/۱

میں نسخ پر قوی نہیں۔ ت) رسائل الارکان مولانا بحر العلوم میں ہے:

جو حضور پر فرضیت تہجد کا قائل ہے وہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے قانع نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ پہلے قیام شب اُمت پر فرض تھا پھر فرض منسوخ ہو کر نفل ہو گیا، رہا معاملہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیسا کہ خاتمہ سورۃ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اقول: شاید اس سے ان کی مراد خاتمہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ جانتا ہے اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تم پر رجوع فرمایا" اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: "وہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں خطاب اُمت کے لئے ہے (ت)	هذا لا يفتن به القائل بالفريضة لانه يقول لعل ام المؤمنين ارادت ان صلوة الليل كانت فريضة على الامة ثم نسخها الله تعالى عن الامة وصارت نفلا واما عليه صلى الله تعالى عليه وسلم فبقية الفريضة كما كانت يظهر من خاتمة سورة المزمل¹۔ اقول: كانه يريد قوله تعالى علم ان لم تحصى فتأب عليكم وقوله تعالى عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَىٰ ۚ وَأُخْرُونَ يُضَرُّونَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ² ۚ فَإِنَّ الظَّاهِرَانَ الْخَطَابِ فِيهِ لِلَامَةِ۔

ثم اقول: ہمیں احتمال کافی خصوصاً جبکہ بوجہ عدیدہ اس کا پتا چلتا ہوا اُگایا اسی حدیث میں لفظ ابو داؤد یوں ہیں:

اس (یعنی سعد بن ہشام) نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے قیام شب کے بارے میں بیان کیجئے تو اُمت المؤمنین نے فرمایا کیا تو نے یا ایہا المزمل نہیں پڑھی؟ عرض کیا ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا اس سورۃ کا ابتدائی حصہ جب نازل ہوا تو حضور کے اصحاب	قال (ای سعد بن ہشام، قلت حدثني عن قيام الليل قالت الست تقرأ يا ايها المزمل قال قلت بلى قالت فان اول هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول الله صلى الله

¹ رسائل الارکان فصل فی صلوة اللیل مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۳۵

² القرآن ۲۰/۷۳

تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامہم وحبس خاتمہا فی السماء اثنی عشر شهرا ثم نزل آخرها فصار قیام اللیل تطوعا بعد فريضة ¹ ۔	نے یہاں تک قیام کیا کہ ان کے پاؤں سوچ گئے، لیکن اس کا آخری حصہ بارہ ۱۲ ماہ آسمان پر روک لیا، پھر جب آخری حصہ نازل فرمایا تو قیام شب فرض ہونے کے بعد نفل بن گیا (ت)

ایسا خود ام المومنین سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض، اُمت کے لئے سنت تھا۔^۲ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نسخ ذکر فرمایا^۳ کہا رواہ ابو داؤد (جیسا کہ ابو داؤد نے اسے روایت کیا ہے۔ ت) حالانکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں کما تقدم (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) راجعاً جب ام المومنین کا ارشاد ان تک پہنچا فرمادیا: صدقت، کما بینہ مسلم والنسائی (انہوں نے سچ فرمایا، جیسا کہ اسے مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ ت) اور فرمایا هذا والله هو الحديث^۴ کما عند ابی داؤد (اللہ کی قسم یہ وہی حدیث ہے جیسا کہ ابو داؤد کے ہاں ہے۔ ت) اگر اس کے معنی وہ اپنے خلاف سمجھتے، بیان فرماتے۔

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیام لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ اول سورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تقدیر تھی اسے منسوخ فرما کر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لقولہ تعالیٰ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ^۵ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے کرم سے رجوع فرمایا ہے کہ اب تم اتنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو۔ ت) اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استحباب رہا ہے، جلالین شریف میں ہے:

خفف عنهم بقیام ما تيسر منه ثم نسخ ذلك بالصلوات الخمس ⁵ ۔	اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرماتے ہوئے آسانی کے ساتھ بندوں پر قیام رکھا پھر یہ قیام پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گیا (ت)

¹ سنن ابو داؤد باب رفع الصوت بالقرآن الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹۰/۱

² سنن ابو داؤد باب نسخ قیام اللیل الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۵/۱

³ سنن ابو داؤد باب رفع الصوت بالقرآن الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹۰/۱

⁴ القرآن ۲۰/۷۳

⁵ تفسیر جلالین سورۃ مزل، مطبوعہ مطبع مجتہباتی علی ۴۷۷/۲

کشف وارشاد العقل وغیرہا میں ہے:

عبر عن الصلوة بالقرائة لانها بعض اركانها كما عبر عنها بالقيام والركوع والسجود يريد فصلوا ما تيسر عليكم ولم يعذر من صلوة الليل وهذا ناسخ للاول ثم نسخا جميعا بالصوات الخمس¹۔	یہاں نماز کو قرأت سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ قرأت نماز کا رکن ہے جیسا کہ نماز کو قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ تعبیر کیا ہے مقصد یہ بنا کہ تم اتنی نماز پڑھتے رہو جو تم پر آسان ہو لیکن قیام شب نہیں چھوڑ سکتے، اور یہ حکم ابتدائے سورۃ کے لئے ناسخ پھر پانچ نمازوں کا حکم ان سب کے لئے ناسخ قرار پایا۔ (ت)

تفسیر کرنی و فتوحات الہیہ میں ہے: هذا هو الاصح² (یہی اصح ہے۔ ت) ام المؤمنین یقیناً ناسخ اول کا ذکر فرما رہی ہیں ہم تسلیم
کرتے ہیں کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل، پھر اس سے انتقائے فرضیت کہاں حاصل، ناسخ ثانی
میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دخول کب ثابت ہوا، نہ ہرگز اس میں کوئی نص نازل، تو حدیث مذکور سے انتقائے
وجوب پر تمسک سرے سے زائل،

وههنا تحقیقات اخراجا واعز اتینابها بتوفیق الله العلی الاکبر فی رسالة لنا صنفناها بعد ورود هذا السؤال فی تحقیق هذا المقال سیناها "رعاية المنة فی ان التهجده نفل ام سنة" ه فلینظر ثمة والحمد لله علی کشف الغمة۔	یہاں دیگر نہایت اہم تحقیقات ہیں اللہ کی توفیق سے ان کا ذکر ہم نے اس سوال کے ورود کے بعد اپنے ایک رسالے (جس کو ہم نے اسی مقال کی تحقیق میں تصنیف کیا ہے) میں کیا ہے اس کا نام "رعاية المنة فی ان التهجده فضل ام سنة" ۱۳۱۲ھ اس کا مطالعہ کیجئے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے عقدے کھول دیئے۔ (ت)

ثم اقول: وبالله التوفیق فقیر کے نزدیک اسی بحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں صلوة لیل و نماز تہجد،
صلوة لیل ہر وہ نماز نفل کہ بعد فرض عشاء رات میں پڑھی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

¹ تفسیر الکشاف سورۃ مزمل مطبوعہ انتشارات آفتاب تہران، ایران ۱۳۹/۴

² تفسیر الفتوحات الالہیہ الشیر باللجل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۳۳/۴

ماکان بعد صلوٰۃ العشاء فهو من الليل ¹ رواه الطبرانی عن ایاس بن معویۃ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔	جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے اسے طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ایاس بن معاویہ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ بیشک سنت مؤکدہ ہے کہ اس میں عشاء کی سنت بعد یہ بلکہ سنت فجر بھی داخل، صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

كانت صلوته صلى الله تعالى عليه وسلم في شهر رمضان وغيره ثلاث عشرة ركعة بالليل ومنها ركعتا الفجر ² ۔	آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب رمضان وغیرہ میں تیرہ ³ رکعتیں تھیں، ان میں دو رکعات فجر کی بھی ہیں (ت)

اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ لیل کو بعد فرائض ہر نماز سے افضل بتایا،

كما المسلم عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه يرفعه افضل الصلوة بعد الفريضة صلوٰۃ الليل ³ ۔	جیسا کہ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (ت)

ورنہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سنن راتبہ سے مسنون نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنت فجر سنن راتبہ سے بھی اعلیٰ واجل، اور نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشاء قدرے سو کر طلوع فجر سے پہلے پڑھے جائیں، طبرانی حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

انما تہجد المرء یصلی الصلوٰۃ بعد رقدۃ ⁴	قدرے سو کر آدمی جو نماز ادا کرے اسے تہجد کہا جاتا ہے (ت)

معالم میں ہے: التہجد لا یكون الا بعد النوم⁵۔ (تہجد سونے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ ت)

¹ المعجم الکبیر ترجمہ ۵۵ حدیث ۷۸۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۷۱

² صحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۵

³ صحیح مسلم باب فضل صوم الحرم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۶۸

⁴ المعجم الکبیر ترجمہ ۲۵۸ حدیث ۳۲۱۶، مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/۲۲۵

⁵ معالم التنزیل علی حاشیۃ الخازن تحت قولہ تعالیٰ ومن الیل فتہجد بہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۷۴/۴

حلیہ میں قاضی حسین سے ہے:

انہ فی الاصطلاح صلوٰۃ التطوع فی اللیل بعد النوم ¹ ۔	اصطلاح میں رات کو سونے کے بعد نوافل کی ادائیگی کو تہجد کہا جاتا ہے۔ (ت)

ولہذا ردالمحتار میں فرمایا:

صلوٰۃ اللیل و قیام اللیل اعم من التہجد ² ۔	رات کی نماز اور قیام لیل تہجد سے عام ہے۔ (ت)

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنت مؤکدہ ہو جائے اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد سنت مؤکدہ ہوئی اور وہ بے نوم حاصل نہیں ہو سکتی اور سنت مؤکدہ کا حصول جس پر موقوف ہے وہ سنت مؤکدہ ہے لان حکم المقدمۃ حکم ماہی مقدمۃ لہ (کیونکہ مقدمہ کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس پر موقوف ہونے والے کا ہے۔ ت) اور سنت مؤکدہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت مؤکدہ کی موجب تو مستحب کیسی، مکروہ و ممنوع ہونی لازم، کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنت مؤکدہ کے فوت کا موجب ہو مستحب نہیں ہو سکتا مذموم ہوگا، ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سینتالیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی، کیا معاذ اللہ سینتالیس سال کامل ترک سنت مؤکدہ پر اصرار فرمایا، فقد ظہر الحق واسفر الفلق وبقیہ الکلام فی تلک الرسالۃ والحمد للہ رب الجلالۃ (حق واضح ہو گیا صبح طلوع ہو گئی اور بقیہ کلام ہمارے اس مذکورہ رسالہ میں ہے، حمد ہے صاحب جلال رب کی۔ ت) واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی؟ بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں؟ اور روافض کی مشابہت اور رافض کی تہمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور لازم ہے یا نہیں؟ اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی؟

الجواب:

ومن اللہ سبحانه، توفیق الصدق والصواب تراویح و تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل

¹ حلیہ المحلی شرح منیہ المصلی

² ردالمحتار مطلب فی صلوٰۃ اللیل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴/۲

سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ موکدہ ہوں یا غیر موکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کیلئے اس کے گھر میں ہے سو فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔	عليكم بالصلاة في بيوتكم فان خير صلوة المراء في بيته الا المكتوبة ¹ ۔ رواه البخاري ومسلم۔

اور فرماتے ہیں:

نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔	صلوة المراء في بيته افضل من صلاته في مسجدي هذا الا المكتوبة ² ۔ رواه ابوداؤد۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین کی اسی طرح تھی۔ احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے، اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھتے۔

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میرے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور	اخرج مسلم في صحيحه وابوداؤد في السنن واللفظ لمسلم عن عبد الله بن شقيق قال سألت عائشة رضي الله تعالى عنها عن صلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن تطوعه فقالت كان يصلي في بيته قبل الظهر اربعاً، ثم يخرج فيصلي بالناس ثم يدخل

¹ صحیح مسلم باب استحباب صلوة النافلة فی بینہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶

² سنن ابوداؤد باب صلوة الرجل التطوع فی بیتہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۹

فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیئتی فیصلی رکعتین ، ثم ذکر صلوٰۃ اللیل والوتر الی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین¹ زاد ابوداؤد ثم یدخل فیصلی بالناس صلوٰۃ الفجر²۔	لوگوں کو جماعت کرواتے پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دور رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرہ میں تشریف لا کر دور رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دور رکعات ادا کرتے۔ پھر انہوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب طلوع فجر ہو جاتی تو آپ دور رکعات ادا کرتے۔ سنن ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرہ سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔ (ت)

اسی طرح سنن جمعہ کا مکانِ جنت نشان ہیں پڑھنا، صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں،

فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جلیعاً حتی لا یبقی فی المسجد احد کانهم لا یصلون بعد المغرب حتی یصیرون الی اہلیهم³۔	فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ یہ نے دور فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے کوٹے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کرے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔

سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

اخرج ابوداؤد والترمذی والنسائی	ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب

¹ صحیح مسلم باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۶۶/۱

² سنن ابوداؤد باب صلوٰۃ الرجل التطوع فی بیتہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۳۹/۱

³ فتح القدیر باب ادراک الفریضہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۱۶/۱

بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبدالاشل مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی جب لوگ فرائض پڑھ چکے تو آپ نے انہیں نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ گھروں کی نماز ہے، ترمذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ (ت)	عن كعب بن عجرة وابن ماجة عن حديث رافع بن خديج والسياق لابي داؤد قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اتى مسجد بنى عبدالاشهل فصلى فيه المغرب فلما قضاوا صلواتهم راهم يسبحون بعدها فقال هذه صلوة البيوت¹ ولفظ الترمذى والنسائى عليكم بهذه الصلوة فى البيوت²، وابن ماجة اركعوا هاتين الركعتين فى بيوتكم³۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

جب لوگوں نے فرض نماز ادا کر لی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سنن مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یا مطلقاً نماز نفل گھروں کی نماز ہے انہیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت میں متثنیٰ ہے خصوصاً نماز مغرب کی سنن مسجد میں ادا نہ کی جائیں، بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سنن مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی	ہر گاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشان را کہ نماز نفل می گزارند کہ مراد بوی سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایس یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارند نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ گزارند، ہمچنین بود عمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بسبب یا عذرے خصوصاً سنت مغرب کہ ہر گز در مسجد نگزارد و بعضے از علما گفته اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود و بعض

¹ سنن ابوداؤد باب رکعتی المغرب این تصلیان مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۴/۱

² کنز العمال حدیث ۱۹۴۲۳، موسستہ الرسالہ بیروت ۳۸۶/۱

³ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی رکعتین بعد المغرب، سعید کمپنی کراچی ص ۸۳

گفتہ اند کہ عاصی می گرد و از جہت مخالفت امر کہ ظاہر شد در وجوب است و جمہور برآمد کہ امر برائے استحباب است ^۱ ۔ الخ	گنہگار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے الخ (ت)

گا ہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علماء فرماتے ہیں وہ کسی عذر و سبب سے تھا کما مر عن الشيخ وبمثله قال العلامة ابن امير الحاج في شرح المنية (جیسا کہ شیخ کے حوالے سے گزرا اسی کی مثل علامہ ابن امیر الحاج نے شرح منیہ میں فرمایا۔ ت) معذرتاً ترک احیائاً منافی سنیت و استحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر و مؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب کما فی البحر وغیرہ (جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے۔ ت) علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دائماً سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے "فروض کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدیہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں میں پڑھا کرو" کما مر کل ذلك (جیسا کہ یہ سب کچھ پیچھے گزرا ہے۔ ت) تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول فعل پر مرجع ہے اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشئل کا خاص سنن مغرب میں تھا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے:

والا فضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل وهو المروى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ^۲ ۔	تمام سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہ بات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

عامتہم علی اطلاق الجواب کعبارة الكتاب وبہ افقی	عام فقہاء نے عبارت کتاب (ہدایہ) کی طرح مطلقاً جواب دیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے اسی پر

^۱ اشعة المبعات باب من صلی صلوٰۃ مرتین، فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۰۳ھ

^۲ الہدایۃ جزاؤل باب اور اک الفریضۃ مطبوعہ عربیہ کراچی ۱۳۲ھ

الفقیہ ابو جعفر قال الا ان یخشى ان یشغل عنها اذا رجع فان لم یخف فالا فضل البیت^۱۔	یہ کہتے ہوئے فتویٰ دیا ہے مگر اس صورت میں کہ جب کسی مشغولیت کی بنا پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو (تو مسجد میں ہی پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے (ت)

شرح صغیر میں ہے:

ثم السنة في سنة الفجر وكذا في سائر السنن ان يأتى بها أما في بيته وهو الافضل، او عند باب المسجد وأما السنن التي بعد الفريضة فان ان تطوع بها في المسجد فحسن وتطوعه بها في البيت افضل، وهذا غير مختص بها بعد الفريضة بل جميع النوافل ماعد التراويح و تحية المسجد الافضل فيها المنزل لما روى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه كان يصلى جميع السنن والوتر في البيت^۲ ملخصاً۔	پھر سنت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہ ہی افضل ہے یادروائز مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو بھی ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح و تحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنن و وتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اھ تلخیصاً (ت)

اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یونہی ہمیں حکم فرمایا تو تجلیاں مشابہت روافض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ نہ رکھتا ہے۔ اہل بدعت کا خلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں، بالجملہ اصل حکم استحبابی یہی ہے کہ سنن قبلہ مثل رکعتین فجر و رباعی ظہر و عصر و عشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتین ظہر و مغرب و عشاء میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو

^۱ فتح القدیر باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۶/۴

^۲ صغیر شرح نئیہ المصلیٰ فصل فی النوافل مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بھارت ص ۲۰۴، ۵

کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادتِ ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادیر بادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنت میں لکھے جائیں گے۔

قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَتَكْتُبُ مَا قَدْ مَوَّاءُ أَشَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامِهِ مُسْتَبِينٌ ١٠١ -	اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شئی کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کر رکھا ہے۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظِ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوٰۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کما فی کتب الفقہ (جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔ ت) مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و انتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں: الخروج عن العادة شهرة ومكر وہ (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۴: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نفل کا سوائے تراویح و نماز کسوف و خسوف بجماعت منسوخ ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کسی کتاب کے بعد نمازیں نفل کی مثلاً صلوٰۃ قضاے عمر (۴ نفل قبل آخری جمعہ کے) اور نفل شب بجماعت ہوتے ہیں ان کی اصل ہے، جواز کس بنا پر ہے اور ممانعت کیوں ہے، جن فتاویٰ کی رو سے جواز نکالا ہے وہ کہاں تک معتبر ہے؟ (۲) نفل یوم عاشورہ ہم کو پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں

نماز خسوف بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام جمعہ حاضر ہو ^۱ کما فی الشامی عن اسمعیل عن البرجندی (جیسے کہ شامی نے اسمعیل سے اور انہوں نے برجندی سے نقل کیا ہے۔ ت) حلیہ میں ہے:

اما الجماعة في صلوة الخسوف فظاهر كلام الجهم الغفير من اهل المذهب كراهتها ^۲ الخ	رہا صلوة خسوف کی جماعت کے بارے میں حکم تو اہل مذہب کے جم غفیر کے کلام سے یہی ظاہر ہے کہ یہ مکروہ ہے الخ (ت)

صرف تراویح و صلوة الکسوف و صلوة الاستسقاء مستثنیٰ ہیں

وذلك بوفاق ائمتنا علی الاصح فالخلف في الاخير في الاستئنان دون الجواز ^۳ کما صرح به في الدر المختار۔	اصح مذہب کے مطابق ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے، اختلاف آخری (صلوة الاستسقاء) کے مسنون ہونے میں ہے نہ کہ جواز میں، جیسے کہ در مختار میں تصریح ہے (ت)

تداعی مذہب اصح میں اس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کراہت نہیں،

في الدر يكره ذلك لو على سبيل التداعي بأن يقتدى اربعة بواحد كما في الدر ^۴ اه في الطحاوی علی مراقی الفلاح في اقتداء ثلاثة الاصح عدم الكراهة ^۵ ۔	در مختار میں ہے یہ مکروہ ہے اگر علی سبیل التداعی ہو مثلاً چار آدمی ایک کی اقتداء کریں جیسا کہ درر میں ہے اھ، طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے اگر تین نے ایک کی اقتداء کی تو اصح یہی ہے کہ یہ مکروہ نہیں۔ (ت)

نماز قضاے عمری کہ آخر جمعہ ماہ مبارک رمضان میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی بھی قضائیں اتر جاتی ہیں محض باطل و

^۱ رد المحتار، باب الکسوف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۳/۲

^۲ حلیۃ المصلی شرح منیۃ المصلی

^۳ در مختار باب الاستسقاء مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۸/۱

^۴ در مختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۹/۱

^۵ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی ص ۲۱۱

بدعتِ سیدہ شنیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں، نماز شب برات اگرچہ مشائخ کرام قدست اسرار ہم نے بجماعت بھی پڑھی، قوت القلوب شریف میں ہے:

یستحب احیاء خمس عشرة ليلة (الی قوله) ليلة النصف من شعبان وقد كانوا یصلون فی هذه الليلة مائة ركعة بالف مرة قل هو الله احد، عشرًا فی كل ركعة ویسمون هذه الصلوة صلوة الخیر ویتعرفون ببركتها ویجتمعون فیها وربما صلوا جباعاً¹۔	پندرہ راتوں میں شب بیداری مستحب ہے (آگے چل کر فرمایا) ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرہویں رات ہے کہ اس میں شب بیدار رہنا مستحب ہے کہ اس میں مشائخ کرام سورکت ہزار مرتبہ قل هو الله احد کے ساتھ ادا کرتے ہر رکت میں دس دفعہ قل هو الله احد پڑھتے، اس نماز کا نام انہوں نے صلوة الخیر رکھا تھا، اس کی برکت مسلمہ تھی، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احیاناً نماز کو بجماعت ادا کرتے تھے (ت)

اور یہی علمائے تابعین سے لقمان بن عامر و خالد بن معدان اور ائمہ مجتہدین سے اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب وہی ہے کہ جماعت بتداعی ہو تو مکروہ ہے

كما نص عليه في البزازیة والتتارخانیة والحاوی القدسی والحلیة والغنیة ونور الايضاح ومراقی الفلاح والاشباہ وشروحها والدر المختار وحواشیه وغیر ذلك من الكتب المعتمدة۔	جیسا کہ اس پر بزازیہ، تتارخانیہ، الحاوی القدسی، حلیہ، غنیہ، نور الايضاح، مراقی الفلاح، الاشباہ اور اس کی شروح، در مختار اور اس کے حواشی، اور اس کے علاوہ دیگر معتمد کتب میں تصریح ہے (ت)

(۲) عاشور ایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوب و مندوب مگر اس دن نوافل معینہ بطریق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کما صرح بہ ابن جوزی فی موضوعاتہ و اقراء علیہ فی المالک (اس کی تصریح ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں کی اور امام سیوطی نے المالک میں

¹ قوت القلوب فصل العشرون فی ذکر احیاء اللیالی مطبوعہ دار صادر بیروت ۶۲/۱

اسے ثابت رکھا ہے۔ ت) موضوعات کبیر ملا علی قاری میں ہے: صلوٰۃ عاشوراء موضوع بالاتفاق^۱ (عاشوراء کی نماز بالاتفاق موضوع ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۶: از علاقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ ۱۷/ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب کی یا سنت کی یا کیا؟ بیّنوا تو جروا
الجواب:

وتر کی نیت تو ضرور ہی ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔

فی الدر المختار لا بد من التعیین عند الذیۃ لفرض انہ ظہر او عصر و واجب انہ و ترا و نذر^۲ اھ مختصراً و فی ردالمحتار ای لا یلزمہ تعیین الوجوب وان کان حنفیاً ینبغی ان ینویہ لیطابق اعتقاده^۳ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔	در مختار میں ہے نیت کے وقت اس بات کا تعین کہ یہ فرض ہے مثلاً یہ ظہر و عصر کی نماز ہے یا واجب مثلاً و ترا و نذر کی نماز ہے ضروری ہے اھ اختصاراً، اور ردالمحتار میں ہے کہ تعین وجوب لازم نہیں، ہاں اگر وہ حنفی ہو تو مناسب یہی ہے کہ اس کی نیت کرے تاکہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق ہو جائے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳: از ملک بنگالہ ضلع چائگام ڈاکخانہ جلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب درمالا بدمنہ آورده اند کہ	اس مسئلہ میں علماء کی کیا رائے ہے کہ مالابدمنہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتینے ذکر کیا ہے کہ

^۱ الاسرار المرفوعہ لملا علی قاری حدیث ۱۱۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۹

^۲ در مختار باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۲۷

^۳ ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۹

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تہجد میں قیام طویل فرماتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے اور پھٹ جاتے، یہ قول قابل اعتبار ہے یا نہیں، متورم ہونا اور پھٹنا دونوں صحاح ستہ سے ثابت ہیں یا صحاح کے علاوہ سے، بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ مبارک قدموں کا متورم ہونا تو صحاح سے ثابت ہے مگر پھٹ جانا ثابت نہیں، کس کا قول معتبر ہے؟ مسئلہ کتاب کے ساتھ بیان کریں اور عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں۔	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صلوة تہجد قیام بسیاری فرمودند حتیٰ کہ در پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورم و منشق شدہ است، قول مذکور قابل اعتبار است یا نہ ورم و منشق در صحاح ستہ ثابت است یا خارج از صحاح بعض عالم می گویند کہ ورم قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صحاح ستہ ثابت است و منشق ثابت نیست قول کدام کس معتبر است بیّنوا بسند الکتاب و توجروا من اللہ الوہاب۔

الجواب:

قاضی صاحب کاکلام درست و صحیح ہے اس کا انکار ناواقفیت ہے، پاؤں کا متورم ہونا اور پھٹ جانا دونوں ہی صحاح ستہ سے ثابت ہیں، یہ خبر سنن ابی داؤد اور جامع صحیح امام بخاری میں مروی ہے کہ ہمیں صدقہ بن فضل انہیں ابن عیینہ انہیں زیاد نے بتایا کہ میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسالت مآب صلی اللہ حسن بن عبدالعزیز انہیں عبداللہ بن یحییٰ انہیں حیوۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک متورم ہو گئے، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان الفاظ کے ذریعے مغفرت و بخشش کی خوشخبری دی ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ	ایں جاخن قاضی درست و سوی ست انکارش از نادیدہ روی ست، تورم وانشقاق ہر دو در صحاح ستہ خبر ایں سنن ابی داؤد مروی ست و در جامع صحیح امام بخاری ست حدثنا صدقة بن فضل اخبرنا ابن عیینہ ثنا زیاد انه سمع المغيرة يقول قام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حتى تورمت قدماه فقبل له قد غفر الله لك ماتقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا كون عبدا شكورا¹ حدثنا الحسن بن عبدالعزیز حدثنا عبداللہ بن یحییٰ اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود

¹ صحیح البخاری سورۃ الفتح زیر قول لیغفر لک اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۲

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ حسن بن عبد العزیز انہیں عبد اللہ بن یحییٰ حیوۃ انہیں ابو الاسود نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدم پھٹ جاتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے معاملات پر مغفرت و بخشش کی ضمانت فراہم کر دی ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلوۃ میں ذکر کر کے فرمایا: تفطر قدماء الفطور کا معنی پھٹ جانا ہے کیونکہ انفطرت اور انشقت دونوں کا معنی "پھٹ جانا" ہے واللہ تعالیٰ اعلم	انہ سب عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تنفطر قدماء فقالت عائشۃ لم تصنع هذا یا رسول اللہ وقد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا^۱ الحدیث قال البخاری فی کتاب الصلوۃ تفطر قدماء الفطور الشقوق انفطرت انشقت^۲ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

از بریلی محلہ صندل خاں کی زریہ

مسئلہ ۱۰۳۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشاء میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہو کر؟ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طور پر ہمیشہ ان لفظوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتی ثواب ہے؟ بیٹنوا توجروا

الجواب:

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھے مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہارے مثل

^۱ صحیح البخاری سورۃ الفتح زیر قول لیغفر لك اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۲

^۲ صحیح البخاری باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۲/۱

نہیں، میرا ثواب قیام و قعود دونوں میں یکساں ہے تو اُمت کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو وتر بعد فراغت تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے بعد تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

تہجد پڑھنے والا بعد تراویح وتر پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے، جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح نہ پائیں تو بعد امام اُن کو پڑھے خواہ توروں سے پہلے یا بعد، اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۰: از ریاست الوری راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں اگر قضا ہو جائیں تو بعد فرض جماعت کے اسے سنت وقت کے اندر قضا کر لے یا نہیں؟ اس میں بھی صاحب ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہذا گزارش ہے کہ اس کی تحقیق سے بواپسی ڈاک اطلاع بخشی جائے، دو چار علماء سے جو گفتگو ہوئی تو انہوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

الجواب:

ہاں وقت میں انہیں ادا کر لے وہ ادا ہو گئی نہ کہ قضا، در مختار میں ہے:

بخلاف سنة الظهر وكذا الجمعة فانه ان خاف فوت ركعة يتركها ويقتدى ثم يأتي بها على انه سنة في وقته اى الظهر ¹	بخلاف ظہر کی سنت کے، اسی طرح جمعہ کا معاملہ ہے، پس اگر نماز کی ایک رکعت نکل جانے کا خطرہ ہو تو سنن ترک کر کے جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے پھر ان سنتوں کو اپنے وقت یعنی ظہر میں ادا کرے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

وحکم الاربع قبل الجمعة كالاربع	جمعہ کی پہلی چار سنتوں کا حکم وہی ہے جو ظہر سے

¹ در مختار باب اور اک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱۰۰/۱

قبل الظهر کمالیخی ¹ ۔	پہلی چار سنتوں کا ہے جیسا کہ واضح ہے (ت)

حاشیہ علامہ خیر الدین الرملى على البحر الرائق فتاوى علامہ سراج الدین حانوتی سے ہے:

فعلى ما قالوه فى المتون وغيرها من ان سنة الظهر تقضى، يقتضى ان تقضى سنة الجمعة اذا فرق ² اه ثم نقل عن روضة العلماء ماردة فى منحة الخالق ورد المحتار۔	اس بنا پر کہ جو فقہانے کہا ہے کہ متون وغیرہ میں ہے کہ ظہر کی سنتیں ادا کی جائیں اس کا تقاضا ہے کہ جمعہ کی سنتیں بھی ادا کی جائیں کیونکہ ان میں کوئی فرق نہیں اب پھر انہوں نے روضۃ العلماء سے وہ نقل کیا جسے منحة الخالق اور رد المحتار میں رد کیا ہے (ت)

جامع الرموز میں ہے:

يترك سنة الظهر ولو حكما فیدخل فيه سنة الجمعة فتقضى على الخلاف سنة الظهر ³	ظہر کی سنتیں چھوڑ دی جائیں اگرچہ ظہر حکمی ہو تو جواز ترک میں جمعہ کی سنتیں بھی داخل ہوں گی تو انہیں برخلاف سنت ظہر ادا کیا جائے (ت)

رباعلامہ شامی کا استدلال کہ:

قد يستدل للفرق بينهما بأن القياس فى السنن، عدم القضاء وقد استدل قاضى خا لقضاء سنة الظهر بما عن عائشة رضى الله تعالى عنها ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا فاتته الاربع قبل الظهر قضاها بعدة فيكون قضاءها ثبت بالحديث على خلاف القياس ⁴ ۔	بعض اوقات ان کے درمیان فرق کے لئے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ سنن میں قضا نہیں، اور قاضی خا نے ظہر کی سنتوں کی قضا پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر ظہر سے پہلے کی چار رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہ جائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کے بعد انہیں ادا فرمایا کرتے تھے پس ان کی ادخال قیاس حدیث سے ثابت ہوئی (ت)

¹ بحر الرائق باب ادراك الفريضة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۵/۲

² حاشیہ منحة الخالق على البحر الرائق قول حكم الاربع قبل الجمعة کے تحت مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۷۵/۲

³ جامع الرموز، فصل ادراك الفريضة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۲۳/۱

⁴ رد المحتار باب فصل ادراك الفريضة مصطفیٰ البابی مصر ۵۳۱/۱

اس پر فقیر غفرلہ المولیٰ التقدير نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا:

اقول: جمعہ کی سنتوں کو ظہر کی سنتوں کے ساتھ مساوات کی بناء پر لاحق کرنے میں ان کو خلاف قیاس قضا کرنے میں کوئی ضرر نہیں کیونکہ دلالت الحاق کے لئے معقول المعنی ہونا ضروری نہیں جس طرح اس پر امام ابن الممام وغیر یہ نے تصریح کی ہے بلکہ قائل کے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ جمعہ کی سنتیں ظہر کی سنتوں کا ہی فرد ہیں تو پھر کوئی الحاق نہ ہوگا اسے سمجھو، الغرض احتیاط یہی ہے کہ انہیں بجالایا جائے تاکہ ذمہ داری سے بالیقین عہدہ برآ ہوا جائے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	اقول: فيه ان الحاق سنة الجمعة بسنة الظهر بدليل المساواة فلا يضر كون القضاء فيهن على خلاف القياس لان اللاحق دلالة لا يختص بعقول المعنى كما نص عليه الامام ابن الهمام وغيره من الاعلام بل لقائل ان يقول ان سنة الجمعة من افراد سنة الظهر فلا الحاق فافهم وبالجمله فالاحوط الايتان بها خروجاً عن العهدة بيقين¹ - والله تعالى اعلم -

مسئلہ ۱۰۴۱: ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد؟ بیّنوا تو جروا

الجواب:

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، ہمارے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھے، نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے، رد المحتار میں ہے:

جب اکیلی سن رہ گئی ہوں تو بالاجماع طلوع آفتاب سے پہلے انہیں قضا نہ کرے کیونکہ اس وقت نفل نماز مکروہ ہے۔ رہا طلوع آفتاب کے بعد کا تو شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام محمد فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے پہلے ان کا ادا کر لینا مجھے پسند ہے جیسا کہ در میں ہے (ت)	اذا فاتت وجدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكرهه النفل بعد الصبح. واما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال كما في الدرر² -

¹ جد الممتا علی رد المحتار باب اوراک الفریضۃ المصحح الاسلامی مبارکپور (انڈیا) ۲۴۳/۱

² رد المحتار باب اوراک الفریضۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۷/۱۲

اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کرانا ہے ناواقفی سے ناشی، یہ سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں، اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہر گز نہ ہوں گی الاتری الی قوله لاتقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سعى صلوتہا قبل الطلوع بعد الغرض قضاء (آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کہا، بالاجماع طلوع آفتاب سے پہلے قضا نہ کرے، اس میں فرض کے بعد طلوع سے پہلے نماز کو قضا کہا گیا ہے۔ ت) لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں، لہذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا جازت دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۲: ازواجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ
اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے؟ بیّنوا تو جروا

الجواب:

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و اکد ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدر المختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر	در مختار میں ہے کہ سنتوں میں مصروفیت کی بنا پر فجر کے
لاشتغاله بستانها ترکھا لکون الجباعة اکمل ^۱	فرائض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انہیں چھوڑ دیا جائے
الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	کیونکہ جماعت ان سے اکمل ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ در مختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۹/۱

مسئلہ ۱۰۴۳: از مقام یومد قلعہ رام چھاؤنی ڈیرہ اسماعیل خاں رجمنٹ نمبر ۸ بنگال ملک وزیرستان مرسلہ عبداللہ خاں صاحب
سوار ۱۳ صفر ۱۳۲۰ھ

اے لقاے توجواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(آپ سے ملاقات بھی ہر سوال کا جواب ہے اور بغیر قیل و قال آپ سے سوال حل ہو جاتا ہے)

بعد تمنا قدمبوسی کے مدعا یہ ہے کہ یہاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشاء کچھلی دو رکعت نفل میں دو پارے روز سنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں بعد کو سب کی رائے سے عشاء کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا ۸ یوم سنا ہوگا کہ بعض نے کہا تمہاری نماز درست نہ ہوئی اب آپ لکھئے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنا نا درست ہے یا نہیں؟ اب سب کہتے ہیں و تروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست نہیں ہے پھر کیا بندوبست کیا جائے؟ اور جو نماز اس طور پر پڑھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں؟ یہ جگہ پہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب:

استسقاء کے سوا ہر نماز نفل و تراویح و کسوف کے سوا ہر نماز سنت میں ایسی جماعت جس میں چار یا زیادہ شخص مقتدی نہیں مکروہ ہے اور و تروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہو جائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ وہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو کراہت ہے اور فرضوں میں قرأت طویل قدر سنت سے اس قدر زائد کہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بار گزرے سخت ناجائز و گناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قرأت قدر سنت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار ہے تو اسی ایک کا لحاظ واجب ہوگا اور قدر سنت سے بڑھا ناگناہ ہوگا، درمختار میں ہے:

یصلی بالناس من یملک اقامة الجبعة رکعتین کالنفل و صلوۃ الکسوف سنة و اختار فی الاسرار و جوبها و اختلف فی استئکان صلوۃ	وہ شخص جو جمعہ قائم کر سکتا ہے لوگوں کو مثل نفل کے دو ^۲ رکعات نماز پڑھا سکتا ہے اور صلوۃ کسوف سنت ہے، اور اسرار میں اس کے وجوب کو مختار کہا ہے، نماز استسقاء کے سنت ہونے

الاستسقاء ^۱ وهو بلاجماعة مسنونة بل هي جائزة ^۲ اه ملتقطاً۔	میں اختلاف ہے اور یہ بلاجماعت مسنون بلکہ جائز ہے اھ تلخیصاً (ت)

اُسی میں ہے:

لا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلك الوعی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد كما فی الدرر ^۳ ۔	رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا نہ کیا جائے یعنی یہ عمل مکروہ ہے اگر علی سبیل التداعی ہو بایں طور کہ چار آدمی کسی ایک کی اقتداء کریں جیسا کہ درر میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله یکره ذلك اشار الى ما قالوا ان المراد من قول القدوری فی مختصره لایجوز، الکراهة لاعدم اصل الجواز لکن فی الخلاصة عن القدوری انه لایکره وایده فی الحلیة بما اخرجه الطحاوی عن السور بن مخرمة قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنه لیلاً فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه انی لم اوتر فقام وصفنا ورائه فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی آخرهن ثم قال ویسکن ان یقال الظاهر	ان کا قول "یکرہ ذلک" علماء کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے فرمایا کہ قدوری کے اپنی مختصر میں قول "لا یجوز" کا معنی یہ ہے کہ کراہت ہے نہ کہ اصل جواز معدوم ہے لیکن خلاصہ میں قدوری سے ہے کہ یہ مکروہ نہیں، اور اس کی تائید حلیہ میں اس روایت سے کی ہے جو طحاوی نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کورات کو دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے ان کے پیچھے صف بنالی تو انہوں نے ہمیں تین رکعات پڑھائیں اور ان کے آخر میں سلام پھیرا، پھر کہا کہ یہ کہنا

^۱ در مختار باب الکسوف مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بھارت ۱۸/۱۔

^۲ در مختار باب الاستسقاء مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بھارت ۱۸/۱۔

^۳ در مختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بھارت ۹۹/۱۔

ان الجماعة فيه غير مستحبة، ثم ان كان ذلك احيانا كما فعل عمر رضي الله تعالى عنه كان مباحا غير مكروه، وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث وعليه يحمل ما ذكره القدوري في مختصره وما ذكره في غير مختصره يحمل على الاول¹ - والله تعالى اعلم -	ممکن ہے کہ ظاہری یہی ہے کہ وتروں میں جماعت غیر مستحب ہے، اور اگر یہ بعض اوقات ہو تو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تو یہ مباح غیر مکروہ ہے، اور اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت و مکروہ ہے کیونکہ منقول کے خلاف ہے اور مختصر قدوری میں جو مذکور ہے اسے بھی اسی پر محمول کیا جائے گا اور مختصر کے علاوہ میں جو مذکور ہے اسے پہلی صورت پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

در مختار میں ہے:

يكره تحريماً تطويل الصلوة على القوم زائداً على قدر السنة² الخ وتمايم الكلام عليه في رد المحتار والحلية وغيرهما وبالبحت والتنقيز يظهر ما ذكرنا-	نماز کا مقتدیوں پر قدر سنت سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے، الخ اس پر تفصیلی کلام رد المحتار اور حلیہ وغیرہ میں موجود ہے اور بحث و تنقیص سے وہ ظاہر ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

پس اگر اس کا بندوبست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیشیں میں قرأت ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گئے بندھے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں کسی کو گراں نہ گزرے،

ان الله لا يميل حتى تملوا³ كما في الصحيح عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم-	اللہ تعالیٰ ملال نہیں دیتا یہاں تک کہ تم ملال میں ہو جاؤ، جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے (ت)

اگر یہ معدود لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی آکر شریک ہو جاتے ہیں اور ان کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہوگا حذر اعن الوقوع في الحرام (حرام میں واقع ہونے)

¹ رد المحتار باب الوتر والتوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۸/۲

² در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۸۳/۱

³ سنن ابوداؤد باب ما یومر بہ من الفضل فی الصلوة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹۴/۱

سے بچنے کے لئے۔ (ت)

(۲) سنتوں، نفلوں، وتروں میں حافظ قرأت کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشاء کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر وتروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہو گئے آدھا ان میں پڑھا پھر نفلوں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھایا وتروں سے پہلے جتنے نفل چاہے امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسد ایک قرأت طویل میں شرکت پہنچ گئی۔

(۳) سنتوں خواہ نفلوں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قرأت سب سنیں مگر یوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں، درمختار میں ہے:

فی الاشباہ عن البزازیة یکرہ الاقتداء فی صلوة رغائب وبرائة وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعة بهذا الامام جماعة قللت وتتمة عبارة البزازیة من الامامة ولا ینبغی ان یتکلف کل هذا التکلف لامر مکروه ^۱ اه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اشباہ میں بزازیہ کے حوالہ سے ہے کہ نماز رغائب اور برائة (شب برات کی نماز) اور قدر (شب قدر کی نماز) میں اقتداء مکروه ہے مگر اس صورت میں جب کوئی یوں کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی ہے کہ میں اس امام کی اقتداء میں یہ رکعتیں ادا کروں گا اھ قللت بزازیہ کے باب الامامت میں اختتامی عبارت یوں ہے کہ اس امر مکروه کے لئے یہ تمام تکلفات مناسب نہیں اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴۴: از احمد آباد گجرات دکن محلہ مرزا پور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ شیخ علاء الدین صاحب ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے حنفیہ کی نماز تہجد کی ساتھ جماعت کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر ایام مخصوصہ مثلاً یوم عاشورا وغیرہ میں نفل جماعت سے جائز ہیں یا نہیں؟ اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

^۱ درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۹/۱

منصوص کہتے ہیں اور وقت تہجد کے جماعت بھی کرتے ہیں، آیا جماعت تہجد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سنت کیا ہے؟ اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت ہے؟ اللہم اھدنا بینوا بحکم الكتاب تو جروا یوم الحساب۔

الجواب:

تراویح و کسوف و استسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم و مشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بلا تداوی مضائقہ نہیں اور تداوی کے ساتھ مکروہ۔ تداوی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک دو شخص تک بالاتفاق بلا کراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ، یہ تحدید امام شمس الائمہ سے منقول ہے کافی کا نص عبارت یہ ہے:

(نفل جماعت کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں مگر رمضان کا قیام) شمس الائمہ سے یوں منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس صورت میں مکروہ ہے جب علی سبیل التداوی ہو، اگر ایک نے ایک کی اقتداء کی یا دو نے ایک کی تو کراہت نہیں، اور جب تین ایک کی اقتداء کریں تو اس میں اختلاف ہے اور اگر چار نے ایک کی اقتداء کی تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ (ت)	(لا یصلی تطوع بجماعة الا قیام رمضان) وعن شمس الائمة ان التطوع بالجماعة انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداوی امالو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لایکرہ واذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیہ وان اقتدی اربعة بواحد کرہ اتفاقاً¹۔

اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں، طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

ان کا قول "اختلف فیہ" اس میں اصح یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ (ت)	قوله اختلف فیہ والاصح عدم الکراہة²۔

مگر انہیں امام شمس الائمہ سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں

¹ بحوالہ خلاصۃ الفتاوی الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء مطبوعہ منشی نوکلشور لکھنؤ ۱۵۳

² حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح آخر باب الوتر مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۱

چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت۔ فتاویٰ خلاصہ کا نص عبارت کتاب الصلوٰۃ فصل خامس ۱۵ عشر میں یہ ہے:

اصل هذا ان التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره في الاصل للصدر الشهيد اما اذا صلى بجماعة بغیر اذان واقامة في ناحية المسجد لا يكره وقال شمس الائمة الحلواني رحمه الله تعالى ان كان سوى الامام ثلثة لا يكره بالاتفاق وفي الاربع اختلف المشائخ والاصح انه يكره¹۔	اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ جب نوافل کی جماعت علی سبیل التداعی ہو تو صدر شہید کی اطمینان ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کے گوشے میں بغیر اذان و تکبیر نفل کی جماعت ہوئی تو کراہت نہیں، اور شمس الائمہ الحلوانی نے فرمایا کہ اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں اور اگر مقتدی چار ہوں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور اصح کراہت ہے (ت)

بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ، اور تین اور چار میں اختلاف نقل و مشائخ، اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے، تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں، ولذا دروغر پھر در مختار میں فرمایا:

يكره ذلك لوعلى سبيل التداعى بان يقتدى اربعة بواحد²۔	اگر نفل کی جماعت علی سبیل التداعی ہو بایں طور پر کہ چار آدمی ایک کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے (ت)

پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ الخافۃ التوارث (کیونکہ یہ طریقہ توارث کے خلاف ہے۔ ت) نہ تحریمی کہ گناہ و ممنوع ہو، ردالمحتار میں ہے:

في الحلية الظاهر ان الجماعة فيه غير مستحبة ثم ان كان ذلك احیاناً كان مباحاً غير مکروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعه مکروهة لانه خلاف المتوارث هو يؤيد ايضا ما في البدائع من قوله	حلیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نفل میں جماعت مستحب نہیں پھر اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو یہ مباح ہے مکروہ نہیں اور اس میں دوام ہو تو طریقہ متوارث کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت مکروہ ہے اھ اس کی تائید بدائع کے اس قول سے

¹ خلاصہ الفتاویٰ الفصل الخامس عشر الخ مطبوعہ مطبعہ منشی نوکسور لکھنؤ ۱۵۴۱

² در مختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی بھارت ۹۹۱

ان الجماعة في التطوع ليست بسنة الا في قيام رمضان فان نفى السنية لا يستلزم الكراهة ثم ان كان مع المواظبة كان بدعة فيكره وفي حاشية البحر للخير الرملي علل الكراهة في الضياء والنهاية بان الوتر نفل من وجه والنفل بالجماعة غير مستحب لانه لم تفعله الصحابة في غير رمضان وهو كالصریح في انها كراهة تنزيه تأمل¹ اھ مختصراً۔	بھی ہوتی ہے کہ جماعت، قیام رمضان کے علاوہ نوافل میں سنت نہیں اھ کیونکہ نفی سنت کراہت کو مستلزم نہیں پھر اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت و مکروہ ہوگی، خیر رملی نے حاشیہ بحر میں کہا کہ ضیاء اور نہایہ میں کراہت کی علت یہ بیان کی ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں اور نوافل کی جماعت مستحب نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت نہیں کرائی اھ یہ گویا اس بات کی تصریح ہی ہے کہ جماعت مکروہ تنزیہی ہے تامل اھ اھ اختصاراً (ت)

صلوة الرغائب و صلوة البراءة و صلوة القدر کہ جماعت کثیرہ کے ساتھ بکثرت بلاد اسلام میں رائج تھیں متاخرین کا ان پر انکار اس نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں و لہذا وجہ زکوری میں بعد بحث و کلام فرمایا:

فلوترک امثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس انه ليس من الشعار فحسن²۔	اگر نمازوں کو کوئی اس لئے ترک کرتا ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ شعار اسلام نہیں تو یہ اچھا کام ہے۔ (ت)

اور بعض ناس کا غلو و افراط مسموع نہیں اور حدیث بروایت مجاہیل آنا موجب وضع نہیں نہ وضع حدیث موجب منع عمل ہے، عمل بالحدیث الموضوع اور عمل بمافی الحدیث الموضوع ہیں زمین آسمان کا بل ہے کما حققنا کل ذلك فی منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین (جیسا کہ ہم نے اس کی پوری تحقیق رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین" میں کی ہے۔ ت) خصوصاً ان کا فعل بجماعت اجلہ اعظم اولیائے کبار و علمائے ابرار حتی کہ ایک جماعت تابعین کرام وائمہ مجتہدین اعلام سے ثابت و منقول ہے، لطائف المعارف امام حافظ زین الدین ابن رجب میں ہے:

¹ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/۲

² فتاویٰ برازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۴/۳

ليلة النصف من شعبان كان التابعون من اهل الشام كخالد بن معدان ومكحول ولقمان بن عامر وغيرهم يعظمونها ويجتهدون فيها في العبادة وعنهم اخذ الناس فضلها وتعظيمها، وقد قيل انه بلغهم في ذلك اثار اسرائيلية، فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان اختلف الناس في ذلك، فمنهم من قبله ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من عباد اهل البصرة وغيرهم، وانكر ذلك اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابي مليكة وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن فقهاء المدينة، وهو قول اصحاب مالك وغيرهم وذلك كله بدعة، واختلف علماء اهل الشام في صفة احيائها على قولين احدهما انه يستحب احيائها جماعة في المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم ويتبخرون و يكتحلون و يقومون في المساجد ليلتهم ذلك و وافقهم اسحق بن راهوية على ذلك¹ وقد ذكر بعده القول الاخر وهو كراهة الجماعة دون الانفراد وان عليه امام الشام الاوزاعي لكن فيه سقطاً في نسختي

یعنی اہل شام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان و امام مکحول و لقمان بن عامر وغیرہم شب برات کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم کرتے اور انہیں سے لوگوں نے اس کا فضل ماننا اور اس کی تعظیم کرنا اخذ کیا ہے، کوئی کہتا ہے انہیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے، خیر جب ان سے یہ امر شہروں میں پھیلا علماء اس میں مختلف ہو گئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم شب برات کے موافق ہوئے ان میں سے ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرہم ہیں، اور اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ان میں سے ہیں امام عطاء وابن ابی ملیکہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم فقہائے مدینہ سے ہیں اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ یہ سب نو پیدا ہے، علمائے اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ مستحب ہے، خالد بن معدان و لقمان بن عامر وغیرہم اکابر تابعین اس رات اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے، بخور کا استعمال کرتے، سرمہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے، امام مجتہد اسحق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی الخ، دوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام و فقیہ و عالم امام اوزاعی کا ہے۔ لیکن میرے پاس موجود نسخہ سے

¹ لطائف المعارف المجلس الثاني في ذكر نصف شعبان دار ابن كثير بيروت ص ۲۶۳

فلم یتیسرلی نقلہ ویتضح بما اذکرہ عن الشرنبلائی فانہ انما اخذہ عنہ۔	کچھ عبارت ساقط ہے اس کی عبارت نقل کرنا میسر نہیں اس کی وضاحت اس سے ہو جائے گی جسے میں شرنبلائی کے حوالے سے ذکر کر رہا ہوں کیونکہ انہوں نے اس سے اخذ کیا ہے۔

مراتی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

انکرہ اکثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابی ملیکة وفقهاء اهل مدینة واصحاب مالک وغیرہم وقالوا ذلک کله بدعه ولم ینقل عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا عن اصحابہ احياء لیلتي العید جماعة واختلف علماء الشام فی صفة احياء لیللة النصف من شعبان علی قولین احدهما انه استحب احياء جماعة فی المسجد طائفة من اعیان التابعین کخالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقهم اسحق بن راهویة والقول الثانی انه یکره الاجتماع لها فی المساجد للصلوة وهذا قول الاوزاعی امام اهل الشام وفقیہم وعالمهم ¹ ۔	اہل حجاز میں سے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے ان میں سے ہیں امام عطاء وابن ابی ملیکہ وفتہاء مدینہ اور اصحاب امام مالک وغیرہم۔ یہ علماء کہتے یہ سب نوپیدا ہے۔ نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عیدین کی دونوں راتوں کی باجماعت شب بیداری منقول ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے مروی ہے، اور علماء شام بیداری شب برات میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ بیداری مستحب ہے یہ قول اکابر تابعین مثل خالد بن معدان اور لقمان بن عامر کا ہے، امام مجتہد اسحق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے یہ قول اہل شام کے امام وفتیہ و عالم امام اوزاعی کا ہے۔ (ت)

شیخ محقق علم علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، ماثبت بالسنۃ میں حدیث صلوۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

هذا ما ذكره المحدثون علی طریقہم فی تحقیق	یعنی وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد

¹ حاشیہ الطحطاوی علی مرآتی الفلاح آخر باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰-۲۱۹

و تنقید آثار پر ذکر کیا اور ان سے اس قدر مبالغہ کا تعجب ہے انہیں اتنا کہنا کافی نہ تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی، اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح خفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے، تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں زیادہ انصاف و ترک افراط کے لائق تھا اس لئے کہ یہ فعل اولیائے عظام و علمائے کرام قدس اسرار ہم کی طرف منسوب ہے۔	الاسانید ونقد الاحادیث وعجبا منهم ان يببالغوا في هذا الباب هذه المبالغة و يكفيهم ان يقولوا لم يصح عندنا ذلك و اعجب من الشيخ محي الدين النووي مع سلوكه طريق الانصاف في الابواب الفقهية وعدم تعصبه مع الحنفية كما هو داب الشافعية فمأنحن فيه اولى بذلك لنسبة الى المشائخ العظام والعلماء الكرام قدس اسرارهم¹۔

پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارہ صلوٰۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اور اس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا:

یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اس پر جرح ہے۔	هذا الحديث مما وجدته في كتاب رزين ولم اجد في واحد من الكتب الستة والحديث مطعون فيه²۔

پھر فرمایا:

یعنی کتاب مستطاب بحجۃ الاسرار شریف میں حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اقدس میں صلوٰۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الی آخر کلمات، نیز امام ابوالحسن نور الدین علی قدس سرہ، نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب و سیدنا	وقد وقع في كتاب بهجة الاسرار ذكر ليلة الرغائب في ذكر سيدنا وشيخنا القطب الرباني وغوث الصمداني الشيخ محي الدين عبدالقادر الحسيني الجيلاني رضي الله تعالى عنه قال اجتمع المشائخ وكانت ليلة الرغائب الى اخر ما ذكر من الحكاية

¹ ما ثبت من السنة صلوٰۃ الرغائب مطبوعه اداره نعيمه رضويه لاہور ۱/۲۳۶

² ما ثبت من السنة صلوٰۃ الرغائب مطبوعه اداره نعيمه رضويه لاہور ۱/۲۳۶

تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ روز جمعہ پنجم رجب ۵۴۳ کو حضرت شیخ بقابن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسہ انور حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اس سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دو بالا ہو جاتا ہے تو یہ لینے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ و منبع کیا ہے کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پر نور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے اب میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے بقعے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ کیا اور بحجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ

وذكر ايضا انه نقل عن الشيخين القدوتين الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبدالرزاق قالا بكر الشيخ بقابن بطوسحر يوم الجمعة الخامس من رجب السنة ثلث واربعين وخمسائة الى مدرسة والدنا الشيخ محي الدين عبدالقادر رضي الله تعالى عنه و قال لنا الاسألتوني عن سبب بكوري اليوم اني رأيت البأرحة نوراضأت به الافاق وعم اقطار الوجود ورأيت اسرار ذوى الاسرار فمنها ما يتصل به ومنها ما يمنع من الاتصال به وما اتصل به سرالاتضاعف نوره فتطألت ينبوع ذلك النور فاذا هو صادر عن الشيخ عبدالقادر فآردت الكشف عن حقيقته فاذا هو نور شهودة قابل نور قلبه وتقادح هذان النوران وانعكس ضياءهما على مرآة حاله واتصلت اشعة المتقادات من محط جمعه الى وصف قربه فأشرق به الكون ولم يبق ملك نزل الليلة الا اتاه وصافحه واسمه عندهم الشاهد والمشهود قالا فاتيناه رضي الله تعالى عنه وقلنا له اصلية الليلة صلوة الرغائب فأنشده

اذا نظرت عيني وجوه حبأبي

فتلك صلاقي في ليألى الرغائب

کیا فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاید مشہود ہے (شاید کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ ان کے پاس آئے قال تعالیٰ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا^۳ (ای تشہدہ الملائکہ) دونوں شاہزادگان دو جہاں نے فرمایا ہم یہ سن کر حضور پر نور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور نے صلوٰۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے: جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے، وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں) (اور بحیۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُتر اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو یعنی تمام ملائکہ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحہ کئے) واللہ تعالیٰ اعلم۔	وجوه اذا ما اسفرت عن جمالها اضاءت لها الاكوان من كل جانب ومن لم يوف الحب ما يستحقه فذاك الذي لم يأت قط بواجب اه^۱ ما نقله الشيخ قدس سره و الذي رآه العبد الضعيف غفر الله له في البهجة الكريمة نصه هكذا ولم يبق ملك انزل الليلة الى الارض واتاه وصافحه^۲ الخ

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

از ریاست جاوہر مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار

مسئلہ ۱۰۳۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں ان کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہو کر؟ کتاب مالابہ منہ ہندی میں صفحہ ۳۵ سطر ۵ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب:

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے۔ اسے بخاری نے حضرت	ان صلی قائماً فهو افضل ومن صلی قاعدا فله نصف اجرا لقائم^۴ - رواہ البخاری عن عمران بن حصین

^۱ ما ثبت من السنة صلوٰۃ الرغائب مطبوعہ اوراہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۲۳۸

^۲ بحیۃ الاسرار مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۸

^۳ القرآن الکریم ۷۸/۱

^۴ صحیح البخاری باب صلوٰۃ القاعد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۰/۱

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابة جميعاً۔	عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور جمع صحابہ سے اللہ راضی ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں:

کما عند مسلم عن ام المومنین الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت بعد ما ذكرت وتره صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يصلي ركعتين بعد ما يسلم وهو قاعد ¹ ولاحمد عن ابى امامة رضي الله تعالى عنه انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يصليهما بعد الوتر وهو جالس ² ۔	جیسے کہ مسلم میں ہے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعات نماز ادا کرتے۔ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعات نماز ادا فرماتے تھے (ت)

اور کبھی ان میں قعود و قیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا،

فلا بن ماجة عن ام المومنين ام سلمة رضي الله تعالى عنها انهما صلى الله تعالى عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر ركعتين خفيفتين وهو جالس فاذا اراد ان يركع قام فركع ³ ۔	ابن ماجہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں کے بعد دو رکعات نماز اختصار کے ساتھ بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور جب آپ رکوع کا ارادہ فرماتے تو قیام فرماتے پھر رکوع کرتے (ت)

مگر بیٹھ کر پڑھنا دو گنا تھانہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لئے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا آخر صلوتكم بالليل وترا ⁴ ۔ رواه	اپنی نماز شب میں سب سے آخر وتر رکھو۔ اسے

¹ صحیح مسلم باب صلوة اللیل وعدد رکعات النبی الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۲۵۶/۱

² مسند احمد بن حنبل حدیث عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۳/۶

³ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی رکعتین بعد الوتر جائلاً مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۵/۱

⁴ صحیح مسلم باب صلوة اللیل وعدد رکعات النبی الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۲۵۷/۱

مسلم عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا	مسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔

مسلم امام نووی منہا چہر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

هَاتَانِ الرُّكْعَتَانِ فَعَلَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا لِبَيَانِ جَوَازِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُتْرِ وَبَيَانِ جَوَازِ النَّفْلِ جَالِسًا وَلَمْ يَوَاضِبْ عَلَى ذَلِكَ ¹ ۔	ان دو رکعت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے بیٹھ کر ادا فرماتے تھے تاکہ وتر کے بعد جواز نماز اور بیٹھ کر جواز نفل کا اظہار ہو جائے، البتہ آپ نے اس پر ہیشگی نہیں فرمائی (ت)

بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہو تاکہ یہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے لئے فعل ہو تا اور ہمارے لئے صاف وہ ارشاد قوی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھ کا ثواب آدھا ہے، اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول فعل میں ترجیح قول کو ہے کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحاً بیان خصوصیت فرمایا ہے، صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: "مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سرانور پر ہاتھ رکھا² (اقول: یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں)

وهذا بحمد الله منزع نفيس واضح ليستغنى به عما اطال الطيبي عه وابن حجر و	الحمد لله یہ بات عمدہ، نفیس علامہ طیبی، ابن حجر اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس طویل گفتگو سے مستغنی کر دیتی ہے علامہ طیبی ابن حجر اور

عہ: (فوجدته يصلي جالساً فوضعت يدي) لعله بعد الفراغ من الصلوة ثم رأيت

(تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے سرانور پر ہاتھ رکھ دیا) شاید یہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کا معاملہ ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

¹مرقات شرح مشکوٰۃ باب القصد فی العمل فصل اول مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ ملتان ۱۶۳/۳

²صحیح مسلم باب جواز النافلة قائماً وقاعداً الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۳

القاری و وقعوا فیما کان لہم مندوحة

ملا علی قاری نے کی اور یہ حضرات طوالت کے باعث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابن حجر جزم بہ وقال بعد فراغه اذلا یظن بہ
الوضع قبلہ (علی رأسہ) ای لیتوجہ الیہ وکانہ کان
ہناک مانع من ان یحضر بین یدیہ ومچل هذا
لایسی خلاف الادب عند طائفة العرب لعدم
تکلفہم وکمال تألفہم وكذلك فی قولہم لہ انت دن
انتم الذی ہو مقتضی حسن الاداب فی معرض
الخطاب لایتوجہ علی قائلہ العتاب وتکلف الطیبی
ہنا فی شرح الکتاب واورد السؤال والجواب ونسب
قلة الادب الی الاصحاب وقال علی وجہ الاطناب فان
قلت الیس یجب علیہ خلاف ذلك توقیرا لہ علیہ
الصلوة والسلام قلت لعلہ صدر عنہ لاعن قصد
اولعلہ استغرب کونہ علی خلاف ماحدث عنہ
واستبعده فأراد تحقیق ذلك فوضع

پھر میں نے دیکھا کہ ابن حجر نے یہ کہتے ہوئے اس پر جزم کا اظہار کیا
کہ یہ معاملہ فراغت کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے ہاتھ رکھنے کے
بارے میں سوچا ہی نہیں جاسکتا (آپ کے سر اقدس پر) یعنی آپ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوں اور گویا آپ کے
سامنے آنے سے وہاں کوئی رکاوٹ تھی اور ایسے طریقے کو بعض
عربوں کے ہاں عدم تکلف اور کمال محبت کی وجہ سے خلاف ادب
تصور نہیں کیا جاتا اور اسی طرح بعض عربوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے لئے "أَنْتَ" (تُو) استعمال کرنا نہ کہ "انتم" (تم)
جو کہ خطاب کے موقع پر حسن آداب کا مقتضی ہے، اس کے قائل
پر عتاب کا موجب نہیں بنتا، علامہ طیبی نے کتاب کی شرح میں اس
مقام پر تکلف کرتے ہوئے سوال وجواب وارد کیا اور صحابہ کی
طرف قلت ادب کی نسبت کی اور طوالت سے کام لیتے ہوئے سوائے
کہا اگر تو کہے کیا ان پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کے
پیش نظر اس کے خلاف عمل لازم نہ تھا؟ جواباً کہا میں کہتا ہوں
شاید ان سے یہ معاملہ عدم دانستگی میں ہوا ہو یا ممکن ہے کہ انہوں
نے ان سے حادث شدہ واقعہ کے خلاف معاملہ کو نہایت ہی اجنبی
اور بعید تصور کیا اور اس کی تحقیق کا (باقی اگلے صفحہ پر)

عنہ وبالله التوفیق۔	ایسی چیز میں واقع ہوئے جس سے محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے لئے مفید تھا (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ بن عمر! کیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ!

یدہ علی رأسہ ولذلك انکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقوله مالك الخ فسماء ونسبه الى ابيه وكذا قول عبد الله و انت تصلي قاعدا فانه حال مقررة لجهة الاشكال، ثم رأيت ابن حجر قال كان ذلك في عادتهم يفعلوه المستغرب الشيء المتعجب من وقوعه مع من استغرب منه ذلك فلا ينافي المتعارف الا ان ذلك خلاف الادب ونظيره ان بعض العرب كان ربما لمس لحيته الشريفة عند مفاوضته معه اه وقد شوهد في زماننا ان بعض اجلاف العرب يمسك لحية شريف مكة ويقول انا فداك يا حسن والحال انه قد يكون نعله معلقاً في اصبعه ف منه (م)	ارادہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ سراقس پر رکھ دیا اسی لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند کیا اور فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ الخ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام لیا اور ان کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی۔ اور اسی طرح حضرت عبد اللہ کا قول کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں کیونکہ یہ حال جہت اشکال کو پختہ کر رہا ہے پھر میں نے ابن حجر کو دیکھا کہ انہوں نے یہاں یہ لکھا ہے کہ عربوں کی عادات میں سے ہے کہ جب کوئی ان میں سے کسی سے ایسی چیز دیکھتا ہے جو نہایت اجنبی ہو تو وہ ایسا ہی کرتا ہے تو یہ متعارف کے منافی نہیں البتہ خلاف ادب ہے جو خلاف ادب ہو اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض عرب گفتگو و ملاقات کے وقت آپ کی واڑھی مبارک کو مس کرتے تھے اھ اور ہمارے دور میں اس کا مشاہدہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ بعض بزرگ عرب شریف مکہ کی واڑھی پکڑ کر یہ کہتے ہیں اے حسن میں تجھ پر فدا۔ حالانکہ اس کا جو تا اس کی انگلیوں کے ساتھ لٹک رہا ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

ف: حاشیہ کی عبارت مرقات مشکوٰۃ سے نقل کی گئی ہے مطالعہ کیلئے باب القصد فی العمل جلد سوم مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ص ۱۵۹

ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدھی ہے اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا: اجل ولكن لست كاحد منكم¹ ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمہاری مثل نہیں میرے لئے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے یہ میرے لئے خصوصیت و فضل رب الارباب ہے۔ مراقہ میں ہے:

یعنی هذا من خصوصیات ان لا ينقص ثواب صلواتی علی ای وجهہ تكون من جلواتی و ذلك فضل الله يؤتیہ من یشاء قال تعالیٰ وکان فضل الله علیک عظیماً ² ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ میری نماز جس طریقہ پر بھی ہو اس کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی کہ میری نماز میرے خاص تعلق سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آپ کی ذات اقدس پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳۶: از جھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ ننھے خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے؟

الجواب:

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب، اور اس میں بڑی معافی کی امید ہے وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت کروہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دو پہر کو جائز نہیں، اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اس وقت جائز نہیں، نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں، جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں ان اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے³ کما فی الہندیۃ عن المضمرات عن المعلی (جیسا کہ ہندیہ میں مضمرات اور معلیٰ کے حوالے سے ہے۔ ت) اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے ائمہ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سببخنک اللہم پڑھ کر پندرہ بار سببخن اللہ والحمد للہ ولا الہ

¹ صحیح مسلم باب جواز النافیۃ قائماً وقاعداً مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی ۲۵۳/۱

² مرقاہ شرح مشکوٰۃ باب القصد فی العمل فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۶۰/۳

³ فتاویٰ ہندیہ باب التاسع فی النوافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۳/۱

الا للہ واللہ اکبر پھر الحمد و سورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر بنا و لک الحمد کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار، یہ ایک رکعت میں کچھتر بار ہوا، پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندرہ بار پھر الحمد و سورت کے بعد دس بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی کچھتر ہوئے، اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہو جائیں گے، سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں اللھم انتکاثرو دوسری میں والعصر تیسری میں قل یا ایھا الکفرن چوتھی میں قل هو اللہ، یہ نماز ہر روز پڑھے ورنہ ہر جمعہ ورنہ ہر مہینے ورنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۷: ازار وہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئلہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے قعدہ اولیٰ میں درود شریف و دعا اور تیسری رکعت میں سبّحناک اللھم پڑھے یا نہیں؟

الجواب:

پڑھنا بہتر ہے، در مختار میں ہے:

ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں اور بعد کی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف نہ پڑھا جائے اور تیسری رکعت میں ثناء بھی نہ پڑھی جائے اور باقی چار رکعتوں والی سنتوں اور نفلوں میں درود شریف پڑھا جائے، تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ بھی پڑھا جائے گا اگرچہ اس نے نوافل کی نذرمانی ہو کیونکہ یہ جوڑا جوڑا نماز ہے۔ (ت)	لا یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القعدة الاولیٰ فی الاربع قبل الظہر والجمعة وبعدها لا یستفتح اذا قام الی الثالثة منها فی البواق من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفیع صلوة^۱۔

مگر تراویح خود ہی دو رکعت بہتر ہے لانہ هو المتوارث (کیونکہ طریقہ متوارث یہی ہے۔ ت) تنویر میں ہے: عشرون رکعة بعشر تسلیبات^۲ (بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ پڑھائی جائیں۔ ت)

^۱ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۵

^۲ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۸

سراجیہ میں ہے:

کل ترویحة اربع رکعات بتسلیمتین ^۱ ۔	ہر ترویجہ چار رکعتوں کا دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہوگی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دور رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو۔ عالمگیری میں ہے:

ان قعد فی الثانیة قدر التشهد اختلفوا فیہ فعلی قول العامة یجوز عن تسلیمتین وهو الصحیح هکذا فی فتاویٰ قاضی خاں ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر دوسری رکعت میں تشهد کی مقدار نمازی بیٹھ گیا تو اس میں اختلاف ہے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ دو سلاموں کے قائم مقام ہے اور یہی ہے صحیح ہے، فتاویٰ قاضی خاں میں اسی طرح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳۸: مسئلہ علی حسین صاحب از آلولہ محلہ خیل حکیمان معرفت جناب حاجی علیم اللہ صاحب ۷ ار مضان ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظ وغیرہ نماز کے اندر قرآن مجید سنتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں؟ بظاہر کتب فقہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں سرّاً پڑھنا واجب ہے بموجب اس کے لڑکا ہو یا بالغ اس کی نماز کراہت تحریمی سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ لڑکے کے ذمہ اعادہ واجب نہ ہوا جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کر دے گا تو اجماعاً اس کے ذمہ قضائہ آئے گی اور یہ اقتدار لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب بالصواب بحوالہ عبارت کتب فقہیہ تحریر فرمائیے، اجر جزیل کے عند اللہ مستحق ہو جائے۔ بیّنوا تو جروا

الجواب:

یہ امر بالاتفاق نامشروع و ممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لئے کہ وہ جماعت باطل ہے لان نفل البالغ مضمون فلا یصح بناء الاقوی علی الاضعف (کیونکہ بالغ کے نوافل اس کے ذمہ لازم ہو جاتے ہیں لہذا اقویٰ کی بناء الاضعف پر صحیح نہیں۔ ت) اور در مختار میں ہے:

^۱ فتاویٰ سراجیہ باب التراويح مطبوعہ نوکلشور لکھنؤ بھارت ص ۲۰

^۲ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراويح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۸/۱

صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریماً لانہ اشتغال بمالایصح ^۱ ۔	دیہاتوں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل کا ارتکاب ہے جو صحیح نہیں۔ (ت)

اور مذہب ضعیف پر اس لئے کہ دن کے نفل میں اتنا واجب ہے۔۔ حدیث میں ہے: صلوۃ النهار عجباً^۲ (دن کی نماز سری
ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

یجہر الامام وجوباً فی الفجر واولی العشائین الی قوله ویُسِرُّ فی غیرہا کمتنفل بالنہار ^۳ ۔ واللہ تعالی اعلم۔	امام فجر اور عشائین کی پہلی دو رکعتوں میں جہر کرے (آگے چل کر لکھا) ان کے علاوہ میں امام سرّاً پڑھے جیسے کہ دن کے نوافل کا معاملہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۹: از قصبہ اتزولی ضلع علی گڑھ محلہ کڑہ بر مکان شیخ عبدالحق صاحب رسالدار مسئلہ شیخ عبد الحمید صاحب زاہد نعمانی
قادری ۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و صوفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دولغایت چھ
رکعت) اور ایک پھر دن پڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دولغایت بارہ رکعت پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی
اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضحیٰ لکھا ہے، لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضحیٰ کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ
بتاتے ہیں اور خود بھی عرصہ چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضحیٰ کے نوافل (دولغایت آٹھ رکعت) علیحدہ
پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرپور طریقت نے علیحدہ پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نماز ضحیٰ کے نوافل نماز اشراق
اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علما سے تصدیق کر لینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع
ہو گیا ہے اس لئے استفتاء ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور نماز ضحیٰ، اشراق اور چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے؟
بیّنوا توجروا

الجواب:

نماز ضحیٰ وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کون منع کرتا ہے
مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے جدت نکالنا ضرور شنیع و معیوب ہے ہر شخص

^۱ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۱۴/۱

^۲ الہدایہ کتاب الصلوۃ فصل فی القرآۃ مطبوعہ مکتبہ عربیہ کراچی ۹۶/۱

^۳ در مختار باب صفۃ الصلوۃ فصل بجہر الامام مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۷۹/۱

جانتا ہے کہ ضعی کا ترجمہ چاشت ہی ہے تو صلوٰۃ الصلٰی نہیں مگر نماز چاشت۔ اور ان دو کے سوا کسی تیسری نماز کا اصلاً کسی حدیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل لائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۵ تا ۱۵۸: از عثمان پور ضلع بارہ بنکی مسئلہ محمد حسن یار خاں صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں خیر متین ترجمہ حسن حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعت اور آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے، ایک شخص تہجد گزار اجہل سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعت تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ھو اللہ شریف دوسری میں دوبار بارھویں میں بارہ مرتبہ یا رکعت میں تین تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھا جائے، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کسے رکعت پڑھنا چاہئے اور بعد الحمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے، خیر متین میں قل ھو اللہ پڑھنے کا قاعدہ مسطورہ بالا نہیں لکھا ہے اور جو بعد وتر کے دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں ان کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہئے مثل وتر کے، یا عشاء کے وقت ادا کرنا چاہئے؟ اور نماز صلوٰۃ التسبیح میں کلمہ تہجد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ایک شخص کہتا ہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہئے۔ چار رکعت میں دو رکعت کی نیت کی جائے یا چار کی؟ دعائے ماثور کیا ہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے، دعائے تہجد بغرض تصحیح مرسل ہے یا مقلب القلوب قلب قلبی الیک ما مصرف القلوب صرف قلبی علی دینک وطاعتک خیر متین میں سنت فجر میں قل یا ایہا الکفرون اور قل ھو اللہ پڑھنے کو لکھا ہے اس ترکیب سے پڑھنا سنت فجر یا نفل میں جائز ہے یا نہیں؟ اور جیسا کہ فرض میں بقید سورہ پڑھنا ناجائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجہ کی دو جلدیں میرے پاس ہیں جن میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب وظیفہ میں قل یا اور قل ھو اللہ سنت میں پڑھنے کو لکھا ہے اور دوسری میں الم نشرح اور الم ترکیف لکھا ہے جو فرض و وتر میں بغرض فلاحیت لکھا ہے اور وتر میں اخیر رکعت میں قل ھو اللہ پڑھنا ضرور ہے یا اور سورہ کو ملا کر پڑھنے سے نماز ہو جائے گی؟ بیِّنوا توجروا۔

الجواب:

عشاء کے فرض پڑھ کر آدمی سورہ پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے، غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دوہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا:

احب الاعمال الى الله اذومها وان قل ^۱ ۔	اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہوا اگرچہ تھوڑا ہو۔

قرأت کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورہ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار، دوسری میں دوبار، یا پہلی میں بارہ دوسری میں گیارہ، اخیر میں ایک کہ یوں ۲۶ ختم قرآن کا ثواب ہوگا، اور پہلی صورت میں بیس کا ہوتا۔ اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اٹھنے پر اطمینان ہو اسے افضل یہ ہے کہ وتر بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جتنے نوافل پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے۔

(۲) صلوٰۃ التسبیح میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہئے، گیارہ بار بتانے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قرأت سے پہلے پندرہ بار ہے۔

(۳) صلوٰۃ التسبیح میں چار رکعت کی نیت کی جائے۔

(۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے:

اللہم! میں تجھ سے اہل ہدی جیسی توفیق، اہل یقین جیسے اعمال، اہل توبہ جیسی نصیحت، اہل صبر کا عزم، اہل خشیت کی محنت، اہل رغبت کی طلب، اہل ورع کی عبادت، اہل علم کا عرفان مانگتا ہوں کہ مجھے تیرا خوف نصیب ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایسا خوف عطا فرما جو تیری نافرمانی سے روک لے	اللهم انی اسألك توفیق اهل الهدی و اعمال الیقین و مناصحة اهل التوبة و عزم اهل الصبر و جد اهل الخشية و طلب اهل الرغبة و تعبد اهل الورع و عرفان اهل العلم حتی اخافك۔ اللهم انی اسألك مخافة تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل

^۱ مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت ص ۱۱۰

بطاعتك عملا استحق به رضاك وحقى اناصحك بالتوبة خوفاً منك وحقى اخلاص لك النصيحة حبالك وحقى اتوكل عليك فى الامور حسن ظن بك سببُ خلق النور¹۔	حتی کہ میں ایسے عمل کروں جو مجھے تیری رضا کا مستحق بنا دے اور حتی کہ میں تیرے خوف کی بنا پر خالصتہً توبہ کروں اور تیرے ساتھ محبت کی بنا پر مخلصانہ تیرے حقوق ادا کروں، حتی کہ تمام امور میں تجھ پر بھروسہ کروں، تیرے ساتھ مجھے حسن ظن نصیب ہو، اے خالق نور! تیری ذات تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ (ت)

(۵) سنت فجر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی و ماثر سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ کفرون اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم تر کیف پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دفع اعداء ہے اور یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے۔

(۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل هو اللہ احد شریف پڑھنا ماثر ہے مگر ضرور نہیں، جو چاہے پڑھے، بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربك الاعلیٰ یا انا انزلناہ اور دوسری میں کفرون تیسری میں اخلاص۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵۶: امام نے ظہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلام دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آوے گا یا نہیں؟ اور نماز سنت کا ثواب کم ہو جائے گا یا باطل ہو جائے گی؟

الجواب:

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی، ہاں اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر کوئی سنن و فرائض کے درمیان کلام کرتا ہے تو اس سے سنن ساقط نہیں ہو جاتی مگر ان کے ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵۷: از ریاست جاوہر مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جائے تو پھر اعادہ سنتوں کا کرے یا نہیں؟

¹ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸/۲

² در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت ۹۵/۱

الجواب:

اعادہ بہتر ہے کہ قبل سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریمہ کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی جاتی رہتی ہیں تو تکمیل ثواب و خروج عن الاختلاف کے لئے اعادہ بہتر ہے جبکہ اس کے سبب شرکت جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ ان کا اعادہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۵۸ تا ۱۰۵۹: از پبلی بھیت محلہ پنجابیاں متصل مسجد مرسلہ شیخ عبدالحکیم صاحب غرہ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک مسجد کہ اُس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہو جانے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فجر ادا کر کے شریک جماعت ہو جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی خلاف قاعدہ شرعیہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ ایام گرما میں اندرونی درجہ مسجد میں تو بسبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے سائبان مسجد میں ہوا کرتی ہے بسا اوقات اندرونی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یا بسبب شدت گرمی کے نمازی اندر جانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحن مسجد میں سنتوں کی آڑ میں سنتیں پڑھ لیتے ہیں وہ بھی چارپانچ شخص بقدر تعداد ستونوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آڑ ستونوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یا کم توجہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدت گرمی سے صحن مسجد میں نماز ہوتی ہے تو ستونوں بھی سنتوں کی آڑ کو نہیں ملتے اکثر بدون حائل کسی شئی کے سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر از روئے اس مسئلہ فقہیہ کے کہ جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع حاصل ہے کہ مسجد سے ملحق چہار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش ملا ہے حد فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صحنوں کی فصیلیں ہیں جو ایک ہاتھ تھمینا چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جملہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحن مدرسہ میں یا کسی کمرے مدرسہ میں ملحق صحن مسجد کے واسطے ادائے سنتوں فجر کے بچادیں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہارت حاصل کر کے اس چٹائی پر جو مدرسہ میں خارج از مسجد بکھی ہے سنتیں فجر ادا کر کے شریک جماعت ہوتے جائیں تو سنتیں بھی حسب قاعدہ شرعیہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زید اس کو دو^۲ بنا پر ناجائز کہتا ہے، ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فصیلوں پر جو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لابد مسجد کے صحن میں سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جو چٹائی بکھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلاف شرعیہ ہے اس وجہ سے کہ بعد از اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا مرتکب ہو گا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے،

ہیں وہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کٹواں اور سقاوے اور پاکی حاصل کرنے کا غسل خانہ یہ سب کہ احاطہ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود فیصلوں سے باہر ہیں نمازی حسب عادت مروجہ زمانہ کے اکثر اول مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر بعد کو پانی لے کر طہارت وضو وغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مساجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرون دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں واپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو۔

(۲) دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صحن مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ پاپیشاب کو یا پاخانہ میں اور غسل خانہ میں جاتے ہیں اور اسی فرش صحن مدرسہ پر ہو کر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شبنم کی کچھ نمی فرش پر ہوتی ہے اور گاہے شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھنا چٹائی کا نجس کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز خراب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادات کی نماز ہے، سائل کہتا ہے پس ایسے مشکوک کی وجہ سے صحن مدرسہ میں جو چٹائی بچھائی گئی ہے اس پر سنتیں ادا کرنا یا اس پر سے وضو کر کے جس حالت میں کہ نمازی کے پیرو وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمر مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور وہ چٹائی نجس ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز رہے گی اور پیراس نمازی کے جو وضو کر کے اس مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہیں گے یا ناپاک ہو جائیں گے؟ اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے اہتمام ادائے سنتوں فجر کے طریقہ نیک کا جاری کرنے والا ہوگا اور ثواب پائے گا؟ ان وجوہات مرقومہ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں ان کی وجہ سے بعد اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنے والے نمازیوں کی نماز خراب کرانے کا باعث ہو کر عذاب پائے گا یا اس قسم کے مشکوک پیدا کر کے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہوگا؟ بیان فرمائیے ثواب پایئے۔

الجواب:

زید کے دونوں اعتراض باطل و بے معنی ہیں، مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک یہ کہ وہ خروج بے حاجت ہو ورنہ بلاشبہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے وہ بعد اذان بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جاسکتا ہے یونہی جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سنی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجہ یا وضو کی حاجتیں۔ دوسرے یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی سہی۔

در مختار میں ہے کہ نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو چکی ہو	فی الدر المختار، کرہ تحریماً للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والبراد دخول الوقت اذن

مکروہ تحریمی ہے یہ غالب پر حکم ہے اور مراد دخول وقت ہے خواہ اذان ہوئی ہو یا نہ ہو البتہ اس شخص کو جانے کی اجازت ہے جس نے کسی دوسری جماعت کا انتظام کرنا ہے یا اپنے محلہ کی مسجد کی طرف جانا ہے درانحالیکہ وہاں لوگوں نے نماز ادا نہیں کی یا استاد سے سبق لینا ہے یا وعظ سننا ہے یا کوئی حاجت ہے اور وہ شخص دوبارہ آجانے کا ارادہ رکھتا ہو نہر ردالمحتار میں قولہ للنسخی (یعنی اس پر نہیں وارد ہے) سے مراد ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر کسی حاجت و ضرورت کے چلا گیا اور واپسی کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے، اور اسی میں بحر سے ہے کہ اگر جماعت لوگوں نے اس لئے مؤخر کی کہ وقت مستحب آجائے مثلاً صبح کی نماز، تو کوئی شخص چلا گیا پھر لوٹ آیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی تو اسے مکروہ نہ قرار دینا ہی مناسب ہے اور نہر میں اس پر کلام علماء کی وجہ سے جزم کا اظہار کیا ہے، ماتن کا قول الالمن ینتظم (مگر جس نے نماز کا انتظام کرنا ہے) وہ نکل سکتا ہے خواہ اقامت شروع ہو چکی ہو، اور اسی پر متن درر، قمستانی اور شرح وقایہ میں جزم کیا گیا ہے اہ اختصاراً (ت)	فیہ اولاً الالمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری اوکان الخروج المسجد حیہ ولم یصلوا فیہ اولاستاذہ لدرسہ اولسماع الوعظ اولحاجة ومن عزمہ ان یعود نہراہ وفی^۱ ردالمحتار قوله للنہی ہو مافی ابن ماجة من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یرجع لحاجة وهو لا یرید الرجوع فهو منافق اہ وفیہ عن البحر ولو كانت الجماعۃ یوخرجون لدخول الوقت المستحب كالصبح مثلاً فخرج ثم رجع وصلى معهم ینبغی ان لا یکرہ اہ قال وجزم بذلك کله فی النہر لدلالة کلامهم علیہ قوله الالمن ینتظم بہ له الخروج ولوعند الشروع فی الاقامة وبہ صرح فی متن الدرر والقہستانی وشرح الوقایۃ^۲ اہ مختصراً۔

یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی متحقق نہیں سنتیں بحال قیام جماعت بیرون مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی ہونا بھی ظاہر اور قصدر رجوع بھی بدیہی تو عدم جواز و حصول گناہ کا حکم صریح باطل قطعی،

در مختار میں ہے جب نمازی کو سنن میں مشغولیت سے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انہیں	فی الدر المختار، اخاف فوت الوقت لاشتغاله بسنتها ترکھا

^۱ در مختار باب اوراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۹/۱

^۲ ردالمحتار باب اوراک الفریضۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۴/۲

والا لابل یصلیہا عند باب المسجد ^۱ وفی رد المحتار ای خارج المسجد کہا صرح بہ القہستانی وقال فی العنایۃ لانہ لوصلاہا فی المسجد کان متنفلا فیہ عند اشتغال الامام بالفریضۃ وهو مکروہ ومثلہ فی النہایۃ والمعراج ^۲ مختصرین۔	ترک کرے ورنہ ترک نہ کرے بلکہ انہیں مسجد دروازے کے پاس ادا کرے۔ رد المحتار میں ہے یعنی مسجد سے باہر ادا کرے، جیسا کہ اس پر قستانی نے تصریح کی ہے۔ عنایہ میں ہے اگر اس نے سنن مسجد میں ادا کیں تو یہ امام کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت نوافل پڑھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسی کی مثل نہایہ اور معراج میں ہے اھ دونوں کتابوں کی عبارت اختصاراً منقول ہے (ت)

یعنی یہ صورت سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انہوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرے میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسیٰ حدثنا شیبان بن عبد الرحمن عن یحییٰ بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الرکعتین قبل صلوٰۃ الصبح فصلاہما فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثم انہ صلی مع الامام ففی هذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ صلاہما فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا من المسجد ^۳ ۔	زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے فجر کی دو سنتیں ابھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں انہیں ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد کا حصہ تھا۔ (ت)

^۱ در مختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۹۹/۱-۱۰۰

^۲ رد المحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۶/۲

^۳ شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۸/۱

بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد، حدود مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز نہ ہو گیا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے۔

یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ ام المؤمنین کا حجرہ مسجد کا حصہ ہے۔ ردالمحتار میں بدائع سے ہے اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کا حصہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ منع ہے جو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔ (ت)	وهذا ما قال الامام الطحاوی ان حجرة ام المؤمنين من المسجد¹ في ردالمحتار عن البدائع لو صعد الى المعتكف المنارة لم يفسد بخلاف لانها منه لانه يمنع فيها من كل ما يمنع فيه من البول ونحوه فاشبه زاوية من زوايا المسجد²۔

چٹائی کو اُن خیالات بعیدہ کی بنا پر نجس بتانا محض پیروی اوہام ہے شرع مطہر نے دربارہ طہارت ظاہر ایسے لیت و لعل کو اصلاً گنجائش نہ دی۔

جیسا کہ اس کی تفصیل طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیمیں ہے اور اسے عبد ضعیف غفر اللہ تعالیٰ نے "الاحلی من السكر لطلبة سکر و سر" میں بیان کیا ہے۔ (ت)	كما فصله في الطريقة المحمدية والحديقة الندية وبينه العبد الضعیف غفر الله تعالى له في "الاحلی من السكر لطلبة سکر و سر"۔

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے:

اگر کپڑے یا بدن یا برتن کو نجاست لگنے میں شک ہے تو وہ پاک ہوگا جبکہ نجاست کا یقین نہ ہو، یہی حکم ان کنوؤں، حوضوں اور تالابوں کا ہے جو راستوں میں بنائے گئے ہیں ان سے چھوٹے بڑے، مسلمان اور کفار سبھی پانی حاصل کرتے ہیں۔ (ت)	من شك في انائه او ثوبه وبدنه اصابته نجاسة اولافهو طاهر مالم يستيقن وكذا الابار والحياض والحباب الموضوعه في الطرقات ويستسقى منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار³۔

¹ شرح معانی الآثار باب الرجل يدخل المسجد والامام في الصلوة الخ مطبوعہ ایچ ایم کمپنی کراچی ۲۵۸/۱

² ردالمحتار باب الاعتكاف مطبوعہ ایچ ایم کمپنی کراچی ۲۴۶/۲

³ ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱۱/۱

طریقہ وحدیثہ میں ہے:

سئل الامام الخجندی عن رکیة وجد فیہا نعل تلبس ویمشی بہا صاحبہا فی الطریق لا یدری متی وقع فیہا ولیس علیہ اثر النجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا ^۱ ۔	امام خجندی سے ایک ایسے کنویں کے بارے میں پوچھا گیا جس میں ایسا جو تاگر گیا جسے پہنا گیا تھا اور مختلف راستوں پر چلا گیا۔ یہ علم نہ ہو سکا کہ کب گرا ہے اور اس پر اثر نجاست نہ تھا تو کیا کنواں ناپاک ہو گا یا نہ؟ فرمایا: ناپاک نہیں ہوگا۔ (ت)

انہیں میں ہے:

کذلك حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لا یتوفون النجاسة لکن لا یحکم بہا بالشک والظن ^۲ اھ ملخصین۔	یہی حکم ہے اس پانی کا جس میں بچے نے ہاتھ داخل کر دیا ہو کیونکہ بچے نجاست سے بچتے نہیں لیکن شک و ظن کی بنا پر نجاست کا حکم جاری نہیں ہوگا اھ ملخصین (ت)

نیت مذکور سے چٹائی بچھانے والوں کے لئے امید ثواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۰۶۰: از کھنڈوہ ضلع برہان پور مسجد دارالشفاء مرسلہ محمد مسلم صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر زادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں بہ یک سلام دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھائے جماعت معترض ہوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ نیت المصلیٰ میں صاف طور پر بلا کراہت بیک سلام جائز ہے وہ عبارت یہ ہے:

ولو صلی التراويح کلھا بتسلیمة واحدة وقد قعد علی راس کل رکعتین جاز ولا یکرہ لانه اکمل، ذکرہ فی المحيط۔	اگر تمام تراویح ایک سلام کے ساتھ ادا کریں اور ہر دو رکعت کے بعد نمازی نے قعدہ کیا تو جائز ہے مکروہ نہیں کیونکہ یہ اکمل ہے۔ محیط میں اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ (ت)

اس پر سید صاحب کو برا کہنا اور نماز کو ناجائز و حرام کہنا ان کے حق میں کیسا ہے؟

الجواب:

نماز کو ناجائز و حرام کہنا باطل ہے اور سید کی توہین و بے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں

^۱ المحیط الندیہ الصنف الثانی مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۷۴/۲

^۲ المحیط الندیہ الصنف الثانی النوع الرابع مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۷۱۱/۲

یہ ہے کہ نماز ہو گئی دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوئیں منیہ کا قول لایکرہ (مکروہ نہیں۔ ت) خلاف صحیح ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے قول المصنف ولا یکرہ لانه اکمل مخالف لما ذکر فی الخلاصۃ وغیرہا انہ یکرہ^۱ (مصنف کا قول، کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ اکمل ہے خلاصہ وغیرہ کے مخالف ہے کیونکہ وہاں لکھا ہے مکروہ ہے۔ ت) حلیہ شرح منیہ میں ہے:

یہ مشکل ہے کیونکہ یہ منقول کے خلاف ہے اور جب انہوں نے رات کے نوافل مطلقہ کو آٹھ سے زائد پر کراہت کا حکم نافذ کیا ہے تو انہیں تراویح جو کہ مسنون ہیں میں کراہت کا حکم بطریق اولیٰ جاری کرنا چاہئے۔ لاجرم نصاب اور خزانہ الفتاویٰ میں ہے کہ اگر کسی نے عمداً ایسا کہا تو مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	وهو مشکل بانه خلاف المنقول واذا قالوا بکراہۃ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع لیلان فلان یكونوا قائلین بکراہتہا فیماکان منہ مسنوناً اولی فلا جرم ان فی النصاب و خزائنہ الفتاویٰ والصحیح انہ لو تعدد ذلک یکرہ^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶۱: از پبلی بھیت مدرسہ پنجابیاں مرسلہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰/ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز یا ناجائز اور جس حافظ کا سن چودہ سال کا ہو وہ بلوغ میں داخل ہے یا خارج؟ اور شرعاً حد بلوغ کی ابتداء از روئے سن کے سال سے معتبر ہے؟ بیِّنوا تو جروا
الجواب:

مسئلہ میں اختلاف مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح و ارجح و اقویٰ یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

مختار یہی ہے کہ تمام نمازوں میں جائز نہیں۔ (ت)	المختار انہ لایجوز فی الصلوات کلہا^۳۔

بحر الرائق میں ہے:

^۱ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۵

^۲ تعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۹۹

^۳ الہدایہ باب الامامت مطبوعہ مکتبہ عربیہ کراچی ۱۰۳/۱

اکثر علماء کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)	وهو قول العامة كما في المحيط وهو ظاهر الرواية¹۔
اور اقل مدت بلوغ پسر کے لئے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ برس ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو نہ ہو اور نہ بعد تمام پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائے گا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو،	في التنوير بلوغ الغلام بلانزال فان لم يوجد فيها شيء منها فحق يتم خمس عشرة سنة به يفتى وادنى مدته له اثنت عشرة سنة هو المختار ملخصاً²۔
تنویر میں ہے لڑکا احتلام سے بالغ ہو جاتا ہے اگر احتلام نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے، کم از کم مدت بارہ سال ہے، یہی مختار ہے اھ ملخصاً (ت)	پسر چارہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یونہی کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہے اور اس کی ظاہر صورت و حالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

در مختار میں ہے اگر وہ اس عمر کو پہنچے کہ قریب البلوغ ہیں اور دغوی کرتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں تو ظاہراً کوئی بات ان کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کی تصدیق کی جائے گی، اسی طرح عمادیہ وغیرہ میں اسے مقید کیا گیا ہے اور بارہ سال کے بعد صحت اقرار بلوغ کے لئے ایک اور شرط لگائی گئی ہے کہ اسی طرح کے لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو ورنہ ان کا دغوی قول نہ ہوگا شرح وہبانیہ، اور اب وہ دونوں بالغ کے حکم میں ہوں گے احتمال کی وجہ سے اقرار کے بعد ان کا انکار بلوغ قابل قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	في الدر المختار فان راهقاً بان بلغا هذا السن فقلاً بلغنا صدقاً ان لم يكذبهما الظاهر كذا قيده في العمادية وغيرها فبعد سنتي عشرة سنة يشترط شرطاً اخر لصحة اقراره بالبلوغ وهو ان يكون بحال يحتلم مثله والا لا يقبل قوله شرح وهبانية وهما حينئذ كبالغ حكماً فلا يقبل جوده البلوغ بعد اقراره مع احتمال حاله³ الخ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

¹ بحر الرائق باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۹۱ء

² در مختار، فصل بلوغ الغلام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۹۹۱ء

³ در مختار، فصل بلوغ الغلام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۹۹۱ء

مسئلہ ۱۰۶۲:

ازواجین مرسلہ یعقوب علی خاں

۱۲ ربیع الاخریٰ ۱۳۱۱ھ

چہ می فرماید علمائے کرام دریں مسئلہ کہ غیر مقلدین نماز تراویح رابدعت عمری قرار دادہ از بست تخفیف نمودہ یازدہ رکعت میخوانند جائز است یا نہ؟ بینوا تو جروا۔	علماء کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین نے بیس ۲۰ تراویح کو بدعت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قرار دیتے ہوئے ان میں تخفیف کر کے گیارہ کر لی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

تراویح سنت مؤکدہ است و نزد محققین بترک سنت مؤکدہ نیز آثم شود خاصہ چوں ترک را عادت گیرد عددش نزد جمہور علمائے امت بست رکعت ست و در روایت از امام مالک سی و شش رکعت فی الدر المختار التواویح سنة مؤکدة لموظبة الخلفاء الراشدین وہی عشرون رکعة ^۱ باز سنت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین سنت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ست سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مارا حکم باقتدائے ابوبکر و عمر فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہما تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین نمود رضی اللہ تعالیٰ عنہم احمد و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ ^۲ الترمذی	تراویح سنت مؤکدہ ہے محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت بنالے، تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس ہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک کے ہاں ان کی تعداد چھتیس ہے۔ مختار میں ہے تراویح سنت مؤکدہ ہیں کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر دوام فرمایا اور وہ بیس رکعات ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا کا حکم دیا ہے اور خلفاء راشدین کی اتباع سنت میں تاکید کامل فرمائی ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسے دانٹوں سے اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ ترمذی نے

^۱ در مختار، باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۹۸/۱

^۲ سنن ابوداؤد آخر باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۷۹/۲

ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا اور اسے حسن کہا، احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور رویانی نے حضرت حذیفہ بن یمان اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! تم میرے بعد میرے صحابہ ابو بکر و عمر کی اقتدا کرنا۔ یہ بیباک لوگ جو اہل تشیع کی نقل کرتے ہوئے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سنت کو بدعت عمری کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ دریدہ دہنی کرنے والے حضرت کے عمل کو گمراہی کہتے ہیں اس کا حساب و کتاب بروز جزا انہیں دینا ہوگا عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس طرف پلٹا کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال ہے۔ واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم (ت)	وحسنه عن عبد الله بن مسعود و احمد و الترمذی وابن ماجة والرویانی عن حذیفه بن الییمان وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر¹ وآنکہ ایں بے باک سنت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رابکاسیہ لیبسی روافض بدعت عمری نامند و مستوران ایشان خذلیم اللہ تعالیٰ تصریح بضالالت حضرت والا لیش کنند جوابش محول بروز جزاست و سَبِعَ لِمُؤْمِنٍ ظَلَمَ إِلَىٰ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ² - نسأل اللہ العفو والعافیة۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

مسئلہ ۱۰۶۳: از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالیٰ سننا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ؟ اور بعد سننے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورہ فیل سے آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے؟ ایک رات اسی ماہ صیام میں طبیعت میری نادرست تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب ان کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد کلام مبارک بھی تمام

¹ جامع الترمذی مناقب ابی بکر صدیق مطبوعہ امین کمپنی کراچی ۲/۷۰۷

² القرآن ۲۷/۲۲

لیالی شہر مبارک میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، تراویح اگر ناغہ ہو گئیں تو ان کی قضاء نہیں کل ذلک مصرح بہ فی الکتب الفقہیۃ (ان تمام پر کتب فقہ میں تصریح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶۴: از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۳۲ رمضان شریف ۱۴۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح پڑھنا بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ باوجودیکہ امام اور سورتیں بھی جانتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

جائز ہے بلا کر اہت اگرچہ سورہ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعت کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التجنیس، واختار بعضهم سورة الاخلاص في كل ركعة وبعضهم سورة الفيل ای البدائة منها ثم يعيدها وهذا احسن لئلا يشتغل قلبه بعدد الركعات ¹ ۔	تجنیس میں ہے بعض نے ہر رکعت میں سورۃ اخلاص کو مختار کہا بعض نے سورۃ فیل کو یعنی اس سے ابتداء ہو اور پھر تکرار کیا جائے اور سب سے بہتر ہے تاکہ دل تعداد رکعت کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے:

لا بأس ان يقرء سورة ويعيدها في الثانية (الی قوله) ولا يكره في النفل شيء من ذلك ² ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اسے دوبارہ لوٹایا جائے (یہاں تک) کہ نفل میں ان میں سے کوئی شے بھی مکروہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۵: از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۴۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لئے ایک بار جس سے بسم پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ فقط بیّنوا توجروا۔

الجواب:

ہاں

فی المسلم وشرح الفواتح، البسملة	مسلم اور شرح الفواتح میں ہے کہ بسم قرآن کی

¹ ردالمحتار بحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۲

² در مختار آخر فصل بحجر الامام مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی بھارت ۸۱/۱

من القرآن آية فتقرأ في الختم مرة على هذا ينبغي ان يقرأها في التراويح بالجهر مرة ولا تتأدى سنة الختم دونها ¹ - والله سبحانه وتعالى اعلم -	آیت ہے ختم قرآن میں ایک دفعہ اسے پڑھا جانا چاہئے لہذا تراویح میں اسے ایک دفعہ جہراً پڑھنا لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر سنت کے مطابق ختم قرآن نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۸۵۱۰۶۶: از صاحب گنج گیار سلہ مولوی کریم رضا صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الم ترکیف سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الم ترکیف سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہر ترویجہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کسی حافظہ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منفرد پڑھ چکے ہوں جا کر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں؟ بیِّنوا بالفقہ والسنة والكتاب توجروا من الله حسن المأب (فقہ اور کتاب و سنت کے مطابق جواب عنایت کر کے اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم پاؤ۔ ت)

الجواب:

(۱) جائز ہے۔

في الهندية بعضهم اختار قل هو الله احد في كل ركعة وبعضهم اختار قراءة سورة الفيل الى آخر القرآن وهذا احسن القولين لانه لا يشبه عليه عدد الركعات ولا يشغل قلبه بحفظها كذا في التجنيس ² اه والله تعالى اعلم -	ہندیہ میں ہے بعض نے ہر رکعت میں قل هو اللہ احد کو اختیار کیا اور بعض نے سورہ فیل سے آخر تک کو، اور یہ احسن قول ہے کیونکہ اس صورت میں عدد رکعات میں اشتباہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے یاد رکھنے میں مصروف ہوتا ہے جیسا کہ تجنیس میں ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ المسلمین من القرآن مطبوعہ قم، ایران ۱۳۱۲ھ

² فتاویٰ عالمگیری الباب التاسع فی النوافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۸/۱

(۲) جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے کہ قسمتانی نے کہا کہ تین دفعہ یہ کلمات پڑھے جائیں: ملک و ملکوت کے مالک تیری ذات پاک ہے اے صاحب عزت و عظمت اور جبروت و کبریا تیری ذات اقدس پاک ہے، اے مالک جو زندہ ہے اس پر موت نہیں، تیری ذات پاک ہے تو پاک و قدوس ہے ملائکہ اور جبریل کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے جنت کا سوال اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں منج العباداھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی ردالمحتار قال القہستانی فیقال ثلاث مرات سبّحن ذی الملک والملکوت سبّحن ذی العزّة والعظمت والقدرۃ و الکبریاء والجبروت سبّحن الملک الحی الذی لایموت سبّوح قدوس رب الملائکة والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسألك الجنة ونعوذک من النار کما فی منهج العباد^۱ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیس رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت بلا عذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت و اساءت ہو اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر اہل محلّہ اپنی اپنی مسجدوں میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہل محلّہ ترک کریں تو سب گنہگار ہوں، ردالمحتار میں ہے:

تراویح سنت عینی ہیں، اگر انہیں کسی نے بھی ترک کیا تو مکروہ ہے۔ (ت)	اصل التراویح سنة عین فلو ترکھا واحد کمرہ^۲۔

در مختار میں ہے:

ان میں اصح قول کے مطابق سنت کفایہ ہے، اگر تمام اہل مسجد نے اسے ترک کیا تو گنہگار ہوں گے اور اگر بعض نے ترک کیا تو گنہگار نہ ہوں گے (ت)	والجماعة فیہا سنة علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکھا اهل مسجد اثبوا، لا لوترک بعضهم^۳۔

^۱ ردالمحتار بحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۶/۲

^۲ ردالمحتار بحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵/۲

^۳ در مختار فصل فی الوتر والنوافل مطبوعہ مجتہبی دہلی بھارت ۹۸/۱

ردالمحتار میں ہے:

ظاهر كلامهم هنا ان المسنون كفاية اقامتها بالجماعة في المسجد حتى لو اقاموها جماعة في بيوتهم ولم تقم في المسجد اثم الكل¹۔	یہاں سنت کفایہ سے مراد یہ ہے کہ تراویح کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے اگر تمام نے گھروں میں جماعت کے ساتھ ادا کیں اور مسجد میں ادا نہ کیں تو سب گنہگار ہوں گے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لئے یہ فعل اس شاعت کا موجب ہو اس کے حق میں کراہت و اساءت ہے ورنہ فی نفسہ اس میں حرج نہیں مثلاً امام و ہر دو قوم کی مساجد میں جماعت تراویح جدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعتاً و انفراداً پڑھتے ہیں تو کسی پر مواخذہ نہیں کہ ہر گروہ مقتدیان نے اگر بعض ترویجات تنہا اور ہر سہ فریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ اُن کی مساجد میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفایہ ادا ہو گئی، ہاں امام دونوں قوموں کو پوری تراویح پڑھاتا تو یہ جدا کراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے۔

في الهندية امام يصلي التراويح في مسجدین في كل مسجد على الكمال لا يجوز كذا في المحيط السرخسی والفتویٰ على ذلك كذا في المضمرات²۔	ہندیہ میں ہے ایک امام دو مساجد میں تمام تراویح پڑھاتے ہیں تو یہ جائز نہیں جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے مضمرات میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔ (ت)

اور اگر اُن میں کسی فریق کی مسجد میں یہی جماعت بطور مذکور ہوئی ہے تو اس کے لئے کراہت ہے کہ اس کی مسجد میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہذا اس صورت میں یہ چاہئے کہ ایک فریق آٹھ یا بارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی ہو کر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہو جائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویجات میں ایک امام کی اقتداء ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی، ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویجہ میں دو رکعت کا امام اور ہو دو کا اور،

في الخانية اقاموا التراويح بامامین فصلی	خانہ میں ہے تراویح دو اماموں نے پڑھائیں، ہر

¹ ردالمحتار بحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵/۲

² فتاویٰ عالمگیری، فصل فی التراویح، مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۱۶/۱

امام نے دو رکعات پڑھائیں تو بعض نے اسے جائز کہا اور صحیح یہ ہے کہ یہ طریقہ مستحب نہیں، مستحب یہ ہے کہ ہر امام چار رکعات پڑھائے تاکہ اہل حرمین کے موافق عمل ہو جائے۔ (ت)	کل امام تسلیمة بعضهم جوزوا ذلك والصحيح نه لا يستحب وانما يستحب ان يصلي كل امام تروية ليكون موافقا عمل اهل الحرمين¹۔

سراج وہاج میں ہے:

اگر نماز تراویح دو اماموں نے پڑھائی مستحب یہ ہے کہ ہر ایک کامل ترویجہ کے بعد مصلی چھوڑے، اگر دو رکعات پر چھوڑتا ہے تو صحیح قول کے مطابق یہ مستحب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	ان صلواہا بامامین فالمتستحب ان یکون انصراف کل واحد علی کمال الترویجة فان انصرف علی تسلیمة لا يستحب ذلك فی الصحيح²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶۹: از بدایوں محلہ کٹرہ، براہم پورہ مرسلہ شیخ عبدالغنی صاحب ۱۱/ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ
ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اس کی صحیح ہے نہیں؟ اور مقتدیان مسجد دیگر کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں؟ فقط۔
الجواب:

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہو جاتی ہے مگر خلاف علماء و اختلاف تصحیح و مخالفت طریقہ متوارثہ سے بچنے کے لئے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے۔

خانہ، خلاصہ اور ظہیر یہ میں ہے کہ جب تراویح ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جو فرائض پڑھا رہا ہے یا اس شخص کی اقتداء میں جس نے تراویح کے علاوہ نوافل پڑھائے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے صحیح یہی ہے کہ جائز نہیں اھ اور ہندیہ میں ہے کہ	فی الخالیة والخلاصة والظہیریة وغیرہا اذا صلی التراويح مقتدیا بمن یصلی المکتوبة او بمن یصلی نافلة غیر التراويح اختلفوا فیہ والصحيح انه لا يجوز³ اھو فی الہندیة، امام یصلی التراويح

¹ فتاویٰ قاضی خاں باب التراویح مطبوعہ مطبع مشی نوکسٹور لکھنؤ، بھارت ۱۱۰/۱

² سراج الوہاج شرح قدوری

³ خلاصۃ الفتاوی الفصل الثالث فی التراویح مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶۳/۱

وہ امام کا دو مساجد میں تمام تراویح پڑھاتا ہے جائز نہیں، محیط سرخسی اور مضمرات میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔ تنویر اور در کے باب الامامت میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء تراویح کے علاوہ صحیح ہے خانیہ، کیونکہ تراویح ہیئت مخصوصہ کے ساتھ سنت ہیں تو عہدہ برآ ہونے کے لئے ان میں اس وجہ مخصوص کی رعایت کرنا ضروری ہے اھ، رد المحتار میں ہے مصنف نے جو کچھ یہاں ذکر کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے جو اس نے شروط صلوٰۃ میں یوں ذکر کیا کہ نفل، سنت اور تراویح کے لئے مطلق نیت کافی ہے اور شارح نے وہاں کہا کہ معتمد بھی ہے اور وہاں بحر سے نقل کیا کہ ہی ظاہر روایت اور اکثر مشائخ کا قول ہے، ہدایہ وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ فتح میں اس کو ترجیح دیتے ہوئے اسے محققین کی طرف منسوب کیا الخ توجب فتویٰ میں اختلاف ہو جائے تو ظاہر روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی المضمرات^۱ اھ وفی امامۃ التنویر والدر ومتنفل بسفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ علی ہیئۃ مخصوصۃ فیداعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ^۲ اھ فی رد المحتار ان ماذکرہ المصنف ہنہنا مخالف لما قدمہ فی شروط الصلوٰۃ بقولہ وکفی مطلق نیتۃ الصلوٰۃ لNFL وسنۃ وتراویح و ذکر الشارح ہنا کہ انہ المعتمد ونقلنا ہنا کہ عن البحرانہ ظاہر الروایۃ وقول عامۃ المشائخ وصحہ فی الهدایۃ وغیرہا ورجحہ فی الفتح ونسبہ الی المحققین^۳ الخ والفتویٰ متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۰: از کمپ میرٹھ کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب بازار لال کُرتی مرسلہ مولوی احسان اللہ صاحب ۷۷ ماہ مبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختم قرآن عظیم

^۱ فتاویٰ عالمگیری فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۶/۱

^۲ در مختار باب الامامت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۸۵/۱

^۳ رد المحتار باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۹۰/۱

ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جائے وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شرکت نوافل تہجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ مثبت صرف اقتدا ایک شخص کی ہے تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فجر کی اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں، ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ مشرح بیان فرمائیں۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

الجواب: علماء بنظر منع کسل ولامال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت و نشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں، بہت اکابر دین سے منقول ہے:

کما بسطہ المولیٰ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدس فی الحدیقة الندیة وغیرہ فی غیرہا ¹ ۔	جیسا کہ اس پر تفصیل بحث علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدس نے حدیث ندیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں کی ہے (ت)

خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کما فی الدر المختار (جیسا کہ در مختار میں ہے۔ ت) نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی چار کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ حرام کما بینا فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں دی ہے۔ ت) مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالانداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کئے جائیں گے علمائے امت و حکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے، در مختار میں ہے:

اما العوام فلا یمنعون من تکبیر والتنفل اصلاً لقللة رغبتهم فی الخیرات بحر ² ۔	عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوتی ہے، بحر۔ (ت)

¹ در مختار مقدمہ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹/۱

² در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۱۳/۱

اُسی میں ہے:

ولا یمنع العامة من التكبير في الاسواق في الايام العشر وبه ناخذ بحرو ومجتبی وغیرہ ¹ ۔	عوام کو ان (ذوالحج کے) دس دنوں میں بازار میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے، اسی پر ہمارا عمل ہے، بحر، مجتبیٰ وغیرہ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے:

ومن هذا القبيل نهى الناس عن صلوة الرغائب بالجماعة وصلوة ليلة القدر ونحو ذلك وان صرح العلماء بالكراهة بالجماعة فيها فلا يفتى بذلك العوام لثلا تقل رغبتهم في الخيرات وقد اختلف العلماء في ذلك فصنف في جوازها جماعة من المتأخرين وابقاء العوام راغبين في الصلوة اولی من تنفیذهم ² ۔	اسی قبیل سے نماز رغائب کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ بھی ہیں اگرچہ علماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے مگر عوام میں یہ فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ نیکوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور متأخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا بھی ہے، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

صبح کی سنتیں اگر نہ پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہو گیا قبل طلوع وار تفاع شمس تو البتہ ان کی اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا
اور بعد بلندی آفتاب اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے کلام علماء میں لایقضی (ادانہ کیا جائے۔ ت) بمعنی نفی مطالبہ ہے نہ
مطالبہ نفی، ردالمحتار میں ہے:

اذا فاتت وحدها لا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس فكذا عندهما وقال محمد رحمه الله تعالى احب الى ان يقضيها الى الزوال كما في الدرر قبيل	جب فجر کی سنتیں تنہا فوت ہو جائیں تو انہیں بالاجماع طلوع آفتاب سے پہلے ادا نہ کیا جائے طلوع آفتاب کے بعد، شیخین کے ہاں اسی طرح ہے، لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے قضا کر لینا پسندیدہ ہے جیسا کہ

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت ۱/۱۷۱

² الحمد یقیناً النذیر الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۵۰/۲

هنا قريب من الاتفاق لان قوله احب الى دليل، على انه لو لم يفعل لالوم عليه وقال لا يقضى وان قضى لا باس به كذا في البخارية ومنهم من قال الخلاف في انه لو قضى كان نفلا مبتدأ او سنة كذا في العناية يعني نفلا عندهما سنة عنده كما ذكره في الكافي اسمعيل¹ - والله تعالى اعلم -	در میں ہے کہ یہاں اتفاق ہی ہے کیونکہ امام محمد نے احب کہا جو دلالت کر رہا ہے کہ اگر اس نے قضاء نہ کیا تو اس پر ملامت وغیرہ نہیں ہوگی، اور جس نے لا یقضى کہا ہے اگر کوئی قضا کر لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں، بخاریہ، بعض نے کہا کہ اختلاف اس بات میں ہے کہ اگر قضا کرتا ہے تو وہی سنن ہوں گی یا مستقل نوافل، اسی طرح عناہ میں ہے یعنی شیخین کے نزدیک نفل مگر امام محمد کے نزدیک سنت، جیسا کہ الکافی لا اسمعيل میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۷۱: از سنبل مرسلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض عشاء تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب و تر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیٰ کیا ہے؟ مع اوّلہ وحوالہ کتب بیان فرمایا جائے۔ بیّنوا اللہ توجروا عند اللہ۔

الجواب:

جس نے فرض تنہا پڑھے و ترکی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیۃ و جامع الرموز و رد المحتار² (جیسا کہ غنیہ، جامع الرموز اور رد المحتار میں ہے۔ ت) جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علماء مختلف ہیں کہ و تر جماعت سے ادا کرنا اولیٰ ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے۔

رجحه الامام ابن الهمام وصححه العلامة الحلبی فی الغنیۃ، وقال خیر الرملی علیہ عامۃ الناس الیوم³ - والله تعالى اعلم	امام ابن الہمام نے اسے ترجیح دی، علامہ حلبی نے غنیہ میں اس کی تصحیح فرمائی، اور خیر الدین رملی نے فرمایا: آج لوگوں کی اکثریت اس پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ رد المحتار باب اوراک الفریضہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۰۱ھ

² غنیۃ المستملی، فصل فی النوافل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

³ منہج الخالق علی البحر الرائق، بحوالہ خیر الرملی باب الوتر والنوافل مطبوعہ انجیم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۲

مسئلہ ۱۰۷۲: از سیلپور ضلع بریلی مرسلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک یا سوایا ڈیڑھ پارہ الحمد۔ سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سوایا ڈیڑھ الحمد۔ کا پڑھا یعنی ابتداء سے انتہا تک یہی طریقہ قرأت کار کھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیس^{۲۵} یا چھیس تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس از روئے شرع مطہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالکتاب توجروا بغیر حساب (کتاب وسنت سے جواب دیجئے اور بغیر حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کہ یوں دو ختم معاً سنت سے زائد ہیں تو ایک امر زائد سنت کے لئے مقتدیوں پر گرانی کی گئی اور یہ ناجائز ہے و انما علل عدم ترک ختم بکل القوم لانه سنة فزاد ترک لانه فتنه (قوم کی سستی کی وجہ سے ایک ختم قرآن ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ سنت ہے اور جو اس سے زائد ہے وہ ترک کر دیا جائے گا کیونکہ یہ فتنہ ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۳: از بلنڈی افریقہ سائل حاجی عبداللہ وحاجی یعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رمضان المبارک میں میں نے نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشاء ہو گئی تھی اور نماز تراویح کی کھڑی تھی، میں نے جلدی سے نماز عشاء ادا کی اب تراویح کی جماعت میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا اکیلے پڑھنا چاہئے؟

الجواب:

جس شخص نے نماز عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا نہ پڑھے، ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ در مختار میں ہے:

فصلیہ وحدہ یصلیہا معہ ^۱ ای مصل الفرض	فرض تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے اھ یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کے ساتھ ادا کرے۔ (ت)
وحده یصل التراويح مع الامام۔	

^۱ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت ۹۹/۱

ردالمحتار میں ہے:

اذا لم يصل الغرض معه لا يتبعه في الوتر ^۱ ۔	جب فرض امام کے ساتھ ادا نہیں کئے تو وتر میں اس کی اقتداء نہ کرے۔ اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۷۴: از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹھیکیدار پتھر ۲۳/ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ۔
حضور والادست بستہ سلام مسنون کے بعد عرض ہے تا بعد از بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس درکار ازراہ شفقت مر بیانہ معاف فرمایا جاؤں کہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ خاص ضرورت سے، براہ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صائب و حکم مناسب سے اطلاع بخشی جائے، میرے وطن اثاودہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے ازراہ خیر و برکت ختم قرآن شریف کے دن بیسویں رکعت میں الم۔ تا مظلون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ماکان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف ہے لہذا اس کے جواز کے متعلق جو آیات شریفہ کتب احادیث سے پائی جائیں ان سے اطلاع بخشی جائے تاکہ مخالفین کو سمجھادی جائیں، براہ کرم و شفقت مر بیانہ بواپسی ڈاک جواب باصواب عریضہ ہذا سے شاد فرمایا جائے کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے، فقط

الجواب:

یہ صورت بلاشبہ جائز و مباح ہے سنن ابی داؤد میں ابو قتادہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بے بلند آواز سے، اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سے لیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: قد سمعت من ناجیت یارسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطان یا رسول اللہ میں اس لئے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اوگھتا جاگے اور شیطان بھاگے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: کلام طیب یجمعہ اللہ

^۱ ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۸/۲

بعض اہل بعض یا رسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملا لیتا ہوں ارادہ الہیہ یونہی ہوتا ہے فرمایا: کلکم قداصاب^۱ تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔ فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

الانتقال من آية من سورة الى آية اخرى من سورة اخرى او آية من هذه السورة بينهما آيات مكروه في الفرائض اما في النوافل لا يكره ^۲ اه ملتقطا	ایک سورت کی آیت سے دوسری سورت کی آیت یا اسی سورت کی دوسری آیت کی طرف انتقال کرنا جبکہ ان کے درمیان چند آیات ہوں فرائض میں مکروہ ہے مگر نوافل میں مکروہ نہیں اھ ملتقطا (ت)

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

قراءة آية من بين الآيات كقراءة سورة من بين السور فكما لا يكون قراءة سورة متفرقة من اثناء القرآن مغير التأليف والنظم لا يكون قراءة آية من كل سورة مغير ^۳ اه	آیات میں سے کسی آیت کا پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے سورتوں میں سے کسی سورت کا پڑھنا ہے تو جس طرح متفرق سورتوں میں سے قرأت کرنا قرآنی تالیف و نظم میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اسی طرح ہر سورت سے کسی ایک آیت کا پڑھنا تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما ضم آيات متفرقة فلا يكره كما لا يكره ضم سور متفرقة بدليل ما ذكرناه من القراءة في الصلوة ^۴ - والله تعالى اعلم -	بہر حال آیات متفرقہ کو ملانا مکروہ نہیں جیسا کہ سور متفرقہ کا ملانا مکروہ نہیں اس پر دلیل وہی ہے جو ہم نے قراءۃ فی الصلوۃ میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۵: از دھامپور محلہ بندو قچیاں ضلع بجنور ۸/ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسئلہ اللہ دیا

جناب فیض انتساب فضائل مآب جناب مولانا صاحب زاد فضلم بعد آداب گزارش ہے کہ جو شخص

^۱ سنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالقراءة فی الصلوۃ لللیل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۸

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الحادی عشر فی القراءۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۹۷

^۳ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی تتمات فیما یکرہ من القرآن فی الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۰

^۴ ردالمحتار، آخر باب سجود التلاوة، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۹/۲

صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصداً چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی تحریر کریں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں نہیں پڑھیں؟ ان پر وعید ہے یا نہیں؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين عضوا علیہا بالنواجذ ¹ ۔	تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔

اور فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ² ۔	ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بخوف فرضیت ترک فرمادی تو اس وقت تک وہ سنت مؤکدہ نہ ہوئی تھی، جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اجرا فرمایا اور عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر مجتمع ہوئے اس وقت سے وہ سنت مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعل امیر المومنین سے، بلکہ ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ اب ان کا تارک ضرور تارک سنت مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق و عاصی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۶: از بنارس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۶ھ

جب احقر کا حافظ ہو گیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی ۵۰ پانچ روپے احقر کو عنایت کئے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاد مکرم کی نذر کر دی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش تھی کہ ان پانچ میں سے چندہ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی حالت بمقابلہ تبرک قابل ترجیح معلوم ہوئی لہذا میں نے چندہ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہوا کہ اب کے سال امام صاحب مع ۷۰ دیں گے پھر سنا گیا کہ ص ۵۰ ہی دیں گے، اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انہیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کر دیا گیا ہے جن کی غرض کے مطابق چندہ تبرک میں نے نہیں دیا تھا اس لئے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ

¹ سنن ابوداؤد آخر باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۹۷

² جامع الترمذی مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی مکتب خانہ رشیدیہ دہلی بھارت ۲/۷۰

میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی، پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں؟ اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کانوں تک پہنچی، اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہو اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا ثواب نہ زائل ہو جائے اس لئے میں نے باعلان کہا کہ صاحبو میں کوئی اجرت نہیں مقرر کرتا، یہ جس قدر باتیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں، پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دیئے جنہیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجیب حالت تھی مگر بخیاں نفع استاد مکرم کے لئے اور اسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کر دیا تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گو ہم اپنے لئے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ اب استاذ مکرم کو بھروسہ رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے دے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں بنتا۔ شبینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب:

مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت و حصول ثواب کے لئے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ نہ چاہتا ہوں نہ ہوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اجرت نہیں ہو سکتی اُس کا لینا حلال اور استاذ کو دینا سعادت مندی، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے: الصریح یفوق الدلالة¹ (صریح کو دلالت پر فوقیت ہے۔ ت) شبینہ کہ ایک یا چند حفاظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے، اکابر نے ایک ایک رات میں برسوں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لئے نہ کہ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار سمجھیں اور شرما شرمی شریک رہیں۔ حدیث صحیح میں ہے: اذا امر احدکم الناس فلیخفف² (جب تم میں کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو تخفیف سے کام لے۔ ت) اور ارشاد فرمایا: لا یسأمر حتی تسأموا³ (اللہ تعالیٰ ثواب میں کمی نہیں فرماتا جب تک تم نہ اکتاؤ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۷: از اور یا ضلع اثاؤ مدرسه اسلامیہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرس ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

¹ در مختار، کتاب النہی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی بھارت ۱۵۹/۲

² صحیح البخاری باب اذا صلی لنفسه فلیطول ماشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۷/۱

³ مسند احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۷/۶

چاہئے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھائے پڑھے؟

الجواب:

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت، ہاں کوئی دعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۷۸: از کلکتہ مانک تلہ حاجی زکریا لین نمبر امرسلہ شیخ روشن علی صاحب ۱۳ شوال ۱۴۳۷ھ

ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے اس کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیزیں ہیں ایک قرأت قرآن مجید کی جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ۔ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قرأت کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لئے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں، کیا یہ قول زید کا صحیح ہے؟

الجواب:

زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے، تراویح سنت مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر مہینے ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو یہ جہل محض ہے، جب تراویح پڑھیں اور ان میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سنتیں ادا ہو گئیں دونوں کا ثواب بعونہ تعالیٰ مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سنا فرض درکنار نہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام و بدعت، اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سخت جہالت و لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ رد المحتار میں ہے:

تراویح میں ختم قرآن سنت ہے، خانیہ وغیرہ میں اسی کو صحیح کہا ہے، ہدایہ میں اس کی نسبت اکثر مشائخ کی طرف کی ہے، کافی میں جمہور کی طرف کی ہے اور برہان میں ہے کہ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اثار میں منقول ہے۔ (ت)	قرأۃ الختم فی صلوۃ التراویح سنة، و صححه فی الخانیة وغیرہا، وعزاه فی الهدایة الی اکثر المشایخ، وفی کافی الی الجمہور، وفی البرہان، و هو المروی عن ابی حنیفۃ والمنقول فی الاثار^۱۔

کافی و ہندیہ میں ہے:

تراویح میں ایک دفعہ ختم قرآن سنت ہے تو قوم	السنة فی التراویح انما هو الختم

^۱ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۶/۲

مرۃ فلا یترک لکسل القوم ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۹: از قصبہ کاشیپور محلہ قاضی باغ ضلع غنی تال مسئولہ جناب شیخ اللہ بخش و محمد وزیر خاں ۱۴/ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سوچودہ سورتیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سورۃ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا کیا نفع نقصان ہے؟ ایک شخص یہاں پر ہر سورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کر کے پڑھتے ہیں تو ان پر اعتراض واجب ہے یا نہیں؟ ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کر کے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الجواب:

نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پورا ہو، ہر سورۃ سے آواز سے پڑھنا ممنوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ گنگوہ وغیرہ کے بعض جاہلوں نے جو اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے حماقت و جہالت ہے والنفصیل فی رسالتنا و صاف الریح فی بسمۃ التراویح (اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "وصاف الریح فی بسمۃ التراویح" میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۰: از دھرم پور ضلع بلند شہر پر گنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسئولہ عبدالرحیم ۲۸/ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظ کے نہ ہونے سے سورہ الم ترکیف سے پڑھی جائیں بیس رکعت، لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ دوسری میں قل ہو اللہ یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورہ قل ہو اللہ پڑھی جائیں مگر گیارہویں رکعت میں جبکہ سورہ اذا جاء پڑھی جائے اور بارہویں میں قل ہو اللہ تو ایک سورہ تبت بیچ میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ہو اللہ اور بیسویں میں ناس تو فلق رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب:

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ

^۱ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱

دس رکعتوں میں سورہ فیل سے سورہ ناس تک پڑھے پھر انہیں کا اعادہ کرے۔

امّا ما فی الدر المختار، ولایکرہ فی النفل شیء من ذلك¹ فمع قطع النظر عما اورد علی هذه الکلیة لم یثبت ان النفل ههنا یشمل السنة المؤکدة بل هو مقابلها وقد قاله فی الدر المختار قبیلہ، وفی الحجة یقرأ فی الفرض بالتوسل حرفاً حرفاً وفی التواویح بین بین وفی النفل لیلاً، له ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفهم²۔ ه وفی الغنیة الاصح کراهة اطالة الثانية علی الاولی فی النفل ایضاً الحاقاً له بالفرض فیالم یرد فیہ التخصیص من التوسعة کجوازه قاعداً بلا عذر ونحوه³۔ والله تعالی اعلم۔	در مختار میں جو ہے کہ ان میں سے کوئی شے نوافل میں مکروہ نہیں، تو اس پر وارد شدہ اعتراض سے قطع نظر کرتے ہوئے یہاں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل سنت مؤکدہ کو بھی شامل ہے بلکہ وہ اس کے مقابل ہے، اس سے تھوڑا پہلے در مختار میں ہی بات کہی: حجب میں ہے کہ فرائض میں قراۃ آہستہ آہستہ حرف حرف پڑھے اور تراویح میں ترسل واسراع کے درمیان درمیان اور رات کے نوافل میں اتنا تیز پڑھ سکتا ہے جو سمجھ آ سکے اھ۔ غنیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ نوافل میں بھی دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر طویل کرنا مکروہ ہے یہ حکم نفل کو فرض کے ساتھ ان امور میں ملحق کرنے کی بناء پر ہے جن میں نفل کے لئے تخصیص وسعت وارد نہیں ہوئی، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸۱: از مین پوری مسئلہ حکیم محمد احمد صاحب علوی شب ۱۰/ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور جو شخص اس طرح پر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ صاف صاف پڑھتا ہے اس کی اقتداء میں اگر کچھ لوگ ذوق و شوق اور خلوص و ہمت سے داخل ہو کر شرکت کریں تو ان مقتدیوں اور امام کی بابت کیا حکم ہے، زید کہتا ہے کہ شبینہ مطلقاً ناجائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں ہوا، اور یہ جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات میں اتنے اتنے ختم کئے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت وہ منحصر خصوصیات ہیں ان کا یہ

¹ در مختار فصل و بجزر الامام، مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۸۱/۱

² در مختار فصل و بجزر الامام، مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۸۰/۱

³ غنیۃ المستملی کراہیۃ الصلوۃ فصل فی بیان ما یکرہ فعلہ فی الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۵۶

فعل ہمارے لئے حجت نہیں ہے، بکر کہتا ہے کہ نفس شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگان دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر منہیات شرع اس میں شامل ہوں یا لوگ اس کو اچھی طرح نہ سہیں بلکہ اس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حقہ اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید یا غلط اور جلد جلد پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لئے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفس تراویح ان عوارض کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی؟ زید کہتا ہے شبینہ پڑھنے والے اور سننے والے کو پانسو جوتے لگانے چاہئیں، امسال رمضان مبارک ۱۴۳۹ھ میں ہم چند مسلمانانِ مین پوری نے اپنے اپنے ذوق و شوق سے چند حافظ بلوائے جو نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے نہ کسی پر بار ہو اسب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر زید کو بہت غصہ آیا زید امام جامع مسجد ہے انہوں نے بالاعلان ہم سب مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب مصلے پر کھڑے ہو کر ماں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شبینہ سننا اور وہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شبینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچاس روپیہ دوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سب و شتم مسلمانوں کو دے بازاری اور فحش کلمات اس کے زبان زد رہتے ہوں اور مسلمانوں کو جو اس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے، چنانچہ اس بنا پر وہ کل مقتدی اس سے ناخوش ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدت گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مجبور اپنی کتب سے دور، لہذا زیادہ شرح و بسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلہ تعالیٰ واضح و میسور۔ شبینہ فی نفسہ قطعاً جائز و روا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے، امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال الحافظ الذهبي قد تواتر قيامه بالليل و تهجده و تعبدته، اى ومن ثم كان يسي بالوتد لكثرة قيامه بالليل، بل احياء بقراءة القرآن في ركعة ثلاثين سنة ¹ ۔	حافظ ذہبی نے فرمایا کہ آپ کا قیام اللیل، تہجد اور تعبد تواتر کے ساتھ منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے قیام لیل میں کثرت تھی بلکہ آپ تیس سال تک رات کو ایک رکعت میں پورے قرآن کی تلاوت کرتے (ت)

¹ ردالمحتار مقدمہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۲/۱

بلاد لیل شرعی کسی حکم کو بعض عباد سے خاص مان لینا جزاف ہے اور یہ کہنا کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لئے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے، ان کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید و عمرو کا ہوگا! جواہر الفتاویٰ امام کرمانی پھر فتاویٰ غلگیریہ میں ہے: انما يتمسك بأفعال اهل الدين¹۔ اہل دین کے افعال سے تمسک کیا جائے گا (ت) علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ، میزان الشریعہ امام عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ سیدی علی مرضی قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرمائے²۔ آثار میں ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہنا پاؤں رکاب تک نہ پہنچنا کہ کلام شریف ختم ہو جاتا۔ بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے زین کرنے کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زبور یا توراۃ مقدس ختم فرما لیتے۔ توراۃ شریف قرآن مجید سے حجم میں کئی حصے زائد ہے

والحدیث رواہ احمد والبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القرآن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیکراً القرآن من قبل ان تسرج دوابہ ³ ۔	امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے تلاوت آسان فرمادی تھی آپ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور زین رکھی جاتی تو آپ زین رکھنے سے پہلے زبور تلاوت کر لیتے۔ (ت)

یہ سب روایات اور ان سے زائد ہماری کتاب "الغیوض المکیۃ لمحہ الدولۃ المکیۃ" میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے، جاہل وہ کہ اُسوت اور حجت میں فرق نہ جانے، ہم ان میں اقتداء پر قادر نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہ یہ فعل حسن ہے کراہت یا ممانعت اگر آئے گی تو عوارض

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر فی الفناء نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۲/۵

² المیزان الکبریٰ فصل فی بیان بعض ما طلعت علیہ من کتب الشریعۃ الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۹/۱

³ صحیح البخاری کتاب الانبیاء قول اللہ آمینا داؤد زبور مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۸۵/۱

سے، اور وہ یہاں پانچ ہیں:

اول عدم تفقہ یعنی جلدی کی وجہ سے معانی قرآن کریم میں تفکر و تدبر نہ ہو سکے گا، اصل وجہ منصوص فی الحدیث ہی ہے سنن دارمی والی داؤد و ترمذی وابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

لم يفقه من فرائض القرآن في اقل من ثلاث ¹ ۔	جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے سمجھ کر نہ پڑھا۔

یہ وجہ صرف نفی افضلیت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ولہذا علمگیری میں کراہت شبینہ کے قول کو بصیغہ ضعف و مرجوحیت نقل کیا:

حيث قال افضل القراءة ان يتدبر في معناها حتى قيل يكره ان يختم القرآن في يوم واحد ² ۔	یہاں الفاظ یہ ہیں کہ افضل قرأت یہ ہے کہ اس کے معانی میں تدبر ہو حتیٰ کہ یہ کہا گیا ہے کہ ایک دن میں ختم قرآن مکروہ ہے۔ (ت)

اقول: پھر یہ بھی ان کے لئے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کہ کتنا ہی دیر میں پڑھئے تفکر سے محروم ہیں ان کے لئے دیر بے سود ہے اور وہ مقصود لذاتہ نہیں بلکہ اسی لئے مقصود ہے ان کے لئے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہئے کہ جس قدر جلد پڑھیں گے قرأت زائد ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سو کی جگہ پانسو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قرأ حرفاً من كتاب الله فله حسنة و الحسنة بعشر أمثالها لا أقول الـ حرف ولكن الف حرف و لام حرف وميم حرف ³ ۔ رواه الدارمي و الترمذی و صححه عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه۔	جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں، میں نہیں فرماتا کہ الـ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور ميم ایک حرف ہے۔ اسے دارمی اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ (ت)

¹ جامع الترمذی ابواب القراءة مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۱۹/۲

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع فی الصلوۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۱۷/۵

³ جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفاً من القرآن الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۱۵/۲

اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں، امام احمد رضی اللہ عنہ نے رب عزوجل کو خواب میں دیکھا عرض کی: اے میرے رب! کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ فرمایا: میری کتاب۔ عرض کی: یارب بفہم او بغیر فہم اے میرے رب! سمجھ کر یا بے سمجھ بھی۔ فرمایا: بفہم وبغیر فہم سمجھ کر اور بے سمجھ۔

دوم کسل، نبی صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ لایسأمر حتی تسأمو^۱ بیشک اللہ تعالیٰ ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک نہ اکتاؤ۔

اقول: یہ وجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بینناہ فی رسالتنا کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین ورسالتنا جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالے کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین اور اپنے رسالے جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے، علماء نے تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں قرآن نہ چھوڑیں۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

الختم مرة سنة ولا یتروک الختم لکسل القوم ^۲	ایک دفعہ ختم قرآن سنت ہے لہذا اسے قوم کی سستی کی بنا پر ترک نہ کیا جائے (ملخصاً)۔ (ت)

اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز احتراز سنت پر مقدم رہتا اور مکروہ تنزیہی جواز و اباحت رکھتا ہے نہ کہ گناہ و حرمت کما حققناہ فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) سوم ہذرہ گھاس کا ٹٹا۔ در مختار میں ہے:

یاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفیع ویزید الامام علی التشہد ^۳ (بان یاتی بالدعوات بحر، ش) ^۴ الا ان یمل	امام اور مقتدی ہر شفیع میں ثنا پڑھیں اور امام تشہد پر اضافہ کرے (بایں طور کہ دعائیں پڑھے، بحر، ش) مگر قوم اکتا جائے تو صلوة پڑھ لے اور

^۱ مسند احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۶۷۲

^۲ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱/۸۹

^۳ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

^۴ رد المحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷۷۲

القوم فیاتی بالصلوات ویترک الدعوات ویجتنب المنکرات ہذرمۃ القرأت وترک تعوذ وتسمیۃ وطبائینۃ وتسبیح واستراحة ¹ ۔	اور دعائیں ترک کر دے، ممنوعات سے اجتناب کرے مثلاً بہت زیادہ تیز قرأت کرنا، تعوذ و تسمیہ کو ترک کرنا، اطمینان کے ساتھ نماز ادا نہ کرنا، تسبیح اور جلسہ استراحت کا ترک کرنا۔ (ت)

بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں علیم یا حکیم، یعقلون، تعلمون غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ
نفس سنت کافی اور بدعت شنیعہ اور اسماۃ ت ہے۔

چہارم ترک واجبات قراۃ مثل مد متصل، یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے۔

پنجم امتیاز، حروف متشابہ مثل ث س ص، ط، ز ذ ظ وغیرہا نہ رہنا، یہ خود حرام و مفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جہالتوں
کا کیا علاج، حفاظ و علماء کو دیکھا ہے کہ تراویح در کنار فرائض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے، نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انٹا
للہ و انّا الیہ راجعون۔ شبینہ مذکورہ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھا اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ
جماعت نفل میں تداعی نہ ہوئی ہو کہ مکروہ ہے، مسلمانوں کو فحش گالیاں دینا خصوصاً ماں بہن کی خصوصاً مسجد میں سخت فسق ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المؤمن باللعان ولا الفاحش ولا البذی ² ۔ رواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وحسنہ و ابن حبان والحاکم فی صحیحہما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	مسلمان نہیں ہوتا ہے بہت طعنہ کرنے والا بہت لعنت کرنے والا نہ بے حیاء فحش گو۔ اسے امام احمد، بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی نے اسے حسن کہا۔ ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

خصوصاً جو اس کا عادی ہے اس کے سخت فاسق معین ہونے میں کلام نہیں اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ
تحریمی کہ پڑھنی گناہ، اور پڑھ لی تو پھیرنی واجب، فتاویٰ حجب و غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقاً یا ثمنون³ (اگر فاسق کو امامت کے
لئے مقدم کر دیا تو تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔ ت)

¹ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۹/۱

² جامع الترمذی باب ماجاء فی اللغۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹/۲

³ غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

تبيين الحقائق امام زيلعي ميں ہے: لان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانتته شرعاً¹ (کیونکہ اس کی امامت کے لئے تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۲: ازگھوسی ضلع اعظم گڑھ محلہ کریم الدین پور مرسلہ جامع فنون عقلیہ و نقلیہ فقیہ ملت مولنا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنف بہار شریعت ۸/ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والابرکت دامت برکاتہم بعد سلام و نیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورہ توبہ کے درمیان اعدو باللہ من النار ومن شر الکفار الخ بالجسر قصداً پڑھا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کیسی؟ اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ختم کے پورا ہونے میں اس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا؟

الجواب:

سورہ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسبیح یہ تعوذ محدثات عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں، خیر بیرون نماز اس میں حرج نہ تھا، رہی نماز اگر سورہ فاتحہ کے بعد یہی سورہ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ تعوذ پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی کہ واجب ضم سورۃ بوجہ فصل بالاجنبی ترک ہوا مگر اعادہ تراویح سے اعادہ قرآن لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ تعوذ پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم و وجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض و واجبات یہ فعل مکروہ و خلاف سنت ضرور ہے اور اس کا ہمسر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی و قلت شعور ہے ان دور کعتوں کا اعادہ اولیٰ ہے۔ قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ در مختار میں ہے:

الامام لا يشتغل بغیر القرآن وما ورد حمل علی النفل منفرداً ² ۔	امام قرآن کے علاوہ میں مشغول نہ ہو اور جودعائیں وغیرہ منقول ہیں وہ اس صورت پر محمول ہیں جب اسکا آدمی نفل پڑھ رہا ہو۔ (ت)

ردالمحتار و حلیہ میں ہے:

اما الامام في الفرائض فلما ذكرنا من انه	فرائض میں امام کا معاملہ تو وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے

¹ تبیین الحقائق باب الامامة مطبوعہ مطبعۃ کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۴۱ھ

² در مختار فصل بجسر الامام مطبوعہ مطبعۃ جنتبائی دہلی بھارت ۸۱/۱

یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں ایسا فعل نہیں کیا اسی طرح آپ کے بعد آج تک ائمہ نے بھی نہیں کیا تو اب اس کے خلاف کرنا بدعت ہوگا، اور دوسرا یہ بھی ہے کہ قوم پر ثقل ہوگا لہذا مکروہ ہے رہا معاملہ نوافل کا تو اگر تراویح میں تو وہاں بھی یہی حکم الخ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یفعله فیہا، وکذا الائمة من بعده الی یومنا هذا فکان من المحدثات، ولانہ تثقیل علی القوم فیکرہ، واما فی التطوع فان کان فی التراویح فکذلک الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۳: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰/شوال ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سننا اچھا ہے، آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔
الجواب:

اگرچہ قرآن عظیم و تہلیل و تکبیر و تسبیح و ذکر شریف حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب ذکر الہی ہیں کریمہ و رفعتاں ذکر کی تفسیر میں حدیث قدسی ہے:

یعنی رب العزت عزوجل اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ (ت)	جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرك فقد ذکرنی ^۲

مگر قرآن عظیم اعظم طرق اذکار الہیہ ہے حدیث قدسی میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عزوجل فرماتا ہے:

جسے قرآن عظیم میرے ذکر و دعا سے روکے یعنی بجائے ذکر و دعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے، اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل	من شغلہ القرآن عن ذکری ومسألتي اعطيتہ افضل من اعطى السائلین، وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام

^۱ رد المحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۵۱ھ

^۲ کتاب الشفاء الفصل الاول من الباب الاول مطبوعہ شرکت صحافیہ دولت عثمانیہ ترکی ۱۵۱۱ھ

کفzul اللہ علی خلقہ ^۱ ۔ رواہ الترمذی وحسنہ۔	سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عزوجل کا فضل اپنی مخلوق پر۔
	اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)

خصوصاً تراویح کا ایک ختم کہ سنت جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک عمل مستحبات اور سنت مستحب سے بلاشبہ افضل، ہاں اگر کسی شخص کے لئے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سننا اس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم و اکر ہو جائے مثلاً اس کے قلب میں عدور جیم نے معاذ اللہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وسوس ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرما رہا ہے اس کا سننا اس وسوس کو دور کرے گا اور دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کہ محبت و تعظیم حبیب کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اصل کار و مدار ایمان ہے، معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور درگزر کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

مسئلہ ۱۰۸۳: از بنگالہ ضلع چائگام تھانہ راؤ جان موضع پچھرا امرسلہ مولوی مہدی صاحب ۱۴ شول ۱۳۲۱ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ در ماہ رمضان المبارک جماعت وتر نہ نمودن و ہر روز از جماعت موجودہ بیروں رفتن شرعاً جائز است یا نہ و تارک جماعت وتر افاسق و فاجر و غیر آں خواند شود یا نہ؟ حسب شرع چہ حکم ست۔ بیّنوا تو جروا۔	اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں جماعت وتر میں شرکت نہ کرنا اور ہر روز جماعت موجودہ سے باہر چلا جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ وتر کی جماعت کے تارک کو فاسق و فاجر وغیرہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کا حکم کیا ہے؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب:

جماعت وتر نہ واجب ست نہ مؤکد در ترک او ہیج بزہ کاری نیست بلکہ اختلاف درانت کہ افضل جماعت ست یا وتر تنہا گزاردن فی الدر المختار هل الافضل فی الوتر ^۲	جماعت وتر نہ واجب نہ سنت مؤکدہ، اس کے ترک میں کوئی گناہ نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جماعت افضل ہے یا تنہا و تراوا کرنا۔ در مختار میں ہے کہ کیا وتر جماعت کے ساتھ افضل

^۱ جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن مطبوعہ مکتبۃ رشیدیہ دہلی ۱۱۶/۲

^۲ سنن الدارمی باب فضل کلام اللہ تعالیٰ الخ حدیث ۳۳۵۹ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۳۱۷/۲

الجماعة امر المنزل تصحيحاً ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم	ہیں یا گھر پر تنہا پڑھنا، دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸۵: از موضع خورد مؤذاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئلہ سید صفدر علی صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص ہی ضم ہو دوسری سورۃ نہ ہو؟

الجواب:

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورۃ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۸۶: از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ، وتروں میں مشابہ سے دعائے قنوت بھول جانے پر کیا پڑھنا چاہئے؟ اور ایسی حالت میں سجدہ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

ہر دعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر بالکل کوئی دعا بھول کر نہ پڑھی تو سجدہ سہو کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۰۸۷: از شہر مراد آباد محلہ مغلیہ حصہ اول مرسلہ مولینا مولوی سید اولاد علی صاحب ۹/ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں کے مسبوق کو اپنے فوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

مسبوق کی اگر وتر کی تینوں رکعتیں فوت ہوئیں اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں شامل ہو اتواب باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا۔ در مختار میں ہے:

المسبوق فيقنت مع امامه فقط ويصير مدرگا	مسبوق امام کے ساتھ صرف قنوت پڑھے اور وہ تیسری رکعت کا رکوع پانے سے مدرک ہو جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ در مختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۹۹/۱

^۲ در مختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۹۴/۱

مسئلہ ۱۰۸۸:

مسئلہ شوکت علی صاحب

۱۷/ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد و قل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دعائے قنوت اس کو نہیں آتی ہے پس اس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ ہر روز سجدہ سہو کر لیا کرے تو نماز وتر اس کی صحیح ہو جایا کرے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں، نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہو کوئی واجب ترک نہ ہوا، دعائے قنوت اگر یاد نہیں یاد کرنا چاہئے کہ خاص اس کا پڑھنا سنت ہے، اور جب تک یاد نہ ہو اللہم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھ لیا کرے، یہ بھی یاد نہ ہو تو اللہم اغفر لی تین بار کہہ لیا کرے، یہ بھی نہ آتا ہو تو صرف یا رب تین بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا، رہا یہ کہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا کہ نہیں، اتنے دنوں کے و ترکا عادت لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثناء ہے اور ہر ثناء دعا ہے۔

بلکہ علامہ علی قاری اور دیگر علماء نے فرمایا ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا۔ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے سب سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے صحیح کہا اسے محفوظ کرلو اور غور کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	بل قال العلامة القاری وغیره من العلماء کل دعاء ذکر وکل ذکر دعاء^۱ وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد للہ۔ رواہ الترمذی وحسنہ و النسائی وابن ماجة وابن حبان و الحاکم وصححه عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما هذا وليحرر واللہ تعالیٰ اعلم۔^۲

^۱ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب التسمیح والتحمید الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱۲/۵

^۲ جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۲/۱، مستدرک علی الصحیحین باب افضل الذکرا الخ مطبوعہ

دار الفکر بیروت ۴۹۸/۱



اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (قوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ کا رد)

مسئلہ ۱۰۸۹۵۱۰۹۵: از شہر دمن عملداری پر تگیز مرسلہ ضیاء الدین صاحب ۲۶/ جمادی الآخری ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اول چند رسائل عقائد و ہدایت و گستاخی شان مع ظمان دین پر مشتمل طبع کئے جس پر علمائے بمبئی وغیرہ نے ۱۳۱۳ھ میں اس کی وہابیت پر فتویٰ دیا اس نے باصرار جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لئے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ اس وقت ایک پرچہ بانظہار توبہ چھاپ کر شائع کر دیا جب اہلسنت اس کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو اس نے اپنے اسی زمانہ سابق وہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بنا کر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کر کے چند امور کا استفسار ہے:

- (۱) اس تحریر میں جو حکم اس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی وغیرہ منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و وبا وغیرہ کے وقت جائز نہیں، یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اس کا اپنا اختراع ہے۔
- (۲) طاعون یا وبا کے لئے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟

- (۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ و طرز بیان والادانشا سے اس شخص کا بے علم و جاہل و منصب فتویٰ کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔
- (۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اعتماد چاہئے یا نہیں؟
- (۵) اس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریر میں لکھی ہیں اگر ان سے اس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اس کی جہالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟
- (۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل و نا فہم ہے یا نہیں؟
- (۷) شرائط مباحثہ جو اس نے لکھے ہیں وہ اس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اس سے اس کی قدیم و باہیت کی بویہ پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اللهم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثناء نہیں اور اگر تحقیقات جمہور شارحین پر نظر ڈالئے تو مطمئن نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی ہر گز قید نہیں لگاتے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا یقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنة اوبلیۃ فلا بأس به ¹ ۔	یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اس وقت ہے کہ کوئی بلا و مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ بر جندی میں ہے: فی الملتقط قال الطحاوی فذكر نحوه² یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحر الرائق میں ہے:

وفي شرح النقایة معزیا الى الغایة وان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام ³ الخ۔	یعنی علامہ شہنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایہ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

¹ غنیہ المستملی شرح منیہ الصلی صلوٰۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

² شرح نقایہ بر جندی فصل الوتر مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱۳۰۱

³ بحر الرائق شرح کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲/۴۴

منحۃ الخالق میں ہے:

یعنی اسی طرح پر مسئلہ شرح شیخ السعید للدرر والغرر میں ہے انہوں نے اسے غایۃ البیان علامہ اصفہانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا، شاید غایۃ سروجی سے اشتباہ ہو لیکن اس نے بنیہ سے نقل کیا جس کی عبارت یہ ہے، جب کوئی سختی آئے تو امام ہجر نماز میں قنوت پڑھے، اور طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک فجر میں بغیر مصیبت نہ پڑھے تاہم جب مصیبت نازل ہو تو حرج نہیں (ت)	کذا فی شرح الشیخ السعید لکنہ عزاہ الی غایۃ البیان ولم اجد المسألة فیہا فلعلہ اشتبہ علیہ غایۃ السروجی لغایۃ البیان لکنہ نقل عن البنایۃ مانصہ اذا وقعت نازلة قنت الامام فی الصلوة الجهریۃ وقال الطحاوی لایقنت عندنا فی صلوة الفجر فی غیر بلدیۃ اما اذا وقعت فلا بأس بہ ¹

اور انہیں نے غایۃ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا۔ اُسی میں ہے:

یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا: جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے لیکن بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے ہاں مقتدی کو اتباع امام قنوت پڑھنا چاہئے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔	قوله ولهما انه منسوخ قال العلامة نوح أفندی هذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعہ عند الكل لان القنوت فیہا عند النوازل لیس بمنسوخ علی ماہو التحقیق كما مر ² الخ۔

اشباہ والنظائر میں ہے:

یعنی فتح القدیر میں ہے کہ سختی کے لئے قنوت پڑھنے کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی۔	فی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلة مستمرة لم تنسخ ³ ۔

اُسی میں ہے:

سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا آئے تو قنوت فجر میں حرج نہیں۔	ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی ⁴ الخ

¹ منحۃ الخالق علی بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴/۳

² منحۃ الخالق علی بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵/۲

³ الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۶۲/۲ - ۶۱

⁴ الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۶۳/۲ - ۶۳

مراقی الافلاح شرح نور الایضاح میں غایہ سروجی کا کلام نقل کر کے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا:

فتکون مشروعیۃ مستمرة وهو محمل قنوت من قنت من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو مذهبنا وعلیہ الجہور وقال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ الخ	یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشروع ہونا باقی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعد وفات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے، ہمارا دور جمہورائے کابھی مذہب ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلا ہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں۔

حاشیہ مراقی السید الطحاوی میں ہے:

قوله وهو محمل الخ ای حصول نازلة قوله وهو مذهبنا ای القنوت للحادثة ²	اس کا قول، وہ موقع ہے الخ، یعنی سختی کے وقت۔ اس کا قول، وہ ہمارا مذہب ہے یعنی کسی سختی کے واقع پر۔ (ت)

در مختار میں ہے: لایقنت لغيره الا لنازلة³۔ (یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لئے۔) فتح اللہ المعین حاشیہ کنز للعلاء السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلا کے وقت قنوت فجر میں حرج نہیں نقل کر کے فرمایا:

وظاهره انه لو قنت في الفجر لبليية انه يقنت قبل الركوع ⁴ حموی۔	یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلا کے سبب نماز فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے۔

طحاوی حاشیہ در میں ہے:

قال العلامة نوح بعد كلام قدمه فعلى	یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کر کے فرمایا تو اس

¹ مراقی الافلاح مع حاشیہ الطحاوی باب الوتر و احکامہ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۷

² حاشیہ الطحاوی علی مراقی الافلاح باب الوتر و احکامہ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی

³ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی ۹۴/۱

⁴ فتح اللہ المعین باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۲/۱

هذا لا يكون القنوت في صلوة الفجر عند وقوع النوازل منسوخاً بل يكون امراً مستمراً ثابتاً ويدل عليه قنوت من قنت من الصحابة بعده صلى الله تعالى عليه وسلم فيكون المراد بالنسخ نسخ عموم الحكم لانسخ نفس الحكم قال في الملتقط قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو مذهبنا وعليه الجمهور¹۔	تقدیر پر بلائیں اترتے وقت نماز فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی وثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوت فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہو گیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملے قنوت میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

ردالمحتار میں عبارات بحر و شرنبلالی و شرح شیخ اسماعیل و بنایہ و اشاہ و غنیہ ذکر کر کے فرمایا: قنوت النازلة عندنا مختص بصلوة الفجر² سختی کے لئے قنوت ہمارے نزدیک نماز فجر سے خاص ہے۔ مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال الخطابي فيه دليل على جواز القنوت في غير الوتر قلت لكن يقيد بما اذا نزلت نازلة وحينئذ لا خلاف فيه³۔	یعنی نماز فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اترے اس وقت اس میں خلاف نہیں،

کلام یہاں مسئلہ قنوت نوازل اور اس کے اجماعی یا خلائی ہونے کے بحث میں نہیں۔

وقد تقدم عن الشرنبلالي والحلبی و نوح أفندی والطحاوی بنسبة الى الجمهور المشعرة بحصول خلاف و افاد الامام ابن الهمام في الفتح وتبعه الحلبي في الغنية ان قنوت النوازل امر	پہلے شرنبلالی، حلبی، نوح آفندی اور طحاوی سے جمہور کی نسبت گزرا جو اختلاف کی طرف مشعر ہے، امام ابن ہمام نے فتح اور حلبی نے ان کی اتباع میں غنیہ میں کہا کہ قنوت نازلہ اجتہادی معاملہ ہے اور دونوں طرف کے دلائل

¹ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوازل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۸۳/۱

² ردالمحتار مطلب فی قنوت النازلة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۹۶/۱

³ مرقاہ شرح مشکوٰۃ باب القنوت، الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۷۹/۳

مجتہد فیہ و ذکر کلام النظرین۔	ذکر کئے۔ (ت)

کلام اس میں ہے کہ اولاً ان سب عبارات میں نازلہ، بلیہ، حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی تخصیص نہیں، نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ اشیاء میں ہے:

قال في المصباح النازلة المصيبة الشديدة تنزل بالناس انتهى وفي القاموس النازلة الشديدة انتهى وفي الصحاح النازلة الشديدة من شدائد الدهر تنزل بالناس ¹ انتهى	مصبح میں ہے کہ قنوت نازلہ اس وقت پڑھی جائے گی جب لوگوں پر شدید قسم کی مصیبت نازل ہو انتہی، قاموس میں ہے نازلہ کا معنی شدید انتہی، صحاح میں ہے کہ نازلہ اسے کہتے ہیں جو شدائد دہر میں لوگوں پر نازل ہوں۔ انتہی (ت)

خود مصنف "ضروری سوال" کو اقرار ہے کہ عندنا النازلة (سخت مصیبت کے وقت۔ ت) کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے بالینمہ برخلاف الاطلاقات علماء اپنی طرف سے خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ "ہر ایک نازلہ نہیں" کلام علماء میں تصرف بیجا ہے۔

ہائیا "میں اطلاق سے احتجاج کرتا ہوں" کلمات علماء میں صاف تعمیم موجود ہے عامہ عبارت مذکورہ دیکھئے لفظ نازلہ یا بلیہ نکرہ موضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ صراحت ہر مصیبت ناس کو عام ہے "لما نصوا ان النكرة في حيز الشرط تعمد" (کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ نکرہ شرط کے تحت ہو تو عام ہوتا ہے۔ ت) تو زید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگانا کلمات علماء کا بگاڑنا بدلتا ہے۔

ہائیا ابن حبان نے اپنی صحیح بالتقسیم والانواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید ابی مسلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

قال كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يقنت في صلاة الصبح الا ان يدعوا القوم او على قوم ² ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔

فتح القدیر وغنیہ و مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرمایا: وهو سند صحيح³ یہ سند صحیح ہے۔ خطیب بغدادی

¹ الاشیاء والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۶۳/۲-۲۶۲

² مرقاة شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۸۲/۳

³ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸۲/۳

نے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبد اللہ الانصاری ثنائید بن ابی عروبہ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لایقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم ¹ ۔	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے یا کسی قوم پر دعا فرمائی ہوتی۔

کتب ثلاثہ مذکورہ میں ہے: هذا سند صحيح قاله صاحب تنقيح التحقيق² یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقيق نے اس کی تصریح کی۔ امام زیلعی نصب الراية میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کر کے فرماتے ہیں:

قال صاحب التنقيح وسند هذين الحديثين صحيح وهما نص في ان القنوت مختص بالنازلة ³	یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقت مصیبت کے ساتھ خاص ہے۔

یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص قنوت وغلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون، دفع وبا، زوال قحط کے لئے دعا بھی "دعا لقوم" کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لئے دعائے نفع ہے، تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواب ثابت ہوا۔

فان اعتل بحمل المطلق على المقيّد، قلنا ليس هذا محله فان ذكر واقعة عين داخله في اجمال بيان لا يحصره فيها عند احد على انه انما هو مسلك الشافعية وانت تظهر من نفسك الاعتماد على مذهب الحنيفة وقد انبأت في غضون كلامك انك ههنا بصدد اثبات مذهبهم وصرحت في آخر الرسالة انها على اصول مذهب	اگر کوئی یہ علت بیان کرے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ اس حمل کا محل ہی نہیں اگر کوئی مخصوص ایسا واقعہ ذکر کرے جو بیان اجمال میں داخل ہو تو اس بات کا حصر مخصوص واقعہ میں کسی کے ہاں درست نہیں، علاوہ ازیں یہ شوافع کا مسلک ہے حالانکہ آپ مذہب حنفیہ پر اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں، آپ کی یہ گفتگو آگاہ کر رہی ہے کہ آپ احناف کا مذہب ثابت کرنے کے درپے ہیں، حالانکہ آخر رسالہ میں آپ نے یہ تصریح کی ہے

¹ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸۲/۳

² مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸۲/۳

³ نصب الراية لاحادیث الہدایۃ باب احادیث القنوت فی الفجر مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۱۳۰۲

امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلدہم اہ بلفظک مع ان الصحیح فی المسئلة الاصولۃ قولنا فقد اقام اثمتنا علیہا براہین لاقیل لاحدبہا فیتم الزام ولا یبقی لاحد مجال کلام۔	یہ رسالہ ہمارے امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور ان کے مقلدین کے اصولوں پر ہے اہ یہ تمہارے اپنے الفاظ ہیں باوجودیکہ صحیح مسئلہ اصول میں ہمارا قول ہے ہمارے ائمہ نے اس پر ایسے دلائل قائم کئے ہیں کہ کوئی ان پر قیل و قال نہیں کر سکتا، پس الزام تام ہوا اور اس کے بعد کسی کو کلام کی مجال و طاقت نہیں (ت)

رابعاً مرات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال ابن حجر اخذ منه الشافعي انه ليسن القنوت في اخيرة سائر المكتوبات للنازلة التي تنزل بالمسلمين عامة كوباء قحط وطاعون او خاصة ببعضهم كآسر العالم او الشجاع ممن تعدى نفعه وقول الطحاوي لم يقل به فيها غير الشافعي غلط منه بل قنت على رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المغرب بصفتين اھ ونسبة هذا لقول الى الطحاوي على هذا المنوال غلط، اذ أطبق علمائنا على جواز القنوت عند النازلة¹۔	ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی نے یہاں سے یہ بات اخذ کی ہے کہ اس وقت تمام فرائض کی آخری رکعت میں قنوت نازلہ پڑھنا سنت ہے جب عام مصیبت مسلمانوں پر مثلاً وبا قحط، طاعون نازل ہو یا خاص مصیبت بعض لوگوں پر نازل ہو مثلاً کسی عالم یا بہادر جس کے نفع کثیر ہوں، کا مقید ہو جانا، اور امام طحاوی کا یہ قول کہ نازلہ میں اس بات کا قول امام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا، یہ ان کی طرف سے غلطی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام صفین پر مغرب کے وقت قنوت پڑھی ہے اھ اور اس قول کی اس طریق پر امام طحاوی کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ ہمارے علماء شدید مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پر متفق ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال الامام النووي القنوت مسنون	امام نووی نے فرمایا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت سنت

¹ مرتبہ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۷۸/۳

فی صلوة الصبح دائماً واما فی غیرها فغلبہ ثلثة اقوال والصحيح المشهور انه اذا نزلت نازلة كعدوا وقحط اووباء او عطش او ضرر ظاهر في المسلمين ونحو ذلك قنوتوا في جميع الصلوات المكتوبة والا فلا ذكره الطيبي وفيه ان مسنونيته في الصبح غير مستفادة من هذا الحديث¹	ہے اس کے علاوہ باقی نمازوں کے بارے میں تین اقوال ہیں، صحیح اور مشہور یہ ہے کہ جب کوئی شدید مصیبت آئے مثلاً دشمن کا حملہ، قحط، وباء، پیاس یا کوئی ضرر مسلمانوں پر غالب ہو تو تمام فرائض نمازوں میں قنوت پڑھیں ورنہ نہیں، اس کو طیبی نے ذکر کیا۔ اور اسی میں ہے کہ اس حدیث سے نماز صحیح کے اندر قنوت کی سنت مستفاد نہیں ہو سکتی۔ (ت)

دیکھو مولینا علی قاری نے امام ابن حجر مکی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس نازلہ کے لئے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ وباء و قحط و طاعون وغیرہا سب کو شامل ہے اور امام طیبی سے انہوں نے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و وباء و تشنگی وغیرہا سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلاف مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کر دیا، اسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کر کے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار، اس طرح نسبت کر دینا ٹھیک نہیں کہ اس کے جواز پر تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہو چکے کہ قحط و وباء و طاعون سب اس میں داخل ہیں اسی کے لئے ہمارے علماء جواز قنوت کے قائل ہیں۔

خامساً کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود، دیجئے، کلمات علماء سے صاف صریح تصریحیں لیجئے، اسی مرقاۃ شریف میں ہے:

قال ابن الملك وهذا يدل على ان القنوت في الفرض ليس في جميع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمين نازلة من قحط وغلبة عدو وغير ذلك²	یعنی علامہ ابن ملک نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اس وقت ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے، جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ۔

علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ و شمنی و فتح کی عبارات کہ نوازل میں قنوت روا ہے نقل کر کے فرمایا:

¹ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۷۹/۳

² مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸۱/۳

یعنی ان عباراتِ علما سے ثابت ہوا کہ ہمارے نزدیک بلا سختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔	فالقنوت عندنا فی النازلة ثابت وهو الدعاء برفعها ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل ¹ ۔

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیہ تنویر میں دفع طاعون کے لئے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انہیں بحر محقق صاحب بحر کا حوالہ دیا ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور ثانی نے زیر قول شارح مدقن لا یقننت لغیرہ الا للنازلة (شدید مصیبت کے بغیر قنوت نہ پڑھی جائے۔ ت) فرمایا:

صاح میں ہے نازلہ اس مصیبت کو کہا جاتا ہے جو شدائد دہر میں سے ہو، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون شدید ترین مصیبتوں میں سے ہے، اشباہ (ت)	قال فی الصحاح النازلة الشديدة من شدائد الدهر ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ ²

تنبیہ: ان بیانوں سے چند امر روشن ہوئے:

اول: یہ کہ طاعون و وباء اور ان کے مثل ہر بلیہ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنف "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بدعت ہو گا یا گناہ محض بے معنی ہے کیا اطلاق احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصل شرعی نہیں کہ اس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانتا ہے۔

دوم: قنوت طاعون و وباء کو نہ صرف اطلاقات کلام علما بلکہ ان کی صاف تعمی میں شامل جن میں خود امام اجل ابو جعفر طحاوی بھی داخل، تو اس کی بنا پر زید کا دعاء کہ "نہ اقوال خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے توابعین کے اقوال سے، وہ ایک زائد بات ہے" صریح نا فہمی ہے۔

سوم: اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کمابینہ خاتمہ المحققین سیدنا الجد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مباء فی الفساد (جیسا کہ ہمارے والد گرامی خاتمہ المحققین قدس سرہ نے اپنی مبارک کتاب "اصول الرشاد لقمع مباء فی الفساد"

¹ الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعا لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۶۲/۲

² رد المحتار مطلب فی القنوت للنازلة، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۱/۲

میں بیان کیا ہے۔ ت) مثلاً اس اخیر زمانہ فتن میں طرح طرح کے نشے، قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال ائمہ میں، مگر انہیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکر حرام (ہر نشہ آور شے حرام ہے۔ ت) کے عموم اور یہ حدیث یستحلون الحر والحریر والخمر والمعاذف¹۔ (وہ ریشم، شراب اور مزامیر کو حلال سمجھیں گے۔) وکریہ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْتَرِ مِنَ الْهَوَالِیِّ²۔ (اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ ت) کے شمول واطلاق میں داخل، اب اگر کوئی جاہل کہہ اُٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے، ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار ہے تو اس سے یہی کہنا چاہئے کہ اے ذی ہوش! یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک مطلق یا عام احادیث و کلمات علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط و شامل، تو ثابت ہوا کہ زید کا "ضروری سوال" میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا کہ "جب قنوت عند النازلہ ثابت اور جائز ہوتی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہونی چاہئے" اور اس کا یہ مہمل جواب دینا کہ "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے" صریح نادانی ہے۔

چہارم: اگر صرف یہی اطلاق و عموم احادیث و اقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کہنے کے لئے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہر گز کذب و بہتان نہیں کہہ سکتے، دوسرے دلائل کی نظر سے راجح اور راجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر سن چکے کہ طاعون و وباء قحط و غیر ہلکے لئے قنوت کی صاف صریح تصریحیں امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف (جن کی جلالت شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا جماع ہے) اور امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی ہاشمی و علامہ عبداللطیف بن عبدالعزیز شہیر بابن فرشتہ از اجلہ علمائے حنفیہ و محقق فقیہ زین بن نجیم مصری عمدہ حنفیہ مولینا علی محمد سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و فاضل جلیل سید احمد مصری طحاوی حنفی و عالم نبیل سید محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تو مصنف "ضروری سوال" کا قول کہ "طاعون یا وباء کے لئے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطا ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہو جائے جناب الہی میں توبہ و استغفار جلد کر لے" محض کذب و بہتان اور اب ائمہ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی و توہین شان ہے، زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جناب الہی میں توبہ و استغفار کرے اگر بغرض باطل یہ قنوت نوازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالاتفاق اس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ مسئلہ ائمہ مجتہدین کا

¹ صحیح بخاری کتاب الاثر یہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳/۷۲

² القرآن الکرم ۶/۳۱

اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا، اسے کذب و بہتان کہنا اس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علماء کے بھی اطلاق و عموم و نصوص سب کچھ موجود، اور اگر اسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرایے تو اول تو یہاں اس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رد میں زید یہ الفاظ لکھتا۔

نیا پر واضح ہوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتویٰ گھڑ دیا۔

ہاں مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیل کرتے ہوئے بعض ائمہ حدیث کے کلام اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ائمہ کے کلام میں کچھ ایسی گفتگو واقع ہوئی ہے جو ایسا وہم پیدا کرتی ہے پھر اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا نہ ہمارے علماء کا مذہب ہے اور نہ ہی یہ ان کے کلام میں مذکور ہے باوجودیکہ ان کی عموم پر تصریح منقول ہے لہذا ممکن ہے کہ یہاں قصر اتفاقاً واقع ہو گیا ہو اور حضر مقصود نہ ہو، جو بھی ہو اسے ہمارا مذہب بنا دیا گیا میرے علم کے مطابق اس میں زید کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)	بلی قد وقع ما يوهبه في كلام بعض ائمة الحديث في تقرير مذهب الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ و في كلام بعض ائمتنا في توجیہ مذهب بعض الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ثم لم يعتمدہ ولا جعلہ مذهب علمائنا ولا ذکرہ فی تقرير کلامہم مع انه قد اثر عنه التعميم صریحاً فيحتمل ان يكون القصر ههنا وقع وفاقاً لاحصرا وایا ما كان فجعل هذا مذهباً لنا لاسلف لزيد فيه فيما اعلم واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

"ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تھا، بے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں لقولہ تعالیٰ وَاعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۹﴾ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جاہلوں سے روگردانی کیجئے۔ ت) مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری، اور یہاں مصلحت دینی اس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم و کم فہم و مشکوک و متم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اسے عالم و قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو اس کے پر جہل و نااہل ہونے کا آشکارا کرنا ان شاء اللہ دین عوام کو نافع اور ضلالت و جہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا وباللہ التوفیق زید کی ترکیب و بندش الفاظ و انشا و املا میں اگرچہ خطا ہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض داب محصلین نہیں

لہذا انہیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر و بسیار اغلاط و جہالت سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے:

جہالت ۱: حدیث مذکور ابن حبان کہ زید کے دغوی تخصیص کا صاف رد تھی۔ براہ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ جمادیا کہ "یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہئے طاعون کے لئے قنوت ثابت نہیں" عقلمند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے، سوا ضرر کے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا۔

جہالت ۲: قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے ولہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں، اس قدر تو کلمات علماء متفق ہیں، ہاں محل نظریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ و بے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہو گیا، اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا یہ منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا، نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت شہرا یدعو علی احياء من احياء العرب ثم تركه ^۱ زاد ابن ماجہ فی صلوٰۃ الصبح ^۲ ۔ وهو عند البخاری فی مغازی بزیادۃ بعد الركوع وترك ثم تركه ^۳ ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نماز صبح میں قنوت پڑھی، عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔ ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا کہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی "پھر اسے ترک کر دیا" کے الفاظ کو انہوں نے ترک کر دیا۔ (ت)

اور صحاح ستہ میں بضمن حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیہ کریمہ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ^۴ (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہے تو

^۱ صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمع الصلوات مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۷

^۲ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۹

^۳ صحیح بخاری باب غزوۃ الرجب ورجل وکوان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۷۲-۵۸۶

^۴ القرآن ۱۲۸/۳

اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ ت)، یہاں نظر دو طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً ممانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تارک فرمانا بر بنائے ارتقاع شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنی آیت ان خاص لوگوں پر دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ ان میں بعض علم الہی میں مشرف باسلام ہوئیوالے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انہیں کے بارے میں ہو، نہ مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی، یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں، ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہے:

وإذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من رواية ابی جعفر (هو الرازی) ونحوه (کدینار بن عبد اللہ خادم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مآزال رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا) اما علی الغلط (لان الرازی کثیر الوهم قالہ ابو زرعة و دینار وقد قیل فیہ ما قیل) او علی طول القیام فانہ یقال علیہ ایضاً او یحمل علی قنوت النوازل ویكون قوله (اے قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ثم ترك فی الحدیث الاخر (المراد فی الصحاح) یعنی الدعاء علی اولئك القوم لامطلقاً¹ اه مختصراً مزیّد منی ما بین ہلالین	جب نسخ ثابت ہو تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابو جعفر (رازی) یا اس کی مثل دیگر روایات (مثلاً: دینار بن عبد اللہ حضرت انس کے خادم ہیں سے مروی ہے کہ رسالت اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے) یا غلطی پر محمول کیا جائے گا (کیونکہ بقول رازی ابو زرعة کثیر الوهم ہیں، اور دینار کے بارے میں بھی جو کچھ کہا یا ہے وہ ہی کچھ ہے) یا طول قیام پر محمول کیا جائے گا کیونکہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے یا اسی قنوت نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحیح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کر دیا گیا یعنی قوم کے خلاف دعا ترک کر دی نہ کہ ہر دعا اختصار اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے (ت)

¹ فتح القدیر باب صلوة الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۳۹۱ھ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبۃ اداویہ ملتان ۱۴۲/۳

نیز کتابین مذکورین میں ہے:

مصاب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے معاملے کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے کیونکہ یہ حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو طریقوں سے مروی ہے حماد بن ابی سلیمان، ابو حمزہ قصاب نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا اس سے پہلے بھی آپ نے قنوت فجر میں کبھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں۔ حماد کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ قول منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم منقول ہوا لہذا اس معاملہ میں اجتہاد ہوگا بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی شدید مصیبت ہی نازل نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا کرتی لہذا قنوت دائماً جائز ہوگی اور یہی محمل ہے اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترک کے باعث ہے، سبب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کا قول لیس لک من الامر شیئی نازل ہو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم اھ۔ زیادة۔ (ت)

فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتہدا فیہ وذلك ان هذا الحدیث (ای حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق حماد بن ابی سلیمان وابی حمزۃ القصاب عن ابراہیم عن علقمة عنہ قال لم یقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصبح الا شہرا ثم ترکہ لم یقنت قبلہ ولا بعدہ ولفظ حماد لم یر قبل ذلك ولا بعدہ) لم یؤثر عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قوله ان لا قنوت فی نازلة بعد هذه. بل مجرد العدم بعدها فیتجہ الاجتہاد بان یظن ان ذلك انما هو لعدم وقوع نازلة بعدها تستدعی القنوت فتكون شرعية مستمرة وهو محمل قنوت من الصحابة بعد وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، او ان یظن رفع الشرعية نظرا الى سبب ترکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو انه لما نزل قوله تعالیٰ لیس لك من الامر شیئی ترک۔ واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔ ہ زیادة¹۔

¹ فتح القدیر باب الصلوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۳۷۹ھ

روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نا فہمی کہ دو متنافی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا، خود اسی کا ایک کلام دوسرے کو رد کر دے گا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کے لئے ایک جگہ لکھا عند النازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے۔ پھر لکھا "دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عند النازلہ" پھر لکھا مداومت کے طور پر منسوخ اور عند النازلہ غیر منسوخ۔ اور مزے سے وہی آیہ کریمہ اور وہی حدیث بحوالہ صحیحین ذکر کر کے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سوائے قنوت وتر کے" ذی ہوش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث سے کس چیز پر قنوت مذکور تھی، نازلہ پر اور نزول آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا، قنوت نازلہ میں، اگر آیت وحدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی، وہ ہی تو صراحۃً ان سے منسوخ ہوئی، یہ طرفہ تماشا ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۳: حدیث طارق اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ در بارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے^۱ اور ترمذی وابن ماجہ نے یوں کہ ان کے صاحبزادے سعد ابومالک نے اُن سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا: نئی نکالی ہوئی ہے۔^۲ ایک ہی حدیث مضمون، ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف "ضروری سوال" نے اسے بلفظ اول ذکر کر کے نسائی وابن ماجہ وابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا: "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے۔" ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہاء رد کنار اصطلاح محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری وغفلت ہے۔

جہالت ۴: قنوت مذکورہ ائمہ شافعیہ وائتہ مالکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا: "اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار" (ہر نوپیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں جائے گی۔ ت) قطع نظر اس سے کہ

^۱ سنن النسائی باب لعن المنافقین فی القنوت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۲۸/۱

^۲ جامع الترمذی باب فی ترک القنوت مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۵۳/۱، سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلوة الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

جملہ اولیٰ حکم بدعت نہیں، حکم بہ بدعت ہے، اجتہادیات ائمہ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں کیسی بے باکی و جرات ہے
 حاشا ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت و فی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق و ہدایت و سبیل جنت ہے۔
 جہالت ۸۵۵: حدیث عاصم بن سلیمین ذکر کی:

اور اس کا ترجمہ کیا "ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز فجر میں، سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے مہینہ ایک، سو بھی بد دعا کرنے کو اوپر قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے۔"	قلنا لانس بن مالک ان قوما یزعمون ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کذبوا انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا واحدا یدعو علی احياء من احياء المشرکین¹۔

اولاً محاورہ عرب میں زعم بمعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جبریل تک واقع۔
 ثانیاً کلام نا محقق یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک ہوتا ہے جو اسے بلفظ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زاعم خود بھی اسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے، زید نے زبردستی زعمون کے معنی یہ بنائے کہ جو قنوت فجر کی بقائے قائل ہیں خود ہی اسے شک و گمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بنا پر کذبوا کا ترجمہ کیا "کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں" یہ نیوجما کر اب اس پر فائدہ جڑا، اس حدیث سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ زمانہ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا، پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہئیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ افسوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہہ نہ جانا عقلمند سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت مالکیہ و شافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یا مانعان قنوت حنفیہ و حنبلیہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہادیہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کون سا فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ان قوما زعمون میں لفظ قوم نکرہ چیز اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ طور و ہم بقائے قنوت مانتے ہیں اسے کب لازم ہوا کہ زمانہ تابعین میں سب قائلان قنوت اسے اسی درج میں جانتے ہیں۔

¹مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ قصاب باب القنوت فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸۲/۳، مسند احمد بن حنبل ۱۶۷/۳ مسلم شریف ۲۳/۱ بخاری

جہالت ۹: حدیث ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر ^۱ ۔	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت فجر سے منع فرمایا:

جس میں تین راوی ضعیف و شدید الضعیف ہیں ذکر کر کے تضعیف رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کو وہ مانع نہیں۔"

"دوم: یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرور خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نہی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا، قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق الشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو پیدا کہنے سے اس گمان کی راہ کدھر سے ملی ضرور انہیں اس نہی کی خبر ہوگی، انہوں نے صراحۃً نوپیدا ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم و خلفاء کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی، اے فرزند! وہ نئی نکلے ہے اس میں نہی پر اطلاع کی بوجہ بھی نہیں نکلتی، نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی متبادر کہ نہی یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا ہوئی تو انہیں خبر نہ تھی ورنہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اسے منع فرما چکے ہیں، جواب مسئلہ میں دلیل اقویٰ کا ترک کیوں کیا جاتا۔"

جہالت ۱۰: ایک حدیث کی سند ذکر کی: عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ترجمہ میں بھی لکھا "اس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما" سے۔ عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت درکنار مسعود سرے سے مسلمان ہی نہ ہوا، جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت اور دانستہ ہو تو سخت تر آفت۔

جہالت ۱۱: آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ

لم یکن انس نفسه یقنت فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام، فانه یقال علیہ ایضاً فی الصحیح عنہ علیہ الصلوۃ	خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور جب نسخ ثابت ہو گیا تو وہ روایت "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابو جعفر سے مروی ہے یا تو اسے غلطی پر محمول کیا جائے گا یا طول قیام پر

^۱ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلوۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۹

والسلام افضل الصلوة طول القنوت ای القیام	کیونکہ حدیث صحیح میں اس پر قنوت کا اطلاق موجود ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں افضل ترین عمل طول قنوت یعنی قیام ہے۔ (ت)

قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چنان اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ اس آیت وحدیث کی تفسیر و شرح یا اس کی بحث میں ایسا کہا، یہاں مسحوت عنہ حدیث ابی جعفر رازی ہے اسی کے تحت اسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود وحدیث طبرانی وغیرہا مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کا صاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوام قنوت مذکور ہوا ممکن ہے کہ وہاں قنوت سے طول قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر نماز طول قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو۔ مصنف "ضروری سوال" ایسی سلیس عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضا کو کہ صراحۃً "یقال" کی طرف ناظر تھا اس سے قطع نظر کر کے مابعد سے ملایا اور "ایضاً فی الصحیح" کو سند جداگانہ ٹھہرایا ولذا لفظ "ایضاً" پر نشان (—) کہ علامت فعل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر بولا گیا ہے اوپر طول قیام کے، اور بھی بیچ حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو"۔ اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یہ حسن ادا بھی قابل لحاظ کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت آیا ہی نہیں۔

جہالت ۱۲: اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا:

والاشکال نشأ من اشتراك لفظ القنوت بین	یہاں اشکال قنوت کے ان معانی میں اشتراک کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یعنی مذکورہ شئی (طول قیام) خضوع، سکوت اور دعا وغیرہ کے درمیان لفظ قنوت مشترک ہے۔ (ت)

¹ فتح القدیر باب صلوة الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۱/۳۷۷

² فتح القدیر باب صلوة الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۱/۳۷۷

یہاں ماذکر سے مراد وہی طول قیام تھا اور اس کے معطوفات خضوع و سکوت و دعا وغیرہا یعنی قنوت کا لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اس سے سمجھ لئے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی بے تامل سمجھ لے، اب مصنف صاحب کا علم دیکھئے عبارت صرف "ماذکر" تک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا "اور جو مشکلیں پیدا ہوئی ہیں وہ لفظ قنوت کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے بیان اس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا "گویا آپ کے نزدیک بین صرف شے واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ماذکر کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام ہو گیا۔

جہالت ۱۳: سوال قائم کیا "جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عند النازلہ جواز کہاں رہا" اور اس کے جواب میں لکھا "جواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ یہ ہے فی فتح القدیر و ترواؤفل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی لנآلۃ مستمرۃ لم تنسخ^۱۔ الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت سختی منسوخ نہیں "فتح القدیر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بحف چراغ دارد کا تماشا ہے فتح القدیر کی اس عبارت میں صراحۃً فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ ہے منسوخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدم نصہ فی بیان الجہالۃ الثانیۃ (اس کے الفاظ کا تذکرہ جہالت نمبر ۲ میں ہو چکا ہے۔ ت) اسی عبارت منقولہ زید کے بعد بلا فصل فرمایا تھا۔ "وبہ قال جماعة من اهل الحديث^۲۔ (محدثین کی ایک جماعت نے یہی قول کیا ہے۔ ت) کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع۔

جہالت ۱۴: "جو قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بددعا" بددعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ، اور شک نہیں کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوئی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں امیر المؤمنین مولیٰ کریم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم سے ہے:

انہ لما قننت فی صلوة الصحیح انکر الناس علیہ فقال انما استنصرنا علی عدونا ^۳ ۔	جب انہوں نے نماز فجر میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے دشمن پر مدد مانگی ہے۔ (ت)

^۱ فتح القدیر باب صلوة الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۳۹۱ھ

^۲ فتح القدیر باب صلوة الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۳۹۱ھ

^۳ مصنف ابن ابی شیبہ من کان لایقنت فی الفجر مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۱۸/۲

محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

قال ابراهيم (هو النخعي) وان اهل الكوفة انما اخذوا القنوت عن علي رضي الله تعالى عنه قنت يدعو على معاوية حين حاربه، واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن معاوية رضي الله عنه قنت يدعو على رضي الله عنه حين حاربه قال محمد وبقول ابراهيم ناخذ وهو قول ابي حنيفة¹۔	حضرت ابراہیم (نخعی) نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کوفہ نے قنوت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اخذ کی ہے کیونکہ انہوں نے اس وقت قنوت پڑھی جب حضرت معاویہ سے ان کی جنگ ہوئی، اور اہل شام نے حضرت معاویہ سے قنوت اخذ کی ہے کیونکہ وہ بھی جنگ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے، امام محمد نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے قول پر ہمارا عمل ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ت)

جہالت ۱۵: "بعید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللہم اصلح بیننا وبين قومنا فانهم اخواننا بغوا علينا (اے اللہ! ہمارے اور قوم کے درمیان صلح پیدا فرما کیونکہ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ ت) امیر المومنین کی طرف سے یہ قنوت محتمل کیا امیر معاویہ بھی معاذ اللہ امیر المومنین کو باغی سمجھتے تھے یہ نرا جابلانہ افترا ہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں نہ میں اپنے آپ کو مولیٰ علی کا ہم سر سمجھتا ہوں،

وإني لأعلم انه افضل مني واحق بالامر ولكن لستم تعلمون ان عثمان قتل ظلماً وأنا ابن عمه ووليه اطلب بدمه²۔ رواه يحيى بن سليمان الجعفي استاذ الامام البخاري في كتاب صفين بسند جيد عن ابن مسلم الخولاني۔	میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مجھ سے افضل و احق بہ امامت ہیں مگر تمہیں خبر نہیں کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً شہید ہوئے میں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں۔ اسے امام بخاری کے استاد یحییٰ بن سلیمان الجعفی نے کتاب صفین میں سند جید کے ساتھ ابو مسلم خولانی سے روایت کیا ہے۔

¹ کتاب الآثار باب القنوت فی الصلوة مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴

² کتاب صفین

جہالت ۱۶: خود ہی سوال میں لکھا "جب قنوت عند النازلہ جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہونی چاہئے جس طرح قلت باراں وسیلاب، نازلہ، آندھی، امراض مختلفہ خاص کروبا اور طاعون کہ وہ اشد النازلہ ہے" اور جواب دیا "ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے ان مصیبتوں کے لئے شارع علیہ السلام نے جدا جدا طریقہ بتادیا اور اُن کا حکم بھی سنادیا چنانچہ کتب فقہ ان سے مملو ہیں الخ" اس کو قیاس بتانے کی جہالت اوپر مذکور ہو چکی مگر طاعون کو خود "اشد النازلہ" لکھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا، جب قنوت نازلہ ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازلہ ہے تو اس کے لئے بدلۃ النص قنوت ثابت اور دلالت النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت، اب مصنف "ضروری سوال" کی مثال اس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: لا تغفل لہما اُف ماں باپ سے "ہوں" نہ کہہ۔ جب ہوں کہنے ممانعت ہے تو مارنا اس سے سخت تر ہے بدرجہ اولیٰ منع ہے وہ کہے "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے" قرآن مجید میں تو کہیں والدین کو مارنے کی ممانعت نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

جہالت ۱۷: قطع نظر اس سے قلت و کثرت باراں وسیلاب وزلازل وریاح و امراض مختلفہ سب کے لئے جدا جدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا، اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے، بالفرض جدا جدا طریقہ ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لئے ایک طریقہ عامہ ہونے کی کیا منافی ہے، پھر اس باب سے سو اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا،

جہالت ۱۸: اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ھ نو سونانوے میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے، سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کر سکتا، چنانچہ:

ان کا قول کہ قاہرہ میں مجھ سے طاعون کے وقت قنوت پڑھنے سے متعلق ۹۹۹ھ میں سوال کیا گیا تو میں نے جواباً کہا اس پر تصریح میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ (ت)	قوله سئلت عنه فی الطاعون سنة تسع و تسعين و تسعمائة بالقاهرة فاجبت بأني لم اراه صریحاً ^۱

صاحب اشباہ رحمہ اللہ کا انتقال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔ علامہ حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقف میں نقل فرماتے ہیں:

قد توفي المصنف رحمه الله لشبان مضين	مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات رجب ۹۷۰ھ

^۱ الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدار الفی الطاعون مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲۲-۲۶

من رجب سنة سبعین وتسعمائة ^۱ ۔	میں ہوئی (ت)

آپ ۹۹۹ھ کا واقعہ اُن سے لکھوا رہے ہیں حقیقۃً اشباہ میں یہاں سنة تسع وستین وتسعمائة یعنی ۹۶۹ھ نو سو انتر جسے آپ ۹۹۹ھ بتا رہے ہیں۔

جہالت ۱۹: اور پھر بیان کیا (یعنی صاحب اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نماز نفل کی نیت کر کے پڑھے چنانچہ

یقنت للطاعون لانه اشد ^۱ النوازل بل ذکرہ ^۲ انه یصلی رکعتین فرادی فرادی وینوی رکعتی ^۳ لدفع الطاعون ^۲ ۔	قنوت پڑھے واسطے طاعون کے مقرر وہ بڑی سخت ہے سختیوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون، پورا ہوا حاصل مطلب اشباہ والے کا۔

قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے ناقل^۴ کی ہے اور اس میں بل ذکر کی ضمیر خود

عہ ۱: "ضروری سوال" میں پوچھی لکھا اور اسی غلطی کی بنا پر طاعون کو خود بھی اشد النازل کہہا حالانکہ اشباہ میں من اشد النوازل ہے ۱۲ (م)	یہ ان کی تحریر ہے اور درست "بل ذکر" ہے (ت)
عہ ۲: ہکذا بخطہ وصوابہ بل ذکر ۱۲ (م)	یہ ان کی تحریر ہے درست "رکعتین" ہے۔ (ت)
عہ ۳: ہکذا بخطہ وصوابہ رکعتین (م)	اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جائے کیونکہ یہ شدید مصائب میں سے ہے بلکہ یہ ذکر کیا کہ دو رکعات الگ الگ ادا کی جائیں اور ان کی نیت طاعون کے دفع کے لئے دو رکعات کی کی جائے۔ (ت) یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ سب عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲ (م)
عہ ۴: ظاہر اُگہیں طحاوی حاشیہ مراتی الفلاح دیکھنے کو مل گئی اس میں انہوں نے فرمایا تھا: النوازل، بل ذکر انه یصلی لہ رکعتین فرادی وینوی رکعتا رفع الطاعون ^۳ ۔	

^۱ غزیمون البصائر شرح الاشباہ فن ثانی، کتاب الوقف مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۸

^۲ غزیمون البصائر شرح الاشباہ فن ثانی، کتاب الوقف مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۸

^۳ حاشیہ الطحاوی علی مراتی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

صاحب اشباہ کی طرف ہے جسے آپ نے چنانچہ کہہ کر عبارت اشباہ ہونے کا شعاع کیا اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اسے ترجمہ سے خارج کر دیا طرفہ سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلہ کو مسئلہ قنوت کا تہمتہ بنا دیا کہ "قنوت پڑھا چاہے تو آئیلادو رکعت نفل کی نیت کر کے پڑھے" اور اسی لئے اپنی طرف سے ترجمے میں "مگر" تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارت اشباہ خواہ عبارت مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا، اشباہ میں تو قنوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جداگانہ دلیلوں سے اس کا ثبوت دیا۔

الفاظ یہ ہیں کہ غایہ میں تصریح ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت اترے تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، پس بڑی مصیبت کے وقت قنوت ہمارے نزدیک ثابت امر ہے اور بیشک طاعون بڑی مصیبتوں میں سے ہے السراج الوہاج میں ہے کہ طحاوی نے فرمایا کہ بغیر کسی مصیبت کے ہمارے نزدیک فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے اور اگر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ملتقط میں ہے انتہی اگر آپ پوچھیں کہ اس کے لئے نماز ہے تو میں کہتا ہوں کہ طاعون کا معاملہ خسوف کی طرح ہی ہے۔ نیتہ المفتی کے باب الخسوف میں ہے کہ سخت تاریکی، شدید طوفان، شدید بارش یا شدید زلزلہ باری، شدید خوف یا مرض عام لاحق ہو جائے تو تنہا نماز ادا کریں، انتہی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون ایسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے لہذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعت تنہا ادا کرنا سنت ہو گا (مختصراً) (ت)

حيث قال صرح في الغاية بأنه اذا نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام في صلاة الفجر فالقنوت عندنا في النازلة ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل وفي السراج الوهاج قال الطحاوي لا يقنت في الفجر عندنا من غير بلية فان وقعت فلا بأس به كذا في الملتقط انتهى فان قلت هل بله صلاة قلت هو كالخسوف لما في منية المفتي في الخسوف والظلمة في النهار واشتداد الريح والمطر والثلج والافزاع وعموم المرض يصلى وحدانا انتهى ولا شك ان الطاعون من قبيل عموم المرض فتسن له ركعتان فرادی¹ مختصراً

اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اسے جدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبارت کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے۔

¹ الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبعہ دار القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۶۲

جہالت ۲۰: اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحب اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کر سکتا اور عبارت یہ نقل کی کہ یقیناً للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے"۔ کیوں حضرت! کیا یہ حکم نہ ہوا، واقعہ جو زور گوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پورا معذور ہے، یہ سر دست بیس جہالتیں ہیں اور شروع کلام میں اولاً سے خامساً اور اس کے تنبیہ میں اول سے چہارم تک جو سخت وجوہ قاہرہ سے "ضروری سوال" کی بطلان جہالتیں ثابت کی گئیں انہیں شامل کیجئے تو یہاں تک ۲۹ جہالات شدیدہ بیان ہوئیں اب تیسویں جہالت سب سے بڑھ کر سفہت ملاحظہ ہو "ضروری سوال" کی ساری محنت و جانکاہی اپنے اس ادائے باطل کے اثبات کو تھی کہ فتنہ و غلبہ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل و بہتان بے ثبوت و گناہ و بدعت و ضلالت و فی النار ہے جو اسے ثابت مانے اس پر حکم تعجیل توبہ و استغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریر میں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کئے یہ سب کچھ لکھ لکھا کر اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "ف زمانہ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "ہذہ کیفیۃ لصلوۃ الطاعون (یہ نماز طاعون کا طریقہ ہے۔ ت) پہلے دل میں نیت کر کے زبان سے کہے نوبت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتیں صلوۃ النفل لدفع الطاعون متوجہاً الی جہہ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر (میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رفع طاعون کی خاطر، دو رکعات ادا کرتا ہوں اس حال میں کہ میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ت) پھر دوسری رکعت کے آخر میں رکوع عہار رکوع میں جو قنوت ماثورہ^۲ ہو پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے، اور اگر ایسی قنوت اس کو یاد ہی نہ ہو تو ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و قنار ربنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وانی ہدایہ جامع جمیع ادعیہ کی ہے۔" اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادے سب جانتا ہے چلئے وہ اگلا پچھلا لکھا لکھا یا بھولنا درکنار یہی یاد نہ رہا کہ "ضروری سوال" کی تحریر کس غرض کے لئے تھی کس بات کا دعویٰ، کاہے سے انکار تھا، اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریق نار تھا خود ہی کذب و بہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بنانے لگے، یارب مگر اسے اختلال حواس کے سوا کیا کہئے، طرفہ یہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون و وبا کون سی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتا نہیں"۔ اب حکم ہوتا ہے کہ قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے"۔ اب خدا جانے کہاں سے اس کا پتا لگ گیا۔ تصحیف اغلاط یعنی عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ، یوں تو زیادت و نقص و تبدیل ہر قسم کی خطا اس "ضروری سوال" میں، موجود ہے یہیں

عہ ۱ یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں علماء مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد، آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے ۱۲ (م)

عہ ۲ تحریر زید میں یوں نہیں ہے جیسے کچھ یوں میں بیچ کو بیچ مقبولہ لکھتے ہیں۔ ۱۲ (م)

"قنارینا عذاب النار" کو آیت بنا دیا حالانکہ قرآن عظیم میں قنار کے بعد لفظ رہنا کہیں نہیں، من اشد النوازل سے من اڑا کر طاعون کو 'اشد النازلة' کہا اور اپنے ہی پاؤں پر تیشہ مارا عبارت اشباہ میں سبعین کو تسعین بنایا مگر زیادہ اظہار علم کو تصحیفین یہ ہیں شیبان بن فروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن فرخ عہہ لکھا یہ نام صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی نہ ہوتی اللهم اشد وطأتک علی مضر دو جگہ آیا دونوں جگہ وطأتک بھڑے عہہ بجائے تا بنایا، اور قبیلہ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف فارہ عہہ بحرف فا بجائے قاف تحریر کیا۔ اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے:

اللهم لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا هادي لما ضللت ولا مضل لمن هديت، ولا معطي لما منعت ولا مانع لما اعطيت، ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت ^۱ ۔	اے اللہ! جس چیز کو تو نے کشادہ کیا اسے کوئی سمیٹنے والا نہیں، اور جسے تو نے بند کر دیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور جس کو تو نے ہدایت دی اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تو نے گمراہ کیا اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اور جو تو نے عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تو نے روک لیا اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، اور جس کو تو نے دور کر دیا اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں، جس کو تو نے قریب کیا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں۔ (ت)

آپ اسے لکھتے ہیں اللهم لا قابض لما بسطت ویا باسط لما قبضت۔ اہل علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو یاقابضاً لما بسطت ویا باسطاً لما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمہ شبہ مضاف ہو کر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہوا اقولک یا طالعا جبلا ویا خیرا من زید اور یہ جو حدیث نقل کی جس میں یہ مناجات مذکور ہوئی

عہہ ۱: یعنی چوزہ ۱۲ (م) عہہ ۲: یعنی نشیب ۱۲ (م) عہہ ۳: یعنی چوہا ۱۲ (م)

^۱ مسند الامام احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ الزرقی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۲۴، درمنثور تحت آیت ولكن الله جيب اليكم الايمان مطبوعہ منشورات مکتبہ آیہ اللہ العظمیٰ قم ایران ۶/ ۸۹، کنز العمال غزوہ احد حدیث ۳۰۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱/ ۳۳۳

علمائے ناقدین اسے سخت منکر بتاتے ہیں، یہاں تک کہ امام ذہبی فرماتے ہیں: اخاف ان لایکون موضوعاً میں ڈرتا ہوں کہیں موضوع نہ ہو۔ خاتم الحفاظ امام جلیل سیوطی جمع الجوامع میں اسے نقل کر کے لکھتے ہیں: اغلط ترجمہ: گزری جہالتوں کے بیان میں، متعدد جگہ واضح ہوا کہ زید کو سیدھی سادی عربی سمجھنے اور اس کا ٹھیک ترجمہ کر لینے کی استعداد نہیں اور میں ایسے ترجموں کا شکی بھی نہیں کہ ان یدعو لقوم اور علی قوم کے ترجمے میں لکھا: "واسطے دعا کرنے کے کسی قوم کے لئے یا اوپر بد دعا کرنے کے کسی قوم پر" یا "سندہ صحیح" کا ترجمہ "سند اس حدیث کی بہت صحیح ہے" یا "عن ابی مالک سعد بن طارق الاشجعی" کا ترجمہ "روایت کی مالک سعید بیٹے طارق اشجعی نے"، لطیف خوش فہمیوں کے ترجمے وہ ہیں جن کا بیان جہالات ۸۶۵ و ۱۱۲ و ۱۹۱ میں گزرا علی الخصوص ثلثہ اخیرہ، اور اسی قبیل سے ہے: اللهم انج الولید بن الولید و مسلمة بن هشام و عیاش بن ابی ربیعۃ و المستضعفین من المؤمنین و غفار غفر الله لها و اسلم سلمها الله عہ^۱ کا ترجمہ "اے پروردگار خلاصی بخش ولید اور مسلمہ اور عیاش کو اور ناتواں مومنوں کو اور قبیلہ غفار کو مغفرت کرے اللہ اُن کی اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے اللہ ان کو یعنی شر سے اعدا کے غفار غفر الله لها و اسلم سلمها الله" دو مستقل جملے جداگانہ خبریہ یاد عائیہ ہیں۔

اسی معنی کو اشعة المبعات میں بیان کیا، اور صراح میں ہے مسالمة، مصالحة کو کہتے ہیں اور قاموس میں ہے سالما کا معنی صالحا ہے اور تاج العروس میں ہے کہ اسی سے حدیث اسلم سلمها الله ہے۔ اس کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے اور مجمع البحار میں ہے اسلم سلمها الله کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے۔ (۱۲ ت)

عہ: سالما الله کا ظاہر ترجمہ اللہ نے اُن سے صلح کی، علیہ درج فی اشعة المبعات و فی الصراح مسالمة مصالحة و فی القاموس سالما صالحا و فی تاج العروس و منہ الحدیث اسلم سلمها الله و هو من المسالمة و ترک الحرب و فی مجمع البحار اسلم سلمها الله هو المسالمة و ترک الحرب (۱۲ ہ)

^۱ صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیم کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶، عمدۃ القاری شرح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم إدارة الطباعة المنيرية بیروت ۲۶ / ۷

اقول: میرے نزدیک پہلا احتمال اولیٰ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی، خبردار! خدا کی قسم میں نے یہ بات خود نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اس کو امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں اور امام حاکم نے سلمہ بن اکوع اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے خفاف ابن ایماء غفاری سے اور ابو یعلیٰ موصلی نے ابوہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)	اقول: والاول عندی اولی لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلم سالمہا اللہ وغفار غفر اللہ لہا اما واللہ ما انا قلتہ ولكن اللہ^۱ قالہ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ واحمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن سلمۃ بن الاکوع وابوبکر بن ابی شیبۃ عن خفاف بن ایماء الغفاری وابویعلی الموصلی عن ابی ہریرۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مصنف "ضروری سوال" نے اپنی نادانی سے غفار و اسلم کو ولید پر معطوف اور ان کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی مثل ولید و سلمہ و عیاش و ضعفائے مومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین دست کفار میں گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لئے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اس حدیث سے جدا ہے صحیح بخاری شریف صفۃ الصلوٰۃ میں بے ذکر غفار و اسلم صرف حدیث اول روایت فرمائی اور استقامت میں کہ اسے اس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتادیا

جہاں فرمایا، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے اے اللہ! نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو، اے اللہ! نجات دے سلمہ بن ہشام کو، اے اللہ! نجات دے ولید بن ولید کو، اے اللہ! نجات دے مومنین میں سے ضعیفوں کو، اے اللہ! تو اپنی سخت گرفت فرما مضرب، اے	حيث قال عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رفع رأسہ من الركعة الاخرة يقول اللهم انج عیاش بن ابی ربیعۃ اللهم انج سلمۃ بن ہشام اللهم انج الولید بن الولید اللهم انج المستضعفین من المؤمنین اللهم اشد وطأتک علی مضرب

^۱ صحیح مسلم باب من فضائل غفار و اسلم الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۰۶/۲، مسند احمد بن حنبل حدیث سلمہ بن الاکوع مطبوعہ دار الفکر

اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: غفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی ہے اور اسلم سے اللہ تعالیٰ نے صلح فرمائی ہے۔ (ت)	اللهم اجعلها اسنين كسنى يوسف وان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال غفار غفر الله لها واسلم سالها الله تعالى ¹ ۔

فتح الباری وعمدة القاری وارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قوله ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم الخ (یہ دوسری حدیث ہے اور یہ بخاری کے ہاں مذکورہ سند سے ہی مروی ہے، گویا انہوں نے اسی طرح سن کر شامل کر لیا۔ اور عینی نے یہ بات زیادہ لکھی کہ اس کو امام احمد نے بھی تخریج کیا جس طرح اس کو امام بخاری نے تخریج کیا۔ (ت)	قوله وان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم الخ حديث اخر وهو عند (البخارى) بالاسناد المذكور كانه سبعة هكذا فاوردته كما سبعة زاد العينى وقد اخرج احمد كما اخرج البخارى ² ۔

ذی ہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب نہ ولید پر عطف کیونکر ممکن اغلاط روایت "ضروری سوال" میں واقعہ بر معونہ بطور خود ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا، خلاصہ عبارت یہ ہے ایک عامر بیٹا مالک کا دو گھوڑے دو^۲ اونٹ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے، وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا اے حبیب خدا! میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ سب مسلمان ہو جائیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستریا چالیس جوان انصار عہ سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کردیئے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہولیا ان

عہ: سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے تھیں میں ہے: کان اکثرهم من الانصار واربعة من المهاجرين³ (ان میں اکثر انصار تھے اور چار مہاجرین۔ ت) (باقی اگلے صفحہ پر)

¹ صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶

² عمدة القاری شرح بخاری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۷/ ۲۶، فتح الباری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۴۱۰، ارشاد الساری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ دار الکتب العربیہ بیروت ۲/ ۲۳۶

³ تاریخ الختمین سریۃ المنذر الی بر معونۃ مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲

پر منذر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھوا کر حوالہ منذر کے کر دیا، یہ صحابہ بُر معونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، جب وہ خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا، پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ اُن صحابہ کو قتل کر ڈالا اور منذر کو زندہ قید کر لیا، قطع نظر اس سے اُوّل عامر بن مالک ابوراء نے "اے حبیب خدا" ہر گز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا۔

؎انیاؑ: ہمراہ ہولیا" سے ظاہر یہ کہ بطور خود ساتھ ہولیا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلب سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہبری کے لئے ہمراہ فرمادیا تھا۔

فقد اخرج الطبرانی من طريق عبد الله ابن لهيعة عن ابي الاسود عن عروة قال ثم بعث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المنذر بن عمرو والساعدي وبعث معه المطلب السلمي ليدلهم على الطريق، الحديث ذكر في الاصابة في ترجمة المطلب ¹ ۔	طبرانی نے اس کی تخریج عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے انہوں نے ابوالاسود انہوں نے عروہ سے روایت کیا، کہا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منذر بن عمرو والساعدي کو بھیجا اور ان کے ساتھ مطلب سلمیٰ کو بھی بھیجا تاکہ ان کو راستہ بتائیں، الحدیث۔ اس کو الاصابہ میں مطلب کے عنوان کے تحت ذکر کیا۔ (ت)

؎اؑ فرمان اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد و بنی عامر کے نام تھا، خمیس میں ہے: وکتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مدارج میں ہے: اکثر ایشاں انصار بودند و بعضی از مہاجر اں² (ان میں اکثر انصار تھے اور کچھ مہاجر تھے۔ ت) نیز خمیس میں ہے:

لم يكن القراء المذكورون كلهم من الانصار بل كان بعضهم من المهاجرين مثل عامر بن فهيرة مولى ابي بكر الصديق ونافع بن بديل بن ورقاء الخزاعي وغيرهما رضي الله تعالى عنهم ³ ۔	مذکور تمام اقراء انصار نہ تھے بلکہ کچھ مہاجر بھی تھے، جیسا کہ عامر بن فہیرہ مولى ابو بکر الصديق اور نافع بن بديل بن ورقاء خزاعي وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم مہاجر تھے۔ (ت)

¹ الاصابة في تمييز الصحابة بحوالہ الطبرانی ترجمہ عبد المطلب السلمي ۸۰۲۹ مطبوعہ دار صادر بیروت ۳/ ۲۲۵

² مدارج النبوة سمریہ بر معونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۱۲/ ۱۳۳

³ تاریخ الخمیس سریة المنذر بن عمرو والی بر معونہ مطبوعہ مؤسسة شعبان بیروت ۱/ ۲۵۲

کتاباً الی رؤساء نجد و بنی عامر¹ (اور آپ نے نجد کے رئیسوں اور بنی عامر کے نام خط لکھا۔ ت) مدارج میں ہے: مکتوبہ برؤسائے نجد و بنی عامر نوشت²۔

رابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت، انہیں قرآن نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اس وقت اُڑا وہ سب اُن سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انہیں قرآن کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوت قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔ صحیح بخاری ف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: یتدارسون القرآن باللیل ویصلون³ (رات کو قرآن مجید اور نماز پڑھتے۔ ت) عمدة القاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد میں ہے: سواہ لکثرة قراءتہم⁴ (قراء اس لئے انہیں کہا گیا کہ کثرت سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ ت)

خامساً عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلہ بنی عامر نے ہر گز کمک نہ دی بلکہ صاف انکار کر دیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انہیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اس کا ذمہ ہر گز نہ توڑیں گے۔ مواہب لدنیہ میں ہے:

عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر قبیلہ کو مدد کے لئے آواز دی پس انہوں نے مدد سے انکار کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا ہم تیرے چچا البراء کا معاہدہ نہیں توڑیں گے کیونکہ اس نے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کا معاہدہ کر رکھا ہے۔ ت)	استصرخ علیہم بنی عامر فلم یجیبوہ، وقالوا لن تخفرا بآبراء، وقد عقدلہم عقداً وجواراً ⁵ ۔

¹ تاریخ الخمیس سریۃ المنذر بن عمرو الی بر معونہ مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۵۲

² مدارج النبوة سریۃ بر معونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۳۳

³ صحیح بخاری کتاب الجہاد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۱، صحیح بخاری کتاب المغازی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۵۸۲، مسند احمد بن حنبل از مسند انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳/ ۲۳۵ و ۲۷۰۔ شرح الزرقانی علی المواہب سریۃ بر معونہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴۵/ ۲

⁴ عمدة القاری شرح بخاری باب العون بالمدد مطبوعہ ادارة الطابعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳/ ۳۱۰

⁵ مواہب لدنیہ سریۃ بر معونہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۲۶

ف: صحیح بخاری میں یہ حدیث دو جگہوں پر منقول ہے اس میں یتدارسون کی جگہ یحطبون کا لفظ ہے البتہ یحطبون انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث شرح الزرقانی میں موجود ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

سیرت ابن ہشام میں ہے:

عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر کو اپنی مدد کے لئے پکارا تو انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تیرے چچا کا معاہدہ نہیں توڑیں گے الخ۔ (ت)	استصرخ علیہم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی مادعالہم الیہ وقالوا لن نخفر الی آخر ما مر ¹ ۔

خمیس میں ہے:

عامر بن طفیل نے بنو عامر کو مسلمانوں کے خلاف کاروائی کے لئے آواز دی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا تیرے چچا ابو براء کے ذمہ کو نہیں توڑیں گے الخ۔ (ت)	استصرخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لانخفر ذمۃ ابی براء عہک ² الخ۔

مدارج میں ہے: تمام بنی عامر از جنگ مسلمانان ابا آوردند³ (تمام بنو عامر نے مسلمانوں سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ ت)

سادماً: عامر بن طفیل کا حامل فرمان اقدس حرام بن لمحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو سلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو طبرانی نے ثابت بنانی سے انہوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت) اور عدواللہ عامر بن طفیل کفر پر مراکما فی صحیح البخاری عن اسحق بن ابی طلحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ صحیح بخاری میں اسحق بن ابی طلحہ سے انہوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت) صحیح بخاری شریف میں ہے:

یعنی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کافروں کو پیام اقدس پہنچاتے اور ان سے باتیں فرما رہے تھے کہ انہوں نے کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ (ت)	جعل یحدثہم فامواً والی رجل فاتاہ من خلفہ فطعنہ ⁴ ۔

امام حافظ الشان عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا: لم اعرف اسم الرجل الذی طعنہ⁵ مجھے اس

¹ سیرت ابن ہشام سریہ بر معونہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۸۵/۳

² تاریخ الخمیس، سریہ المنذر الی بر معونہ، مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت ۱/۵۲

³ مدارج النبوة سریہ بر معونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۲/۱۴۲

⁴ صحیح بخاری غزوۃ الریح و رعل و ذکوان الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۶

⁵ فتح الباری شرح البخاری غزوۃ الریح و رعل و ذکوان الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۸/۳۹۱

نیزہ مارنے والے کا نام معلوم نہ ہوا۔ زر قانی شرح مواہب میں ہے:

فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حرام بن ملحان اسلم وعامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انتھی من الفتح ^۱ ۔	طبرانی میں ثابت کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حرام بن ملحان کا قاتل مسلمان ہو گیا اور عامر بن طفیل کفر پر مراجعہ کیا کہ پہلے فتح الباری سے گزرا انتہی۔ (ت)

سابعاً: ان سب سے قطع نظر کے بعد اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ "جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بگولہ ہو گیا"۔ کتب سیر میں تصریح ہے کہ اس خبیث نے فرمان اقدس تک نہیں۔ سیرت ابن اسحق و سیرت ابن ہشام و مواہب لدنیہ میں ہے: لما اتاه لم یمنظر الی الکتاب^۲ (جب اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط ملا تو اس نے خط نہ پڑھا۔)

ثامناً: سخت غلطی فاحش یہ ہے کہ "منذر کو زندہ قید کر لیا" حالانکہ منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے، معالم التنزیل ف میں ہے:

قتل المنذر بن عمرو واصحابه الاثلاثة نفر كانوا فی طلب ضالة لهم ^۳ الخ	منذر بن عمرو اور اس کے ساتھی شہید ہوئے صرف وہ تین بچے جو ایک گم شدہ کی تلاش میں گئے تھے الخ۔ (ت)

مدارج میں ہے:

تمام اصحاب شہید شدند الامنذر بن عمرو وباو گفتند اگر خوانی ترا امان دہیم او امان ایثار قبول نہ کردو بالایشان مقاتلہ کردتا شہید شد ^۴ ۔	تمام صحابہ شہید ہو گئے مگر منذر بن عمرو کو انہوں نے کہا اگر تو چاہے تو ہم تجھے امن دیں مگر اس نے ان کا امن قبول نہ کیا اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (ت)

سیرتین ابنائے اسحاق و ہشام میں ہے:

لما رأوهم اخذوا سیوفهم ثم قاتلوهم حتی قتلوا من عند اخرهم یرحمهم اللہ	جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو کفار نے ان سے تلواریں چھین لیں اور پھر ان کو شہید کر دیا مگر انہوں نے

^۱ شرح الزر قانی علی المواہب سریہ بر معونہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۷/۲

^۲ مواہب لدنیہ سریہ بر معونہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۲۶، تاریخ الخلفاء سریہ منذر بن عمرو والی بر معونہ مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/

۴۵۳

^۳ معالم التنزیل

^۴ مدارج النبوة، سریہ بر معونہ، مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۱۲/۱۳۴

ف: معالم التنزیل میں منذر بن عمرو کا ذکر دو جگہ (ص ۴۱۷ و ۴۲۸) پر نظر سے گزرا ہے وہاں یہ عبارت نہیں مل سکی البتہ تاریخ الخلفاء میں معالم التنزیل کے حوالے سے یہ عبارت نقل کی ہے اس لئے تاریخ الخلفاء سے حوالہ نقل کیا ہے۔ نذیر احمد

الاکعب بن زید اخابن دینار بن النجار فانهم تركوه وبه رمق فارتت من بين القتلى فعاش حتى قتل يوم الخندق شهيدا يرحم الله¹	کعب بن زید، دینار بن نجار کے بھائی کو زخمی حالت میں چھوڑ دیا اور لاشوں میں سے وہ زندہ رہے اور بعد میں وہ اپنی زندگی میں جنگ خندق میں شریک ہوئے اور وہاں وہ شہید ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ (ت)

مواہب میں ہے: قتلوا الی اخرهم الا کعب بن زید² الخ (انہوں نے سب کو شہید کر دیا صرف کعب بن زید زندہ بچے الخ۔ ت) خمیس میں ہے: قتلوا من عند اخرهم الا کعب بن زید³ الخ (انہوں نے کعب بن زید کے علاوہ سب کو موقعہ پر شہید کر دیا الخ۔ ت) خود حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی۔

ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقتطعوهم فلم یبق منهم احد وانهم قالوا ربنا قومنا انا قدر ضینا ورضی عنا ربنا فانا رسولهم الیکم قدر ضوا ورضی عنهم⁴ رواه الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه۔	تمہارے بھائی مشرکین سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ان میں سے کوئی نہ بچا اور انہوں نے شہید ہوتے ہوئے یہ دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوا، حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کا پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں کہ وہ بھی اور اللہ بھی راضی ہوا۔ اس کو حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

فریب دہی عوام: جہالت و اغلاط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی "ضروری سوال" میں ضرور ہے:

فریب ا: حدیث مذکور ابن حبان ذکر کی جو صراحۃً مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمائی ہوتی تو مصنف "ضروری سوال" نے اس کا ترجمہ لکھ کر معاً جوڑ لگا دیا "یعنی سوا اس کے پیسیر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے" جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لئے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے

¹ سیرت ابن ہشام سریہ بزمعونه، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۸۵/۲

² مواہب لدنیہ سریہ بزمعونه مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۲۶

³ تاریخ الخمیس سریہ بزمعونه مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/۵۵۲

⁴ المستدرک علی الصحیحین کتاب الجہاد قول الشہداء بنای الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۱/۲

باقی بے ثبوت، اس مغالطے سے جو فائدہ اٹھانا چاہا اسے یہیں ظاہر بھی کر دیا کہ "اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نماز فجر میں نصرت چاہے، طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ابجد خواں عربی بتا سکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصلاً کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر پر نفی قنوت ہو۔

قریب ۲: قنوت نازلہ خود بھی غیر منسوخ مانی اگرچہ خاص ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہوئی تو علامہ طحطاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحب اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ "چنانچہ حاشیہ در مختار طحطاوی و علامہ شامی و اشباہ والنظائر وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے" حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لئے قنوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے طور پر نقل نہ کرنا درکنار جو عبارت ان کے نام سے نقل کی اس میں دو کارروائیاں کیں، ایک یہ کہ خود ان کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملادیئے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے، دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اس کلام سے ملادی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کا ہے، وہ نقل و ترجمہ ملخصاً یہ ہے: "وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معویہ نے پس قنوت بیچ واقع ہونے سختی اور فتنہ اور فساد اور غلبہ کفر اثر ار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غنیمت جان، اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازلہ سے اس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے حدیثوں میں، اور نہیں عہ خیال کیا جاوے گا اوپر غیر اس نازلہ کے اعنی ہر ایک نازلہ نہیں۔"	وقد قنت ابو بکر الصديق وعمر و على ومعوية فالقنوت في النازلة ثابت فافهم واغتنم قلت والمراد بالنازلة هناك هو الذي مذكور في الاحاديث ولا يقاس على غيره والله اعلم۔

ترجمہ اصل میں "فتنہ و فساد و غلبہ کفر اثر ار" لفظ بڑھادیئے کہ نرے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارت علماء میں نہ ان لفظوں کا اصلاً پتانہ اس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پیوند کا کوئی منشا، پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گھڑ کر عبارت سے ملادی اور اس کا ترجمہ اردو کیا کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت انہی علمائے فرمایا ہے

عہ اس خوبی علم کو دیکھئے کہنا یہ مقصود ہے کہ لایقاس علیہ وغیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جائے گا اور کہا یہ کہ لایقاس علی وغیرہ نہ قیاس کیا جائے گا اوپر غیر اس نازلہ کے۔ (م)

ورنہ یہ کہیں کا دور نہیں کہ اردو سارے میں جو بات اردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اردو کریں اور کلام علماء میں قلت ہزار جگہ ہوتا ہے تو صاف اسی طرف ذہن جائے گا کہ یہ کلام بھی اُنہی کا ہے۔

قریب ۳: اشباہ میں فرمایا تھا:

فائدة في الدعاء برفع الطاعون سئلت عنه فاجبت بآني لمدارة صريحا ¹ ۔	یعنی فائدہ طاعون دور ہونے کی دعا میں، مجھ سے اس کا سوال ہوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی۔

پھر غایہ شنی و فتح القدیر کی وہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازلہ کی قنوت پڑھے، پھر فرمایا:

فالقنوت عندنا في النازلة ثابت، ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل ² ۔	یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازلہ ہر شدت و سختی کو عام ہے مصباح و قاموس و صحاح کی عبارات مذکورہ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج و باج و ملتقط و کلام امام طحاوی ثبوت مؤکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اس کے لئے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سو اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جانے کو فرما رہے ہیں، لاجرم علامہ سید شرف طحطاوی نے حاشیہ مرقی الفلاح میں فرمایا:

في الاشباہ يقنت للطاعون لانه من اشد النوازل ³ ۔	یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھے اس لئے کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اب مصنف "ضروری سوال" کی سننے "اشباہ والنظائر" والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کر نہیں سکتا۔ اول تو سوال خاص قنوت طاعون سے ہونا بنا دیا کہ جو جواب گھڑا جائے گا وہ بالتخصیص صراحتہ اسی پر وارد ہو، پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھادیئے کہ "میں حکم کر نہیں سکتا" حالانکہ عبارت اشباہ

¹ الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲/ ۲۶۱

² الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲/ ۲۶۲

³ حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالتصریح اس میں قنوت کا حکم دینا موجود، اسے کس درجہ کی تحریف و بددیانتی و مغالطہ و فریب دہی کہنا چاہئے والعیاذ باللہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

مخالفتِ توبہ نامہ خود اس "ضروری سوال" سے بھی پیدا اولاً اس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام و علمائے عظام کی شان و عظمت کے خلاف الفاظِ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجے کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھی سے ہوئی میں اللہ اُن کل حضراتِ بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضراتِ سادات و علماء اہلِ سورت خواہ اہلِ بمبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظِ رکیکہ لکھے اس سے معافی چاہی اور "ضروری سوال" میں خود آپ اکابرِ سابقین علمائے عظام و فقہائے کرام و ساداتِ فہام مثل امامِ نووی و امام ابن حجر و امامِ طیبی و علامہ ابن ملک و محقق زین العابدین ابن نجیم و مولینا علی قاری مکی و سید علامہ شامی و امثالہم کو معاذ اللہ کذب و بہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ الفاظِ رکیکہ نہ ہوں گے۔

ثانیاً: اس میں لکھا تھا "واللہ باللہ میں مذاہبِ اربعہ کو سچے دل سے حق مانتا ہوں" یہاں صراحۃً قنوتِ فجر کو کہ مذہبِ امام مالک و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے بدعت و ضلالت و فی النار بتایا اور ہر قنوتِ طاعون و وبا کو کذب و بہتان ٹھہرایا، شرحِ خفیۃ سے قطع نظر بھی کیجئے تو ائمہ شافعیہ کے یہاں اس کی صریح تصریحیں موجود، اور امام ابن حجر مکی نے خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیانِ مذہب میں اسے ذکر فرمایا۔

ثالثاً: اسی میں لکھا تھا: "جمہورِ علماء کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذر و نیازِ عرفی میں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کر دیا ہے اور مستحسن کر رکھا ہے تو ہم انہی کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات سے باز آ کر اولیاء کی نذر و نیازِ عربی جو فی زمانہ خاصاً معاموں میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوالِ جمہورِ علماء ہو اس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں نہ ظاہر ارشادِ جمیع متون پر اقتضار لیا نہ طریقہ مصرحہ جمہورِ شارحین اختیار کیا، سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ "ضروری سوال" کی مخالفتیں تھیں۔

رابعاً: شرائطِ بحث میں تو صراحۃً اس توبہ کو توڑ دیا نذر و نیازِ عرفی اولیائے کرام قدست اسرار ہم جو فی زمانہ مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لا جرم توبہ نامے میں جمہورِ علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائطِ ثلثہ کی بحث میں قرونِ ثلثہ کے متاخرین متقدمین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ سندِ دین میں اصول و فروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہئے یعنی صحابہ و تابعین و

تبع تابعین اور اس پر عمل بھی جاری ہوا۔ بولے وہابیت پیدا ہونے کو اڈلا دینا ضروری سوال ہی کی وہ تقریریں کہ "یہ ارشاد فقہا کذب و بہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ بدعت و ضلالت و فی النار ہے" کافی تھیں۔

حالاً: مگر شرائط بحث میں تو صاف صاف وہی معمولی تقریر وہابیہ کہ "قرونِ ثلاثہ کی سند معتبر ہے" باقی سب باطل صراحۃً لکھ دی اور اس کے ساتھ اور تنگی بڑھادی کہ صحابہ و تابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہابیت کی ہیں۔

رباعاً: اور شرط لگائی کہ "کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا" ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہیہ متون و شروح و فتاویٰ کسی میں ذکر اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتادی کہ کتب فقہ مہمل و ناقابل عمل ہیں ان کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے گا، یہ اول نمبر کی وہابیت غیر مقلدی ہے ان وجوہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم وہابیت پر باقی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہوا کہ "ضروری سوال" کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے۔ وہ سراسر غلطیوں سے بھری ہے، سب سے صحیح بتائے سخت جاہل و نا فہم ہے، "ضروری سوال" کا مصنف علم دین سے بہرہ نہیں رکھتا، وہ نہ عبارت سمجھ سکتا ہے، نہ ترجمہ کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب "سمجھنا تو بڑا درجہ ہے، وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع و مضر میں تمیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلمات علماء کو بدلنا، گھٹانا، بڑھانا، مغالطہ، عوام کو کچھ کا کچھ مطلب بنانا، علاوہ ہے "ایسا بے علم و کج فہم ہر گز فتویٰ دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اسے فتویٰ پر اعتماد ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ الناس رؤساً جهاً لا فستلوا فتواً بغیر علم فضلو واضلوا ¹ ۔	لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اور وہ کو بھی گمراہ بنائیں گے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کرے گا گمراہ ہو جائے گا "نیز اس کے اقوال و کلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشادات علماء کو کذب و بہتان بتاتا اور "مذہب اہل حق کو ضلالت و فی النار بتاتا اور "تمام کتب فقہ کو مہمل و بیکار ٹھہراتا ہے "اس نے اپنی توبہ توڑی اور "قدیمی وہابیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہئے کہ بحکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا

¹ صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰/۱، صحیح مسلم کتاب العلم باب رفع العلم و قبضہ الخ مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی ۲۰/۱۲

اندیشہ ہے ایسی حالت جو اس کی اعانت کرے مگر ایسی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ متد گزرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ کی دو م کا برخلاف توبہ اول سچا ہو ناظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے گا مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر اس کا جہل زائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام سنی المذہب بحمد اللہ ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان ائمہ و فقہاء و کتب فقہیہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے۔ اللہ عز و جل خذلان سے بچائے اور بطفیل چاہائے بندگان بارگاہ بیکن پناہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفیق علم و عمل عطا فرمائے آمین آمین آمین والحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و آلہ صحبہ اجمعین آمین۔

واللہ تعالیٰ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ و جل مجدہ اتم و احکم کتبہ محمد بن المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد بن النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔	اور اللہ تعالیٰ پاک و بلند زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم اور زیادہ محکم ہے۔ اس کو لکھا محمد المعروف حامد رضا بریلوی نے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پیارے امی نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلہ سے معاف فرمائے۔ (ت)

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص، باقی اس میں ناجائز، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں، مصنف "ضروری سوال" کی تحریروں نے اس کی جہالت و بطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلمہ القریب الحجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہ تعالیٰ مضرت دینی سے محفوظ رہیں۔

وباللہ العصمة واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم کتبہ عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد بن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	اللہ کی رحمت سے ہی حفاظت ہے اور اللہ تعالیٰ سبحانہ، زیادہ علم والا ہے۔ اس کو گنہگار بندے احمد رضا بریلوی نے لکھا اسے حضرت محمد مصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۹۶: از رنگون گلی نمبر ۲۵، دکان نمبر ۴۴۵ مسئلہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین روز سے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی

سلطان کے واسطے دعائے ناکتہ ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لایقنت فی غیرہ^۱ غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے، مگر محققین شرح نے باتباع امام طحاوی وقت نازلہ و حدود بلائے عام نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے، اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کماحققناہ فی النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقليد (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء التقليد" میں تحقیق کی ہے۔ ت) در مختار میں ہے: لایقنت لغیرہ الا نازلہ^۲ (صرف مصیبت میں قنوت نازلہ پڑھے۔ ت) غنیہ میں ہے: ہو مذہبنا وعلیہ الجمهور^۳۔ (یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ ت) ردالمحتار میں کلام امام طحاوی نقل کر کے فرمایا:

هو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلوٰۃ الفجر دون غیرہا من الصلوٰۃ الجہریۃ والسریۃ ^۴ ۔	یہ اس بات کی صراحت ہے کہ قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز کے لئے مختص ہے دوسری جہری یا سری نمازوں میں ہیں۔ (ت)

امام کو چاہئے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعائی میں پڑھیں، ہاں اگر امام قنوت با آواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر با آواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہ جسر بآئین نماز میں مکروہ ہے، پھر علماء کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے، اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہئے۔ ردالمحتار میں ہے:

هل المقتدی مثله امر لا وهل القنوت قبل الركوع	کیا قنوت نازلہ پڑھنے میں مقتدی بھی امام کی طرح پڑھے یا نہیں، اور کیا قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے

^۱ کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۴۱

^۲ ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱۱/۹۴

^۳ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صلوٰۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۲۰

^۴ ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۴۹۶

یابعد میں، مجھے یہ تفصیل نظر نہیں آئی، مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے لیکن جب امام قنوت پڑھنے میں جسر کرے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ آمین کہے، اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، اس کے بعد مجھے شربلالی کا قول مراقی الفلاح میں ملا جس میں انہوں نے رکوع کے بعد کی تصریح کی ہے اور حموی نے رکوع سے قبل ظاہر قرار دیا لیکن زیادہ واضح یہی ہے جو میں نے کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اقول: بلکہ حموی کا قول زیادہ مقبول ہو کیونکہ فتح القدیر کا قول یہ ہے کہ "جب رکوع سے قبل کو ترجیح ہے تو رکوع کے بعد قنوت کا محل نہ رہا" اھ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ قومہ کلیۃ قنوت کی محلیت سے باہر ہے تحقیق یہی ہے، ہاں اگر کوئی ایسے امام کی اقتداء میں ہے جو رکوع کے بعد وتر میں قنوت پڑھتا ہے تو نمازی کو چاہئے کہ وہ اس امام کی اتباع کرے اس میں اتفاق ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	اوبعدہ لم ارہ والذی یظہر لی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جہر فیؤمّن وانہ یقنت بعد الركوع ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بأنہ بعدہ واستظہر الحموی انہ قبلہ والاظہر ما قلناہ واللہ تعالیٰ اعلم^۱ اقول: بل الاحق بالقبول ما قال السيد الحموی لقول الفتح ولما ترجح ذلك خرج ما بعد الركوع من كونه محلا للقنوت اھ وقال ایضاً وهذا تحقیق خروج القومة عن المحلیة بالکلیة الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الركوع فانه یتابعہ اتفاقاً^۲ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۷: از کراچی گاڑی حاطہ مولیڈنہ مبین محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا حنفی امام نماز فجر میں دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو باواز بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولا یقنت فی غیریہ (غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ ت) مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون و وباء وغیرہ، تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نماز فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے کما فضلناہ فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل کردی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۸: سائل مذکور الصدر

حنفی امام بسم اللہ و امین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو شافعی

^۱ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۴۹۶

^۲ فتح القدیر باب صلوۃ الوتر نوریہ رضویہ سکر ۱۱/ ۳۷۴

طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ یہ فعل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگانہ حالتیں مثلاً کوئی رکوع میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں تھا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) بے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہوگا اسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اس کی اقتداء نہ کریں۔
(۲) جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہو لیا اور پھر امام کا اس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہو اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد، رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی، ورنہ ہو گئی اور اس میں بد نظمی ہوئی اس کا وبال امام کے سر پر، ائمہ دین نے توجہ و عیدین میں سجدہ سہو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعث وحشت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ یہ وہ بعد ختم نماز ہے کہ عین وسط نماز میں، بے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعث فتنہ ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۹: از کراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جزل مرچنٹر سلسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع

الآخر ۱۳۳۶ھ

امام حنفی المذہب در وقت حدوث حادثہ و نازلہ طاعون و وباء در رکعت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ دفع الوباء روز یا ہفت روز خواند آیا دریں صورت ایں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کسے ایں امام را باعث مرتکب شدن فعل صدر وہابی و غیر مقلد خوانست پس حکم او چیست۔	کسی حادثہ یا طاعون کی وباء وغیرہ کے پھیلنے کے موقعہ پر حنفی امام فجر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت مرویہ اور اس کے ساتھ چند مزید عربی الفاظ جو دفع بلاء کے لئے تین یا سات روز پڑھے تو کیا یہ فعل جمہور احناف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص امام کے مذکور عمل کی بنا پر امام کو وہابی اور غیر مقلد کہہ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

حنفی محققین مثلاً امام طحاوی، امام ابن ہمام وغیرہما بڑے حضرات نے مصیبت کے نزول پر قنوت نازلہ کے عمل کا اثبات کیا ہے، اور اس معاملہ میں وہابیت	قنوت در نازلہ محققین حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن ہمام وغیرہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل برویچ علاقہ بوہلایت

اور غیر مقلدیت کا کوئی دخل نہیں جو یہ طعنہ دے وہ جاہل ہے اسے سمجھنا چاہئے، اور عوام کے مجمع میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں نفرت پیدا کرے اور غیبت بنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے نفرت کی بجائے خوشی کا سامان بنو۔ اسی لئے ائمہ کرام نے ایسی قرائت جو لوگوں میں معروف و مانوس نہیں ہے پڑھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں شکوک و شبہات کا فتنہ نہ بنے اگرچہ تمام قرائت برحق ہیں، جیسا کہ علامہ ابراہیم حلبی کی غنیہ وغیرہا میں ذکر فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	و غیر مقلدی ندارد و ہر کہ بایں طعنہ زندہ جاہل ست تفہیم باید کرد آنجا کہ مجمع ہجو عوام باشد اقدام بایں کار نباید کرد کہ باعث تنفر و فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر و اولات تنفروا^۱ ائمہ منع فرمودہ اند کہ پیش جہال قراء تہائے کہ گوش او باو آشنا نیست خوانند تا مخر بقنہ ایشان نشود اگرچہ ہمہ قراء تہا یقینا حق ست کما فی غنیۃ العللۃ ابراہیم الحلبی وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۳۹ھ

از بمبئی ۳ مسئلہ محمد سعد اللہ گلی خطیب زکریا مسجد

مسئلہ ۱۱۰۲ تا ۱۱۰۰ :

ماقولکم دام فضلکم (علمائے کرام اللہ تعالیٰ تمہارے فضل و کرم کو قائم و دوام فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) نظر بر مصائب حاضرہ جنہوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض مفتین جہری فرض نمازوں میں باواز بلند قنوت خوانی کا فتویٰ دیتے ہیں نمونہ فتویٰ مولوی کفایت اللہ دہلوی کا لافہ ہذا ہے علمائے احناف اہلسنت کے نزدیک: (۱) وقت نازلہ قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں؟ (۲) بعد سماع اللہ لمن حمد ہاتھ اٹھا کر بجز پڑھی جائے یا کس طرح؟ (۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے؟ بیّنوا اجرکم اللہ

الجواب:

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شراح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہئے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) اس ہندوستان میں اسلام اس وقت خود مسلمان کھلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ صحیح بخاری کتاب العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

وہ رکعت ثانیہ میں بعد قرات ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۳: از دھامپور محلہ موچیاں ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور مسئولہ غلام محمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گمرہان دام افصالہ، بعد ادائے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھام پور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام صاحب دعا باواز بلند پڑھتا ہے اور مقتدی باواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہ، سجدہ میں جا کر سلام پھیرتے ہیں، عالی جاہ! ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز؟ یا کہ کسی اصحاب نے یا کہ امامین میں سے کسی نے پڑھی ہے؟ اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہو جاتی ہے؟ ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شراب نے اجازت دی ہے اس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے:

اول: بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کماحقہ السحقی علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

دوم: امام کا جس سے دعا پڑھنا مخالف قرآن کریم و مذہب حنفی ہے۔

سوم: یونہی مقتدیوں کا آمین بالجسر۔

چہارم: قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے اور بعض کتب میں نماز جسر واقع ہوا، پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کر لیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہ ہوا، وہ مذہب میں صاحب قول نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۴ تا ۱۱۰۵: از کوہ کسوٹی کمریٹ روٹی گودام مسئولہ عبداللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سنا کرتا ہوں کہ:

(۱) اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز واجباً پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا، نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرض نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب۔ سخت حیرت اور تعجب کا مقام، میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنیٰ، اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے۔

(۲) اس خادم کی نظر سے ربع اول "مظاہر حق" جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مندرجہ ذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بفرمان ربی اس کو ترک کر دیا، فصل اول کتب مذکور:

وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لاحد قنت بعد الركوع فربما قال اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اللہم انج الولید وسلمۃ بن ہشام وعیاش بن ابی ربیعۃ اللہم اشدد وطأتک علی مضر سنین کسنی یوسف یجہر بذلك وکان یقول فی بعض صلواتہ اللہم العن فلانا وفلاناً لاحیاء من العرب حتی انزل اللہ لیس لک من الامر شیئی الا یہ متفق علیہ وعن عاصم الاحول قال سئلت عن انس بن مالک عن القنوت فی الصلوٰۃ کان قبل الركوع	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دعا فرمانے کا ارادہ فرماتے تو کبھی رکوع کے بعد سمع اللہ کہہ کر یوں فرماتے: اے اللہ! ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت پکڑ، ان پر قحط نازل فرما جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط نازل ہوا، اور یہ بدعالمند آواز سے پڑھتے اور کبھی آپ کسی نماز میں یوں پڑھتے: اے اللہ! فلاں وفلاں پر لعنت فرما۔ اس سے مراد عرب کے بعض قبائل مراد ہوتے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے پیارے حبیب! یہ معاملہ آپ کے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور حضرت عاصم احول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

کہ کیا نماز میں قنوت رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں، تو انہوں نے فرمایا پہلے تھی، حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کیونکہ آپ نے قراء کی ایک جماعت کو تعلیم کے لئے بھیجا تو ان کو راستہ میں شہید کر دیا گیا، تو اس واقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد قائلین پر بددعا فرمائی (متفق علیہ) کتاب مذکور کی دوسری فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور جب نماز کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد سمیع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس وقت عرب کے قبائل بنی سلیم، ذکوان اور عصبیہ پر بددعا فرماتے اور مقتدی آمین کہتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ قنوت ایک ماہ پڑھ کر پھر چھوڑ دی، اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

ابو بکرہ قال قبلہ انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الركوع شهرا انه كان بعث اناسا يقال لهم القراء فاصيبوا فقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الركوع شهرا يدعوا عليهم متفق عليه فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا متتابعاً فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلوة الصبح اذا قال سمیع اللہ لمن حمدہ من الركعة الاخيرة يدعوا علی احياء من بنی سلیم، رعل وذكوان وعصبية ويومن من خلفه رواه ابوداؤد، وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شهرا ثم تركه۔ رواه ابوداؤد والنسائی۔

چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آمین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آمین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اُٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آمین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس بہتی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے، مذہب حنفی کے سب پیرو ہیں، امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادا میں اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے بسبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں ان کے لئے ایسا نادر شاہی حکم بہت گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کہ "زبردست مارے رونے نہ دے"، اور خفیہ "قہر درویش بر جان درویش" کے مصداق

ہور ہے ہیں۔ والسلام

الجواب:

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ وتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں، تنویر الابصار وغیرہ میں ہے: ولا یقننت فی غیرہ^۱ (غیر میں قنوت نہ کرے۔ ت) مگر امام طحاوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لئے بھی قنوت جائز رکھی، اسی بارے میں حدیث ہے:

قنوت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا علی عدة قبائل من الکفار ^۲	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرب کے چند قبائل کے خلاف قنوت ایک ماہ پڑھی۔ (ت)

اس کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون ووبایا غلبہ کفار والعیاذ باللہ تعالیٰ اس کے دفع کی دعا کی جائے گی، تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلوٰۃ الجهر فمصحف من صلوٰۃ الفجر (جو بعض کتب میں آیا ہے کہ جسروالی نماز تو یہ "جسر" بدل گیا ہے اصل فجر ہے۔ ت) اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قرأت قبل رکوع ہولان ما بعد الركوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الفتح (کیونکہ رکوع کے بعد قنوت کا محل نہیں ہے جیسا کہ محقق نے اسے فتح میں ثابت کیا ہے۔ ت) اور امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں لانہ دعاء وسنہ الدعاء الاخفاء (کیونکہ وہ دعائے اور دعا کا طریقہ اخفاء ہے۔ ت) جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جو از ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اس کا جنازہ نہ اٹھائیں، یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اللہ و رسول پر افتراء اور نئی شریعت دل سے گھڑنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور حکم ظواہر احادیث خود کافر بنانا ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد بآء بہ احدهما (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں میں سے ایک اس کو اپنے پر وارد کرے گا۔ ت) اور آمین بالجسر مذہب حنفی میں کہیں نہیں، ہاں اشرار، وقت نازلہ قنوت اسی طریقہ پر روار کھتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا رایتونی اصلی^۳ (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

^۱ کنز الدقائق باب الوتر والنوافل، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱

^۲ شرح معانی الآثار باب القنوت فی صلوٰۃ الفجر وغیرہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۲۸

^۳ سنن الدار قطنی باب فی ذکر بالاذان والامامة مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۲۷۳

والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (اور ترک دعا بوجہ قضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی ممانعت، نفس دعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ ۱۱۰۶: از دمن قریب سورت بخدمت جناب مولینا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالیٰ) واز انجا بفرض تحقیق نزد فقیر ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کس مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟ خاص کرایام و بائے طاعون میں اور اس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخری رکعت میں قبل رکوع کے یا قومہ میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام آواز بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں بینوا تو جروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ اللهم لك الحمد (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے۔) عامہ بلکہ عام متون مذہب میں در بارہ و ترار شاد ہوا:

لا یقننت فی غیرہ و کذا صرحوا ان البامومر لا یتبع امامہ القانت فی الفجر و عللوه بانہ منسوخ و انہ محدث ^۱	غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی اس امام کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے پیروی اس معاملہ میں نہ کریں، اور انہوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ منسوخ ہے لہذا یہ نئی چیز ہے۔ (ت)

اور محققین شارح مثل امام ابن البام و علامہ سروجی و امام عینی شارحین ہدایہ و علامہ شمشی شارح نقایہ و علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ و علامہ زین بن نجیم شارح کنز و علامہ شرنبلالی شارح نور الایضاح و علامہ علائی شارح تنویر و علامہ سید حموی شارح اشباہ و علامہ نوح آفندی و علامہ سید ابوالسعود ازہری محشی کنز و علامہ سید محمد شامی محشیان درر وغیرہ یہ تجعیت امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہنگام نزول مثل طاعون وغیرہ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) صرف نماز فجر میں تجویز قنوت کی تنقیح و تنقید اور اطلاق متون کی اس سے تقیید فرماتے ہیں۔ غنیہ المستملی و مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے:

وہو مذہبنا وعلیہ الجہور ^۲ اھ و قد صبح	یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اس کے قائل ہیں اھ

^۱ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

^۲ غنیۃ المستملی صلوٰۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

اور اس بارے میں صحیح حدیث بخاری اور مسلم وغیرہما میں موجود ہے اور وہ حضرت انس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر، عمر فاروق، علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کاقنوت کے بارے میں عمل اس حدیث کے مطابق تھا، میں کہتا ہوں یہ وہ مسئلہ نہیں جس میں کھنچاؤ پایا جائے۔ (ت)	به الحديث في الصحيحين وغيرهما عن انس وابي هريرة وغيرهما رضي الله تعالى عنهم قالوا وهو محمل ما روى من قنوت امراء المؤمنين الصديق و الفاروق و المرتضى و معاوية وغيرهم رضوان الله تعالى عليهم، قلت وليست المسئلة مما تجرى فيه المماكسة۔

پھر بر تقدیر قنوت بلاشبہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ الحجب نے اختیار فرمائی کہ امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں۔

اقول: ہمارے ائمہ کرام سے متاخرین اور ہمارے مشائخ عظام نے وتر کی قنوت کے بارے بحث میں جو فرمایا کہ یہ قنوت جس پڑھی جائے یا آہستہ، تو آہستہ پڑھنا ہی مختار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے، جیسا کہ قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور یہ کہ کیا مقتدی صرف آمین کہیں یا وہ بھی قنوت پڑھیں، تو ان کا قنوت پڑھنا صحیح و مختار ہے جیسا کہ محیط اور مذکور شرح وغیرہما میں ہے۔ اور اس بات کی وجہ یہ ہے کہ قنوت وتر جو کہ اللهم اننا نستعينك الخ ہے کی قرآن سے مشابہت ہے جیسا کہ فقہاء نے بیان کیا ہے لہذا جس طرح قرآن کا جس طرح قرآن کے مشابہ چیز کا بھی امام جس طرح قرآن کی مشابہت والی چیز کی بھی مقتدی قرات نہ کرے جیسا کہ حلیہ، غنیہ، بحر وغیرہما میں تقریر کی گئی ہے	اقول: وما وقع من الخلف بين ايئتنا الكرام ومشائخنا الاعلام في قنوت الوتر هل يجهره ام يسره هو المختار، كما في الهداية وهو الاصح، كما في المحيط والصحيح، كما في شرح الجامع الصغير لقاضي خاں وهل يؤمن المأموم ام يقنت وهو السحيح المختار، كما في المحيط والشرح المذكور وغيرهما فانما منشؤه ان لقنوت الوتر اللهم انا نستعينك الخ شبهة القرآن على ما ذكره فكما يجهر الامام بالقرآن فكذا بما فيه شبهته وكما لا يقرؤ الموتم القرآن فكذا ماله شبهته كما قرره في الحلية و الغنية والبحر وغيرها

ولا کذاک قنوت النوازل وانما هو دعاء محض فیشتک فیہ الامام و الباموم ویخفیانہ کسائر دعیۃ فانہ ہوا المندوب الیہ فی الدعاء۔	جبکہ قنوت نوازل کا یہ مقام نہیں ہے وہ تو محض دعا ہے جس میں امام اور مقتدی مساوی شریک ہیں لہذا دونوں اس کو آہستہ پڑھیں گے، جس طرح تمام دعاؤں میں مستحب یہ ہے کہ آہستہ پڑھا جائے۔ (ت)

مگر انشاء واجب نہیں کہ جسر گناہ ہو۔

وقد صرحوا بانہ اذا جهر سہوا بشیئ من الادعیۃ والاثنیۃ لایجب علیہ السجود ^۱ کما فی رد المحتار ولو وجب لوجب کما لایخفی۔	جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر کوئی شخص بھول کر کوئی دعا و ثناء جسر سے پڑھے تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا جیسا کہ رد المحتار میں ہے اور اگر قنوت نازلہ یاد کا انشاء واجب ہوتا تو اس کے جسر سے سجدہ سہو واجب ہوتا جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

پھر اگر امام جسر کرے تو بنظر حشمت امامت مقتدیوں کا اس کی دعا پر آہستہ آئین کہنا ہی اس سے جدا اپنی اپنی متفرق دعا میں
مشغول ہونے سے اولیٰ ہے کما استظہرہ العلامة الشامی (جیسا کہ علامہ شامی نے اس کو ظاہر قرار دیا ہے۔ ت)
رہا یہ کہ قول بقنوت نازلہ پر اس کا محل قبل رکوع ہے یا بعد۔ مشائخ مذہب و علمائے متقدمین سے اس باب میں کوئی قول منقول
نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی، علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر، علامہ شامی نے اسی کو ظاہر کہا، علامہ
سید حموی نے فرمایا: قبل رکوع چاہئے، علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا۔ علامہ طحاوی نے فرمایا: مقتضائے نظر تخییر ہے چاہے
قبل پڑھے یا بعد۔ شرح نور الایضاح میں ہے:

قال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ انما لایقننت عندنا فی الفجر من غیر بلیۃ فان وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا بأس بہ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای بعد الركوع کما تقدم ^۲ ۔	امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک کسی مصیبت و بلاء کے نزول کے بغیر فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی فتنہ یا بلاء واقع ہوتی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے یعنی رکوع کے بعد پڑھے جیسا کہ پہلے گزرا ہے (ت)

^۱ رد المحتار باب سجود السجود مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۲/۲

^۲ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

فتح المعین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے:

ظاہرہ انہ لوقنت فی الفجر لبلية انہ یقنت قبل الركوع ¹ ۔	اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نزول بلاء کے موقع پر قنوت پڑھے تو رکوع سے قبل پڑھے۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی میں ہے:

قال الحموی وینبغی ان یکون القنوت قبل الركوع فی الركعة الاخيرة ویکبر له ² ۔	حموی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے قنوت آخری رکعت کے رکوع سے قبل پڑھے اور اس کے لئے تکبیر بھی کہے۔ (ت)

قول شرنبلالی ای بعد الركوع (یعنی بعد رکوع۔ ت) پر لکھا: هذا یخالف ما قدمناه عن الحموی³ (یہ حموی سے مروی
کے خلاف ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے:

الذی یظہری ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جهر فیومن وانه یقنت بعد الركوع لاقبلہ بدلیل ان ماستدل به الشافعی علی قنوت الفجر وفیه التصریح بالقنوت بعد الركوع حملة علمائنا علی القنوت للنازلة ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بأنه بعده واستظهر الحموی انه قبلہ والاظهر ما قلناه ⁴ ۔	میرے نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ مقتدی بھی امام کی پیروی میں پڑھے لیکن اگر امام قنوت پڑھنے میں جسر کرے تو پھر مقتدی صرف آمین کہے اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، پہلے نہ پڑھے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فجر میں قنوت پڑھنے پر استدلال کیا ہے، اس حدیث میں بعد از رکوع کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں بعد از رکوع قنوت کو قنوت نازلہ پر ہمارے علماء نے محمول کیا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں بعد از رکوع کی تصریح کی ہے اور حموی نے قبل از رکوع کو ظاہر قرار دیا ہے جبکہ زیادہ واضح وہ ہے جو میں نے کہا ہے (ت)

¹ فتح المعین باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/ ۲۵۲

² حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

³ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

⁴ رد المحتار مطلب فی القنوت للنازلة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۴۹۶

طحاوی علی الدر المختار میں ہے:

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل قبل از رکوع کے بارے میں مروی ہے یہ امام مالک کا قول و مسلک ہے اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل بعد از رکوع، مروی ہے اور یہ امام شافعی کا قول و مسلک ہے، غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے، اور شرنبلالی نے بعد از رکوع کو ذکر کیا ہے۔ (ت)	قلت قد ورد فعله قبله وبه قال الامام مالك وبعده وبه قال الامام الشافعي بمقتضى النظر التخيير وذكر الشرنبلالي انه يقنت بعد الركوع ¹ ۔

اقول: اس قضیہ نظر میں نظر ہے۔

ہمارے نزدیک مجتہدین کے اختلاف کا مطلب دونوں طرح کی مساوات نہیں ہے جبکہ ہمارے مذہب اور ہمارے اصول کی ایک قول تائید کرتا ہے تو وہ رائج ہے۔ (ت)	فليس اختلاف المجتهدين قاضياً بالتسوية عندنا اذا كان احد القولين اليق بذهبن واقعاً باصولنا۔

اور فقیر کے نزدیک اقرب و انسب مختار سید علامہ حموی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

جب قبل از رکوع قنوت پڑھنا ترجیح پا چکا ہے تو اب رکوع کے بعد قنوت کا محل ختم ہو گیا اسی لئے امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از رکوع قنوت پڑھنے کو بھول جائے اور رکوع سے کھڑا ہو جائے تو اب یاد آنے پر قنوت نہ پڑھے (ت)	لماترجح ذلك خرج ما بعد الركوع من كونه محلاً للقنوت فلذا روى عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى انه لو سهي عن القنوت فتذكره بعد الاعتدال لا يقنت ² ۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت نوازل مقتدی قبلیت و بعدیت میں اتباع امام کرے گا اور اگر امام بعد رکوع پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا۔

کیونکہ جب وتر کی قنوت میں مقتدی رکوع کے بعد پڑھنے میں امام کی پیروی کر سکتا ہے حالانکہ ہمارے مذہب میں قبل از رکوع قنوت پر تصریح موجود ہے تو اس قنوت نازلہ میں بطریق اولیٰ امام کی پیروی کر سکتا ہے (ت)	فانه اذا كان يتابعه في قنوت الوتر بعد الركوع مع نص المذهب انه قبل الركوع فهذا اولی۔

¹ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۸۱

² فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۴

فتح القدر میں ہے:

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ قومہ قنوت کے محل سے خارج ہے مگر جب ایسے امام کی اقتداء کی ہو جو تروں میں بعد از رکوع قنوت پڑھنے کا قائل ہو تو پھر امام کی پیروی کرے، باتفاق یہ حکم ہے اھوالہ تعالیٰ اعلم (ت)	هذا يحق خروج القومة عن المحلية بالكلية الا اذا اقتدى بمن يقنت في الوتر بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقاً¹ اھوالہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفع طاعون ووباء کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجوا۔

الجواب:

وقت نزول نوازل وحلول مصائب اُن کے دفع کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اس کی مستمر غیر منسوخ۔

بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں اور حافظ نسائی نے اپنی سنن میں اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں، احمد بن یونس نے خبر دی کہ زائدہ نے تیمی اور انہوں نے ابو مجلز سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت پڑھتے ہوئے رعل اور ذکوان پر ایک ماہ بدعا فرمائی، اور مسلم نے معتمر عن سلیم التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ الفاظ کہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ فجر کی نماز میں رکوع کے بعد رعل، ذکوان اور عصیہ کے خلاف قنوت کے ذریعہ بدعا فرمائی اور فرمایا عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اور امام مسلم کی صحیح میں بھی یہ ہے کہ محمد بن	روی الامام البخاری والامام مسلم في للبخاری قال اخبرنا احمد بن يونس ثنا زائدة عن التيمي عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا يدعو على رعل وذكوان² ولفظ المسلم من طريق المعتمر عن سليمان التيمي عن ابی مجلز عن انس ابن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا بعد الركوع في صلوٰۃ الصبح يدعوا على رعل وذكوان ويقول عصية عصت الله ورسوله³۔ وفي صحيحه

¹ فتح القدر باب الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۱/ ۳۷۴

² صحیح بخاری کتاب الغازی، باب غزوة الرجیع الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۵۸۷

³ صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۱/ ۲۳۷

مہران نے اپنی سند کے ساتھ ابو سلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر قنوت پڑھی اور قنوت میں یہ پڑھا: اے اللہ! نجات دے ولید کو، اے اللہ! نجات دے سلمہ بن ہشام کو، اے اللہ! نجات دے عیاش بن ابی رعبیہ کو، اے اللہ! نجات دے ضعیف مومنوں کو۔ اے اللہ! اپنی سخت پکڑ فرما مضرب، اے اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جتنے سال یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے بدعا چھوڑ دی تو میں نے دل میں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعا چھوڑ دی اور کہا کہ مجھے کہا گیا کہ وہ حفاظ آگئے تمہارا کیا خیال ہے۔ (ت)	ایضاً حدثنا محمد بن مہران الرازی فذكر بأسناده عن أبي سلمة عن أبي هريرة حدثهم أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قنت بعد الركعة في صلوات شهرا، إذا قال سمع الله لمن حمده يقول في قنوته اللهم انج الوليد بن الوليد، اللهم انج سلمة بن هشام، اللهم نج عياش بن أبي ربيعة، اللهم انج المستضعفين من المؤمنين، اللهم اشدد وطأتك على مضرب، اللهم اجعلها عليهم سنين كسني يوسف، قال أبو هريرة ثم رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ترك الدعاء بعد، فقلت أرى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قد ترك الدعاء لهم، قال فقليل وما تراهم قد قدموا¹۔

عبدالرزاق، حاکم، دارقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روای: انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا²۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ قنوت تاحیات پڑھتے رہے۔ (ت)

یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر، برخلاف شافعیہ کہ انہیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں صریح نوازل ہیں اور واردان پر محمول، پس حاصل یہ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد واما قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہو جاتی بوجہ ارتفاع ضرورت ترک فرماتے اور مشروعیت

¹ صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۱/ ۲۳۷

² المصنف عبدالرزاق باب القنوت، حدیث ۳۹۶۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۰/ ۲، سنن الدار قطنی باب صفۃ القنوت الخ مطبوعہ نشر السنۃ

اس قنوت کی کتب خفیہ میں بھی مصرح جیسا کہ اشباہ،^۲ در مختار،^۳ بحر الرائق،^۴ غایت،^۵ ملتقط،^۶ سراج،^۷ شرح نقایہ شنی،^۸ فتح القدير ابن الممام،^۹ کلام رئیس الحنفیہ امام ابو جعفر بن سلامہ طحاوی وغیرہ سے ثابت متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا اشار حین کرام نے قنوت نوازل کو اس سے استثناء فرمایا۔

در مختار میں ہے کہ غیر وتر میں صرف قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے اور قنوت نازلہ امام جہری نماز میں پڑھے، اور بعض نے کہا تمام نمازوں میں پڑھے، اور بحر الرائق میں ہے کہ شرح نقایہ میں غایہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور محدثین نے کہا کہ قنوت نازلہ تمام نمازوں میں جائز ہے۔ اور الاشباہ والنظائر "طاعون کو ختم کرنے میں دعا کا فائدہ" میں ہے قاہرہ میں ۹۹۹ھ میں طاعون کے موقع پر مجھ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا کہ یہ صریح طور پر اس بارے میں نہیں دیکھا لیکن غایہ میں تصریح ہے کہ شنی نے اس بات کو صاحبین کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور اہل الحدیث نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں قنوت جائز ہے انتہی، اور فتح القدير میں ہے قنوت نازلہ جاری ہے منسوخ نہیں ہے، اور اہل حدیث کی جماعت کا یہ قول ہے اور انہوں نے ابو جعفر کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

فی الدر المختار ولا یقنت فی غیرہ الا للنازلة فیقنت الامام فی الجهرية وقیل فی الكل^۱ وفي البحر الرائق فی شرح النقایة معزیا الى الغایة وان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلوة الجهر وهو قول الثوری واحمد، وقال جمہور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات كلها^۲۔ وفي الاشباہ والنظائر فائدة فی الدعاء برفع الطاعون سئل عنه فی طاعون سنة تسع وستین وتسعمائة بالقاهرة، فاجبت بانی لم اره صریحا، ولكن صرح فی الغایة وعزاه الشنی اليها بانه اذا نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلوة الفجر وهو قول الثوری واحمد، وقال جمہور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات كلها انتہی، وفي فتح القدير ان مشروعیة القنوت للنازلة مستمرة لم تنسخ، وبه قال جماعة من اهل الحدیث واصلو علیہ حدیث ابی جعفر

^۱ در مختار باب الوتر والنوازل مطبوع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

^۲ بحر الرائق شرح کنز الدقائق باب الوتر والنوازل مطبوع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲/ ۴۴

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مآزال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت حتی فارق الدنیا ای عند النوازل، وما ذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقرره لفعلمهم ذلك بعده صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد قنت الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة الصحابة رضی اللہ عنہم مسیلمة الكذاب وعند محاربة اهل الكتب، وكذلك قنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وكذلك قنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة معاوية رضی اللہ تعالیٰ عنہما، وقنت معاوية فی محاربتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انتہی، فالقنوت عندنا فی النازلة ثابت وهو الدعاء برفعها ولا شك ان طاعون من اشد النوازل، قال فی المصباح، النازلة المصيبة الشیدة تنزل بالناس انتہی، وذكر فی السراج الوہاج قال الطحاوی ولا یقنت فی الجبر عندنا من غیر بلیة فان وقعت بلیة فلا بأس به كما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانه قنت شهرا فیہا یدعو علی رعل وذکوان وبنی لحيان ثم ترکہ کذا فی الملتقط¹ انتہی (ملتقطاً)۔

مروی حدیث اسی معنی پر محمول کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تاحیات قنوت نازلہ مصیبت پر پڑھتے رہے، اور خلفاء کے عمل کے بارے میں جوج ہم نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ عمل جاری رکھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے صحابہ کی جنگ اور اہل کتاب سے جنگ میں قنوت پڑھی، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنوت پڑھی، اور ایسے ہی علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کے دوران پڑھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگوں کے دوران قنوت پڑھی انتہی، پس قنوت نازلہ ہمارے ہاں مصیبت کو ختم کرنے کے لئے دعا کے طور پر ثابت ہے اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی بڑی مصیبت ہے، اور مصباح میں فرمایا کہ نازلہ، لوگوں پر شدید مصیبت کے نزول کو کہتے ہیں انتہی، اور سراج الوہاج میں ذکر ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ نزول مصیبت کے بغیر نماز فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مصیبت نازل ہو تو ہمارے نزدیک قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ قنوت پڑھی اور اس میں رعل، ذکوان اور بنو لحيان پر بددعا فرمائی اور پھر آپ نے ترک کردی، ملتقط میں اسی طرح ہے انتہی (ملتقطاً)۔ (ت)

¹ الاشیاء والنظار الفن الثالث فائدة فی الدعاء لرفع الطاعون ادارة القرآن کراچی ۲۶۱/۲ و ۲۶۲

یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ و حنفیہ در بارہ قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے، نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون و وبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے عموم میں داخل کما مر من الاشباہ (جیسا کہ اشباہ سے گزرت) پس اگر امام، دفع طاعون و وبا کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز و مشروعیت میں کوئی شبہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۷: ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز و وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو آخر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بینوا تو جروا۔
الجواب:

اسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں۔

دُر میں ہے کہ مسبوق (جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ جائے) صرف امام کے ساتھ قنوت پڑھے۔ ردالمحتار میں ہے کیونکہ امام کے ساتھ اس کی نماز کا آخری حصہ ہے اور جس کو قضا کر رہا ہے وہ قراۃ وغیرہ کے اعتبار سے حکماً نماز کا اول ہے اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں ادا ہو چکی ہے تو اس کا تکرار نہ کیا جائے کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں، شرح منیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی الدر اما المسبوق فيقنت مع امامه فقط^۱ اھ فی ردالمحتار لانه آخر صلوتہ و ما یقضیہ اولہا حکماً فی حق القرائۃ و ما شبہہا و اذا وقع قنوتہ فی موضعه بیقین لایکرران تکرارہ غیر مشروع شرح المنیۃ^۲ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۸: از او جین علاقہ گولیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

دو تین آدمی مسجد میں آئے تو امام نماز تراویح میں مصروف تھا، کیا یہ آنے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد	دوسرے مردم در آں مسجد کہ امام بجماعت تراویح مشغول تام ست حاضر گردیدند آنہا نماز فرض بجماعت ادا نمایند یا جداگانہ خواندہ خواندہ ملتئم بجماعت تراویح شوند و باز وتر

^۱ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مکتبائی دہلی ۱/ ۹۴

^۲ ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۹۶

راہمراہ اما بخوانند یا تنہا چرا کہ امام را بجماعت فرض نیافتہ،
بینوا توجروا۔
تراویح کی جماعت میں شامل ہوں، اور کیا یہ لوگ و تر امام کے
ساتھ جماعت سے ادا کریں یا اس امام کی جماعت کے ساتھ فرض ادا
نہ کرنے کی وجہ سے وتر علیحدہ پڑھیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعۃ
انما یمنع اقامۃ جماعۃ اخری فی زمانہا و مکانہا
اذا كانت الاولی داعیۃ لكل من یأتی الی الدخول فی
نفسہا و جماعۃ التراویح لا تدعو من لم یصل
الفرض الی الدخول فیہا فان الصحیح المعتمد
بطلان التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی
جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام
فی التراویح یصلی فرض العشاء اولاً ثم یتابعہ¹
پس آنا تکہ از پس رسیدن چوں شرعاً مامورند بادائے فرض
پیش از تراویح چرا ممنوع باشد از جماعت حالانکہ چوں امام
در تراویح ست محراب مشغول باشد پس عدول ازو کہ مبدل
ہیأت و در مذہب صحیح و مفتی بہ نافی کراہت ست کما نص
علیہ فی مواضع من رد المحتار اینجا خود حاصل ست پس
بر مذہب صحیح ایناں رایج مانع از اقامت جماعت نیست آرے
ہر قدر کہ توانند دور از جماعت نیست آرے ہر قدر کہ توانند
دور از جماعت قوم جماعت فرض برپا کنند تاہم خویشتن
از التباس افعال و اشتغال بال ایمن باشند وہم براہل تراویح
جماعت تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع نہیں ہے
کیونکہ دوسری جماعت کے لئے وہ موجودہ جماعت مانع ہوتی
ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے یہ پہلی موجودہ جماعت
اپنے اندر داخل ہونے کی داعی ہو، جبکہ بعد میں آنے والے
ان لوگوں کو جنہوں نے فرض نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ
موجودہ جماعت تراویح داعی نہیں ہے کہ اس میں شامل
ہوں، کیونکہ فرض ادا کرنے سے قبل تراویح کا پڑھنا صحیح
مذہب میں باطل ہے، اسی بناء پر جامع الرموز میں کہا ہے کہ
جب کوئی ایک شخص جماعت تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو
پہلے عشاء کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح کی
جماعت میں شریک ہو، پس بعد میں آنے والے لوگ جب
اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پہلے فرض ادا کریں اور بعد میں
تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی جماعت کرانے
میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام تراویح پڑھاتے ہوئے
محراب میں ہے تو بعد میں آنے والے اپنی جماعت کو محراب
سے ہٹ کر کرائیں گے جس سے پہلی جماعت کی ہیئت تبدیل
ہو جائے گی اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہو جائے گی جیسا
کہ رد المحتار

¹ جامع الرموز الوتر والنوافل مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۱/ ۲۱۲

کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہو گئی تو ان لوگوں کی جماعت کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں ممکن حد تک ان کو چاہئے کہ تراویح کی جماعت سے دور اپنی جماعت کریں تاکہ آپس میں قرأت اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہو سکے، نیز تراویح کے امام جو کہ تلاوت میں مصروف ہے کو اشتباہ سے بچایا جاسکے۔ فقہ سے مس رکھنے والے کو یہ تمام معاملہ معلوم ہے، اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے ادا کر چکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہو، اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے، ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو وتر اکیلے پڑھنے چاہئیں، علامہ شامی نے رد مختار میں فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی ہو تو وہ بلا کراہت اس امام کے ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے غور کیجئے، جبکہ اس فقیر نے اس مسئلہ کو ہمہ پہلو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاویٰ میں بیان کر دیا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم	خصوصاً امام تالی قرآن تلبیس نمایند هذا کلمہ مبایا یخفی علی من له مساس بالفقه باز آنکس کہ فرض بجماعت گزارده است خواه کود امام بود یا بامام دیگر غیر این امام اقتدا نمودہ اور امیر سد کہ در وتر بایں امام اقتدا کند آرے ہر کہ فرج بہ تنہائی ادا نمودہ اور رادر وتر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در رد المحتار فرمود لو صلاھا (یعنی صلاة العشاء) جماعة مع غیرہ ثم صلی الوتر معه لا کراہۃ تأمل^۱ ومن فقیر ایں مسئلہ رادر فتاویٰ خودم ہر چہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰۹: از او جین علاقہ گوالیار مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

آپ کے مبارک قلم سے فتویٰ یوں جاری ہوا ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز یعنی فرض جماعت سے پڑھ چکا ہے خواہ خود امام بنا، یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھ چکا ہو اس کو اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنے کا اختیار ہے، ہاں جو شخص اکیلے فرض ادا کرے اس کو وتر بھی اکیلے پڑھنے چاہئیں	بقلم خجستہ رقم عبارت فتاویٰ صاحب چنین ترقیم آمدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجماعت گزارده است خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ اور امیر سد کہ در وتر ہم منفرد باید بود بدیں طور علامہ شامی در رد المحتار فرمودہ است فقط صاحبها

^۱ رد المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/ ۵۲۴

علامہ شامی نے رد مختار میں یونہی بیان کیا ہے فقط حالانکہ فوائد الاعمال جو کہ قاضی محمد تقی فیروزپوری کی تصنیف ہے اور فیروزپور میوات کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کتاب علم فقہ میں معتبر ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ فرض کے بعد واجب کا درجہ ہے لہذا سنت جماعت کی وجہ سے واجب کو یعنی وتر کو ترک کرنا اور سنت یعنی تراویح کو ادا کرنا کب جائز ہو سکتا ہے اس لئے لازم ہے کہ وتر باجماعت ادا کر کے باقی تراویح کو بعد میں پڑھے اگرچہ اس نے فرض اکیلے ہی پڑھے ہوں، یہی حکم کتب فقہ میں ہے اور شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶، اور طحاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷، اور رد المختار اور تہذیب القیام مصنفہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر را ضرور بجماعت ادا نمودن درست است یا قطعی حکم ممانعت است مطلع فرمائید اس گستاخی کہ ازیں احقر البریہ رفته است معاف فرمائید و بخوف طول اصل عبارت موقوف داشته۔ اصل عبارت موقوف کردی ہے۔ (ت)	در فوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروزپوری کہ فیروزپورہ از توابع ملک میوات ست و اس کتاب در علم فقہ معتبر ست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز فرض درجہ واجب ست پس سبب سنت جماعت واجب را ترک نماید و سنت را ادا سازد کہ رو ابو دبل لازم و واجب ست بعد ادائے نماز وتر تراویح باقیماندہ ادا کند اگرچہ بجماعت فرض بشمول نشدہ باشد ہمیں ست حکم کتب الفقہ و در شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶ و در طحاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ و در رد المختار و تہذیب القیام مصنفہ مولانا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر را ضرور بجماعت ادا نمودن درست است یا قطعی حکم ممانعت است مطلع فرمائید اس گستاخی کہ ازیں احقر البریہ رفته است معاف فرمائید و بخوف طول اصل عبارت موقوف داشته۔

الجواب:

اے اللہ! حق اور درستی کی رہنمائی فرما، میرے مہربان اس مسئلہ کا حکم وہی جو اس فقیر نے لکھا ہے، اور انہوں نے جن چار کتابوں کے حوالہ سہ لکھا ہے کہ وتر کو جماعت سے پڑھنا مطلقاً ضروری ہے ان میں سے تین یعنی شامی، طحاوی اور رد مختار میں قطعاً اس مفہوم کا کوئی نشان تک نہیں ہے اور	اللهم هداية الحق والصواب، مہربانا حکم مسئلہ همان ست کہ فقیر نوشتہ و انچہ از چار کتاب آوردہ اند کہ جماعت وتر مطلق ضروری و لابدی ست در سہ پیشین اعنی حاشیہ شامی و طحاوی و در مختار ز نہارا زیں معنی نشانے نیست و

تذکیرۃ القیام رافقیر گا ہے ندیدہ بلکہ نامش نشیدہ ام
اگر از تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست یقین دارم کہ
ایں حکم دروہر گز نباشد و چہاں گمان بردہ آید کہ عالمے معتمد
ہچو شیخ مستند ایں چنیں کلامے بے سند برخلاف اجماع رقم زند
ضروری ولابدی بمودنش در کنار علمار اختلاف ست کہ افضل
در وتر جماعت ست یا بخانہ خویش تنہا گزاردن ائمہ افتاہر دو قول
را تصحیح فرمودہ اند طرفہ آنکہ در مختار ہمیں قول اخیر یعنی
افضیلت انفراد مذہب قرار داد و شیخ محقق در مابثت بالسنہ
ہموں را مختار گفت و آنانکہ افضیلت جماعت را مرجع داشتند
سپید نگاشتند کہ جماعت در وتر سنتے بیش نیست بلکہ سنیت
اواز سنیت جماعت تراویح نازل تر ست و در بحر الرائق وغیرہ
ہمیں بہ لفظ استحباب تعبیر رفت، اینک عبارت در مختار هل
الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان
لکن نقل شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب
الثانی واقرہ المصنف وغیرہ^۱۔ شیخ فرماید اختلافوا فی
الافضل فقال بعضهم

تذکیرۃ القیام نام کی کتاب اس فقیر نے نہ دیکھی نہ سنی، اگر واقعی
یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے تو پھر مجھے یقین ہے
کہ اس کتاب میں یہ حکم ہر گز نہ ہوگا حضرت سیحیسی قابل
اعتماد عالم کے بارے میں یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں
نے ایسی بے سند بات اور خلاف اجماع تحریر کردی ہے چہ
جائیکہ انہوں نے ضروری اور لابدی قرار دیا ہو۔ علماء میں تو یہ
اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا افضل ہے
یا تنہا گھر میں، جبکہ ائمہ کرام نے دونوں باتوں کو صحیح قرار ہے
اور شیخ محقق نے بھی اپنی کتاب مابثت بالسنہ میں اسی دوسرے
قول کو ترجیح دی ہے اور وہ لوگ جو وتر کو جماعت سے پڑھنے
کو افضل کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی وتر باجماعت، سنت سے
زیادہ نہیں بلکہ یہ سنت ان کے ہاں تراویح کے سنت سے کم
درجہ ہے، اور بحر الرائق میں تو اس کو استحباب سے تعبیر
کیا ہے، در مختار کی عبارت یہ ہے کیا وتر کی جماعت افضل ہے
یا گھر میں پڑھنا، دونوں کی تصحیح موجود ہے، لیکن وہبانیہ کے
شارح نے جو نقل کیا اس کا مقتضی یہ ہے کہ دوسرا قول مذہب
ومسلک ہے اسی کو مصنف وغیرہ نے ثابت کیا ہے، اور شیخ
عبدالحق نے یوں فرمایا ہے علماء نے وتر کے بارے میں
اختلاف

^۱ در مختار باب الوتر والنواقل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

الافضل الاجماعۃ وقال الآخرون الافضل ان یوترفی منزله منفردا وهو المختار^۱۔ (علامہ شامی قدس سرہ السامی فرمود رجوع الکمال الجماعۃ فی شرح المنیۃ والصحیح ان الجماعۃ فیہا افضل الا ان سنیتہا لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح^۲۔ علامہ طحاوی زیر قولش فی رمضان یصلی الوتر بھای بالجماعۃ"تحریر نمود" ای استحباباً کما فی البحر وظاہر ماسیاتیٰ لہ انہا فیہ سنۃ کالتراویح^۳ پس روشن شد کہ نسبت کلام مذکور بایں علما غلط بودہ است واگر از حکم ضروری ولابدی بودن جماعت قطع نظر نمودہ آید تا ہم نسبت بعلامہ شامی نسبت بمخالف ست زیرا کہ اور حمہ اللہ تعالیٰ تصریح فرمودہ است کہ ہر کہ در فرض منفرد بود و ترہم اقتدا کنند از علامہ شمس قہستانی آورد و اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر^۴۔ باز خود گفت ینبغی ان یکون قول القہستانی

کیا کہ افضل جماعت ہے یا افضل یہ ہے کہ گھر میں اکیلے پڑھے، اور یہ دوسرا قول ترجیح یافتہ ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا ہے کمال نے جماعت والے قول کو ترجیح دی ہے اور منیہ کی شرح میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت افضل ہے، لیکن وتر کی جماعت سنت، تراویح کی جماعت کی سنت کی طرح نہیں ہے اھ ملخصاً۔ اور علامہ طحاوی نے ماتن کے اس قول کہ 'رمضان میں وتر جماعت سے پڑھے' کے بعد لکھا ہے کہ یہ استحباب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جو ان سے آگے آئے گا کہ رمضان میں وتر کی جماعت سنت ہے جیسے تراویح سنت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مذکورہ بات ان علماء کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے اور لابدی اور ضروری حکم سے قطع نظر بھی علامہ شامی کی طرف اس بات کو منسوب کرنا ایک مخالف چیز کو منسوب کرنا ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ اگر فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اور علامہ قہستانی کے حوالے سے انہوں نے کہا ہے کہ جب فرض امام کی اقتدا میں نہ پڑھے ہوں تو وتر میں اس کی اقتدا نہ کرے۔ اور علامہ نے خود فرمایا کہ علامہ قہستانی کا یہ کہنا کہ

^۱ ما ثبت بالنسبة الفصل السابع اداره نعیبہ رضویہ لاہور ص ۳۰۲

^۲ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۵

^۳ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۷

^۴ رد المحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۴

معه احتراز عن صلواتها منفرد املو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معه لا کراہۃ تأمل^۱ اھ۔ ودر مختار این مسئلہ را اصلاً ذکرے نیست۔ مصنف و شارح اعظم اللہ تعالیٰ اجورھما و افاض علیہما نورھما ہمیں نوشتہ اند کہ ہر کہ در تراویح منفرد بود در جماعت و ترداغل می تواند شد حیث قالوا لولم یصلھا ای التواویح بالامام او صلاھا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معه^۲ این مسئلہ را با مسئلہ ماچہ علاقہ کہ اینجا کلام در منفرد فی الفرض ست نہ منفرد فی التراویح و ضرور نیست کہ ہر کہ تراویح تنہا گزارده است در فرض نیز منفرد بودہ باشد باز شارح رحمہ اللہ تعالیٰ سوالے آورده است کہ اگر ہمہ با جماعت تراویح را ترک کردہ باشد آیا ایشاں را می رسد کہ وتر بجماعت گزارند اینجا، ہیچ حکمے ننمود و امر بمراجعت کتب فرمود حیث قال بقی لو ترکھا کلھ یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع^۳۔ آرے

اس امام کے پیچھے فرض نہ پڑھے ہوں "کا مطلب یہ ہے اکیلے پڑھے ہوں، لیکن اگر اس نے فرض کسی دوسرے امام کی اقتدا میں پڑھے ہوں تو پھر وتر میں امام کے ساتھ جماعت میں پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، غور کراہ۔ اور در مختار میں ہے اس مسئلہ کا بالکل ذکر نہیں ہے مصنف اور شارح (اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو عظیم فرمائے اور ان کے نور کا ہم پر فیضان فرمائے) دونوں نے لکھا ہے کہ کسی نے صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ انہوں نے یوں فرمایا اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کو اس امام کے ساتھ وتر پڑھنا جائز ہیں لیکن اس مسئلہ کا ہمارے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارا مسئلہ تو اکیلے فرض پڑھنے والے کے بارے میں ہے نہ کہ اکیلے تراویح پڑھنے کے بارے میں ہے کیونکہ تراویح اکیلے پڑھنے کو یہ لازم نہیں کہ فرض بھی اکیلے پڑھے ہوں۔ اس کے بعد شارح نے خود سوال اٹھایا کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح باجماعت نہ پڑھی ہوں وان کو یہ جائز ہوگا کہ وہ وتر باجماعت ادا کریں۔ شارح نے یہ سوال بیان کر کے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا اس بارے میں کتب کو دیکھا جائے، انہوں نے اس کو یوں بیان فرمایا "یہ بات باقی ہے کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح کی

^۱ رد المحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۵۲۴

^۲ در مختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/ ۹۹

^۳ در مختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/ ۹۹

علامہ حلبی محشی در جواب اس سوال از رائے وفہم خود چنان بحث کرد کہ گو جماعت تراویح یکسر متروک باش تاہم مقتضائے تعلیل آن ست کہ جماعت وتر و اباشد زیرا کہ اونماز مستقل بنفسہ است و هذا نصہ علی ما نقل العلامة الطحطاوی قوله فلیراجع قضیۃ التعلیل فی المسئلة السابقة بقولہم لانہا تبع، ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ^۱ اس جانب چنانکہ دیدی کلام در منفرد فی الفرض نیست - نعم ربما یوہم قوله ولا للعشاء، جواز بجماعة الوتر وان ترکوا جماعة الفرض اصلاً لکنہ کما علمت خلاف المنقول و ماکان لبحث ان یقبل علی خلاف المنصوص لاسیما و هو غیر مستقیم فی نفسہ اذ لیس قضیۃ التعلیل مأمراً کما افاد العلامة الشامی واحاد حیث قال قوله بقی الخ الذی یتظہر ان جماعة الوتر

جماعت کو ترک کیا ہو تو وتر جماعت سے پڑھ سکتے ہیں تو اس مسئلہ میں کتب کو دیکھا جائے، ہاں علامہ حلبی محشی نے از خود اس سوال کے جواب میں اپنی رائے اور فہم سے یہ بحث کی ہے کہ اگرچہ تراویح کی جماعت متروک ہوگئی مگر اب وتر کی جماعت کو ترک نہ کریں، اس کی وجہ یہ ہے کہ و تراویح مستقل علیحدہ نماز ہے اور ان کا بیان یہ ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے ان کا بیان نقل کیا ہے "کتب کی طرف رجوع کرو" یہ اس علت کا قرینہ ہے جو انہوں نے سابقہ مسئلہ میں بیان کی ہے کہ تراویح تابع ہیں اس لئے اس کو جائز ہے کہ وہ وتر باجماعت پڑھے، کیونکہ وتر نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے۔ امام صاحب کے قول میں رحمہ اللہ تعالیٰ، آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہاں بھی فرض اکیلے پڑھنے والے کے بارے میں بات نہیں ہے۔ ہاں اس کا قول "عشاء کے بھی تابع نہیں" وہم پیدا کرتا ہے کہ وتر کی جماعت جائز ہے اگرچہ سب حضرات نے فرض کی جماعت کو ترک کر دیا ہو، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث قابل قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی درست نہ ہو، کیونکہ علت والا معاملہ وہ نہیں جو بیان ہوا، جیسا کہ علامہ شامی نے خوب بیان فرمایا جہاں انہوں نے یہ کہا "یہ بات باقی ہے الخ" ان کا یہ سوال اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وتر کی جماعت

^۱ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنواقل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۷

تراویح کی جماعت کے تابع ہے اگرچہ وترنی نفسہ مستقل نماز ہے، کیونکہ وتر کی جماعت کاسنت ہونا، یہ نقل سے ثابت ہے کہ یہ تراویح کے تابع ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ علماء نے تراویح کے بعد وتر باجماعت پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے، جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے۔ اور مجھ فقیر نے عربی فتویٰ جو کہ مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری کے سوال کے جواب میں بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ لکھا ہے اس میں اس مقام پر خوب اعلیٰ تنقیح و توضیح سے کام لیا ہے وباللہ التوفیق، فوائد الاعمال کے متعلق بات کرنا باقی ہے، میرے مہربان، کسی کتاب کا معتقدین کے ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو مگر گزایا نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات قابل تنقید و تنقیح نہ ہوں، تو ہم نئے لوگوں کی کتابوں کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سب کچھ درست ہے۔ فوائد الاعمال کے مصنف نے اگر یہ مسئلہ خود اپنی طرف سے کہہ دیا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ورنہ ان پر لازم تھا کہ وہ کسی ایک کتاب کا ہی حوالہ ذکر کر دیتے اور

تبع لجماعة التراويح وان كان الوتر نفسه اصلا في ذاته لان سنة الجماعة في الوتر انما عرفت بالاثار تابعة للتراويح على انهم اختلفوا في افضلية صلاتها بالجماعة بعد التراويح كما يأتى¹ ۱۵۱ ومن فقير در فتویٰ عربیہ کہ بجواب سوال مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری بتاریخ نوزدہم شہر ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ بحریہ نوشتہ ام اس مقام را باقتضائے مراتب تنقیح و توضیح رسانده ام وباللہ التوفیق سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال مہربانا معتبر بودن کتابے نزد بعض معتقدین چیزے و معتبر بودن فی نفسہ چیزے دیگرست، باز اعتبار کتابے مستلزم آں نیست کہ ہرچہ در مذکورست مختار و منصورست، زہار در کتب اجلہ ائمہ بیچ یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال نقد و تنقیح نداشته باشد تا بتالیف ما احداث ہند، چہ رسد، مؤلف اگر اس مسئلہ را از پیش خود گفتہ است بجوئے نیز زردور نہ بر ولازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لا اقل نام کتاب بر دے، تنہا گفتش کہ ہمیں ست حکم کتب الفقہ، چگونہ قبول افتد

¹ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/ ۵۲۴

حالانکہ در کتب فقہ ہجونیۃ الفقہاء وغنیہ و شرح نقایہ ورد المختار تنصیف بخلافش می یابیم باز اگر خاطر احباب گراں نیاید سخن از نقد کلامش رانم و برہنگان واضح و لائح گردانم کہ اس کلام چہ قدر، از پابندی فقاہت دور و مجور افتادہ است اولاً باید دانست کہ علماء رادر وقت تراویح دو قول مذیل بطراز تصحیح ست یکے آنکہ و قش مابین عشاء و وترست تا آنکہ بعد وتر و انہود چنانکہ بیش از فرض روا نیست صححہ فی الخلاصۃ و رجحہ فی غایۃ البیان بانہ المأثور المتوارث^۱ اھ ش عن البحر، دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع فجر و ہمیں ست ارجح التصحیحین عزاء فی الکافی الی الجہور و صححہ فی الہدایۃ و الخانیۃ و المحيط^۲ اھ ش عن الذین بر مذہب اول ہر کرا چیزے از تراویح باقی ماند و امام بو ترخواست حکم ہمیں ست کہ بہ بقیہ تراویح اشتغال نماید و بجماعت و تر در نیاید زیرا کہ نزد ایشان پس از وتر وقت تراویح

صرف یہ کہہ دینا کہ کتب فقہ کا یہ حکم ہے، کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے حالانکہ کتب فقہ مثلاً منیۃ الفقہاء، غنیہ، شرح النقایہ اور رد مختار میں ہم اس کا خلاف پاتے ہیں پھر اگر دوستوں پر گراں نہ گزرے تو ہم اس کا تنقیدی جائزہ پیش کریں، اور ان پر واضح کر دیں کہ ان کے بیان کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ فقہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اولاً معلوم ہونا چاہئے کہ تراویح کے وقت کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور اس میں دو قول ہیں جو کہ تصحیح کے معیار پر آتے ہیں: ایک یہ کہ تراویح کا وقت، نماز یعنی فرض عشاء اور وتر کے درمیان ہے اس بنا پر فرض سے قبل تراویح جائز نہیں جس طرح کہ وتر کے بعد جائز نہیں، اس قول کو خلاصہ میں صحیح قرار دیا ہے اور غایۃ البیان نے اس کو زمانہ بزمانہ منقول کہہ کر ترجیح دی ہے۔ یہ شارح نے بحر سے نقل کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت بعد از عشاء تا طلوع فجر ہے، یہی قول صحت میں رائج ہے اور کافی میں اس کو جہور کی طرف منسوب کیا ہے اور ہدایہ، خانیہ اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ شارح نے زین سے نقل کیا ہے اب پہلے قول کے مطابق اگر کسی کی کچھ تراویح رہتی ہوں اور امام وتر شروع کر چکا ہے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ امام کے

^۱ رد المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۱

^۲ رد المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۱

ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ بقیہ تراویح کو پہلے پڑھے کیونکہ اس قول والوں کے ہاں وتر کے بعد تراویح کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ امام طاہر بن احمد بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں کہ وہ بقیہ تراویح ادا کرے کیونکہ وتر کے بعد اس کو تراویح پڑھنا ممکن نہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس کو دونوں طرح اختیار ہے کہ بقیہ تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا بعد۔ لیکن افضل ہونے میں ضرور اختلاف ہے کہ جو لوگ وتر تہا پڑھنا افضل کہتے ہیں کہ تراویح پہلے پڑھے اور جو جماعت کو بہتر جانتے ہیں ان کے نزدیک پہلے وتر جماعت کے ساتھ پڑھ کر اس کے بعد باقی ماندہ تراویح پڑھے، یہ تسلیم ہے کہ پسندیدہ امر یہی ہے لیکن ایک قول میں وتر کے بعد تراویح جائز نہیں ہے، اس لئے یہ فقیر کہتا ہے کہ اس قول کی رعایت زیادہ مناسب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ در مختار میں کہا کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد تا طلوع فجر ہے وتر سے قبل یا بعد یہ اصح قول ہے۔ پس اگر کچھ تراویح رہ جائیں اور امام وتر کے لئے کھڑا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ امام کے ساتھ وتر پڑھے اور فوت شدہ تراویح اس کے بعد پڑھے اھ۔ اس پر رد مختار میں کہا (قولہ فلو فاتہ بعضہا الخ) یعنی ماتن کا قول کہ اگر کچھ تراویح رہ جائیں، یہ اصح قول پر تفریع ہے لیکن یہ تفریع اس بات پر مبنی ہے کہ وتر گھر کی بجائے

فوت می شود۔ امام طاہر بن احمد بخاری در خلاصہ فرمود یشتغل بالترویحة الفائتہ لانہ لایمکنہ الاتیان بہا بعد الوتر^۱ ورمذہب دوم بہر دوام مخیر است اما اختلاف در افضل افتاد ہر کہ در وتر انفرادی بہتر دانستہ نزد اشتغال بترویجہ فائتہ رابس انداختن خوشتر وماناکہ ہمیں احب باشد و فقیر گویم چوں صحیح دوم جانب عدم صحت تراویح بعد و تراست۔ یعنی انسب مراعات آں باشد واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال فی الدر المختار وقتہا بعد صلاة العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعده فی الاصح فلو فاتہ بعضہا وقام الامام الی الوتر او تر معہ ثم صلی ما فاتہ^۲ اھ قال فی رد المحتار قوله فلو فاتہ بعضہا الخ تفریع علی الاصح لکنہ مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعۃ لا المنزل

^۱ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الثالث فی التراویح مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۳۳

^۲ در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱/ ۹۸

وفیہ خلاف سیاقی فقولہ اوتر معہ ای علی وجہ
الافضلیۃ^۱ الخ۔ بالجملة بریک مذہب راہ ہمیں ست کہ
بجماعت وتر شرک نکنند و بر مذہب دیگر نزد بعضی افضل ہمیں
ست و نزد کہ صاحب فوائد نوشت مذہب ہیچ عالمی نیست نہ
ز نہارا از شرع بروے دلیل۔ ثانیاً قول او پس بسبب سنت،
جماعت واجب را ترک نماید و سنت را ادا سازد کے روابود طرفہ
استدلالے ست اگر لفظ واجب صفت جماعت سنت بدہستہ غلط
و باطل بالاگفتہ ایم کہ جماعت و تر نزد ہیچ کسے واجب نیست
واگر مضاف الیہ است پس دلیل وانح الاختلال، سخن در ترک
جماعت ست نہ در ترک و تر پس قول او "کے روابود" کے
روابود، الحاصل حکم همان ست کہ فقیر در فتوای پیشین نوشتہ
ام و از رد و قدح ہچو کلمات سکوت اولی بود اگر ایضاً صواب
و کشف ارباب مقصود نبودے، باز در ضمن بیان، مسائل نافعہ
کہ بروے کار آمد نفع خوبی ست کہ حامل بریں تحریر می تواند
شد مہربانا سخن برانچہ نقل فرمودہ اند رواں کردم ورنہ
فقیر کتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام، ندانم کہ اصل عبارتش
چیست و مولفش کیست واللہ تعالیٰ اعلم۔

باجماعت پڑھنا افضل ہے اور اس میں اختلاف ہے جو آگے آرہا ہے
اور اس کا قول کہ امام کے ساتھ و تر پڑھے یعنی مستحب یہ
ہے۔ اصل کلام یہ ہے کہ ایک قول میں یہ متعین ہے کہ وہ جماعت
کے ساتھ و تر نہ پڑھے اور دوسرے مذہب پر افضل یہ ہے کہ
و تر باجماعت نہ پڑھے، ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے
مطابق اگرچہ اقتداء اور جماعت افضل ہے تاہم جماعت کا لازم ہونا
اور واجب ہونا و تر کے لئے کسی عالم کا مذہب اور قول نہیں جیسا کہ
فوائد الاعمال والے نے لکھا ہے اور نہ ہی شرع میں اس پر کوئی دلیل
ہے۔ ثانیاً اس کا یہ کہنا کہ سنت کی وجہ سے جماعت واجب کا ترک
کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، یہ عجیب استدلال ہے، اس میں لفظ
واجب اگر جماعت کی صفت ہے تو یہ غلط اور باطل ہے کیونکہ و تر کی
جماعت کسی کے ہاں بھی واجب نہیں ہے اور لفظ واجب جماعت کا
مضاف الیہ ہے یعنی واجب کی جماعت، تو پھر یہ دلیل واضح
طور پر خلل والی ہے کیونکہ بات تو ہو رہی ہے جماعت کے ترک
میں نہ کہ واجب یعنی و تر کے ترک میں، اس کا یہ کہنا کہ "کیسے
جائز ہو سکتا ہے" کیسے جائز اور درست ہو سکتا ہے! الحاصل یہ کہ
مسئلہ کا حکم وہی ہے جو اس فقیر نے پہلے فتوے میں لکھا ہے، ایسی
باتوں پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا، اگر درست موقف کی
وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں ضمنی
مسائل ہیں جو کہ بروے کار لانے میں مفید ہو سکتے تھے جن کی وجہ
سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،

^۱ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۲۱

مہربانوں نے جیسے عبارت نقل کی اس کے مطابق میں نے تسلیم کرتے ہوئے جواب لکھ دیا ورنہ اس فقیر نے کتاب فوائد الاعمال نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ اصل عبارت کیا اور کتاب کا مصنف کون ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱۰: مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری مدرس اول مدرسہ عربیہ بریلی ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراويح وقد صلی الفرض فی بیته اومع غیر ذلک الامام هل یصلی الوتر بالجماعة ام لا والوتر بالجماعة تابع لمضآن ام لجماعة الفرض بینوا تو جروا۔	اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جس نے فرض اکیلے گھر میں پڑھے یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے کیا وہ شخص باجماعت تراویح والے امام کے پیچھے وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وتر باجماعت رمضان کے تابع ہے یا فرض کی جماعت کے تابع ہیں، بیان کرو! (ت)

الجواب:

من صلی الفرض منفرد الا یدخل فی جماعة الوتر ومن صلاھا جماعة ولو خلف غیر هذا الامام فله ان یأتم به فی الوتر ای وان لم یکن ادرك التراويح معه هو الصحیح المعتمد فی الغنیة شرح المنیة للعلامة ابراهیم الحلبي، اذا لم یصلی الفرض مع الامام فعن عین الائمة الکرا بیسی انه لا یتبعه فی التراويح ولا الوتر و کذا اذا لم یتعابعه فی التراويح لا یتابعه فی الوتر وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئاً من التراويح یصلی معه الوتر و کذا اذا	جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو اور جس نے فرض جماعت سے ادا کئے ہوں اگرچہ کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اگرچہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے، منیہ کی شرح غنیہ میں علامہ ابراہیم حلبي نے فرمایا کہ جب فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے تو عین الائمة کرا بیسی سے روایت ہے کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے اور یوں اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو وہی وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے، اور ابو یوسف البانی نے فرمایا کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہوں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یوں ہی اگر اس نے تراویح

لم يدرك معه شيئاً منها وكذا اذا صلى التراويح مع غيره له ان يصلي الوتر معه وهو الصحيح ذكره ابوالليث وكذا قال ظهير الدين المرغيناني لوصلي العشاء وحده فله ان يصلي التراويح مع الامام وهو الصحيح حتى لو دخل بعد ماصلي الامام الفرض وشرع في التراويح فانه يصلي الفرض اولاً وحده ثم يتابعه في التراويح وفي القنية لو تركوا الجماعة في الفرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة لانها تتبع للجماعة¹ اهـ وقال في رد المحتار عند قوله لو لم يصلها (اي التراويح) بالامام له ان يصلي الوتر معه. في التتارخانية عن التتمة انه سئل على بن احمد عن صلي الفرض و التراويح وحده او التراويح فقط هل يصلي الوتر مع الامام فقال لا اهـ ثم رأيت القهستاني ذكر تصحيح ما ذكره المصنف (اي من جوز الوتر جماعة لمن صلى التراويح منفرداً اي والفرض جماعة قال الشامي

جماعت سے کچھ بھی نہ پڑھی ہوں تو وہ شریک ہو سکتا ہے، اور اگر اس نے ایسے ہی تراویح کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے، یہی صحیح ہے اس کو ابوليث نے ذکر کیا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے بھی یہی کہا ہے کہ اگر اس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں تو تراویح امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یہی صحیح ہے حتیٰ کہ اگر وہ امام کے فرض پڑھالینے کے بعد اور تراویح میں شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اور قنیه میں ہے اگر کچھ لوگوں نے فرض کی جماعت ترک کر دی تو ان کو تراویح باجماعت نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ تراویح فرض باجماعت کے تابع ہیں اھ۔ اور رد مختار میں اس کے قول پر، اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو اس کو وتر امام کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔"۔ تارخانیہ میں تتمہ سے نقل ہے کہ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ وہ شخص جس نے فرض اور تراویح اکیلے پڑھے ہوں یا صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں کیا وہ وتر امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں پڑھ سکتا اھ۔ پھر میں نے قستانی کو مصنف کی تصحیح ذکر کرتے ہوئے پایا، یعنی جس نے تراویح اکیلے اور فرض جماعت سے پڑھے ہوں تو اس کو وتر جماعت سے پڑھنے کی اجازت ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ

¹ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب التراويح مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

ثم قال (يعنى القهستانی) لكنه اذا لم يصلى
 الفرض معه لا يتبعه فى الوتر¹ اهـ قلت وعزاه
 القهستانی للمنية وهى منية الفقهاء لامنية
 المصلى كما ظنه بعج المتصدين للفتوى فى
 عصرنا فنسبه الى عدم مطابقة النقل للمنقول
 عنه قال الشامى فقله (يعنى المصنف) ولولم
 يصلها اى وقد صلى الفرض معه لكن ينبغى ان
 يكون قول القهستانی معه احتراز عن صلوتها
 منفردا² قلت فيكون على وزان قول الغنية البار،
 اذا لم يدرك معه شيئا منها، فانما اراد به
 الانفراد لا ما يشمل الادراك مع غيره، بدليل
 قوله عطفاً عليه "وكذا اذا صلى التراويح مع
 غيره" قال الشامى اما لوصلاها (يعنى الفريضة)
 جماعة مع غيره ثم صلى الوتر معه لا كراهة
 تأمل³ انتهى۔ اقول: معلوم ان الضمير فى قوله
 لا يتبعه للامام مطلقاً لا لخصوص

قمستانی نے پھر فرمایا: لیکن اگر فرض اس نے جماعت سے نہ
 پڑھے ہوں تو وتر بھی باجماعت نہ پڑھے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ
 اس بات کو قمستانی نے منیہ کی طرف منسوب کیا ہے یاد رہے
 کہ یہ منیۃ الفقہاء مراد ہے منیۃ المصلی نہیں جیسا کہ بعض
 معاصر فتویٰ نویسوں کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے اور انہوں نے
 نقل کو اصل کے مطابق نہ ہونے کی شکایت کی ہے علامہ شامی
 نے فرمایا کہ مصنف کا قول کہ اگر اس نے تراویح امام کے
 ساتھ نہ پڑھی ہوں یعنی فرض امام کے ساتھ پڑھے ہوں،
 لیکن مناسب یہ ہے کہ قمستانی کا "معه" کہنا، یہ تراویح اکیلے
 پڑھنے کی صورت کو جدا کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ غنیہ کے
 گزشتہ قول "جب امام کے ساتھ کچھ تراویح نہ پڑھے" کے
 انداز پر ہے کہ اس سے مراد اکیلے پڑھنا ہے نہ کہ وہ معنی جس
 میں کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھنا شامل ہو۔ اس کی
 دلیل یہ ہے کہ انہوں نے دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کو
 علیحدہ عطف کے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شامی نے فرمایا: اور اگر
 اس نے فرض کسی اور امام کے ساتھ جماعت میں پڑھا ہو اور
 پھر وتر اس امام کے پیچھے پڑھ لے تو کوئی کراہت نہیں، غور کر،
 انتہی۔ میں کہتا ہوں یہ بات واضح ہے کہ "لا يتبعه" میں
 ضمیر کا مرجع خاص امام نہیں

ثم قال (يعنى القهستانی) لكنه اذا لم يصلى
 الفرض معه لا يتبعه فى الوتر¹ اهـ قلت وعزاه
 القهستانی للمنية وهى منية الفقهاء لامنية
 المصلى كما ظنه بعج المتصدين للفتوى فى
 عصرنا فنسبه الى عدم مطابقة النقل للمنقول
 عنه قال الشامى فقله (يعنى المصنف) ولولم
 يصلها اى وقد صلى الفرض معه لكن ينبغى ان
 يكون قول القهستانی معه احتراز عن صلوتها
 منفردا² قلت فيكون على وزان قول الغنية البار،
 اذا لم يدرك معه شيئا منها، فانما اراد به
 الانفراد لا ما يشمل الادراك مع غيره، بدليل
 قوله عطفاً عليه "وكذا اذا صلى التراويح مع
 غيره" قال الشامى اما لوصلاها (يعنى الفريضة)
 جماعة مع غيره ثم صلى الوتر معه لا كراهة
 تأمل³ انتهى۔ اقول: معلوم ان الضمير فى قوله
 لا يتبعه للامام مطلقاً لا لخصوص

¹ رد المحتار باب الوتر والتوافل مطبع مصطفى البابی مصر ۱۱/ ۵۲۴

² رد المحتار باب الوتر والتوافل مطبع مصطفى البابی مصر ۱۱/ ۵۲۴

³ رد المحتار باب الوتر والتوافل مطبع مصطفى البابی مصر ۱۱/ ۵۲۴

بلکہ کوئی بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی اور ہو، اور اسی طرح اس کے قول "معہ" میں بھی ضمیر کا مرجع عام ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں د چیزیں حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ جس نے فرض اکیلے پڑھے وہ وتر بھی اکیلے پڑھے۔ درالفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید جو کہ فاضل مفتی محمد عنایت احمد علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے، کے منہیہ میں جو مذکور ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے، اور اس بات کو انہوں نے حاشیہ طحاوی کی طرف منسوب کیا ہے، تو یہ سہو ہے۔ حالانکہ میں نے حاشیہ طحاوی کو دیکھا ہے میں نے اس میں یہ بات صراحتاً مذکور نہ پائی، ہاں علامہ طحاوی کی ایک عبارت سے اس بات کی بواقی ہے، جہاں انہوں نے درمختار کے اس قول "اگر سب نے جماعت تراویح کو ترک کر دیا ہو تو کیا وہ وتر جماعت سے ادا کر سکتے ہیں، اس بارے میں رجوع کرنا چاہئے" پر لکھا ہے کہ سابقہ مسئلہ کی تعلیل کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ ہے یعنی وہ سابقہ مسئلہ یہ ہے کہ "اگر فرض باجماعت کو انہوں نے ترک کیا ہو تو تراویح جماعت سے ادا نہ کریں" اس مسئلہ کی تعلیل یہ ہے، جس کو انہوں نے یوں بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح تابع

هذا الامام فان من صلى الفريضة منفردا ليس له ان يدخل في جماعة الوتر لامع هذا الامام ولا مع غيره فكذا في قوله معه وبالجملة فالتحصل شيئان احدهما ان المنفرد في الفرض ينفرد في الوتر او ما وقع في "منهية الدر الفريد في مسائل الصيام والقيام للعيد" للفاضل المفتي محمد عنایت احمد عليه رحمة الاحد، ان لم يصلي الفرض بجماعة فله ان يدخل في جماعة الوتر وعزاه لحاشية الطحاوی فسهو۔ وانا قد راجعت المعزى اليه فلم اجد ناصباً ظن، نعم قد تشم من بعض كلماته رائحة ذلك حيث قال عند قول الدر المختار لو تركها الكل (يعني جماعة التراويح) هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع¹ قضية التعليق في المسئلة السابقة (اي لو تركوا الجماعة في الفرض لم يصلوا التراويح بجماعة) بقولهم لانها تبع ان يصلي الوتر جماعة في هذه الصورة لانه ليس بتابع

¹ در مختار باب الوتر والنواقل مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالى انتھی^۱ حلبی انتھی فقد یوهم قوله "ولا للعشاء" جواز الوتر بجماعة ولولم یصل هو بل الكل الفرض بها لكنه كما علمت خلاف المنصوص فان الذی فی ردالمحتار عن شرح النقایة عن المنیة ان لم یحمل علی مامر کان ادخل فی الرد علی هذا الایهام واما ما ذکر انه لیس بتبع عند الامام فنعم ونعم الجواب عنه ما فاد المولی المحقق ابن عابدین ان اصلته فی ذاته لاتنافی کون جماعته تبعاً۔

قلت الاتری ان الظهر و العصر من اعظم الفروض المستقلة والجمع بینهما من توابع الوقوف بعرفة ولوفی حجة نافلة فافهم قال الشامی انهم اختلفوا فی افضلیة صلاتها بالجماعة بعد التراویح^۲

ہیں، وہ وتر کو اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھے کیونکہ وتر تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے تابع ہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، انتی حلبی انتی، اس میں اس کا قول کہ وتر عشاء کے تابع نہیں ہے، وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کے یاسب کے فرض باجماعت پڑھے بغیر وتر کو باجماعت پڑھنا جائز ہے لیکن یہ بات علماء کی نص کے خلاف ہے ردالمحتار میں شرح نقایہ سے اور اس نے منیہ سے نقل کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو گزشتہ مفہوم پر محمول نہ کیا جائے تو وہ اس وہم کا بہترین رد ہے اور یہ بیان کہ وتر امام صاحب کے نزدیک عشاء کے تابع نہیں ہیں، ہاں یہ درست ہے۔ اور اس کا بہترین جواب وہ ہے جس کو آقا محقق ابن عابدین نے بیان فرمایا ہے کہ وتر فی ذاته اصل ہیں اور ان کی جماعت کا عشاء کے تابع ہونا فی ذاته اصل ہونے کے منافی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ظہر اور عصر کے فرض عظیم اصل اور مستقل ہیں لیکن اس کے باوجود ان دونوں فرضوں کو مقام عرفات کے تابع قرار دے کر جمع پڑھا جاتا ہے خواہ نفلی حج ہی کیوں نہ ہو۔ غور کر۔ علامہ شامی نے ماتن کی اس عبارت پر کہ "وتر کو تراویح کے بعد باجماعت پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف ہے" پر فرمایا

^۱ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ بیروت ۱/ ۲۹۷

^۲ ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲/ ۳۸

ای فکانت جماعته ادون حالامن جماعة التراويح المسنونة عند الجمهور حتی لو ترکھا کلک اثموا فکیف بجماعة الفرض الواجبة علی الصحيح الرجیح فساغ ان یکون تبعاً فی الجماعة وان کان اصلا فی الذات حتی افسد تذکرہ المکتوبات۔

قلت علی ان التعلیل بالقضية المذكورة تعلیل بالنفی وهو عندنا من التعلیلات الفاسدة کما صرحوا بآه فی الاصول و حصر العلة فی التبعية ممنوع محتاج الی البیان هذا والاخر ان من صلی الفرض بجماعة یجوز له الدخول فی جماعة الوتر سواء صلی الفرض خلف هذا الامام او خلف غیره کما قرر الشامی وسواء صلی التراويح وحده او خلف هذا الامام او غیره کما نصوا علیه قلت بل ومن لم یصلها رأساً کما یشملہ اطلاق قوله ولولم یصلها بالامام له ان یصلی الوتر معه فانه یصدق بانتفاء القید و المقید جیباً و لیحرر، اماماً ذکر و ان جماعة الوتر هل هی تبع

یعنی وتر کی جماعت تراویح کی جماعت سے اوئی ہے کیونکہ تراویح کی جماعت جمہور کے ہاں مسنون ہے حتیٰ کہ اگر تمام لوگ تراویح کی جماعت کے تارک ہوں تو سب گنہگار ہوں گے، تو جماعت وتر کافر صلی کی جماعت سے جو کہ رائج قول کے مطابق واجب ہے، کیا مقابلہ ہے، پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وتر اگرچہ فی ذاتہ مستقل نماز ہیں لیکن ان کی جماعت عشاء کی نماز فرض کے تابع ہے اس لئے اگر وتر کی جماعت میں یاد آئے کہ عشاء کے فرض باقی ہیں تو وتر فاسد ہو جائیں گے

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کا متن کے قول مذکور کو علت قرار دینا یہ تعلیل بالنفی ہے جبکہ ہم احناف کے ہاں تعلیل بالنفی فاسد ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اس کی انہوں نے تصریح کی ہے پھر اس کلام کو وتر کی جماعت کافر صلی کے تابع بنانے کے لئے ہی علت ماننا محتاج بیان ہے، اس کو محفوظ کر، اس بحث سے حاصل شدہ دوسری چیز یہ ہے کہ جس نے فرض باجماعت ادا کئے ہوں خواہ کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے تو اس کو اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تقریر کی ہے خواہ اس نے تراویح باجماعت اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا تراویح اکیلے پڑھی ہوں جیسا کہ فقہاء نے اس کو صراحۃً بیان فرمایا۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) خواہ اس نے تراویح سرے سے پڑھی ہی نہ ہوں کیونکہ اس کا یہ قول کہ "اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو بھی وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے" مطلق ہے، جو اس صورت کو

بھی شامل ہے کیونکہ مقید کلام کی نفی سے قید اور مقید دونوں کی نفی بھی ہو سکتی ہے (جس سے تراویح نہ پڑھنے کی صورت بھی سمجھی جاتی ہے) اس کو نوٹ کر۔ لیکن علماء کا یہ بیان کہ وتر کی جماعت کیا تراویح کی جماعت کے تابع ہے یا نہیں، تو حلی اور طحاوی دونوں کا رجحان یہ ہے کہ تابع نہیں، یہ بات انہوں نے در مختار کے حاشیہ میں کہی ہے جیسا کہ تو سماعت کر چکا ہے، اور علامہ شامی نے پہلے احتمال یعنی تابع ہونے کو ظاہر قرار دیا ہے یہ کہتے ہوئے کہ وتر کی جماعت کاسنت معلوم ہونا تراویح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اگر وتر کی جماعت خود اصل ہوتی تو پھر یہ جماعت پورا سال ہوتی صرف رمضان کی تخصیص نہ ہوتی، پھر اس کے بعد میں نے یہی بات علامہ برجندی سے صراحتاً پائی کہ انہوں نے اپنی نقایہ کی شرح میں کہا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے جیسا کہ کہ یہی مشہور ہے اہ ان کی روایت ثابت اور ان کی روایت مضبوط اور شہرت کو ترجیح ہے لہذا یہ اختلاف ختم ہو گیا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں تھی جبکہ تمام نے تراویح کی جماعت کو ترک کیا ہو جیسا

لجماعة التراويح ام لا، جنح الفضلان الحلبي والطحاوي في حواشي الدار الى الثاني كما سمعت واستظهر الشامي الاول قائلان سنة الجماعة في الوتر انما عرفت تابعة للتراويح¹۔

قلت وهذا هو الاظهر فان مشروعية جماعته لو كانت لاصالته فالنته دائمة لاتختص بربضان، ثم رأيت العلامة البرجندی نص في شرحه للنقاية ان الجماعة فيه لما كانت بتبعية التراويح على ما هو المشهور² اه فقد ثبت روايته واعتضد درايته وترجح شهرة فانقطع النزاع، فاعلم ان هذا كله فيما لو ترك الكل جماعة التراويح كما قدمنا من الغنية عن القنية، اما اذا جمع

عہ : جواب اما فی قولہ اما ما ذکر و ۱۲۱ (م)

¹ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۸۸

² شرح النقایہ للبرجندی فصل فی التراویح مطبوعہ منشی نوکسور لکھنؤ ۱/۱۲۱

القوم وتخلف عنها ناس ثم ادركوا الوتر مع الامام، فلا شك ان لهم الدخول في جماعة الوتر اذا كانوا صلوا الفرض بجماعة كما سبعت، نعم ذهب بعض كالامام علي بن احمد وعين الاثمة الكرابيسي الى تبعية لجماعة التراويح في حق كل مصل بمعنى ان من لم يدر كها مع الامام لا يتبعه في الوتر، لكنه كما علمت قول مرجوح، قلت بهذا التحقيق ظهر التوفيق بين كلام العلامة البرجندی المذكور وكلام الفاضل شيعي زاده في مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر حيث قال لولم يصلها (يعني التراويح) مع الامام صلى الوتر به لانه تابع لمضان وعند البعض لانه تابع للتراويح عنده، وفي القهستاني ويجوز ان يصل الوتر بالجماعة وان لم يصل شيئا من التراويح مع الامام او صلاها مع غيره وهو الصحيح¹ اه مافي المجمع فانه صريح في ان القول

کہ ہم نے غنیہ سے قنیہ کے حوالے سے پہلے بیان کر دیا ہے لیکن اگر لوگوں کی جماعت تراویح سے کچھ لوگ رہ گئے ہوں اور یہ لوگ بعد میں آکر امام کو وتر کی جماعت میں پائیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ انہوں نے فرض باجماعت پڑھے ہوں جیسا کہ توسن چکا ہے، ہاں بعض حضرات جیسا کہ علی بن احمد اور عین الاثمہ کرابیسی اس طرف گئے ہیں کہ وتر کی جماعت تراویح باجماعت کے تابع ہے لہذا ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تراویح باجماعت پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو لیکن تو معلوم کر چکا ہے کہ یہ بات مرجوح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس تحقیق سے، علامہ برجندی کے کلام اور فاضل شنجی زاده کی مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر میں ذکر کردہ کلام میں موافقت واضح ہو گئی فاضل نے وہاں یہ کہا کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ بھی پڑھی ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت رمضان کے تابع ہے، بعض کے نزدیک وہ وتر امام کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے۔ اور قہستانی میں ہے کہ اگر کسی نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ بھی وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے، یہی صحیح ہے۔ مجمع کا بیان اس بات میں صریح ہے کہ وتر کی جماعت کا تراویح کے تابع ہونے

¹ مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر فصل في التراويح مطبوعه احياء التراث العربی بیروت ۱۳۸

کا قول مرجوح ہے اور جمہور کے خلاف ہے۔ اور برجندی کا بیان یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے اور موافقت کی وجہ یہ ہے کہ مجمع کلام میں جس تابع کو مرجوح کہا ہے اس سے مراد وہ صورت ہے جبکہ تراویح کی جماعت بالکل نہ ہوئی اور کسی نے بھی تراویح کی جماعت سے نہ پڑھی ہوں، اسی لئے اس نے وتر کی جماعت میں شامل ہونے کی ممانعت ی بنا اس بات کو بنایا ہے کہ امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، جبکہ علامہ برجندی کا یہ کہنا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہونا مشہور قول ہے، اس سے مراد وہ صورت ہے کہ جب بعض نے تراویح کی جماعت کی ہو اور بعض لوگ اس جماعت سے رہ گئے ہوں، یوں توفیق ہوگئی اللہ کی دی ہوئی توفیق سے، پھر وتر کی جماعت کا رمضان کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بغیر وتر کی جماعت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ کسی اور چیز کے تابع نہیں تاکہ اس کا تراویح اور فرض کے تابع ہونے کی نفی ہو سکے، کیونکہ یہ مطلب لینے میں اعتراض ہے، لہذا دونوں کے تابع ہونا ایک دوسرے کے منافی نہیں ہے ماسوائے ایک مرجوح قول کے، تحقیق یوں چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ہاں منیہ صغیر میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں وہ تراویح اور وتر کی جماعت میں ایک قول کے مطابق شریک نہ ہو اور وہ بھی جو اس امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہوا تو وہ بھی اس امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں

بتبعیۃ للتراویح قول مرجوح خلاف الجمہور وصریح مافی البرجندی انہ ہوالقول المشہور ووجه التوفیق ان التبعية فی کلام المجمع ماخوذة بالنظر الی کل احد فی خاصة نفسه ولذا بنی علیہ منع من لم یدرکہا مع الامام عن دخوله فی الوتر، وفی کلام البرجندی بسعی وقوعه بعد اقامة الناس جماعة التراویح وان لم یدرکہا بعض القوم فلیکن التوفیق وبالله التوفیق ثم انما المعنی بتبعیۃ لرمضان ان جماعته غیر مشروعة الا فیہ لاسلب تبعیۃ عما سواه مطلقاً حتی ینافی تبعیۃ لجماعة التراویح بل والفرض فان فیہ مآخذ علمت، فاذن لاختلاف بین التبعتین الاعلی قول البعض المرجوح، هکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق، نعم وقع فی شرح المنیۃ الصغیر، مانصہ اذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لایتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وكذا اذا لم یصل معہ التراویح لایتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ

فی ذلك كله حتى دخل بعد ما حصل الامام الفرض وشرع في التراويح فانه يصلي الفرض اولا وحده ثم يتابعه في التراويح وفي القنية لو تركوا الجماعة في الفرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة¹ اه فاهم ذلك عند بعض الناس ان الحلبي صحح جواز اتباع الامام في الوتر وان لم يتبع في الفرض، وانا اقول: ليس هو رحمه الله تعالى من اصحاب التصحيح وانما وظيفته النقل عن ائمة الترجيح ومعلوم ان شرحه الصغير انما هو ملخص من شرحه الكبير وهذه عبارة الكبير بمرأى عين منك لا تری فيه تصحيحاً اصلاً ناظر الى هذا المتيوهم وانما فيه تصحيحان الاول من الامام الفقيه ابی الليث بجواز اتباع الامام في الفقيه ابی الليث بجواز اتباع الامام في الوتر سوء صلی التراويح كلها او بعضها معه او مع غيره او وحده منفردا وهذا مجمل قوله "يجوز ان يتبعه في ذلك كله والثاني عن الامام ظهير الدين المرغيناني لجواز الاتباع في التراويح وان لم يتبعه في الفرض،

شريك نه هو (ليكن یہ بات درست نہیں) کیونکہ ان مذکور تمام صورتوں میں وہ و ترامام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے، حتی کہ امام کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد اگر مسجد میں آیا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے۔ اور قنیه میں ہے کہ اگر لوگ فرض کی جماعت کے تارک ہوں تو وہ تراویح باجماعت امام کے ساتھ نہ پڑھیں اھ۔ اس سے بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ حلبي نے فرض باجماعت کے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت کو صحیح قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حلبي رحمۃ اللہ علیہ اصحاب تصحیح میں سے نہیں، ان کا کام صرف ائمہ ترجیح کے قول کو نقل کرنا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ ان کی شرح صغیر یہ ان کی کبیر شرح کا خلاصہ ہے اور کبیر شرح کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں اس وہم کے متعلق کوئی تصحیح نظر نہیں آتی، اس مسئلہ میں صرف دو تصحیحیں موجود ہیں ایک امام فقیہ ابواللیث کی جو کہ کسی طرح بھی تراویح پڑھ لینے والے کو خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ، پھر یہ کہ تمام تراویح یا بعض باجماعت پڑھی ہوں، وتر کی جماعت میں شرکت کے جواز کے بارے میں ہے اور اس کو بطور اجمال حلبي نے اپنے اس قول سے تعبیر کیا کہ، س وتر کی جماعت میں شرکت کی ان تمام صورتوں میں جائز ہے۔ اس بارے میں دوسری تصحیح امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے جو کہ امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شرکت کے جواز سے

¹ صغیری شرح منیہ المصلی فروع فاسیہ ترویجیہ الخ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ص ۲۱۰

وعله يتفرع الفرع المذكور في الشرحين معاً" حقی
 لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض "فالتوهم الحاصل
 في عبارة الشرح الصغير انما منشؤه ما وقع فيه ههنا
 من الاختصار المخل الاتري انه اقتصر في التفريع
 المذكور كاصله الكبير على قوله: يتابعه في التراويح،
 ولو كان مراده بقوله في ذلك كله، ما يشمل المتوهم،
 ل زاد ايضاً والوتر، وبالجملة فالمعروف المعلوم من
 تصحيحات الاثمة هو الذي بينه في الشرح الكبير،
 وهذا المتوهم لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح،
 فلا يعارض مانص عليه في منية الفقهاء وحكم به
 حكماً جازماً من دون ذكر خلاف فعليك بالتبصر
 والانصاف ولك ان تقول ان "الامام" معرف باللام
 وضمير "يتبعه" راجع اليه والمعرفة اذا اعيدت
 معرفة كان المراد عين الاول غالباً، فالمعنى اذا لم
 يصل الفرض مع هذا الامام فله ان يتبعه في الوتر اي
 لا يجب لاتباعه في الوتر ان يكون اتبع هذا الامام
 بعينه في الفرض،

متعلق ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس امام کے ساتھ
 فرض نہ پڑھے ہوں، اسی تصحیح پر صغیر و کبیر شرحوں کی تفریع
 مرتب ہے کہ کوئی شخص امام کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد
 مسجد میں آیا الخ لہذا شرح صغیر کی عبارت سے جو وہم پیدا ہوا وہ
 اس اختصار کی وجہ سے پیدا ہوا، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انہوں
 نے تفریع بیان کرتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ وہ فرض پڑھنے کے
 بعد امام کے ساتھ تراویح میں شامل ہو جائے، اور شرح کبیر میں
 بھی اتنا ہی ذکر ہے، اور اس کے قول "ان سب صورتوں میں" وہ
 صورت بھی شامل ہوتی جس کا وہم ہوا ہے تو پھر تفریع میں،
 تراویح میں شامل ہونے کے ساتھ وتر میں شامل ہونے کو بھی
 ذکر کرتے، الحاصل ائمہ کرام کی تصحیحات سے صرف وہی بات
 معلوم ہوتی ہے جو کہ شرح کبیر میں ہے حالانکہ وہم شدہ کی اس
 میں کوئی تصحیح یا ترجیح نظر نہیں آتی۔ لہذا شرح کبیر کی عبارت منیۃ
 الفقہاء کی تصریح عبارت کے معارض نہیں ہو سکتی جبکہ اس منیۃ
 میں جزی حکم ہے اور اس میں کسی اختلاف کا اس بارے میں کوئی
 ذکر نہیں ہے، تجھے غور و فکر میں انصاف چاہئے، اور تویہ بھی کہہ
 سکتا ہے کہ شرح صغیر کی عبارت میں لفظ 'الامام' معروف بالام
 ہے اور لفظ يتبع، میں ضمیر کا مرجع وہی امام ہے، اور اکثر طور پر
 معرفہ کو جب دوبارہ معرفہ ذکر کیا جائے تو وہی ایک مراد ہوتا ہے،
 تو اس قاعدہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ جب اس خاص امام کے ساتھ
 وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یعنی کسی امام کے

ساتھ وتر پڑھنے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ فرض بھی اسی کے ساتھ باجماعت پڑھے ہوں، اور یہ مفہوم بلاشبک وشبہ صحیح ہے، اس مفہوم کی تائید قسستانی کے اس قول سے ہوتی ہے جس کی مراد کو علامہ شامی نے واضح کیا ہے، وہ یہ کہ جب قسستانی نے کہا جب امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے اس پر علامہ شامی نے مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس امام سے مراد کوئی امام ہے یعنی اگر کسی بھی امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تو پھر وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اگر کوئی اس وہم پر بحث کا اصرار کرتا ہے تو اس کو یہ کہہ دیا جائے کہ صغیر کا اصل ہے، واللہ الموفق،

پس اس تقریر سے یہ بات صاف ہو گئی کہ وتر کی جماعت فرض کی جماعت کے تابع ہے تمام نمازیوں کے لئے اور وتر کی جماعت، تراویح کی جماعت کے تابع ہے کچھ نمازیوں کے لئے (یعنی بعض حضرات نے بھی تراویح باجماعت پڑھ لیں تو دوسروں کو وتر کی جماعت میں شرکت جائز ہے) اور وتر کی جماعت رمضان کے بھی تابع ہے لیکن اس معنی میں کہ غیر رمضان میں یہ جماعت مکروہ ہے، جب یہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت میں یہ جماعت مکروہ ہے، جب یہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت بطور دعوت و اہتمام ہو یعنی چار افراد ایک امام کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے

وهذا صحيح لاشك ويؤيد هذا الفهم ان القهستاني لما قال اذا لم يصل الفرض معه لا يتبعه في الوتر¹ احتاج الشامي الى ابانة مراده وان المقصود مع امام ما، لامع خصوص هذا الامام، ان جادل مجادل فنقول الشرح الصغير مطالب بتصحيح نقل هذا التصحيح الذي لا يعلم له اثر اصلا في كتاب قبله حتى في الكبير الذي كان اصله، والله الموفق۔

فقد تحرر بآتقرر، ان جماعة الوتر تبع لجماعة الفرض في حق ك احد من المصلين، والجماعة التراويح في الجملة لافي حق كل، ولرمضان بمعنى انها تكره في غيره لوعلى سبيل التداعي بان يقتدى اربعة بواحد² كما في الدر عن الدرر

¹ جامع الرموز باب الوتر والنواقل مطبوعه گنبد ایران تهران ۱/ ۲۱۶

² در مختار باب الوتر والنواقل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

جیسا کہ در مختار میں درر سے منقول ہے، حتیٰ کہ اگر تین آدمی وتر کی جماعت میں ایک امام کی اقتداء کریں تو یہ اصح قول کے مطابق بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ علامہ طحاوی نے مراقی الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ نور الایضاح علامہ شرنبلالی کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام علماء پر رحمت فرمائے۔ اس تحریر کو مضبوط کر، ہو سکتا ہے کہ تجھے دوسری جگہ یہ مفصل بحث نہ ملے و ماتوفیقی الابل اللہ العلیم الخبیر واللہ تعالیٰ سبخنہ اعلم وعلمہ جل مجدہ۔ اتم واحکم۔ (ت)	حتى جاز اقتداء بثلاثة بامام بلا كراهة في الاصح¹ كما في حاشية العلامة الطحاوي على مراقي الفلاح شرح نور الايضاح للعلامة الشرنبلالي رحمة الله تعالى على العلماء جميعا، اتقن هذا فلعلك لاتجد هذا التحرير في غير هذا التقرير وماتوفیقی الابل اللہ العلیم الخبیر واللہ تعالیٰ سبخنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۱۱ : دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیس تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر نماز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے،

رد المحتار میں ہے کہ اگر کسی نے تین نفل ایک قعدہ کے ساتھ پڑھے مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہونا چاہئے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نفل جائز نہیں کیونکہ اس کی آخری رکعت جس کے بعد قعدہ کیا ہے وہ فاسد ہے کیونکہ وہ دو پر زائد ایک رکعت نفل رہ گئی جبکہ ایک رکعت نفل جائز نہیں لہذا اس آخری رکعت کے فساد سے پہلی دو رکعت بھی فاسد ہو جائیں گی۔ (ت)	في رد المحتار لو تطوع بثلاث بقعدة واحدة كان ينبغى الجواز اعتبارا بصلوة المغرب. لكن الاصح عدمه لانه قد فسد ما اتصلت به القعدة وهو الركعة الاخيرة. لان التنفل بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد ما قبلها²۔

اور چار پڑھ لیس اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قاسم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے

¹ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۱

² رد المحتار، باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/۲

کہا صرح بہ فی رد المحتار عن النہر الفائق الزاہدی (جیسا کہ رد المحتار میں نہر الفائق اس نے زاہدی سے وضاحت کر دی گئی ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں۔

ولا کرہۃ ایضاً کہا یفیدہ التعلیل المذکور فی رد المحتار نعم الافضل مثنی مثنی کہا لایخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	چار رکعت نفل دو قعدوں اور ایک سلام سے جائز ہیں اور کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ رد المحتار کی بیان کردہ علت سے حاصل ہے تاہم نفل دو دو پڑھنا افضل ہے جیسا کہ واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ

مسئلہ ۱۱۱۲: از جوالاپور ضلع سہارن پور مرسلہ سیدیاد علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں:

ولوفی مسجد محلة حیث لم یکرر والاذان وعدلوا عن المحراب کہا ہو معلوم جمشاهد۔	اگرچہ محلہ کی مسجد ہی میں جبکہ دوبارہ اذان نہ دیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کرائیں جیسا کہ معلوم و معروف ہے۔ (ت)

طحاویہ میں ہے:

اذا کورت بغیر اذان فلا کرہۃ مطلقاً وعلیہ المسلمون ^۱ ۔	جب تو جماعت کا تکرار اذان کے بغیر کرے تو کوئی کراہت نہیں ہے، مسلمانوں کا یہی عمل ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الہیئۃ الاولی لایکرہ والایکرہ وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الہیئۃ کذا فی فتاویٰ البزازیۃ ^۲ ۔	امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی طرز پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے، یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر کرنے سے پہلی جماعت کی طرز بدل جاتی ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ایسے ہی ہے (ت)

مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط و تلبیس سے ایمن رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۰

^۲ غنیۃ المستملی شرح نئیۃ المصلیٰ فصل فی احکام المسجد مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۵

انہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ

(صلوۃ الاسرار کے پانی سے انوار کی نہریں)

(نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۱۱۳: از دہلی کھڑکی فراش خانہ مسجد حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ، مرسلہ جناب مستطاب مولانا مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری

اواخر ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ زید اس کی روایت کو بے اصل اور اسے بھجۃ الاسرار میں کسی فاسق بدعتی کا الحاق بتانا اور تصانیف شیخ اکبر و امام شعرانی کی نظیر دیتا ہے کہ ان میں الحاق ہوئے۔ اور کہتا ہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی مزار و ولی کی تعین سمت اوہبائت نماز یا تعظیم اس طرف چلنا تذلل و خشوع تمام کرنا ہر گز درست نہیں اور کہتا ہے کہ آنجناب یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب و سنت و سیرت صحابہ کے اتباع اور احکام شرع پر قیام او محدثات سے اجتناب تام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل و اعتماد میں استقامت کاملہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نماز مغرب عراق کی طرف بتعظیم تمام لواوے دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو، یہ فعل کتاب و سنت و طریقہ خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت و عمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین و تبع تابعین و دیگر اسلاف کرام وائمہ عظام سے اس کا مثل منقول نہیں، عوام کہ اسے عمل مشائخ کہتے ہیں قابل التفات نہیں مشائخ میں جو اہل علم فقہاء وائمہ ہوئے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول و فعل بعض غیر موثوق پر عمل نہ چاہئے بلکہ سواد اعظم کا اتباع

چاہئے، صحابہ محبت و تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سب سے زیادہ اور ثواب و حسنات پر بہت حریص تھے اگر یہ عمل موجب ثواب و قربت الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ مدینہ منورہ کی طرف کرتے، آیا یہ کلام اس کا غلط ہے یا صحیح؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے اچھے امتحان پر، زمین و آسمان کو عجائبات سے بھرنے اور اپنی قدرت و قضاء میں جسے چاہے بھرنے پر اور شکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے انعامات پر، ایسا شکر جو ان کی بہترین نعمتوں کو پورا ہو اور ان کی مزید عطاؤں کو ہماری طرف سے کفایت کرے، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے صاحبزادوں اور ازواج اور اصحاب اور آپ کے علم، بزرگی اور بلندی کے وارث ہمارے غوث اعظم پر جو آپ کے جھنڈے کو بلند کرنے والے ہیں اور تمام اولیاء پر، رحمت نازل فرمائے، ایسی رحمت جو ہمارے لئے اسرار کو کھول دے اور شریر لوگوں کی اذیت کو ہم سے پھیر دے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری کی اذیت کے لئے سے پھیر دے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری کے دن کے لئے ذخیرہ بنے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ، لا شریک ہے ایسی گواہی جو اس کی رضا کی موجب ہو، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جو حق کو خفا سے ظاہر کرنے والے ہیں صلی اللہ تعالیٰ وسلم آپ پر اور اس کے دربار میں تمام پسندیدہ بندوں پر، وہ صلوة جو اس کی کبریائی کے شایان شان ہو اور وہ سلام جو اس کی بقاء اور

الحمد لله على حسن بلائه، ملاً ارضه وملاً سبائه، والشكر للمصطفى على نعمائه، شكراً يوافي حسن الاثاء، ويكافئ عنا مزيده عطائه، صلى الله تعالى عليه وعلى ابناؤه، وازواجه واصحابه واحباؤه و وارث علمه ومجده و سنائه و وارث علمه ومجده و سنائه، غوثنا الاعظم رافع لوائه، ومشايخنا الكرام وسائر اوليائه، صلوة تكشف لنا الاسرار، ونصرف عنا اذى الاشرار، وتكون عدة ليوم لقائه، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له شهادة موجبة لرضائه، واشهد ان محمدا عبده ورسوله الصادق بالحق بعد خفائه، صلى الله تعالى وسلم عليه، وعلى كل عبد مرضى لدينه، صلوة تأتي على قدر كبريائه، وسلام بدوامه و

دوام تک دائم ہو، آمین آمین اے الہ برحق آمین، بندے پر رحم کرنے اور اس کی دعا کو سننے والے، اپنے جلیل القدر آقا کے سامنے حقیر اور ناتواں بندہ ابو محمد عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی (اللہ تعالیٰ اس کی شدت و سہولت میں لطف و مہربانی فرمائے) نے اللہ تعالیٰ سے امداد چاہتے ہوئے اور حق و صواب کے چہرے سے پردہ اٹھاتے اور شک کو دور کرتے ہوئے جواب کا ایسا نام جو اس کی تحریر کے سال کو ظاہر کرے "انہار الانوار من یم صلوة الاصرار" رکھتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ذخیرہ اور ذریعہ اپنے دربار میں بنائے جس دن زمین اپنے رب کے نور سے چمک جائے۔ اور خوب روشن ہو جائے، آمین، الحمد للہ رب العالمین، اے اللہ حق و صواب کی رہنمائی فرما۔ (ت)	بقائه، آمین آمین، الہ الحق آمین یا راحم العبد وسامع دعائه، قال العبيد الذليل، للمولى الجليل، ابو محمد النسى الحنفى القادري البركاتى البريلوى، لطف به الله فى شدته ورخائه، مستعيناً بالله فى دفع الارتياح، ورفع الحجاب، عن وجهه الصواب، مسيئاً للجواب، بعلم يعلم عام املائه، "انهار الانوار من یم صلوة الاصرار" (۱۳۰۵ھ)، جعلها الله ذخيرة لדיہ، و ذریعة اليہ، يوم تشرق الارض بنور ربها و جميل ضيائه، آمین، والحمد لله رب العالمین، اللهم هداية الحق والصواب۔

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدس اسرار ہم العزیزہ کی معمولی اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مرضی و مقبول اور حضور پر نور غوث الکوین غیاث الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی و منقول، اجلہ علماء واکابر برکلا اپنی تصانیف علیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم معتبر رکھتے آئے، امام اجل ہمام ابجمل سیدی ابوالحسن نور الدین علی بن جریر نخعی شطونی قدس اللہ سرہ العزیز بسند خود اسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علماء الہند شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ نزہۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علمائے کرام و کملائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اپنے اسفار منیف میں اس جناب ملائک رکاب، علیہ رضوان العزیز الوہاب، سے راوی و ناقل کے ارشاد فرمایا:

جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص یا زدہ بار پھر بعد سلام، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوة و سلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت	من صلی رکعتین (زید فی روایۃ) بعد المغرب (وزادا) یقرأ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشرة مرة ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ للامام ابی الحسن

قال ثم يصلي على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعد السلام ويسلم عليه ويدكرني ثم يخطوا الى جهة العراق احدى عشرة خطوة ويدكر اسي ويدكر حاجته فانها تقضى (زاد الشيخ) بفضل الله وكرمه (وقال آخر) قضى الله تعالى حاجته¹۔	ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی مراد پوری ہو، اس عبارت میں "مغرب کے بعد" ایک روایت یہاں نزلہ ہے اور صاحب بھجۃ الاسرار اور صاحب زبدۃ الآثار نے "ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ" نازل ذکر کیا، پھر شیخ عبدالحق نے، بفضل اللہ و کرمہ، کو بھی اور دوسرے نے صرف "قضى الله تعالى حاجته" ذکر کیا۔ (ت)

اسی طرح امام جلیل علامہ نبیل امام عبد اللہ یافعی مکی طیب اللہ شراہ صاحب خلاصۃ المفاتیح فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی، یونہی فاضل کامل مولانا علی ہروی نزیل مکہ معظمہ صاحب شروع فقہ اکبر و مشکوٰۃ اکرم اللہ نزلہ، نے تہذیبہ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدہ مبارکہ میں اپنے شیخ و استاذ احسن اللہ مشواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق تغمہ اللہ برحمۃ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عہ^۵ بحالہ^۵ ہے اس سے ثابت کہ حضرت ورع سراپا سعادت حامل شریعت کامل طریقت سیدی عبد الوہاب متقی مکی برد اللہ مضجع نے کتاب مستطاب بھجۃ الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک روایت کو مسلم و مقرر فرمایا اور مولینا شیخ^۱ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرؤف الہادی کہ سال وفات عہ^۲ امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متولد ہوئے، حضرت شیخ غوث گویاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاد مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ و تصانیف کثیرہ بدیع ہیں، بیضاوی و ہدایہ و تلویح و شرح و قایہ و مطول و مختصر و

عہ^۱: نقلھا برمتھا مولینا سراج الحق محمد عمر قادری ابن فاضل جلیل مولانا فرید الدین حفظہ اللہ تعالیٰ ابن الفاضل الجلیل مولانا فرید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ ریاض الانوار من شاء فلیرجع الیہا^۲ منہ

عہ^۲: یعنی ۹۱۱ھ و وفاتہ لسلخ صفر ۹۹۸ھ ۱۲ منہ

یہ تمام مولانا سراج الحق محمد عمر قادری ابن فاضل جلیل مولانا فرید الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "ریاض الانوار" میں نقل کیا ہے جو چاہے اسے دیکھے (۱۲) (ت)

یعنی ۹۱۱ھ اور ان کی وفات ماہ صفر کے آخر ۹۹۸ھ۔ (ت)

¹ بھجۃ الاسرار فضل اصحابہ و بشر اہم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۰۲

شرح عقائد موافق وغیرہ پر حواشی مفید رکھتے ہیں اور کبرائے منکرین نے بھی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا نہایت شہود و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتا کید تحریریں و ترغیب فرماتے، یونہی شیخ نے اخبار الاخیار شریف اور مولینا ابوالعالی محمد مسلمی عالمہ اللہ تعالیٰ بلطف نے جنہیں رسالہ مذکورہ شیخ محقق میں علمائے سلسلہ علیہ سے شمار کیا^۱ تحفہ شریفہ ار حضرت سیدنا و مولینا اسد الواصلین جبل العلم والیقین حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادری فاطمی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشف الاستار شریف میں اسے نقل و ارشاد فرمایا اور امام یافعی بل اللہ تربتہ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے۔ ت) تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پر نور غوث اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جده الاکرم وعلیہ وسلم کے اصحاب کرام عطر اللہ ضرائحہم القادسة (اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو معطر فرمائے۔ ت) اس نماز کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ علیہ عالیہ روح ارواحہم (ان کی روحیں معطر ہوں۔ ت) کے آداب میں فرمایا: و ملازمۃ صلوٰۃ الاسرار القی بعدھا التخطی احدی عشرة خطوة^۲ یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلوٰۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔ بالبنہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا نہ ماننا آفتاب روشن کا انکار کرنا ہے اور خود کون سی راہ ہے کہ ان ائمہ و اکابر کو خواہی نخواہی جھٹلائیے اور عیاذ باللہ بدعتی و ناحق کوش ٹھہرائیے، پھر یہ مقبولان خدا صرف اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اسے خاص حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بتاتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر رد و ایراد اگر انجانی سے نہ ہو تو معاذ اللہ وہ آتش سوزاں و بلائے بے درماں و قہر بے امان ہے جس کا مزہ اس دار الغرور و الاقتباس میں نہ کھا توکل کیا دور ہے۔ "إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۖ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ" (۲) (بیشک ان کا وعدہ صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔ ت) حضور خود ارشاد فرماتے ہیں:

تکذیبکم لی سم قاتل لادیانکم و سبب لذهاب دنیاکم و اخراکم۔	میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمہارے دین کے لئے زہر قاتل اور تمہاری دنیا و عقبی دونوں کی بربادی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور ان اکابران ملت و علمائے اُمت کو نقل و روایت میں بھی غیر موثق جاننا اسی دار الفتن ہندوستان میں آسان ہے جہاں نہ کسی منہ کو لگام، نہ کسی زبان کی روک تھام۔ یہ امام ابوالحسن نور الدین علی شطرنوی قدس سرہ،

^۱ بحوالہ زبدۃ الاسرار خاتمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع بکسنگ کمپنی دہلی ص ۱۲۶

^۲ القرآن ۸۱/۱۱

کہ بھجۃ الاسرار شریف کے مصنف اور برطرز حدیث بسند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مخرج ہیں اجلہ علماء وائمہ وقرات و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجریزی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اجلہ محدثین و علمائے قرات سے ہیں جن کی حصن حصین مشہور و معروف دیار و امصار ہے اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں ہیں انہوں نے یہ کتاب بھجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی اپنے رسالہ "طبقات القراء میں فرماتے ہیں:

انی قرأت هذا الكتاب اعني بهجة الاسرار بمصر وكان في خزانة سلطان مصر، علي الشيخ عبد القادر وكان من اجلة مشايخ مصر، فاجازني روايته ¹ الخ	یعنی میں نے یہ کتاب بھجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبدالقادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے پڑھی اور انہوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی الخ۔

امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث و نقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار، اس جناب کے معاصر تھے اور بالآئکہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روش معلوم ہے سامحنا اللہ تعالیٰ وایاہ (ہم پر اور ان پر اللہ تعالیٰ نرمی فرمائے۔ ت) امام ابوالحسن ممدوح کی ملاقات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اُن کی مدح و ستائش سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں:

علي بن جرير الخي الشطنوفي الامام عه الاوحد نور الدين شيخ القراء بالديار المصرية ابو الحسن اصله من الشام ولد بالقاهرة سنة اربع واربعين وستمائة وتصدر للاقراء بجمايع الازهر وغيره تكاثر عليه الطلبة وحضرت مجلس اقراء فاعجبتي سنيته وسكوته وكان ذا عزام	یعنی علی بن جریر نخعی شطنوفی امام یکتا ہیں نور الدین لقب ابوالحسن کنیت بلاد مصر میں علمائے قرات کے استاد ہیں اصل ان کی شام سے ہے ۶۴۴ھ میں قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر وغیرہ میں مسند اقراء پر صدر نشینی کی بکثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش و کم سختی مجھے پسند آئی حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ

عہ: یعنی اسی طرح امام اجل جلال الملتہ والدین سیوطی نے حسن المحاضرة فی اخبار مصر و القاہرہ میں اس جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی بے مثل امام ۱۲ منہ غفرلہ (م)

¹ رسالہ طبقات القراء

بألشیخ عبدالقادر الجبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجمع اخبارہ و مناقبہ فی نحوثلث مجلدات ^۱ اھملخصاً	تعالیٰ عنہ کے شیدائی تھے انہوں نے حضور کے فضائل تین ^۲ مجلد کے قریب میں جمع کئے ہیں۔

پر ظاہر کہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اس جناب کی کمال وثاقت و عدالت و وفور علم و جلالت پر شاہد عدل و دلیل فصل ہیں اور خود امام اوحد یعنی بے مثل امام یکتا، کالفظ اجل و اعظم تمام فضائل و مناقب جلیلہ کا یکتا جامع اکمل و اتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضور پر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت قریب ہیں انہیں حضور اقدس تک صرف دو واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابوصالح نصر قدس سرہ، کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابوبکر تاج الملتہ والدین عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ اپنے والد ماجد حضور پر نور سید السادات غوث الافراد قطب الارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و مرید و صاحب و مستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بحجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرأت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور، پھر ذہبی و ابن الجزری کے وہ اقوال نقل فرمائے اور رسالہ مذکورہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اسی نماز مبارک کے بارے میں مرقوم:

اقوی دلائل و واضح مسائل درین باب کتاب عنین بحجۃ الاسرار معدن الانوار کہ معتبر و مقرر و مشہور و مذکور ست و مصنف اس کتاب از مشاہیر مشائخ و علمائے میان وے و حضرت شیخ یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است و مقدم است بر امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشان نیز از متنبان سلسلہ شریفہ و مجبان جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ^۲ ۔ (ملقطاً)	اس باب میں اقوی دلیل "بحجۃ الاسرار" معدن الانوار ہے جو کہ معتبر اور مشہور ہے، اس کتاب کے مصنف اور حضرت شیخ یعنی غوث اعظم کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور یہ امام یافعی سے مقدم ہیں کہ جبکہ امام یافعی خود سلسلہ قادریہ سے متعلق ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت رکھتے ہیں (ت)

ہیں، امام یافعی و علامہ علی قاری و حضرت شیخ محقق دہلوی وغیرہم اکابر کی امامت و جلالت و وثاقت عدالت سے کون آگاہ نہیں۔

^۱ طبقات المقرنین

^۲ رسالہ متعلق بصلوۃ الاسرار لعبدالحق المحدث الدہلوی

و کیف یصح فی الاعیان شیعہ اذا احتاج النہار الی دلیل

(جب روز روشن دلیل کا محتاج ہو جائے تو پھر کسی چیز کا وجود کیسے ثابت ہو سکتا ہے)

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ وجہ، رد کر دینا یا سخت جہالت ہے یا سخت وضالت والعیاذ باللہ سب بخنہ و تعالیٰ اور بے دلیل و دعویٰ الحاق محض مردود، ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اٹھ جائے اور نظام شریعت درہم و برہم نظر آئے جو سند پیش کیجئے مخالف کہہ دے یہ الحاقی ہے، چلئے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا "ہیہات" کیا زور زبان کچھ کہہ دینا، قابل قبول ہو سکتا ہے، حاشا و کلا ادعائے بے دلیل مطرود و دلیل، ہاں ہم کو مسلم کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت تو مطروح یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعویٰ زہار مسموم نہیں جب تک بوجہ وجہ اس میں الحاق ثابت نہ کر دیں جس کے لئے امثال مقام عہ میں صرف دو طریقے متصور، ایک تو یہ کہ اس کتاب کے صحیح، معتمد، عمدہ، قدیم نسخے اس عبارت سے خالی ملیں یا خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو،

حضرت

عہ: اشارة الى انه قد يعلم ذلك بالرجوع الى المتكلم وانكاره عند من لا يهتمه، ويعرف تارة باعتراف المفتري كما وقع بعض الوضاعين، ويقبل اخرى اذا نص على ذلك من يرجع اليه لعظمه وفضله، ولا ينكر عليه لثقتة وعدله وكذلك يحكم به اذا لم يأت ذلك الا من طريق من عرف بالكذب كقول المحدثين ان هذا موضوع اى فى سندہ وضاع او كذاب وهذا انما يعطى عدم الجزم لا الجزم بالعدم الا اذا ضم اليه دليل آخر فالكذب قد يصدق والله تعالى اعلم ۱۲ منہ

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ الحاق کبھی خود متکلم کی طرف رجوع کرنے پر اور اس کا ایسا شخص کے سامنے الحاقی عبارت سے انکار کرنا، جس کو کذب سے متم نہیں کیا جاسکتا اور کبھی خود افتراء کرنے والے کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے لوگوں سے اعتراف واقع ہوا ہے اور کبھی ایسی منظم اور افضل شخصیت جس کے تقویٰ اور عدل کی بنا پر اس کی بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا، کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی الحاق کا حکم تب کیا جاتا ہے جب کہ اس بات کو صرف جھوٹ بولنے میں مشہور شخص ہی بیان کرے جیسا کہ محدثین کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں من گھڑت اور کذاب راوی ہے، یہ آخری وجہ صرف عدم جزم کا فائدہ دیتی ہے اور جزم بالعدم کا نہیں کیونکہ جھوٹا بھی کچھ سچ بول دیتا ہے ہاں اگر کوئی اور دلیل بتائے کہ یہ جھوٹ ہے تو پھر جزم بالعدم کا فائدہ ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ

اعلم ۱۲- منہ (ت)

جناب شیخ اکبر و امام شعرانی قدس سرہا کی تصانیف میں الحاق یونہی ثابت ہوا، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لوقع الانوار میں فرماتے ہیں:

قدم علينا الاخ العالم الشريف شمس الدين السيد محمد ابن السيد ابي الطيب المدني المتوفي ٩٥٥هـ خمس وخمسين و تسعمائة فذا كرتة في ذلك فأخرج الى نسخة من الفتوحات التي قابلها على النسخة التي عليها خط شيخ محي الدين نفسه بقونية فلم ارفيها شيئاً مما توفقت فيه وحذفته فعلمت ان النسخ التي في مصر ان كلها كتبت من النسخة التي دسوا على الشيخ فيها ما يخالف عقائد اهل السنة والجماعة كما وقع له ذلك في كتاب الفصوص وغيره¹ الخ	یعنی ہمارے دوست عالم شریف سید شمس الدین محمد بن سید ابوالطیب مدنی جن کی وفات ۹۵۵ھ میں ہوئی ہمارے یہاں آئے میں نے فتوحات شیخ اکبر قدس سرہ، کا تذکرہ کیا انہوں نے ایک نسخہ فتوحات نکالا جسے انہوں نے اس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جو شہر قونیہ میں کہ شیخ اکبر قدس سرہ، کا وطن ہے خاص شیخ قدس سرہ، کے دستخط شریف سے مزین ہے اس نسخے میں میں نے کہیں ان عبارتوں کا نشان نہ پایا جن میں مجھے تردد تھا اور میں نے فتوحات کے انتخاب میں قلم انداز کر دی تھیں تو مجھے یقین ہوا کہ اب جس قدر نسخے مصر میں ہیں سب اسی نسخے سے نقل ہوئے ہیں جس میں لوگوں نے عقائد اہلسنت وجماعت کے خلاف عبارتیں شیخ پر افتر کر کے ملا دی ہیں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا۔ الخ

اس کے بعد امام شعرانی نے دو تحریریں نقل فرمائیں جو عالم مدوح سید شریف مدنی مرحوم نے نسخہ مذکورہ قونیہ پر خود حضرت شیخ و دیگر عمائد رحمہم اللہ تعالیٰ کے دستخطوں سے لکھی دیکھیں اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا وقف فرمایا ہوا ہے شیخ نے اپنی علامت و وقف یوں تحریر فرمائی ہے:

وقف محمد بن علی بن عربی الطائی هذا الكتاب على جميع المسلمين²۔	یہ کتاب محمد بن علی بن عربی طائی نے تمام مسلمانوں پر وقف کی۔

اور اس کے آخر میں قلم شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تحریر ہے:

قد تم هذا الكتاب على يد منشئہ وهو	یہ کتاب بقلم مصنف تمام ہوئی اور یہ میرے

¹ كشف الظنون، بحوالہ لواقع الانوار القدسیہ من الفتوحات المکیہ مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد ۱۲۳۸/۲

² كشف الظنون، بحوالہ لواقع الانوار القدسیہ من الفتوحات المکیہ مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد ۱۲۳۹/۲

خط سے دوسرا نسخہ ہے اس کی تحریر سے روز چار شنبہ وقت صبح بتاریخ ست و چہارم ماہ مبارک ربیع الاول ۶۳۶ فراغ لکھا ہوا ہے اس کے مصنف نے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔	النسخة الثانية من بخط يدي وكان الفراغ منه بكرة يوم الأربعاء الرابع والعشرين من شهر ربيع الاول سنة ست و ثلثين ۶۳۶ وستمائة وكتبه منشؤه ¹ ۔

ورسید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سینتیس^۲ مجلد میں ہے اور اس میں اس نسخے سے جس میں لمحوں نے عقائد شیعہ الحاق کئے، عبارت زیادہ ہے اور اس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے شیخ صدر الدین قنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے :

انشاء مولانا شيخ الاسلام وصفوة الانام محي الدين بن عربي ² ۔	یہ کتاب ہمارے آقا سردار مسلمانان، برگزیدہ جہاں محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے۔

اور اس کے نیچے لکھا ہے: ملك هذه المجلدة لمحمد بن اسحق القنوي³ (یہ مجلد محمد بن اسحق قنوی کی ملک میں آیا۔ اس کے نیچے شیخ صدر الدین ممدوح کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ ان سے بطریق سماع حاصل ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحق قنوی کی شرح دستخط یہ ہے:

انتقل الى خادمه وربيب لطفه محمد بن اسحق سنة سبعين وثلثين ⁴ وستمائة۔	یہ کتاب مصنف کے خادم و لطف پروردہ محمد بن اسحق قنوی کی طرف ۶۳۷ میں منتقل ہوئی۔

نتی ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کون سا نسخہ معتد ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی تحریر اور اس کے اول و آخر میں خود مصنف و دیگر علماء و عمائد کے دستخط کثیر، جب یہ نسخہ ان عبارات شیعہ سے خالی ملا تو الحاق و افتراء میں کیا شک رہا، الحمد للہ رب العلمین، ولذا مفتی سلطنت عثمانیہ عمدہ علمائے روم علامہ ابوالسعود علیہ رحمۃ الملک الودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ یتقنا ان بعض اليهود افتراھا علی الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ، پر افتراء کئے ہیں۔ کما نقلہ فی الدر المختار عن معروضاتہ۔ اب کلام امام شعرانی کا حال سنئے، خود امام موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میزان میں فرماتے ہیں:

وقع لي ذلك من بعض الاعداء فانهم دسوا في كتابي المسى، بالبحر المورود في البواثيق	یعنی مجھے یہ واقعہ بعض اعداء کے ساتھ پیش آچکا ہے انہوں نے میری کتاب البحر المورود فی البواثیق

¹ کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیة من الفتوحات المکیة مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد ۱۲۳۹/۲

² کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیة من الفتوحات المکیة مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد ۱۲۳۹/۲

³ کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیة من الفتوحات المکیة مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد ۱۲۳۹/۲

⁴ کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیة من الفتوحات المکیة مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد ۱۲۳۹/۲

والعهود، امور اتخالف ظاهر الشريعة و داروبها في الجامع الازهر وغيره و حصل بذلك فتنة عظيمة وماخذت الفتنة حتى ارسلت لهم نسختي التي عليها خطوط العلماء ففتشها العلماء فلم يجدوا فيها شيئاً مما يخالف ظاهر الشريعة مما دسه الاعداء فالله تعالى يغفر لهم ويسامحهم ¹ اهـ	میں خلاف شرع باتیں الحاق کر دیں اور اسے جامع ازہر وغیرہ میں لئے پھرے اور اس کے سبب بڑا فتنہ اٹھا اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے ان کے پاس اپنا نسخہ جس پر علما کے دستخط تھے بھیج دیا اہل علم نے تلاش کی تو اس میں وہ امور مخالفہ شریعت جو دشمنوں نے ملا دیئے تھے اصلانہ پائے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور درگزر فرمائے۔

خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے یہ مصنف کا نام معتمد و عالم متدین، مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بد مذہبی وضالت جس میں اصلاً تاویل و توجیہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علماء تو امام اہل اسلام کی طرف بے تحقق و تواتر و ثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نص علیہ الامام الاجل حجة الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء (جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے "احیاء العلوم" میں اس کی تصریح کی ہے) رد کر دیں گے اور تحسیناً للظن، الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملحق ہے، بات کا ایسا سخیف و رذیل ہونا کہ کسی طرح عقل سلیم اس امام عظیم سے اس کا صدور منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فصل صنف اول سراجیہ میں یہ مہمل عبارت لان عندہما کل واحد منهم اولی من فرعہ وفرعہ وان سفلی اولی من اصلہ² (کیونکہ ان دونوں کے نزدیک ان میں سے ہر ایک اپنی فرع سے اولیٰ ہے اور اس کی فرع اگرچہ چلی ہو اصل سے اولیٰ ہے۔) جس کے لئے اصلاً کوئی محصل نہیں ولذا اعلامہ سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا:

لم یتحصل منها معنی فہی من ملحقات بعض الطلبة القاصرين ³ الخ	اس کا کوئی معنی نہیں بنتا لہذا یہ بعض نالائق طلباء کی الحاق کردہ عبارت ہے الخ (ت)

اور اسی قبیل سے ہے وہ عبارت جس میں کسی طائفہ زائفہ کے لئے کوئی غرض فاسد ہو اور امام مصنف اس

¹ المیر: ان الکبریٰ مقدّمہ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۱۱

² السراجی فی المیراث باب ذوی الارحام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹

³ حاشیہ ضیاء السراج مع السراج بحوالہ شرح سید شریف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹

سے بری اور جا بجا خود اس کا کلام اس غرض مردود کے خلاف پر شاید، جیسے بعض خدا نافر سوں کا امام حبیہ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف معاذ اللہ کلمات مذمت امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج اللہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتاب متواترہ احياء وغیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں عہ اور مثل آفتاب روشن و بے نقاب کہ مانحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی مشکل نہیں والحمد للہ رب العلمین، اگر منکر بھبیہ الاسرار شریف کے نسخ قدیمہ صحیحہ معتمدہ اس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقول، اس کے یقینی ضلالت و مخالف عقیدہ اہل سنت ہونے پر قائم کر لیتا تو اس وقت دعویٰ الحاق زیب دیتا، نہ کہ علی الرغم اس کے، علمائے مابعد، طبقہ فطیہ اس روایت کو نقل فرمائیں، اور مقرر، و مسلم رکھتے آئیں اور بھبیہ کا ایک نسخہ معتمدہ بھی اس کے خلاف نہ ملے اور محض براہ سید زوری الحاق کا ادعائے باطل کر دیا جائے، فن اصول میں جسے ادنیٰ مداخلت ہے اس پر کاشمیں واضح کہ مجرد امکان، منافی قطع و یقین بالمعنی الاعم نہیں، جب تک احتمال ناشئ عن دلیل نہ ہو ورنہ تمام نصوص قرآن و حدیث سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ منکر کا تصانیف شریفہ جناب شیخ اکبر و امام شعرانی قدس سرہما کی نظیر دینا کس درجہ لغو و بے محل تھا، کہاں وہ روشن و قانع قطعی ثبوت، کہاں یہ زبانی ثبوت سے حیلہ مبہوت، کاش منکر نے جہاں تصانیف مذکورہ کا نام لیا تھا وہاں امام شعرانی کے اقوال مسطورہ بھی نقل کر لاتا، کہ دعویٰ مدلل و ادعائے

امام اعظم کے بارے میں جو امام غزالی کی طرف منسوب ہے اس کا رد خود امام غزالی کا ذکر کردہ وہ کلام ہے جو انہوں نے تواتر سے مروی "احیاء العلوم" میں ائمہ اربعہ کے تراجم میں بیان کیا ہے اور انہوں نے وہاں فرمایا کہ بیشک امام ابو حنیفہ بھی عابد، زاہد، عارف باللہ، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اپنے علم کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تھے الخ اھ در مختار (ت)	عہ ما ینسب الی الامام الغزالی یردہ ما ذکرہ فی احیاء المتواتر عنہ حیث ترجم الائمة الاربعة وقال واما ابو حنیفۃ فلقد کان ایضاً عابداً زاہداً عارفاً باللہ خائفاً منہ مریداً وجہ اللہ تعالیٰ یعلمہ^۱ الخ اھ در مختار۔

یعنی امام حبیہ الاسلام احياء العلوم میں فرماتے ہیں ابو حنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے وجہ اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲

^۱ احياء العلوم بیان العلم الذی ہو فرض الکفایۃ مطبوعہ مطبعۃ المشد الحسینی القاہرہ مصر ۱/ ۲۸

بے دلیل کافر کھل جاتا واللہ الحجۃ السامیۃ۔

اور اس ف نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء ہر گزہر گز قرآن و حدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، ہر جگہ صرف زبانی ادعا سے کام لیا مگر یہ وہی جہالتِ قبیحہ و سفاہتِ فضیحہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ و طائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن و حدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی ممانعت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک امر و نہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے! ترمذی و ابن ماجہ و حاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحلال ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت فهو مباحا عنه ¹	حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں،

اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ عَفُوٌّ رَحِيمٌ ²	اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں برا لگے اور اگر قرآن اُترتے وقت پوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گے اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ف: یہاں سے علی حضرت علیہ الرحمۃ ایک فائدہ نفیسہ کا بیان شروع کر رہے ہیں جو چار احادیث اور ایک آیت قرآنی پر مشتمل ہے جس سے بہت سی فروع مثلاً عید میلاد النبی، گیارہویں شریف، تیجا، دسواں، چہلم اور صلوٰۃ الاسرار وغیرہ کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔
نذیر احمد سعیدی

¹ جامع الترمذی ابواب اللباس، باب ماجاء فی لبس الفراء مطبوعہ امین کمپنی مکتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۲۰۶، سنن ابن ماجہ باب اکل الخبز والسمن

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۴۹

² القرآن ۱۰۱/۵

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انہیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی ان کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہوگی۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، دارقطنی ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوہا، وحرم حرمت فلا تعتدوہا، وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنہا ¹ ۔	بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں ہاتھ سے نہ جانے دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ذرونی ماترکتکم فانما ہلک من کان قبلکم بکثرة سؤلہم واختلافہم علی انبیائہم فاذا نہیتکم عن شیئی فاجتنبوہ واذا امرتکم بامر فأتوا منه ما استطعتم ² ۔	یعنی جس بات میں میں نے تم پر تضييق نہ کی اُس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی اُمّتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں، میں جس بات کو منع کروں اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر قدرت بجالاؤ۔

احمد، بخاری، مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

¹ سنن الدارقطنی باب الرضاع مطبوعہ نثر السنۃ ملتان ۱۸۴/۱۴

² صحیح مسلم باب فرض الحج فی العمر، حدیث ۴۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۳۲، سنن ابن ماجہ باب اتباع سنت رسول اللہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۱، مسند احمد بن حنبل از مسند ابو ہریرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۲۴۷

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرماً من سأل عن شیئی لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألتہ ¹ ۔	بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گناہگار وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی۔

یہ احادیث باعلیٰ ندامندی کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ ان کی اجازت ثابت نہ ممانعت وارد، اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا، اس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالجملة یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے و جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح و روا اور اس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افتراء۔ قال ربنا تبارک و تعالیٰ

وَلَا تَقُولُوا الْبَاطِلَ الَّذِي هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ²	ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا: اپنی زبانوں کا من گھڑت جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء کرتے ہو، بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے خلاف کہنا بھی اسی سفاہت قدیمہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عموماً ان کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے، امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع ³ ۔	کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔

رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثناء عشریہ میں لکھتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگرست ⁴ ملخصاً۔	نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے ملخصاً (ت)

¹ صحیح بخاری باب مائیکہ من کثرة الاسوال مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱۰۸۲/۲

² القرآن ۱۶/۱۶

³ مواہب اللدنیہ

⁴ تحفہ اثناء عشریہ باب دہم مطاعن ابو بکر رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا نفي المندوبية اما ثبوت الكراهة فلا الا ان يدل دليل آخر ¹ ۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں۔ رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

اور اسے اخلاص^ف و توکل کے خلاف ماننا عجیب جہالت بے مزہ ہے اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بغرض توکل ہے اور ان سے توکل قطعاً محمود، اور ہر گز اخلاص و توکل کے منافی نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ²	اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

اور انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ ³	وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء و صلحاء و علماء و عرفاء علیہم التحیۃ و الثناء کا قدیم و حدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات، نہایت النہایات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پر نور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمانہ برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ و تابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت و عرصات محشر و دخول جنت تک "استشفاع و توسل" احادیث و آثار میں جس قدر و فور و کثرت و ظہور و شہرت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں، جسے اس کی گوئی تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی و خصائص کبرائے امام جلال الدین سیوطی و شرح مواہب علامہ زر قانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و لمعات و اشعہ شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی دیار المحبوب و مدارج النبوة تصانیف شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب دہلوی و غیر ہا کتب و کلام علمائے کرام و فضلاء عظام علیہم رحمۃ العزیز العظام، کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف

¹ فتح القدر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سحر ۳۸۹/۱

² القرآن ۳۵/۵

³ القرآن ۵۷/۱

ف: یہاں سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ شفاعت، وسیلہ، استمداد، التجا اور ہنگام توسل ندائے محبوبان خدا کے جواز پر کلام شروع کر رہے ہیں جو کہ آیات قرآنی، احادیث اور کتب سیرت سے ماخوذ ہے، غور کرو۔ نذیر احمد

ہوتا ہے اور مصنف خطا سے منصرف وبالله سبخنہ وتعالی التوفیق۔ اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب باراں سے توسل کرنا مروی و مشہور، حسن حصین میں ہے:

وان يتوسل الى الله تعالى بانبياءه رخص والصالحين من عباده ^۱ ۔	یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری و بزاز و حاکم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے، اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح و مشہور ہے جسے انسائی و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و طبرانی و ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس مجاہد بیکساں، ملاذ و وجہاں، افضل صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علیہ و علی ذریاتہ، نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے:

اللهم انی اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبی الرحمة (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضى لی اللهم فشفعه فی۔ ^۲	الہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حسن حصین میں لتقضى لی بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کر دیں۔ مولینا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرز نمین شرح حسن حصین میں فرماتے ہیں:

وفي نسخة بصيغة فاعل ای لتقضى الحاجة	اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت روائی

^۱ حسن حصین آداب دعا، افضل المطالع انڈیا ص ۱۸

^۲ جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۲/۱۹۷

لی والمعنی تكون سبباً لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی ^۱ ہ	فرما، اور معنی یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی کا سبب بنیں، پس یہ اسناد مجازی ہے (ت)

اور یہ حدیث نفیس کجح مذیل بطراز گرانہائے تصحیح عہ الامام ابوالقاسم سلیمان لخمی طبرانی کے پاس یوں ہے:

ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجة له، فکان عثمان لا یلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته، فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فشکا ذلک الیه، فقال له عثمان بن حنیف: ائت المیضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللهم انی اسألك و اتوجه الیک بنبینا محمد	یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی انہوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ: الہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے

عہ: امام منذری ترغیب میں فرماتے ہیں: قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ والحديث صحيح^۲ طبرانی نے اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کر کے کہا حدیث صحیح ہے ۲۱ منہ (م)

عہ: هكذا هو ههنا يثبت الصلوة في نفس الحديث في النسخة التصحيحية للترغيب التي من الله تعالى بها على هذا المحتاج ولعل عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه اذا روى الحديث اتي به كما هو واذا علم الرجل زاد الصلوة كما هو المطلوب في امثال المقام، والله تعالى اعلم ۲۱ منہ (م)

یوں ہی وہ یہاں نماز کا ثبوت نفس حدیث میں ہے "ترغیب" کے صحیح نسخہ میں ہے یہ نسخہ اللہ تعالیٰ نے اس محتاج کو بطور احسان عطا فرمایا ہے کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب روایت کیا تو انہوں نے حدیث کو درست بیان فرمایا اور جب انہوں نے آدمی کو ترغیب دی ہو تو نماز کا لفظ زائد کر دیا ہو جیسا کہ ایسے مقام میں مطلوب ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم ۲۱ منہ (ت)

^۱ حرز مبین شرح حصن حصین مع حصن حصین، صلوٰۃ الحاجۃ، افضل المطالع انڈیا ص ۱۲۵

^۲ الترغیب والترہیب فی الصلوٰۃ الحاجۃ و دعائہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶۱/۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الرحمة. یا محمد انی اتوجه بك الى ربی فتقضى لی حاجتی، وتذكر حاجتك وروح الی حتی اروح معك، فانطلق الرجل فصنع ما قال له، ثم اتی باب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء البواب حتی اخذه بیده فادخله علی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاجلسه معه علی الطنفسة، فقال حاجتك، فذكر حاجته فقضاها له، ثم قال: ما ذكرت حاجتك حتی كانت هذه الساعة وقال ما كانت لك من حاجة فاذكرها ثم ان الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فقال له جزاك الله خيرا، ما كان ينظر فی حاجتی ولا يلتفت الی حتی كلمته فی، فقال عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ والله ما كلمته، ولكن شهدت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واتاه رجل ضریر فشكا اليه ذهاب بصره، فقال له النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائت البيضا فتوضأ ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات، فقال عثمان بن حنیف فوالله ما تفرقنا وطال بنا الحديث حتی دخل علينا الرجل كانه لم يكن به ضرر قط¹۔

توجہ کرتا ہوں یا رسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کر، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں، حاجت مند نے یوں ہی کیا پھر آستان خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا مطلب پوچھا، عرض کیا فوڑا روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے امیر المومنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا، مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوں ہی اسے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے، خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا ہی نہ تھا۔

¹ المعجم الکبیر للطبرانی ما سند عثمان بن حنیف ۸۳۱۱ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/۹

تنبیہ: ایہا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل افسوس و عبرت، اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ و جلالت منیعہ اوپر معلوم ہو چکی اور اس میں ہم اہل سنت و جماعت کے لئے جواز استمداد والتجاوہ نگام توسل، ندائے محبوبانِ خدا کا بھگد لہ کیمسا روشن و واضح و بین و لائح ثبوت، جس سے اہل انکار کو کہیں مفر نہیں اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعویٰ بلند علم و تدوین کے اپنے مذہب کی حمایت بیجا میں جس صریح بے باکی و شوخ چشتی کو کام فرمایا ہے انہیں اس سے شرم چاہئے تھی حضرت نے حصن حصین شریف کا ترجمہ لکھا، جب اس حدیث پر آئے اس کی قاہر شوکت، عظیم عزت نے جرات نہ کرنے دی کہ نفس متن میں اس پر طعن فرمائیں اور ادھر پاس مشرب، ناخن بدل جوش عصیت تاب گسل، ناچار حاشیہ کتاب پریوں ہجوم ہوموم کی تسکین فرمائی کہ:

ایک راوی اس حدیث میں عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ ہے جو متروک ہے جیسا کہ "تقریب" میں موجود ہے، اور متروک الحدیث راوی کی حدیث حجت کے قابل نہیں ہوتی۔ (ت)	ایک راوی ابن حدیث عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث است چنانکہ در تقریب موجود است و حدیث، راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔

انّا للہ وانا الیہ راجعون، انصاف و دیانت کا تو یہ مقتضی تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا تسلیم فرماتے ارشاد مفترض الانقیاد حضور پر نور سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ الامجاد، کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف، ایسی تصحیح ریح حدیث کو، جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجئے اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزا علیہ افضل الصلوٰۃ و الثناء کا کچھ خیال نہ کیجئے، اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں ملتی، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیر ہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں، کاش اتنا ہی نظر فرمالیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی، اس کا مدار روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں، وائے بیباکی، مشہور و متداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود ان کی اسانید میں صاف صاف عن عثمان بن عمر مکتوب، پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابن خالد بنالینا کس درجہ کی حیا و دیانت ہے لاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم۔ اور سنئے ابن السنی عبد اللہ بن مسعود اور بزار عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا انفلتت دابة احدكم بارض فلاة فليناد يا عباد الله احبسوا فان الله تعالى عبادا في الارض تحبسه ¹ ۔	جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہئے یوں ندا کرے "اے خدا کے بندو! روک لو" کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اسے روک لیں گے۔

بزار کی روایت میں ہے یوں کہے: اعینوا یا عباد اللہ مدد کرو اے خدا کے بندو!۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ² (اللہ تم کرے۔ت) اور زیادہ فرماتے رواہ ابن شیبہ فی مصنفہ (اسے ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ت) امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہوا جانور فوراً رک گیا، اور فرماتے ہیں پر رحم: ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا، لوگ عاجز آ گئے ہاتھ نہ لگا، میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا³ نقلہ سیدی علی القاری فی الحرز الثمین (ملا علی قاری نے اسے حرز ثمین میں نقل کیا۔ت) امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزو ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اضل احدكم شیئاً واراد عوناً وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اعيونى يا عباد الله اعيونى يا عباد الله اعيونى فان الله عبادا لا يراهم ⁴ ۔	جب تم میں سے کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کر دے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے عہ ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

عہ: جن کے سید و مولا و سند و ماویٰ حضور پر نور سیدنا عبد القادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (باقی صفحہ آئندہ)

¹ المعجم الکبیر مروی از عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۶۷/۱۰، المطالب العالیہ، زوائد المسانید الثمانیہ ۲۳۹/۳ کشف

الاستار عن زوائد البراز ۳۴/۳، مجمع الزوائد ۱۳۲/۱۰، الاذکار للنووی ص ۱۰۱

² المصنف لابن ابی شیبہ ماید عوبہ الرجل حدیث ۹۷۶۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۳۹۰/۱۰

³ الاذکار للنووی باب ما یقول اذا انفلتت دابة مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ص ۲۰۱

⁴ المعجم الکبیر ماسند عتبہ بن غزو ان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱۸/۱۰

عتبہ بن غزوٰ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قد جَرَّبَ ذَلِكْ^۱ بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے رواہ الطبرانی ایضاً (اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ ت) فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقلِ ہذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے۔ اور فرمایا مسافروں کو اس کی ضرورت ہے، اور فرمایا مشائخ کرام قدست اسرارہم سے مروی ہوا انہ مجرب قرن بہ النجاح^۲ یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکرہ فی الحرز الثمین (اس کو حرز ثمین میں ذکر کیا ہے۔ ت) ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم و افاض علیہا انوارہم یہی قول اظہر واشہر ہے کما نص علیہ فی الحرز الوصین (جیسا کہ حرز الوصین میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ت) اور ممکن کہ ملائکہ یا مسلمان صالح جن، مراد ہوں و کیفما کان ایسے توسل و ندا کو شرک و حرام اور منافی توکل و اخلاص جاننا معاذ اللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے۔

تعبیہ: یہاں تو حضرات منکرین کے انہیں عالم نے یہ خیال فرما کر کہ معجم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں بے خوف و خطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زور علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا فرماتے ہیں: اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوٰ بن مجہول الحال ہے تقویٰ اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ایک کتاب کا ہے اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

اقول: مگر بھلا اللہ آپ کا تقویٰ و عدالت تو معلوم، کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوٰ بن رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنہیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لا یعرف کہا، اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوٰ بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مہاجر و مجاہد غزوہ بدر ہیں جن کی جلالت شان بدر سے روشن، مہر سے آئین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ حرز ثمین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی تصریح کی اور بھیجہ الاسرار، الزبدۃ اور التحفہ وغیرہا میں اس کو روایت کیا اور نقل کیا ۱۲۱ منہ (ت) کما نص علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام رواہ ونقلہ فی البہجۃ و الزبدۃ و التحفۃ وغیرہا منہ (م)

^۱ المعجم الکبیر ماسند عتبہ بن غزوٰ بن حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸/۱۰

^۲ حرز ثمین حواشی حصین دعاء الرکوب فی البحر الفضل المطالع انڈیا ص ۴۶

اُن کے پیش نظر ہے، شاید اس حرز میں یہ عبارت تو نہ ہوگی:

رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبۃ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ¹ ۔	اس کو طبرانی نے زید بن علی سے انہوں نے عتبہ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

یاجس تقریب کا آپ نے حوالہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی:

عتبۃ بن غزوٰن بن جابر المزنی صحابی جلیل مہاجر بدری مات سنہ سبع عشرۃ ² اھ ملخصاً۔	عتبہ بن غزوٰن بن جابر المزنی صحابی جلیل بدری اور مہاجر ہیں جن کا وصال ۷ اھ میں ہوا۔ اھ ملخصاً۔ (ت)

پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو زور زبان و زور جنان درجہ
صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لاڈالے اور شمس عدالت و بدر جلال کو معاذ اللہ مردود الروایۃ و مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالے

ولکن صدق نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ³ ۔	لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھے حیا نہیں تو پھر جو چاہے کر۔ (ت)

مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر گزرے پھر ادعائے حقانیت گویا تمیز کا وضوئے محکم ہے
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر یہ تو حدیثیں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سنئے اپنے قصیدہ الطیب النعم کی
شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ:

لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ⁴ ۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک سے مدد حاصل کرنا ضروری ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ	مجھے تو ہر مصیبت میں اور ہر پریشان حال کے لئے حضور

¹ حرز نمین شرح حصن حصین مع حصن حصین دعاء الرکوب فی البحر افضل المطالع انڈیا ص ۴۵

² تقریب التذیب ترجمہ ۴۲۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵۳

³ المعجم الکبیر مروی از ابو مسعود حدیث ۶۵۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۳۷

⁴ شرح قصیدہ الطیب النعم فصل اول در تشبیب بذکر الخ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ص ۲

جائے دست زدن اندو، مگین ست درم شدتے ¹ ۔	علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست تصرف ہی نظر آتا ہے (ت)

اسی میں ہے:

بہترین خلق خداست در خصلت و در شکل و نافع ترین ایشان ست مردماں رانزدیک ہجوم حوادث زماں۔ ²	زمانے کے حوادث میں لوگوں کے لئے آپ سے بڑھ کر کوئی نافع نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فصل یازدہم در ابتہال بجناب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت فرستد بر توخدائے تعالیٰ اے بہترین کسیکہ امیدداشتہ شود اے بہترین عطا کنندہ ³ ۔	گیارہویں فصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں ہے اے بہترین مددگار اور جائے امید اور بہترین عطا کرنے والے! آپ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں۔ (ت)

اسی میں ہے:

اے بہترین کسیکہ امیدداشتہ شود برائے ازالہ مصیبتے ⁴ ۔	اے بہترین امیدگاہ، مصیبتوں کے ازالہ کے لئے۔ (ت)

اسی میں ہے:

تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے و فتنیکہ بخلا ند در دل بدترین چنگلا لہار ⁵ ۔	آپ مجھے ہر ایسی مصیبت میں جو دل میں بدترین اضطراب پیدا کرے، پناہ دیتے ہیں۔ (ت)

اور اپنے قصیدہ ہمزئیہ کی شرح میں تو قیامت ہی توڑ گئے، لکھتے ہیں:

آخر حالتی کہ ثابت است مادح آں حضرت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فتنیکہ احساس کند نارسائی خود از حقیقت شائستہ (بالفتح) خواری وزاری، ابتہال و اخلاص در دعا آنت کہ نہ انداز و خوار شدہ بشکستگی دل و اظہار بے قدری خود، باخلاص در مناجات و پناہ گرفتن بایں طریق، اے رسول خدا، اے بہترین مخلوقات، عطاے ترا میخواہم روز فیصل کردن۔ ⁶	مایوسی کے وقت مدح کرنے والے کی آخری حالت میں یہ دعا اور ثنا ہونی چاہئے کہ وہ اپنے کو انتہائی گریہ وزاری اور دل جمعی اور اظہار بے قدری میں خلوص کے ساتھ پناہ حاصل کرتے ہوئے یہ مناجات کرے اور کہے کہ اے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ذات! قیامت کے روز میں آپ کی عطا کا خواستگار ہوں۔ (ت)

¹ شرح قصیدہ الطیب النغم فصل اول در تشبیب بذکرا الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴

² شرح قصیدہ الطیب النغم فصل چہارم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۶

³ شرح قصیدہ الطیب النغم فصل یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

⁴ شرح قصیدہ الطیب النغم فصل یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

⁵ شرح قصیدہ الطیب النغم فصل یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

⁶ شرح قصیدہ ہمزئیہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳

اسی میں ہے:

و قتیکہ فرواد آید کار عظیم در غایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا ^۱ ۔	جب کوئی کام تاریکی کی گہرائی میں گرجائے تو آپ ہی ہر بلا میں پناہ دیتے ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

بسوئے توست آردون من وبہ توست پناہ گرفتن من ودر توست امیدداشتن من ^۲ ۔	میری جائے پناہ، میری جائے امید اور میرے مرجع آپ ہی ہیں۔ (ت)

بالجملہ بندگان خدا سے توسل کو اخلاص و توکل کے خلاف نہ جانے گا مگر سخت جاہل محروم یا ضال مکابر مملوم، رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، اولا: جب اس کی ترغیب خود حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو کیا گنجائش انکار، خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل و زبان کی شریک ہیں کہ وہ جناب اتباع قرآن و حدیث و اقتضائے سنت سنیہ و مراعات سیرت صحابہ و اجتباب محدثات شیعہ و التزام احکام شریعہ پر استقامت کاملہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاء امدنا فی الدارین بنعباء امین (اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور اس کو راضی کرے اور اپنی نعمتوں سے دونوں جہاں میں ہماری امداد فرمائے آمین۔ ت)

ہاجی: دو علما و اولیاء جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بہم نے ذکر کئے جنہوں نے یہ نماز پسند کی اجازت دی، سندلی، خود پڑھی، منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے؟ پھر ان کے کہے سے کیونکر مسلم ہو کہ حکم شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ اللہ گناہگار، فاسق، بدعتی گزرے اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواد اعظم کی طرف بلانا، وہی پرانی تبلیہ ہے سواد اعظم کا خلاف جب ہو کہ جمہور ائمہ دین، فقہاء و محدثین، عرفائے محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس نماز سے مانعت کرتے آئے ہوں، جب منکرین دو چار ائمہ معتمدین سے صحیح طور پر (جو دیدہ و دانستہ کذب و افتراء وضع اسمائے کتب و علما و استناد بمجاہیل و اجزائے خالہ سے، کہ داب قدیم اکابر منکرین ہے خالی ہو) اس نماز کریم کی مانعت کا ثبوت نہ دے سکے نہ ان شاء اللہ تعالیٰ قیام قیامت دے سکیں تو سواد اعظم کا نام لینا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے۔

ہاجی: ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز و اباحت اور منع و انکار کی قباح و شاعت

^۱ شرح قصیدہ ہمزہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ص ۳۳

^۲ شرح قصیدہ ہمزہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ص ۳۴

پر نئے طور سے (جسے معارضہ بالقلب کہتے) سواداعظم ائمہ و علماء و محدثین و فقہاء کا اجماع قطعی ثابت ہوگا، پہلے معلوم ہو چکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر و عدم ہے اور خود یہاں منکرین کے ادعائے سواداعظم کا یہی بنی کمال یعنی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اب ہم کہتے ہیں کلمات ائمہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہر گز مذکور نہیں، ومن ادعی فعلیہ البیان ولا یستطیعہ حتی یرجع القارطان (جو دعویٰ کرے اس پر بیان لازم ہے جبکہ یہ اس کی استطاعت سے خارج ہے۔ ت) اور عدم بیان، بیان عدم تو لاجرم اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان سب ائمہ کے نزدیک اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار ناجائز ہوگا وہ اقل درجہ مباح ہوگا فثبت المقصود وبہت العنود والحمد للہ العلی الودود (مقصود ثابت ہوا، مخالف مبہوت ہوا، الحمد للہ العلی الودود۔ ت)

رابعاً: ان حضرات کی عجیب عادت ہے، جواز کہ عقلاً و نقلاً محتاج دلیل نہیں بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لئے ان کے زبانی دعوے کافی ہو جاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ بعراق و روش با وسب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لئے اصل جواب وہی ہے جو مدعیان بے ثبوت کے مقابل قرآن عظیم نے تعلیم فرمایا کہ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ¹ (فرمادیجئے اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ ت) اور منکر نے اثنائے تقریر میں جو اپنے لئے بات آسان کرنے کو ہیات نماز و تدلل تام و انتہائے تعظیم کی قیدیں بڑھالیں وہ خود اسی پر مردود کہ ہر گز ترکیب صلوۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں، ہاں محبوبان خدا کی نفس تعظیم بیشک اہم واجبات واعظم قربات سے ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی عزت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے۔ اور نیز فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو یہ قلبی تقویٰ ہوگا، اور نیز فرمایا ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، بشارت سنانے	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهِ عِنْدَ رَبِّهِ² قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ³ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

¹ القرآن ۱۱۱/۲

² القرآن ۳۰/۲۲

³ القرآن ۳۲/۲۲

والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے مومنو! تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر بجالاؤ (ت)	وَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَكَا

خود منکر نے کہا کہ صحابہ کرام تعظیم سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہم سے زیادہ تھے بلکہ شاید ابھی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص ہیأت نماز قائم کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا۔ باب و شرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری کی تصریح لیجئے فرماتے ہیں:

یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔ اھ ملتقطاً۔	یتوجه الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویثقل صورته الکریمۃ البھیة ^۲ اھ ملتقطاً۔

اے عزیز! فاصل کاریہ ہے کہ محبوبان خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے ولذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علماء و عام مسلمین کے لئے تواضع کا حکم ہوا جنہیں جمع کیجئے تو دفتر طویل ہوتا ہے۔ طرانی معجم اوسط اور ابن عدی کامل میں ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علم سیکھو اور علم کے لئے سکون و مہابت (وقار) سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو۔	تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینۃ والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه ^۳ ۔

ف: محبوبان خدا (مثلاً انبیاء، اولیاء، علماء، استاد اور شاگرد کہ وہ اللہ کے نبی، یہ اللہ کے ولی، وہ دین الہی کے قیم ہیں اور ملت الہیہ پر قائم) کی تواضع اور تعظیم کرنا درحقیقت خدا ہی کی تواضع اور تعظیم کرنا ہے ورنہ محض کسی دنیا دار یا کافر کی تعظیم جائز نہیں۔ نذیر احمد

^۱ القرآن ۸/۹ و ۸/۱۰

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب المناسک مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

^۳ اکامل فی ضعیفاء الرجال من اسمہ عباد عباد بن کثیر ثقیفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۱۶۴

اور خطیب نے کتاب الجامع لأدب الراوی والسماع میں اُن سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تكونوا جبابرة العلماء فيغلب جهلكم علمكم ¹ ۔	جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بالنہمہ علما نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے، فتاویٰ ہندیہ میں یہ ہے: التواضع لغير الله حرام كذا في الملتقط² (غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے جیسا کہ ملقط میں ہے۔ ت) تو بات وہی ہے کہ انبیاء و اولیاء و مسلمین کے واسطے تواضع اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دین الہی کے قیم ہیں یہ ملت الہیہ پر قائم ہیں تو علت تواضع، جب وہ نسبت ہے جو انہیں بارگاہ الہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی عہ کے لئے ہوئی جیسے

ف: یہ فائدہ ضرور ملاحظہ ہو عہ عجیب تربشؤ (نہایت عجیب بات سن۔ ت) مرزا مظہر جانجانا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایشان بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شمار بر محبت خدا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالب وست موجب انفعال میشود در جواب بر نگاشتند کہ محبت پیر ہمیں محبت خدا و رسول ست و سبب جذب کمالات الہیہ کہ در باطن پیر ثابت ست می شود چوں دیدہ عقل آمد احوال معبود تو سہری ست اول ³	انہوں نے اپنے پیر کی خدمت میں لکھا کہ آپ کی محبت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہے جو کہ فیضیاب ہونے کا سبب ہے، پیر صاحب نے جواب میں لکھا کہ پیر کی محبت بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی محبت ہے جو کہ پیر کے باطن میں ثابت شدہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کو جذب کرنے کا باعث ہے۔ انتہی بلطفہ ۱۲ منہ (م)

¹ الجامع لاخلق الراوی باب ذکر مہمنی للراوی والسماع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۱، الکامل فی ضعفاء الرجال من اسمہ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۶۳۳/۴

² فتاویٰ ہندیہ الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوک الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۸/۵

³ ملفوظات مرزا مظہر جانجانا مجتبیٰ دہلی ص ۱۸۲

صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی تعظیم و محبت بعینہ محبت و تعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

کمانص علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غیر ما حدیث و نحن فی غنی عن سردھاھننا فھاھی شوار د بل معلوۃ الموار د۔	جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر تصریح فرمائی، ایسی بہت سی احادیث ہیں ہمیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ احادیث اجنبی نہیں ہیں ان کا مورد سب کو معلوم ہے۔ (ت)

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاداً باللہ، کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لئے اس کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں، اے عزیز! کیا وہ احادیث کثیرہ شیرہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خشوع و خضوع بجالا نامد کور، اس درجہ اشتہار پر نہیں کہ فقیر کو ان کے جمع واستیعاب سے غنا ہو، ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولہ کأنّ علی رؤسہم الطیر ¹ ۔	فرمایا میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، یعنی سر جھکائے گردنیں خم کئے بے حس و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آ بیٹھیں، اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا!

ہند بن ابی ہالہ و صاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی عنہ کی حدیث حلیہ اقدس میں ہے:

اذا تکلم اطرق جلساؤہ کأنّ علی رؤسہم الطیر ² ۔	جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکالیتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

عجب ست باوجودت کہ وجود بمن ماند
(تعجب ہے کہ تیرے وجود سے میرا وجود باقی ہے تیری گفتگو نافذ ہے اور میری بات باقی ہے)

مولانا جامی قدس سرہ السامی نجات الانس شریف میں لکھتے ہیں:

یکے از مشائخ گوید کہ من و شیخ علی ہیتی در مدرسہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بودیم کہ یکے از اکابر بغداد پیش آمدو	ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں اور شیخ علی ہیتی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں تھے کہ اتنے میں بغداد کے

¹ سنن ابوداؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۳/۲، مسند احمد بن حنبل حدیث اسامہ بن شریک مطبوعہ دار الفکر

بیروت ۲۷۸/۴

² المعجم الکبیر حدیث ہند بن ابی ہالہ ۴۱۴، مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۵۸/۲۲

ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے عرض کی اے آقا (غوث اعظم) آپ کے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعوت دے اس کی دعوت قبول کی جائے، لو میں آپ کو اپنے گھر کے لئے دعوت دیتا ہوں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا، یہ فرما کر آپ نے کچھ دیر سر مبارک کو جھکایا پھر فرمایا میں آ رہا ہوں آپ گھوڑے پر سوار ہوئے شیخ علی ہیتی نے دایاں رکاب اور میں نے بایاں رکاب پکڑا، حتیٰ کہ ہم سب اس شیخ کے گھر پہنچے تو وہاں پر بغداد کے مشائخ اور علما اور خاص لوگ موجود تھے دسترخوان بچھایا گیا جس پر مختلف قسم کی نعمتیں موجود تھیں اور ایک بھاری بوجھل تابوت کو دس آدمی اٹھائے ہوئے لائے جو اوپر سے ڈھانپا ہوا تھا وہ دسترخوان کے قریب ایک طرف رکھ دیا گیا، اس کے بعد صاحب خانہ شیخ نے کھانا کھانے کو کہا تو حضرت غوث اعظم نے سر مبارک جھکایا نہ خود کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی ہمیں کھانے کی اجازت دی، اور کسی نے بھی نہ کھایا جبکہ تمام اہل مجلس ایسے خاموش سر جھکائے ہوئے تھے جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (ت)	گفت یاسیدی قال جدك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من دعي فليجب وهانا ادعوك الى منزلي گفت اگر مرا اذن کنند بیایم زمانے سرور پیش انداخت پس گفت مے آیم وراستر سوار شد شیخ علی ہیتی رکاب راست وی گرفت ومن رکاب چپ تابسرائے آں شخص رسیدیم ہمہ مشائخ بغداد وعلما وایمان آنجا بودند ساطے برکشیدند بروی انواع نعمتا وسلہ بزرگ سر پوشیدہ دو کس برداشتہ پیش آوردند ودر آخر ساط نہادند بعد ازاں آں شخص کہ صاحب دعوت بود گفت الصلا وشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور پیش افکندہ بود پیچ نخورد واذن نیز نداد وپیکس ہم نخور واهل المجلس کأن علی رؤسهم الطیر هیبتہ¹۔

یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیاء و علماء و عمائد بغداد تھے ہیبت سرکارِ قادریہ کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، مقصود اسی قدر تھا مگر ایسی جانفزا بات کا نام تمام رہنماؤں کو نہیں بھاتا لہذا تفریحِ قلوب سنت و غیظِ صدور بدعت کے لئے تتمہء روایت نقل کروں، فرماتے ہیں:

حضرت نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ فرمایا کہ اس تابوت کو میرے سامنے لاؤ، وہ بھاری تابوت ہم نے اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا اس پر سے کپڑا ہٹاؤ، جب ہم نے دیکھا وہ اس شخص کا	شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و شیخ علی ہیتی اشارتی کرد کہ آں سلہ راپیش آرید برخاستیم و آں راپیش برداشتیم و بس گراں بود در پیش شیخ نہادیم فرمود تا سر آزا بکشادیم دیدیم کہ فرزند آں شخصے بود ناپینائے مادر زاد

¹ نفحات الانس حالات شیخ ابو عمرو صریفی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰

لڑکا تھا جو مادر زاد نابینا اور مفلوج تھا تو حضرت نے اس لڑکے کو حکماً فرمایا تم باذن اللہ معافی (اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ عافیت والے ہو کر) وہ لڑکا فوراً تندرست حالت میں کھڑا ہو گیا جیسا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حاضرین میں سے اُٹھ کر پوری جماعت کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد میں شیخ ابوسعید قیلوی کے پاس گیا اور ان کو میں نے یہ تمام قصہ سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست اور مُردے کو زندہ اللہ کے اذن سے کرتے ہیں۔ (ت) ۱	برجائے ماندہ و مجذوم و مفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وی را گفت قم باذن اللہ معافی، آں کو دک برخاست دواں و بینا و بران ہیچ آفتے نے فریاد از حاضران برخاست شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ در انبوه مردم بیروں آمد و ہیچ خورد پیش شیخ ابوسعید قیلوی رفتیم و آں قصہ باوے بگفتم گفت شیخ عبدالقادر یبرئ الاکمه و الابرص و یحیی الموتی باذن اللہ عزوجل ست انتی^۱۔

قادر قدرت تو داری ہرچہ خواہی آں کنی

مردہ را جانے دہی و در در ادرماں کنی

(اے قدرت والے تجھے قدرت ہے جو چاہے تو کرے، مردہ کو جان دیتا ہے اور درد کو آرام دیتا ہے)

امام ابوالراہیم نجیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کتاب الشفاء میں ہے:

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے خضوع و خشوع بجالائے اور باوقار ہو جائے اور اعضاء کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لئے اس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو اس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمیں ان کا ادب سکھایا ہے۔	واجب علی کل مومن متی ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع و یخشع و یتوقر و یسکن من حرکتہ و یأخذ فی ہیبتہ و اجلالہ بماکان یاخذ بہ نفسہ لوکان بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یتأدب بماادبنا اللہ تعالیٰ بہ^۲۔

^۱ نفحات الانس حالات ابو عمرو و صریح فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰

^۲ کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شریکۃ صحافیۃ ترکی ۳۳/۲

امام علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں:

یعنی یاد حضور کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس کا تصور باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہوں۔	یغرض ذلک ویلا حظہ ویتمثله فکانہ عندہ ¹ ۔

امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں امام تجیبی کا ارشاد نقل کر کے فرماتے ہیں:

ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی داب و طریقہ تھا۔	وهذه كانت سيرة سلفنا الصالح وائمتنا الماضين رضی اللہ تعالیٰ عنہم ² ۔

اور فرماتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے رنگ اُن کا بدل جاتا اور جھک جاتے۔	كان مالك اذا ذكر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتغير لونه وينحنى ³ ۔

نسیم میں ہے: لشدہ خشوعہ⁴ یہ جھک جانا سبب شدت خشوع تھا۔

شفا شریف وغیرہ تصانیف علماء میں اس قسم کی بہت روایات مذکور، شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

ینادی صارعاً لخضوع قلب
رسول اللہ یا خیر البرایا
وذل وابتہال والجتاء
نوالک ابتغی یوم القضاء⁵

(حاجت مندی، دل کی عاجزی، انکساری، تضرع اور التجاء کے ساتھ رسول اللہ کو ندا کرے اور عرض کرے کہ اے مخلوق سے افضل ذات!

میں آپ سے قیامت کے روز عطا کا خواستگار ہوں)

دیکھو صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا اور حضور سے عرض حاجت کرے تو تضرع و خضوع قلب و تذلل والاحاج وزاری سب کچھ بجالائے۔ میں کہتا ہوں واللہ ایسا ہی چاہئے مگر آپ کے ان شرک فروشوں کی دوا کون کرے، غرض اس مطلب نفیس میں کلمات علماء کا استیعاب کیجئے تو دفتر چاہئے لہذا

¹ نسیم الریاض شرح شفاء فصل واعلم ان حرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۹۶/۳

² کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیہ ترکی ۳۴/۲

³ کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیہ ترکی ۳۶/۲

⁴ نسیم الریاض شرح شفاء فصل واعلم ان حرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۹۹/۳

⁵ شرح قصیدہ ہمزیہ شاہ ولی اللہ فصل ششم مطبوعہ مطبعۃ مجتہبائی دہلی ص ۳۳

میں یہاں منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک منسک کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد جلیلہ پر مشتمل تلخیصاً اور ذکر کرتا ہوں مولینا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں:

یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبر انور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد کے لائق ہو بالہنمہ جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اس کی معافی کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مغفرت و مہربانی و رافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل و بدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ مواجہہ شریف میں حاضر ہو تواضع و خضوع و خشوع و تذلل و انکسار و خوف و وقار و ہیبت و احتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضا کو حرکت سے روکے دل اس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کئے ہوئے ادب و تعظیم حضور کے لئے دہنا ہاتھ بائیں پر رکھے حضور کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کرے نگاہ زمین پر جمائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری و قیام و سلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل و منزل کے قیام و ارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت و جلال و شرف و منزلت کو خوب خیال کرے پھر نہ تو آواز بلند ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے حضور پست آواز کا حکم دیتا ہے نہ بالکل آہستہ جس میں سنانے کی سنت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب و شرم و حیا

فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الى القبر المقدس وفرغ القلب من كل شئ من امور الدنيا، واقبل بكييته لما هو بصدده ليصلح قلبه للاستمداد منه صلى الله تعالى عليه وسلم، وليلا حظ مع ذلك الاستمداد من سعة عفوہ صلى الله تعالى عليه وسلم وعطفہ ورافتہ (ای شدت رحمتہ علی سائر العباد) ان يسامحه فيما عجز عن ازالته من قلبه، ثم توجه (ای بالقلب والقلب) مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة والانكسار والخشية والوقار والهيبة و الافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عن سوى مقصوده ومرامه) واضعا يمينه على شماله (تادبا في حال اجلاله) مستقبلا للوجه الكريم مستدبرا للقبلة ناظرا الى الارض متمثلا صورته الكريمة في خيالك مستشعرا بانه صلى الله تعالى عليه وسلم عالم بحضورك وقيامك وسلامك (بل بجميع افعالك واحوالك وارتحالك ومقامك) مستحضرا عظمتہ وجلالتہ وشرفہ وقدرہ صلى الله تعالى عليه وسلم ثم قال من غير رفع صوت (لقوله تعالى ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الاية)

کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ پھر کہے یا رسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں، تین باس اس لئے کہے کہ یہ دعا و سوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنیٰ مرتبہ الحاج کا ہے۔ (م) اللہ تعالیٰ ہمارے حاجت روا اور مرادوں کو پورا کرنے والے ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور آپ کی آل و صحابہ کرام سب پر، رحمت نازل فرمائے۔ (ت)	ولا اخفاء (ای بالمرۃ لغوت الاسماع الذی هو السنة وان کان لا یخفی شیئی علی الحضرة) بحضور (قلب واستحیاء) السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ¹ ثم یقول یا رسول اللہ اسألك الشفاعة ثلاثاً (لانه اقل مراتب الالحاح لتحصيل البنال فی مقام الدعاء والسؤال)² صلی اللہ تعالیٰ علی قاضی حاجتنا و معطى مواد اتنا سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

ان احادیث و روایات و کلمات طیبات سے کاشمیں فی وسط السماء روشن و آشکار ہو گیا کہ ہنگام توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو، اور دل کو ان کی طرف خوب متوجہ کرے یہاں تک کہ ہر این و آن خاطر سے محو ہو جائے اور ان کے لئے خضوع و خشوع محمود و مشروع، اور اس میں ان کا زمانہ وفات ظاہری و حضور مرقد و ذکر مجرب و سب برابر ہے اور ان کے سوا عبارت اخیرہ سے جو اور فوائد جلیلہ و عوائد جلیلہ حاصل ہوئے بیان سے غنی ہیں والحمد للہ رب العلمین پس زید منکر نے کہ توجہ قلب و خشوع و ہیأت نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر گمان کیا تھا کہ اب اسے اثبات عدم جواز کی طرف راہ آسان ہو گئی۔ بحمد اللہ ثابت ہوا کہ اس کا محض خیال ہی خیال تھا و یحییٰ اللہ الحق بکلمتہ و کذکرۃ المجرم و مؤن³ (اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے کلمہ سے ثابت فرماتا ہے اگرچہ باطل و اسے ناپسند کریں۔ ت) فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلوٰۃ مفروضہ کے بعد قبلہ سے انحراف کہاں، اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے، ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلہ سے انحراف سنت معلومہ ہے، پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت، ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو تعین سمت پر کیجئے اور اس کا جواب مرزا مظہر جانجاناں شہید سے لے لیجئے جنہیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ، قیم طریقہ احمدیہ، داعی سنت

¹ مسلک منقطع شرح منک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولو توجہ الی الزیارة مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۷

² مسلک منقطع شرح منک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولو توجہ الی الزیارة مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۹

³ القرآن ۸۲/۱۰

نبویہ متحلی بانواع فضائل و فوائد لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول:

انچہ قدر ایشاں مامردم میدانیم شاپہ دانید احوال مردم ہند برما مخفی نیست کہ خود مولد و منشاء فقیر ست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نمودہ، و احوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ عزیزے کہ بر جادہ شریعت و طریقت و اتباع کتاب و سنت ہمچنین استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شان عظیم و نفسے قوی دارد و دریں جزو زماں مثل ایشاں در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گزشتگان بلکہ در ہر جزو زمان وجود این چنین عزیزاں کمتر بودہ است چہ جائے ایں زماں کہ پر فتنہ و فساد است ^۱ ۔	ان کی جو قدر ہم جانتے ہیں تم کیا جانو، ہندوستان کے لوگوں کے احوال ہم سے مخفی نہیں کیونکہ ہندوستان فقیر کا جائے پیدائش و پرورش ہے اور عرب بھی یہاں سے دیکھا ہے اور اس کی سیر کی ہے اور ولایت کے لوگوں کے احوال بھی سنے ہیں، تحقیق کی ہے کہ ان صاحب عزت، جو کہ شریعت و طریقت کے مرتبہ پر فائز ہیں اور کاب و سنت پر عمل پیرا ہیں اور طالب حضرات کی رہنمائی میں عظمت اور مضبوطی رکھتے ہیں، جیسا بلاد مذکورہ میں فی زمانہ کوئی نہیں ہے گزشتہ لوگوں (اسلاف) میں ہو سکتا ہے، بلکہ ہر دور میں ان جیسے بزرگ بہت کم ہوئے ہیں اس پر فتن زمانہ کی بات ہی کیا ہے اھ (ت)

یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا: مخفی پاک در خاک آں عقیفہ کاشتہ ایم بروقت مقدر سرسبز خواہد شد) ہم نے اس پاکیزہ کی مٹی میں ایک پاک بیج کاشت کیا ہے جو مقررہ وقت پر سرسبز ہوگا۔ (ت) تحریر فرماتے ہیں:

انچہ از قصد خود مردم خانہ بجانب شاہجہاں آباد نوشتہ اند بشرط امن مبارک ست و تا رسیدن شما فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ بعد نماز یک دو گھڑی روز رآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورہ شما متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عقیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است ^۲ الخ	میں نے اور گھر والوں نے شاہجہان آباد کی طرف جو خط لکھا ہے وہ بشرط امن مبارک ہے اور تمہارے پہنچنے تک ان شاء اللہ فقیر روزانہ ایک دو گھڑی حلقہ ذکر سے قبل یا بعد باہر آکر آپ کی مستورہ بیوی کی طرف توجہ کرتا ہے، ہو سکتا ہے تو روزانہ فیض کا متوقع ہو کر اس طرف منہ کر کے صبح کی نماز کے بعد بیٹھا کرو تا کہ اس پاکیزہ کی جو میری بیٹی ہے کی محبت کی تاثیر اس فقیر کے دل پر ہو۔ الخ (ت)

^۱ حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی از مجموعہ کلمات طبیات فصل چہارم "مکاتیب شاہ ولی اللہ" مطبوعہ مجتہبائی دہلی ص ۱۵۸

^۲ مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طبیات مکتوب سی و ہفتم مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ص ۷۷

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

جان من سلامت باشی دریں مدت مفارقت دور قہ شمار سید و حرز جاں گردید باید دید کہ انتظار باماچہ میکند، ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشینید بے ناغہ توجہ می دہم از کسی توجہ نگیرید زیادہ عمر و مزہ عمر باد ^۱ انتہی ملخصاً	میری جان! سلامت رہو، اس جدائی کی مدت میں تمہارے دور قہ طے ہیں جو حرز جاں ہیں، غور کرو کہ ہمارا انتظار کیا اثر کرتا ہے روزانہ صبح کی نماز کے بعد مجھ فقیر کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرو اور ناغہ نہ کرو، میں خود توجہ کیا کروں گا کسی دوسرے کی توجہ کی ضرورت نہیں ان شاء اللہ عمر زیادہ اور عمر کا مزہ بھی پاؤ گے اھ ملخصاً

انہیں مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے:

نسبت ما بجناب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مے رسد و فقیر را نیازے خاص باجناب ثابت ست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ باحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد ^۲ الخ۔	میرا خاص تعلق حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے قائم ہے اور فقیر کو آپ سے خاص نیاز حاصل ہے، فقیر جسمانی عارضہ کے وقت آپ کی طرف توجہ کرتا اور شفا پاتا ہے الخ (ت)

شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب شرح رباعیات میں اپنی یہ رباعی لکھی ہے:

آنانکہ زاو ناس بھی جستند بالحبہ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشان میجو دروازہ فیض قدس ایشان ہستند^۳

(وہ ذات جس سے لوگ بھلائی چاہتے ہیں اور ان کے قدم کے انوار لباس بناتے ہیں ان کی توجہ سے مقدس فیض کی خواہش کر کیونکہ وہ فیض قدس کا دروازہ ہیں) پھر اس کی شرح میں لکھا:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سر نفع بلغ دارد ^۴ ۔	یعنی مشائخ کی ارواح طیبہ روح اور سر کی صفائی میں انتہائی مفید ہیں (ت)

^۱ مکتوبات مرزا جانجاناں از مجموعہ کلمات طبیات مکتوب چہل و دوم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۹

^۲ ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طبیات ملفوظات مکتوب چہل و دوم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

^۳ مکتوبات شاہ ولی اللہ از مجموعہ کلمات طبیات مکتوب بست و دوم در شرح رباعیات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۱۹۴

^۴ شرح رباعیات شاہ ولی اللہ از مجموعہ کلمات طبیات مکتوب بست و دوم در شرح رباعیات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

انہیں شاہ صاحب نے ہمععات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا:

بارواح طیبہ مشلخ متوجہ شد، ورائے ایشاں فاتحہ خواند یا زیارت قبر ایشاں رودازانجا انجذاب دریوزہ کند ¹ ۔	مشلخ کی ارواح کی طرف متوجہ ہو اور ان کے لئے فاتحہ پڑھو اور ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جاؤ اور وہاں سے فیض حاصل کرو۔ (ت)

نفسیہ: امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں:

لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ویتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم و یرون نجاح ذلک، منهم الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فأنه جاء عنہ انه قال انی لاتبرک بآبی حنیفة واجبی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبره وسألت اللہ تعالیٰ عنده فتقضى سریعاً ² ۔	یعنی ہمیشہ سے علماء اہل حاجت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ الہی میں اُن سے توسل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاتے ہیں اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرماتے ہیں میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبرک کرتا اور اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور ان کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ یہاں نکات غامضہ ہیں کہ ان پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیق والے، جب معلوم ہو لیا کہ حق جل و علا
عز مجاہد کی طرف اس کے محبوبوں سے توسل محمود مقصود وسنت ماثورہ و طریقہ مامورہ اور ہنگام توسل ان کی جانب توجہ درکار،
یہاں تک کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے سید نا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: دعا میں قبلہ کی طرف منہ
کروں یا مزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف؟ فرمایا:

ولم تصرف وجهک عنہ و هو وسیلتک	کیوں اپنا منہ ان سے پھیرتا ہے وہ قیامت کو تیرا

¹ ہمععات ہمع ۸ مطبوعہ اکادمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدر آباد ص ۳۴

² الخیرات الحسان الفصل الخامس واثلا ثون فی تادب الاممۃ ایچ سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹

اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ انہیں کی طرف منہ کر اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے۔	ووسيلة ابيك آدم عليه الصلوة والسلام الى الله تعالى يوم القيامة بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله تعالى ¹ ۔ اخرجه الامام القاضى عياض في الشفاء وغيره في غيره۔

اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ² (صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔) پھر کامل اکیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جاییں اسی طرف حق جل و علانے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے:

اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کے لئے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔	وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ³

سبحان اللہ خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیمًا و حدیثًا و صلحا اس آیہ کریمہ کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھائے اور اوقات زیارت میں یہی آیہ کریمہ تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہے اس مضمون کی بہت روایات و حکایات مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ و مدارج النبوة و جذب القلوب الی ديار المحبوب و خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ و غیر ہا تصانیف علما میں مذکور و مشہور بعض ان سے حضرت مقدم المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کر کے اس مسئلے کا اثبات فرمایا من شاء فلیتشر فبمطالعتہ (جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو۔) اسی طرح بہت علما مصنفان مناسک باب

¹ کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ شرکتہ صحافیہ فی بلاد عثمانیہ ۳۵/۲، نسیم الریاض شرح شفاء فصل واعلم ان

حرمة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۹۸/۳

² القرآن ۱۵۳/۲

³ القرآن ۴۶/۳

زیارت شریفہ مدنیہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال اُن کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام ابو حنیفہ کے مزار فانص الانوار کے ساتھ کیا کرتے۔ اب یہ کہ گدائے سرکار قادر یہ اس آستان فیض نشان سے دور و مجبور ہے گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اس سمت چل کر اُن چلنے والوں کی شکل بنانا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث حسن میں فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم¹ - اخرجه الطبرانی في الاوسط عن حذيفة رضى الله تعالى عنه باسناد حسن وان كان طريق ابى داود عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما ليس بذلك	جو کسی قوم سے مشابہت پے داکرے وہ انہیں سے ہے اس کی تخریج طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے یہ سند بے دہے اگرچہ ابوداؤد کے طرے ق پر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قوی نہیں ہے (ت)

ہاچھا تو سل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر، عنوان باطن، للذایہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب، حالت قلب پر شاہد ہو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استسقاء میں قلب ردافرمایا کہ قلب لباس، قلب احوال و کشف باس کی خبر دے، شاہ ولی اللہ نے قول الجلیل میں قضائے حاجت کے لئے "صلوۃ کن فیکون" کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ پھر پگڑی اتارے، آستین گلے میں ڈالے، پچاس^{۵۰} بار دعا کرے، ضرور مستجاب ہو^۲۔ اس پر ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں: "بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے، آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا، حالانکہ ادعیہ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں، ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردایعنی چادر کا اُلٹنا پلٹنا نماز استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تاحال عالم کا بدل جائے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا، امر مخفی کے اظہار کے واسطے یعنی تضرع کے، واسطے حصول شعار گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہوگا^۳۔" انتھی ترجماً بترجمة المولوی خرم علی البلهوری فی شفاء العلیل ترجمۃ القول الجلیل۔ میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا یا آنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے، اگرچہ نفس

¹ مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ ابن عمر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۰/۹۲، مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الزہد مطبوعہ دار الکتاب العربیہ

بیروت ۱۴۱۰/۲

² القول الجلیل مترجم اردو پانچویں فصل صلوۃ کن فیکون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۳

³ شفاء العلیل ترجمۃ القول الجلیل پانچویں فصل صلوۃ کن فیکون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۳

اظہار گڑگڑانے کی صورت سے حاصل تھا، جائز ٹھہرا تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکر ناجائز ہوگا۔

عالمِ ظاہر مصلحِ خاطر و لہذا جس امر میں جمع عزیمت و صدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے مناسب احوال و جوارح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہوا، اسی لئے نماز میں تلفظ بہ نیت قصد جمع عزیمت علماء نے مستحسن رکھا کہما فی المبسوط والہدایۃ والکافی والحلیۃ وغیرہا (جیسا کہ مبسوط، ہدایہ، کافی اور حلیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) شاہ ولی اللہ رحمۃ البالغہ میں لکھتے ہیں:

من جبلة الانسان انه اذا استقر في قلبه شيء جرى حسب ذلك الاركان واللسان وهو قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "ان في جسد ادم مضغة" الحديث ففعل اللسان ولا ركان اقرب مظنة وخليفة لفعل القلب ¹	انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔ (ت)

اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشهد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ مقرر ہوا، شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

الهيئة المندوبة ترجع الى معان، منها تحقيق الخضوع كصف القدمين، ومنها محاكاة ذكر الله تعالى بأصابعه ويده حذوما يعقله بجنانه كرفع اليدين والاشارة بالمسبحة ليكون بعض الامر معاضدا لبعض ² ملخصاً	مستحب حالت کئی معانی کی طرف راجع ہے، ایک خشوع کا پایا جانا، جیسے قدموں کا برابر ہونا، اور ایک اللہ کے ذکر کی حکایت ہاتھ اور انگلیوں سے کرنا تاکہ دل میں جو کچھ ہے اس کی مطابقت ہو سکے، جیسے ہاتھ اٹھانا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا جس سے بعض افعال کی بعض تقویت ہوتی ہے اہ ملخصاً (ت)

اور اسی قبیل سے ہے دعائیں ہاتھ اٹھانا چہرے پر پھیرنا، شاہ ولی اللہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اس پر خوب متنبہ ہو جائے اور حالت قلب ہیأت سے تائید پائے۔

¹ حجة الله البالغة الامور التي لا بد منها في الصلوة مطبوعه المكتبة السلفية لاہور ۵/۲

² حجة الله البالغة اذكار الصلوة وسببها المندوب اليها مطبوعه المكتبة السلفية لاہور ۷/۲

کتاب مذکور میں ہے:

اور ہاتھ اٹھانا اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر ملنا یہ اپنی دعا میں رغبت کا اظہار ہے اور ہیئت نفسانیہ کی تصویر اور ہیئت بدنہ کی مناسبت ہے اور نفس کو اپنی حالت پر تنبیہ ہے۔ (ت)	اما رفع الیدین ومسح الوجه بهما فتصویر للرغبة مظاهرة بين الهيئة النفسانية وما يناسبها من الهيئة البدنية وتنبيه للنفس على تلك الحالة ¹ ۔

یعنی یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت طاعنی کی پوری تصویر بناتا اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا کہ اس عمل شریف کے بجالانے والوں پر روشن، گو منکر محروم بخیر باش ع

ذوق اس سے نہ شناسی بخدا تانجشی

(اس شراب کا مزہ تو اسے چکھے بغیر نہ پاسکے گا)

رباعاً سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے اسی لئے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا، حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور فرمایا اس جگہ شیطان حاضر ہوا تھا اپنے مرکبوں کو یونہی لئے چلے آؤ، پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی، مسلم فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عرسنا مع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم نستبقظ حتی طلعت الشمس فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیأخذ کل رجل براس راحلته فان هذا منزل حضرنا فیہ الشیطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ الحدیث² (حدیث کا ترجمہ متن حدیث سے پہلے موجود ہے) یہاں بھی جب یہ محتاج دور کعت نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت تو سول کی طرف منہ کر کے اللہ جل جلالہ، سے دعا چاہتا ہے، نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الہی میں تقصیر کرا دی، ناچار ہٹتا ہے اور پُر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لئے اولیٰ والیسر، یمیناً و شمالاً انصراف میں ترک توجہ، اور رجعت قمری بعد کی صورت اور اقبال نشان اقبال فکان هو المختار۔

خامساً خادماً شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں، تناول

¹ حید اللہ البالغہ الاذکار و متعلق بہا مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۷۵/۲

² صحیح مسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفاسدہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۸/۱

پر بہت نظر ہے اسی لئے استفتاء میں قلب رد فرمایا کہ تبدل حال کی فال ہو

الدارقطنی بسند صحیح علی اصولنا عن الامام ابن الامام ابن الامام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (بارش کے لئے دعا میں) چادر مبارک الٹی تاکہ قحط ختم ہو جائے۔ (ت)	الدارقطنی بسند صحیح علی اصولنا عن الامام ابن الامام ابن الامام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن ابیہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقی وحوّل رداءہ لیتحول القحط ¹ ۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

ائمہ کرام نے فرمایا کہ چادر الٹانا اس لئے مشہور ہے کہ قحط سے بارش کی طرف اور تنگی سے خوشحالی کی طرف حالت کو تبدیل کرنے کے لئے نیک فال بن سکے۔ (ت)	قالوا والتحويل شرع تغاؤلاً بتغيير الحال من القحط الى نزول الغيث والخصب ومن ضيق الحال الى سعيته ² ۔

اسی لئے بدخوابی کے بعد جو اس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اس حال کے بدل جانے پر فال حسن ہو

مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین مرتبہ بائیں جانب تھوکے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تین مرتبہ پڑھے اور اپنی کروٹ دوسری جانب بدلے۔ (ت)	مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما مرفوعاً اذا رأى احدكم الرؤيا يكرهها فليبصق عن يساره ثلاثاً وليستعذ بالله من الشيطان ثلاثاً وليتحول عن جنبه الذي كان عليه ³ ۔

علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں: تغاؤلاً بتحول تلك الحال⁴ (تاکہ اس سے نجات کے لئے

¹ سنن الدارقطنی کتاب الاستفتاء حدیث ۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۶۶/۲

² شرح مسلم للنووی مع مسلم کتاب صلوۃ الاستفتاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۹۲/۱

³ صحیح مسلم کتاب الرؤیا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۱/۲، سنن ابوداؤد باب فی الرؤیا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۸۵/۲

⁴ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اذا رای احدکم کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۹۷۱

نیک فال بن سکتا) اسی لئے ہنگام استسقا، پشت دست جانب آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باران آنے کی فال ہو۔

مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بارش کے لئے دعا فرماتے تو ہتھیلی مبارک کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ فرماتے۔ (ت)	مسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقی فأشار بظهر كفيه الى السماء ¹ ۔

اشعۃ المعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

طیبی نے فرمایا یہ عمل بھی حالت کو تبدیل کرنے کی نیک فال کے طور پر ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چادر تبدیل کرتے تھے جس میں بادلوں کے پیٹ زمین کی طرف ہو جانے اور بادلوں سے بارش ہونے کے مطلوب کی طرف اشارہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	طیبی گفتہ این نیز برائے تفاول ست بقلب وتبدل حال مثل صنیع وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در تحویل رد اشار تست بمطلوب کہ بطون سحائب بجانب زمین گرد و بریزد انچہ دروست از امطار واللہ تعالیٰ اعلم ² ۔

اسی لئے علما نے مستحب رکھا، جب دفع بلا کے لئے دعا ہو، پشت دست سوئے سما ہو، گویا تھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا اور جوش بلا کو دباتا ہے۔ اشعۃ میں ہے:

علماء نے فرمایا ہے کہ جب کسی نعمت کے حصول کے لئے دعا کی جائے تو مستحب یہ ہے کہ دعائیں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کیا جائے اور اگر کسی دفع شر کے لئے دعا کی جائے تو پھر ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کیا جائے تاکہ فتنہ اور مصیبت کی شدت کم ہو اور حادثہ کی قوت و غلبہ پست ہو جائے۔ (ت)	گفتہ اندچوں و عبارائے طلب و سوال چیزے از نعمابود مستحب است کہ گردانیدہ شود بطن کفما بجانب آسمان و ہر گاہ کہ برائے دفع و منع فتنہ و بلا باشد پشت ہائے دست بجانب آسمان کند از برائے اطفائے نائرہ فتنہ و بلا و پست کردن قوت حادثہ و غلبہ آل ³ ۔

¹ صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ الاستسقا مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی ۲۹۳/۱

² اشعۃ المعات کتاب صلوٰۃ الاستسقا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۲۳/۱

³ اشعۃ المعات کتاب صلوٰۃ الاستسقا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۲۳/۱

اسی لئے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد قبول دعا کی فال ہو گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے اس نے وہ برکت اعلیٰ و اشرف اعضا پر اُلٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی۔ ترمذی و حاکم کی حدیث میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجہہ ^۱ ۔	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو چہرہ مبارک پر پھیرتے بغیر ہاتھوں کو نیچے نہ کرتے۔ (ت)

علامہ عبد الرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

تفأؤلاً بأصابع المراد وحصول الامداد ^۲ ۔	مراد کو پانے اور امداد حاصل کرنے کے لئے نیک فال کے طور پر۔ (ت)

اور حدیث حسن:

ابن داؤد عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیه مسح وجہہ بیدیه۔	ابوداؤد نے حضرت سائب بن یزید سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو ہاتھ اٹھا کر چہرہ مبارک پر ملتے۔ (ت)

کے نیچے لکھا:

تفأؤلاً وتیامناً بان کفیه ملئتاً خیرافافاض منہ علی وجہہ ^۳ ۔	یہ نیک فال ہو کہ ہاتھ خیر سے بھر گئے ہیں اور اس خیر کو چہرہ پر فائز فرمایا۔ (ت)

اور حدیث ابی داؤد:

بیہقی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلوا اللہ ببطن الکفکم	بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ

^۱ جامع الترمذی ۱۱ الدعوات ۱۱ باب ماجاء فی رفع الایدی عند الدعاء مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۴/۲، المستدرک علی الصحیحین کتاب

الدعاء مسح الوجه بالیدین مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۳۶/۱

^۲ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث کان اذا رفع یدیه فی الدعاء کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۲۵۰/۲

^۳ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث کان اذا دعا فرغ کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۲۴۹/۲

ولاتسئلوه بظهورها فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم -	نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کے باطن میں سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت میں سوال نہ کرو، اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیرو۔ (ت)

کے تحت میں لکھا:

تغاولا بأصابعه المطلوب وتبركا بأصابعه الى وجهه الذي هو اشرف الاعضاء ومنه يسرى الى بقية البدن ¹ -	تاکہ نیک فال ہو سکے کہ مطلوب پالیا اور اس کو برکت کے لئے چہرے تک پہنچایا جو کہ اعضا میں افضل ہے اور اس سے تمام بدن میں سرایت کرے۔ (ت)

فاضل علی قاری نے حرز نمین میں فرمایا:

لعل وجهه انه ايماء الى قبول الدعاء و تغاؤل بدفع البلاء وحصول العطاء فان الله سبحانه يستحيى ان يرد يد عبد صفرا اى خالياً من الخير في الخلاء والملاء ² -	ہو سکتا ہے کہ یہ اس بات کا اشارہ ہو کہ دعا قبول ہو چکی ہے اور دفع بلا اور حصول عطا کے لئے نیک فال بن سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ہاتھوں کو خلاء اور ملاء میں خیر سے خالی لوٹانے پر حیا فرماتا ہے۔ (ت)

اسی طرح صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقاصد شرع پر لحاظ فرما کر خاص ان کے موافق یہ چلنا مقرر فرمایا کہ نفی اعراض و عطائے قربت و حصول اغراض و اقبال اجابت کے لئے فال حسن ہو واللہ تعالیٰ الموفق۔

ساداً صحیح مسلم شریف ف میں بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثابت کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے

¹ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث سلواللہ کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۶۰/۲

² حرز نمین حواشی حصین مع حصین آداب الدعاء افضل المطالع انڈیا ص ۱۱

ف: آئندہ سطور میں ہلالین کے اندر اعلیٰ حضرت کی اپنی عبارت ہے اور ہلالین سے باہر حدیث کی عبارت ہے۔ نذیر احمد

اور یہ نماز صلوٰۃ الکسوف تھی۔

ان کا قول یہ کہ سوچ گرہن کی نماز کو بیان کرتے ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پیچھے ہٹ گئے اور آپ کے پیچھے صفیں بھی ہٹ گئیں حتیٰ کہ ہم ہٹ گئے" مسلم نے فرمایا کہ ان کے استاد ابو بکر ابن ابی شیبہ نے فرمایا یعنی ہم عورتوں کی صف تک پیچھے ہٹ گئے، پھر حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ آگے بڑھ گئے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام اپنے پہلے مقام پر کھڑے ہوئے تو سورج روشن ہو گیا، پس انہوں نے کہا کہ راوی نے پوری حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا تمہیں جن امور کا وعدہ دیا گیا میں نے نماز میں ان سب چیزوں کو دیکھا ہے اور تحقیق میرے سامنے آگ (جہنم) پیش کیا گیا یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا، اور واقعہ بیان کرتے ہوئے راوی نے کہا، پھر آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت کو پیش کیا گیا اور یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور یہاں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اس خیال سے کہ میں جنت کا پھل حاصل کروں (الحديث مختصراً)۔ (ت)

وذلك قوله (بعد ما وصف صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکسوف) ثم تأخر (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وتأخرت الصفوف خلفه حتی انتهینا (قال مسلم وقال ابو بکر یعنی ابن ابی شیبہ شیخہ حتی انتھی) الی النساء ثم تقدم وتقدم الناس معه حتی قام فی مقامه فانصرف حین انصرف وقد اُضت الشمس فقال (وقص الحديث حتی قال) ما من شیء توعده الالا وقد رأیتہ فی صلوٰۃ هذه لقد جیئ بالنار وذلکم حین رأیتمونی تأخرت (وساق الخبر الی ان قال) ثم جیئ بالجنة وذلکم حین رأیتمونی تقدمت حتی قمت فی مقامی ولقد مدت یدی وانا ارید ان اتناول من ثمرها¹ (الحديث مختصر)

اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ تو سل عراق شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوار و برکات و فیوض و خیرات اس جانب مبارک سے باہر اراں جوش و ہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں، یہ بیتابانہ ان خوشہائے انگور جنّات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور ان عزیز مہمانوں کے لئے رسم باجمال تلقی و استقبال بجالاتے ہیں، سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف مسارعت کرے۔

¹ صحیح مسلم کتاب الکسوف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۹۷

ان جئتم قاصدا سعی علی بصری

لم اقض حقاً وای الحق ادیت

(اگر میں تمہارے قصد سے آؤں تو آنکھوں کے بل دوڑتا ہوا آؤں، تو حق ادا نہ کر سکوں اور کونسا حق ہے جو میں نے ادا کر دیا ہے)

رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقیۃ لسان واضطراب ارکان ہے ولس نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) ہم اس امر جمیل میں اُن اہل بصائر کے طفیلی ہیں: ع

وللارض من کأس الکرام نصیب

(کریم حضرات کے پیالوں سے زمین کا بھی حصہ ہے)

جیسے نماز کے اس کے اکثر افعال و احکام ان سرار و حکم پر مبنی جو حقیقتاً صرف احوال سنیہ اہل قلوب پر متبنی پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے مشارک مثلاً نماز 'نہاری میں اخفاء واجب ہو اور 'لیلیٰ' میں جسر کہ لیل آیت لطف ہے اور اس کی تجلی طیف اور نہار آیت قہری ہے اور اس کی تجلی شدید پھر تجلی جبری سری سے بہت قوی و گرم تر، لہذا تعدیل کے لئے تجلی قہری کے ساتھ ٹھنڈی تجلی رکھی گئی اور لطفی کے ساتھ گرم، جمعہ و عیدین میں باوجود نہاری حکم جسر ہوا کہ بوجہ کثرت حاضرین انس حاصل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہود تجلی سے قدرے ذابل بھی ہوگا، معذالیک ہفتہ کی تقصیرات جمع ہو کر حجاب میں گو نہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گاہے ماہے یہ معالجہ مناسب ہوا جو اپنی حرارت سے اسے گلا دے جیسے اطباء خطوط دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادراً بغرض تمرین اسے علاج سمجھتے ہیں اور کسوف میں گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفاء ہی رہا کہ وہ وقت تخویف و تجلی جلال اور وقفہ طویل ہے جسر نہ ہو سکے گا، اسی لئے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلاً قراءت نہیں کہ یہ ہیبت عظیم و تجلی جلال، تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قراءت کہتے ہیں وہ بھی جسر نہیں رکھتے کہ شدت بر شدت بڑھ جائے گی۔ شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنت الہیہ ہے تجلی شیناً قشیناً وارد کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم، نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اسی لئے ہر دور رکعت پر جلسہ طویلہ کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطف جمال سے حظ اٹھالے اور 'اچھیلی رکعتوں میں قراءت معاف کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور 'منفرد پر جسر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت و ہیبت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اسے اس کے حال و وقت پر چھوڑنا مناسب 'ارکوع و 'سجدہ میں قراءت قرآن ممنوع ہوئی کہ ان کی تجلی، تجلی قیام سے سخت اشد، دوسری تجلی شدید قراءت مل کر

افراط ہوگی، نیز^{۱۳} قعود میں قراءت ممنوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لئے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اسے مقصود سے خالی کر دے گی اسی لئے رکوع کے بعد قومہ کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی اقویٰ کی طرف جائے ورنہ تاب نہ لائے گا^{۱۴} اسی بنا پر بین السجرتین، اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدہ ثانیہ اور اشد و اعظم ہوگی اشد راشد کی توالی سے بنیان بشری نہ منہدم ہو جائے۔ امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں:

انہ وقع لبعض تلامذة سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سجد فصار یضیحل حتی صار قطرة ماء علی وجه الارض فاخذها سیدی عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقطنه ودفنها فی الارض وقال سبحن الله رجع الی اصله بالتجلی علیہ ^۱ ۔	یعنی حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم گھلنا شروع ہوا، یہاں تک کہ گوشت پوست ہڈی پہلی کسی شے کا نشان نہ رہا صرف ایک بوند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی حضور پر نور نے روئی کے پھوئے سے اٹھا کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا سبحن الله تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

قسمت نگر کہ کشتہ شمشیر عشق یافت مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

(قسمت دیکھ کہ عشق کی تلوار کے مقتول نے ایسی موت کو پایا جس کے لئے زندہ لوگ دعا کی آرزو کرتے ہیں) سابعادیدہ انصاف بے غبار و صاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جدائی مقصود ہو اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع و بکار آمد ہوتا ہے جب کمال قرب و بعد میسر نہ ہو۔ طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بسند صحیح مستدرک میں بر شرط شیخین ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل شیئی یتکلم بہ ابن آدم فانہ مکتوب علیہ فاذا خطأ الخطیئة ثم احب ان یتوب الی الله عزوجل فلیأت بقعة	آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر

^۱ المیزان الکبریٰ باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵۷۱

مر تفعۃ فلیمدد یدیدہ الی اللہ ثم یقول اللہم انی اتوب الیک منها لا ارجع الیہا ابدًا فانہ یغفرلہ ما لم یرجع فی عملہ ذلک ^۱ ۔	کہے الہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں، اب کبھی اُدھر عود نہ کروں گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع مصیبت سے بعد اور محل طاعت و منزل رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو، جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جتارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میسر نہ ہوا د عافرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پر تاب قریب کردے۔ بخاری، مسلم، نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ارسل ملک الموت الی موسیٰ علیہا الصلوٰۃ والسلام (فذكر الحديث الی ان قال) نسال اللہ ان یدنیہ من الارض المقدسة رمیة بحجر ^۲ ۔	موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا، پس حدیث کو بیان کرتے یہاں تک بیان کیا کہ مجھے بیت المقدس کے اتنا قریب کردے جتنا کہ پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں دعائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

نزدیک گردان مرا از ان اگرچہ بمقدار یک سنگ اندازہ باشد ^۳ ۔	مجھے اس قدر نزدیک کردے اگرچہ ایک پتھر کا اندازہ ہو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سردست، عراق شریف کی حاضری متعذر، لہذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ ما لا یدرک کلہ لایترک کلہ واللہ الحمد دقہ وجلّہ (جو مکمل حاصل نہ ہو سکے تو تو وہ مکمل چھوڑا بھی نہ جائے، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی حمد ہے۔ ت) رہی عدد یازدہ کی تخصیص، اس کی وجہ ظاہر کہ ان اللہ تعالیٰ وتر یحب الوتر^۴ (اللہ تعالیٰ طاق ہے طاق کو

^۱ المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دعا قضاء الرین مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۱۶/۱

^۲ صحیح بخاری باب وفات موسیٰ علیہ السلام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۸۴/۱، صحیح مسلم باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۶۷/۲

^۳ اشعة المعات کتاب الفتن باب بدء الخلق الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۳/۴

^۴ جامع الترمذی ابواب الوتر مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۶۰/۱، مسند احمد بن حنبل مروی از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۷۷، ۲۶۶، ۲۵۸، ۱۵۵، ۱۰۹/۲

دوست رکھتا ہے) قالہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواہ الامام احمد عن ابن عمر بسند صحیح والترمذی عن علی بسند حسن وابن ماجہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے، اس کو امام احمد نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اور افضل الاوتار واول الاوتار، ایک ہے مگر یہاں تکثیر مطلوب اور اس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ، لہذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاوتار کا پہلا ارتقاء ہے جو خود بھی وتر اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اس کے لئے کوئی کسر صحیح نہیں اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے زوج محض ہے نہ زوج الازواج کہ اس کے دونوں حصص متساویہ، خود افراد ہیں بلکہ خلوص پر وہ بعینہ ایک ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

الشرع لم یخص عدداً الا لحکم ترجع الی اصول، الاول ان الوتر عدد مبارک لا یجاوز عنہ ماکان فیہ کفایۃ، ثم الوتر علی مراتب، وتر یشبہ الزوج کالتسعة والخمسة فانہما بعد اسقاط الواحد ینقمان الی زوجین والتسعة وان لم تنقسم الی عددین متساویین فانہما تنقسم الی ثلثہ متساویۃ، وامام الاوتار الواحد و حیث اقتضت الحکمة ان یؤمر بأکثر منہا اختار عدداً یحصل بالترفع کالواحد یترفع الی احد عشر^۱ اھ ملتقطاً۔	شرع شریف میں عدد کی تخصیص صرف ایسے حکم کے لئے کی جاتی جو کوئی معانی کی طرف راجع ہوتا ہے اول، یہ وتر ایسا مبارک عدد ہے کہ اس سے تجاوز اس وقت تک جائز نہیں جبکہ اس وتر میں کفایت موجود ہے پھر وتر کے کئی اقسام ہیں، ایک وتر زوج کے مشابہ ہوتا ہے جیسا کہ نو اور پانچ کا عدد کہ یہ دونوں ایسے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک ایک کو ساقط کر دیا جائے تو یہ دونوں برابر تقسیم ہو کر دو زوج بن جاتے ہیں، اور نو کا عدد خود اگرچہ دو جفت (زوج) پر تقسیم نہیں ہوتا مگر تین مساوی عددوں پر منقسم ہوتا ہے، تمام وتروں کا امام (اصل) ایک کا عدد ہے اور حکمت کا تقاضا ہو تو زیادہ عدد کا تب حکم ہوتا کہ وہ عدد بڑھ کر واحد کی طرح ہو جائے مثلاً گیارہ ہو جائے اھ ملتقطاً (ت)

^۱ حجة البالغہ باب اسرار الاعداد والمقادیر مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱۰۰/۱

اس کے بعد فقیر گدائے سرکار قادر یہ غفر اللہ لہ کل ذنب و خطیہ، نے سرکار غوثیت مدار سے اس عدد مبارک کے اختصار پر بعض دیگر نکات جمیلہ عظیمہ جلیلہ پائے ہیں کہ بتوفیق اللہ تعالیٰ رسالہ مبارک ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار میں ذکر کئے یہاں اُن کا بیان زخمہ بر عود پٹیں گاواں

اگر کوئی چاہے تو اس صاف ستھری تحریر کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور مجھے توفیق ملی، جبکہ اللہ کے قبضہ میں ہی تحقیق کی لگام ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا محمد اور ان کی آل و صحابہ سب پر۔ (ت)	فمن شاء فليرجع الى ذاك التحرير الانيق والله سبحانه ولى التوفيق وببیده ازمة التحقيق و صلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين۔

بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں، اور خود کون سا طریقہ دیانت و انصاف ہے کہ جو امر حضور پر نور محی الملتہ، مقيم السنۃ، ملاذ العلماء، معاذ العرفاء، وارث الانبياء، ولی اللہ، منبع الارشاد، مرجع الافراد، امام الائمہ، مالک الازمہ، کاشف الغمہ، مجالامہ، قطب العلم، غوث الا عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و جعل حوزنا فی الدارين رضاه (اللہ تعالیٰ ان کی رضا کو دونوں جہان میں ہماری جان کا موتی بنائے۔ ت) ارشاد فرمائیں اور حضور کے اصحاب اکابر انجاء قدست اسرار ہم و نمت انوار ہم (ان کے اسرار مقدس اور ان کے انوار تام کئے جائیں۔ ت) کہ بالیقین اعظم علماء واجلہ کملا تھے اسے بجالائیں اور طبقۃ فطبیۃ اولیاء و علمائے سلسلہ عالیہ قادریہ روح ارواح اصحابہا و اروی قلوبنا بناہل عباہا (اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو معطر فرمائے اور ہمارے دلوں کو ان کے جاری چشموں سے سیراب فرمائے۔ ت) اسے اپنا معمول بنائیں اور ثقات علماء و کبار اولیاء اپنی تصانیف میں اسے نقل و روایت کریں اجازتیں دیں اجازتیں لیں اور منکرین مکابرین کو اصلاً قدرت نہ ہو کہ آیت و حدیث تو بڑی چیز ہے کہیں دو چار علماء دین و فقہائے معتمدین ہی سے اس کا رد و انکار بے اعانت کذب و اختلاق و مکابرہ و شقاق ثابت کر سکیں ایسی جمیل چیز جلیل عزیز کو محض اپنی ہوائے نفسانی و اصول بہتانی کی بنا پر بلحاظ اصل مذہب شرک قطعی اور فاعلوں، مجوزوں کو معاذ اللہ مشرک جہنمی اور بخوف اہل حق، تسہیل امر کو ہارے جی سے صرف فاسق بدعتی بتائیے اور انکار ارشاد سید الاولیاء و تفسیق علماء و عرفا و بال عظیم، گردن پر اٹھائیے و سبعلہم الذین ظلموا ائمیٰ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُونَ ﴿۱﴾ (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ

تالبعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت و تعظیم میں ہم سے زیادہ تھے، ثواب ہوتا تو وہی کرتے۔

اداک وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے، علی الخصوص کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" و کتاب لاجواب "اذقۃ الاثام لمافی عمل المولد والقیام" وغیرہما تصانیف لطیفہ و تالیف منیفہ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن ماجی الفتن بقیۃ السلف حجة الخلف فردالامثال فخر الاکابر وارث العلم کابراً عن کابر، سیدی و والدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ و نور قبرہ و قدس سرہ و رزق قبرہ و اعطاه المسرة و وقاه المضرة و کل معرة بجاه المصطفیٰ والہ الشرفا علیہ و علیہم الصلوٰۃ و الثنا امین امین یا اهل التقویٰ و اهل المغفرة (اللہ تعالیٰ ان کا اجر بڑا کرے، ان کی قبر کو منور کرے، ان کے اسرار مقدس بنائے، ان کی بھلائی ہمیں نصیب فرمائے اور ان کو سرور عطا فرمائے، اور ان کو ہر ضرر و تکلیف سے محفوظ فرمائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی آل کی وجاہت کی برکت سے علیہم الصلوٰۃ والسلام اے تقویٰ اور مغفرت والو! ت) اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال، رسالہ اقاۃ القیامۃ علی طاعن القیام نبی تھانہ "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین" وغیرہما اپنے رسائل و مسائل میں بقدر کفایت منقح کرچکا و الحمد للہ رب العلمین۔

یہاں تو ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں، یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لئے کیا جاتا ہے اور اعمال مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت، شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطباء نسخائے قراہدین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را باں نور و دختن و یانور، را گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیت را قوت میدہد احادیث نفس را می نشانند ¹	جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کاراستہ کشادہ ہے جیسا کہ طبیب حضرات کے ہاں قراہدین کے نسخوں میں ہے اس فقیر کو معلوم ہے کہ صبح صادق تا روشنی بیٹھنا اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے نور پر لگانا اور یانور ہزار بار تک پڑھنے سے قوت ملکیت حاصل ہوتی ہے اور دل کی باتوں پر آگاہی ہوتی ہے۔ (ت)

¹ ہوامع شاہ ولی اللہ

اسی میں ہے:

چند انواع از کرامت از پیچ ولی الاماء اللہ منفق نمی شود از انجمله ظہور تاثیر در اعمال تصریفیہ اوتاعا ملے بفیض او منتفع شوند ^۱ اھ ملخصاً۔	چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی ولی سے جدا نہیں ہو پاتیں جن میں ایک یہ کہ اس کے جاری اعمال و وظائف کی ایسی تاثیر جو ان پر عمل پیرا کو اس کے فیض سے نفع دیتی ہے اھ ملخصاً (ت)

خود شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور ان کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لئے صد ہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے، جن کا پتہ قرونِ ثلاثہ میں اصلاً نہ تھا بعض ان میں سے فقیر نے اپنے رسالہ منید العین فی حکم تقبیل الالبہامین میں ذکر کئے، اور خود ان کی "قول الجمل" ایسی باتوں کی حائز و کفیل۔ جامع تر سنئے شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری حلیہ رحمۃ الہاری کی سندیں اور اس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاذ علم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی شیخ محمد سعید لاہوری مرحومین سے حاصل کیں

حیث قال

اس فقیر خرقہ از دست شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ وایشاں بعمل انچہ در جواہر خمسہ است اجازت دارند عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی عن الشیخ القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن السید صبغۃ اللہ عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری وایضاً بسبب الشیخ ابوطاہر عن الشیخ احمد النخعی بسندہ ۲۱ اخرہ، ایضاً اس فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت	اس فقیر نے شیخ ابوطاہر کردی کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اور انہوں نے جواہر خمسہ کے تمام وظائف کی اجازت دی یہ اجازت ان کو اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے اور ان کو اپنے شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ احمد شناوی اور ان کو سید صبغۃ اللہ سے ان کو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث گوالیاری سے۔ نیز خرقہ پایا شیخ ابوطاہر نے احمد نخعی سے ان کی آخری سند تک۔ واور نیز فقیر جب حج کے سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے صیفی کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انہوں نے ان تمام وظائف

^۱ ہوامع شاہ ولی اللہ

^۲ الانتباہ فی سلاسل اولیاء مترجم اردو طریقہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۳

واعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں، اور انہوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ کے مشائخ شطاریہ احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوں میں سے تھے، اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) سند یہ ہے شیخ بزرگ باوثوق حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریہ اور جواہر خمسہ کے وظائف و اعمال سیفی وغیرہ، شیخ محمد اشرف لاہوری انہوں نے شیخ عبدالملک بلزید ثانی سے انہوں نے وجیہ الدین گجراتی انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کئے، انتہی (ت)	جمع اعمال جواہر خمسہ و سند خود بیان کردند و ایشان دریں زمانہ یکی از اعیان مشائخ طریقه احسنیہ و شطاریہ بودند و چوں کہ را اجازت می دادند اور راد عوت رجعت نمی شود رحمۃ اللہ تعالیٰ، سند قال الشيخ المعبر الثقة حاجی محمد سعید لاہوری اخذت الطريقة الشطارية واعمال الجواهر الخمسة من السيفی وغیره عن الشيخ محمد اشرف لاہوری عن الشيخ عبد الملك عن الشيخ البایزید الثانی عن الشيخ وجیه الدین الکجراتی عن الشيخ محمد غوث الکوالیاری¹ انتہی

حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت و قرون ثلثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد، محدثانہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے:

ناد علی سات باریا تین باریا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے: پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا، ہر پریشانی اور غم ختم ہوگا آپ کی مدد سے یا علی یا علی یا علی (ت) اور جب خدا نے عہد لیا ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی اسے صاف بیان کر دیں گے لوگوں سے	ناد علی ہفت باریا سہ باریا یکبار بخواند وآں اینست ناد علیا مظہر العجائب تجده عوناً لک فی العوائب کل ہم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی²۔ مسئلہ: قال اللہ تعالیٰ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي إِسْرَءِيلَ أَنْ تَدُوبُوا عَن كُلِّ دَابَّةٍ مِّنْهُ

¹ الانتباه فی سلاسل اولیاء مترجم اردو طریقتہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۳۸

² فتوح الغیب ضمیمہ جواہر خمسہ مترجم اردو ناد علی کا بیان مطبعہ دار الاشاعت کراچی ص ۲۵۳

اور چھپائیں گے نہیں۔

لِبَاسٍ وَلَا تَكْمُنُوهٖ^۱

اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت نجدیہ ہداهم اللہ تعالیٰ الی الملة الحنفیة (اللہ تعالیٰ ان کی حق کی طرف رجوع کرنے والی ملت کی طرف رہنمائی کرے) کہ جو لوگ ناد علی پڑھیں، پڑھائیں، سیکھیں، اس کی سندیں دیں، اجازتیں لائیں، اس کے سلسلے کو سلاسل اولیاء اللہ میں داخل کر جائیں، اس کے حکم دینے والوں کو ولی کامل بتائیں اپنا شیخ و مرشد مرجع سلسلہ بتائیں، ان میں بعض کو بلفظ ثقہ واعیان مشائخ او ان کی ملاقات کو بکلمہ دستبوس تعبیر فرمائیں، انہوں نے غم و مصیبت و رنج و آفت کے وقت یا علی یا علی کہنا روا رکھا یا نہیں اور اسے ورد و وظیفہ بنایا یا نہیں اور غیر خدا کو خدا کا شریک فی العلم و شریک فی التصرف ٹھہرایا یا نہیں اور وہ اس سبب سے مشرک کافر، بے ایمان، جہنمی ہوئے یا نہیں پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جانیں عالم امت، حامی سنت و قطب زماں و مرشد دوراں مانیں (جیسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب) انہیں مقتدائے دین و پیشوائے مسلمین بتائیں ان کے علم و افضال و عرفان و کمال پر سچے دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغر و اکابر حضرات و بابیہ) انہیں سیدالحکما سیدالعلماء و قطب المحققین، فخر العرفاء، المکملین، اعلمم باللہ و قبلہ ارباب تحقیق و کعبہ اصحاب تدقیق و قدوة اولیاء و زبدۃ ارباب صفا، بلکہ امام معصوم و صاحب وحی تشریفی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسماعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک مشرک شرک جو شرک پسند، شرک آموز کو پیر و پیشوا و امام و مقتدا بنا کر سیدالعلماء و مقبول خدا بنا کر خود بھی کافر و مشرک و مستحق عذاب الیم و مہلک ہوئے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلہ الرضاء بالکفر کفر (کفر پر رضامندی کفر ہے) و مسئلہ من شک فی کفرہ و عذابه فقد کفر (جس نے اس کے کفر اور اس کے عذاب پر شک کیا وہ کافر ہو گیا۔ ت) و حکم آیہ کریمہ وَ مَنْ یَتَّبِعْ لَهْمَ فِئْتَهُمْ فَاِنَّهُمْ مِّنْهُمْ^۲ (تم میں سے جو جس سے محبت کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہوگا۔ ت) و حدیث صحیح، البرء مع من احب^۳ (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ ت) جاری ہوگا یا نہیں، ینسوا تو جروا۔ خیر، یہ تو جملہ معترضہ تھا پھر اصل بحث یعنی دربارہ اعمال تجدید و اختراع کی طرف چلے، یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لئے ختم خواجگان چشت قدس اسرار ہم کی ترکیب بتاتے اور اس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں:

^۱ القرآن ۳/۱۸۷^۲ القرآن ۵/۵۱^۳ صحیح البخاری کتاب الادب، باب علائہ الحب فی اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۱۱/۲

وہ مرتبہ درود بخواند ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخوانند باشندہ ان شاء اللہ درایام معدودہ مقصود بحصول انجامد ¹ ۔	دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم دیں اور کچھ شیرینی پر خواجگان چشت کے نماز کی فاتحہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کریں، یہ عمل روزانہ کریں ان شاء اللہ چند روز میں مقصود حاصل ہو جائے گا۔ (ت)

مرزا مظہر جانجانا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

دعائے حزب التحریر و نطفہ صبح و شام و ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرار ہم ہر روز بجمہت حل مشکلات باید خواند ² ۔	حزب التحریر شریف کا وظیفہ صبح و شام اور روزانہ خواجگان (قدس اسرار ہم) کا ختم مشکلات کے حل کے لئے پڑھیں۔ (ت)

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

ختم خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز بعد حلقہ صبح لازم گیرید ³ ۔	ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد صاحب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) صبح حلقہ ذکر کے بعد ضروری کریں۔ (ت)

مکتوب آخر میں کہتے ہیں:

ختم حضرت خواجہ و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز اگر یاراں جمع آیند بعد از حلقہ صبح براں مواظبت نمایند کہ از معمولات مشائخ مست وفائدہ بسیار و برکت بے شمار دارد ⁴ ۔	ختم خواجگان و ختم حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہم صبح کے حلقہ ذکر کے بعد پابندی سے کریں کیونکہ یہ مشائخ کے معمولات میں سے ہے بہت مفید اور بابرکت ہے۔ (ت)

اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات مستی بہ معمولات مظہری سے اس کی ترکیب یوں منقول:

اول دست برداشستہ سورہ فاتحہ یکبار بخواند ⁵ الخ	پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورہ فاتحہ پڑھیں الخ (ت)

¹ الا تنباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ذکر طریقہ ختم خواجگان چشت مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰

² ملفوظات مرزا مظہر جانجانا از مجموعہ کلمات طبیات ملفوظات مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی ص ۷۴

³ مکتوبات از مجموعہ کلمات طبیات ملفوظات مکتوب بست و ہشتم مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی ص ۳۱ و ۳۲

⁴ ملفوظات از مجموعہ کلمات طبیات ملفوظات نصاب و وصایا مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی ص ۹۲

⁵ معمولات مظہری حاشیہ بر عبارت مذکورہ مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی ص ۹۲

اخیر میں لکھا:

بعد ازاں از جناب خدائے عزوجل حصول مطالب بتوسل ایں بزرگواراں باید خواست و تاسرا انجام مقصود مداومت باید نمود الح ^۱	اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے حصول کے لئے ان بزرگوں کے توسل سے دعا کرنی چاہئے تاکہ انجام میں دائمی طور پر مقصد ظاہر ہو جائے الح (ت)

ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرونِ ثلثہ میں کہاں منقول ہیں، ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ علی وضوح الحق (حق کے واضح ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ ت)

ثانیاً خیر صلوة الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض و دفع اغراض کے لئے پڑھتا ہے مزاج پر سی ان حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز مانتے اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا مظہر جانجاناں، شیخ محمد دلف ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم جنہیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں تو کس کے ہو کر رہیں، خود شاہ ولی اللہ قوال الجلیل میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں:

لہ یثبت تعین الاداب ولا تلك الاشغال ^۲	یہ خاص آداب و اشغال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ قول الجلیل میں فرماتے ہیں: اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلالت و ہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات تحقیق کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے^۳ (الی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہئے^۴ انتھی بتوجہ البلہوری۔ مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اسے نقل کر کے لکھتے ہیں: یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل دعائے سیہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ کم فہم سمجھتے ہیں^۵ انتھی۔

^۱ معمولات مظہری از مجموعہ کلمات طیبات حاشیہ بر عبارت مذکور نصاب و وصایا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۲

^۲ القول الجلیل مع شفاء العلیل گیارہویں فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

^۳ شفاء العلیل ترجمہ القول الجلیل چوتھی فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۱

^۴ شفاء العلیل ترجمہ القول الجلیل چوتھی فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۲

^۵ شفاء العلیل ترجمہ القول الجلیل چوتھی فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۲

اور سنئے اسی قول الجلیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ:

ثالثها الرابطة بشيخة فإذا صحبه خلى نفسه من كل شيء إلا محبته وينتظر لها فيض منه وإذا غاب الشيخ عنه يخیل صورته بين عينيه بوصف المحبة والتعظيم فتفيد صورته ما تفيد صحبتته^۱ اھ ملخصاً۔	یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی اھ ملخصاً (ت)

شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا حق یہ ہے کہ "سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے" ^۲ انتہی۔ اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھٹھت پرستی بتائیں گے، مرزا صاحب نے اگرچہ کتاب وسنت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بے شک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح و مفید ہونے کی تصریح فرمائی، مکتوب ۱۱ میں لکھتے ہیں:

ذکر جہر باکیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب وسنت ماخوز نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدئ فیاض اخذ نمودہ اند و شرع ازاں ساکت ست و دائرہ اباحت و فائدہ ہائے در اں متحقق و انکار آں ضرور نے^۳۔	آخری زمانہ جو ذکر بالجہر مخصوص کیفیت کے ساتھ ہو رہا ہے نیز مراقبات جن کا عمل جاری ہے یہ کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں بلکہ یہ مشائخ کرام نے بطور الہام مبدئ فیاض سے پایا ہے اور شریعت اس کے منع پر خاموش ہے لہذا یہ دائرہ اباحت میں داخل ہے اس میں فائدہ ہے اس کا انکار ضروری نہیں۔ (ت)

اور سنئے مکتوب ۶۱ میں ہے:

اگرچہ از مصحف مجید فال زدن در حدیث شریف نیامدہ	اگرچہ نیک فال قرآن مجید سے نکالنا حدیث شریف میں

^۱ القول الجلیل مع شفاء العلیل چھٹی فصل طریقہ مراقبہ بسیط مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۰-۸۱

^۲ القول الجلیل مع شفاء العلیل چھٹی فصل طریقہ مراقبہ بسیط مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۰

^۳ مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طبیات مکتوب یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۳

اما ممنوع ہم نیست اگر کسی عہ زند مضائقہ ندارد ¹ ۔	مذکور نہیں لیکن ممنوع بھی نہیں، اگر کوئی نکالے تو مضائقہ نہیں۔ (ت)

انہیں کے ملفوظات میں ہے:

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقہ نو بیان نمودہ و مقامات و کمالات طریقہ خود بسیار تحریر فرمودہ و در اں مقامات پنج شبہ نیست کہ باقرار ہزار اں علماء عقلاء بتواترہ رسیدہ ² اھ ملخصاً	حضرت مجدد صاحب نے نئے طریقے بیان فرمائے ہیں اور اپنے طریقہ کے کمالات و مقامات کو خوب بیان فرمایا ہے، ان مقامات میں کوئی شک و شبہ نہیں کیونکہ ہزاروں علماء و عقلاء نے اس کی تصدیق فرمائی ہے جو تواتر کو پہنچی ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی میں ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند و در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل ایشان در محققان صوفیہ کہ جامع از اندر علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند ³ اھ ملخصاً	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جدید طریقہ بیان فرمایا ہے وہ معرفت کے اسرار کی تحقیق میں خاص طرز رکھتے ہیں اور یہ ان چند محقق صوفیوں میں سے ہیں جنہوں نے ظاہری و باطنی علوم جمع فرمائے اور نئے علوم بیان کئے ہیں ایسے چند بزرگ ہوئے ہیں اھ ملخصاً (ت)

عہ: اقول: یہ جناب مرزا صاحب کا خیال تھا، صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے، حدیقہ ندیہ میں ہے:

قال والدی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر وفی کتاب التحفة اخذ الفال من المصحف مکروہ کذا ذکرہ القہستانی یعنی کراہۃ التحریم الخ ۱۲ امنہ دام ظلہ (م)	میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا درر کی شرح میں اور کتاب التحفہ میں ہے کہ قرآن پاک سے فال نکالنا مکروہ ہے، قہستانی نے ایسے ہی ذکر کیا ہے یعنی مکروہ تحریمہ ہے الخ ۱۲ امنہ دام ظلہ (ت)

¹ مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طبیات مکتوب شصت و یکم مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ص ۵۶

² ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طبیات ملفوظات مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ص ۷۰

³ ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طبیات ملفوظات مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ص ۸۳ و ۸۴

میاں اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:

ہر وقت کے مناسب وظائف اور ہر زمانہ کے لائق ریاضتیں جدا جدا ہیں لہذا ہر زمانہ کے محققین نے ہر سلسلہ کے اکابرین سے نئے وظائف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس بنا پر میں نے مصلحت دیکھی کہ وقت کا تقاضا ہے کہ اس کتاب کا ایک باب نئے وظائف و اعمال میں جو اس وقت کے مناسب ہوں، کے لئے معین کروں ^۱ الخ	اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند ولہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت ست تعیین کردہ شود ^۱ الخ

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انہیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں
نئی نئی باتیں جو قرآن میں حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں، نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے امید وصول الی اللہ
رکھنی، کس نے جائز کی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ اسے چھپائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے آگ کی لگام دے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی نے تحسین کی۔ نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنه سے اسے صحیح روایت کیا۔ (ت)	مسئلہ: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجہمہ اللہ یوم القیمة بالجہم من نار ^۲ اخرجه احمد و ابوداود و الترمذی و حسنہ و النسائی و ابن ماجة و الحاکم و صححه عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسماعیلیہ ہدھم اللہ تعالیٰ الی الشریعة الحقۃ الابراہیمیۃ (اللہ تعالیٰ شریعت حقہ
ابراہیمیہ کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ ت) کہ دین خدا میں ایسی نئی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کر کے کہ کتاب و سنت سے
اس کا ثبوت نہیں ان پر عمل کرنا اور انہیں موجب ثواب و قرب رب الارباب سمجھنا بدعت سیدہ شیعہ ہے یا نہیں، اور یہاں
حدیث من احدث فی امرنا ما لیس منہ فہو

^۱ صراط مستقیم قبیل باب اول مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۷

^۲ سنن ابوداؤد باب کراہیۃ منع العلم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۹/۲، جامع الترمذی باب ماجاء فی قسٹمان العلم مطبوعہ امین کمپنی مکتب خانہ
رشیدیہ دہلی ۸۹/۲، مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۰۵، ۳۰۴، ۳۰۳، ۳۰۲، ۳۰۱، ۳۰۰، ۲۹۹، ۲۹۸، ۲۹۷، ۲۹۶، ۲۹۵، ۲۹۴، ۲۹۳، ۲۹۲، ۲۹۱، ۲۹۰، ۲۸۹، ۲۸۸، ۲۸۷، ۲۸۶، ۲۸۵، ۲۸۴، ۲۸۳، ۲۸۲، ۲۸۱، ۲۸۰، ۲۷۹، ۲۷۸، ۲۷۷، ۲۷۶، ۲۷۵، ۲۷۴، ۲۷۳، ۲۷۲، ۲۷۱، ۲۷۰، ۲۶۹، ۲۶۸، ۲۶۷، ۲۶۶، ۲۶۵، ۲۶۴، ۲۶۳، ۲۶۲، ۲۶۱، ۲۶۰، ۲۵۹، ۲۵۸، ۲۵۷، ۲۵۶، ۲۵۵، ۲۵۴، ۲۵۳، ۲۵۲، ۲۵۱، ۲۵۰، ۲۴۹، ۲۴۸، ۲۴۷، ۲۴۶، ۲۴۵، ۲۴۴، ۲۴۳، ۲۴۲، ۲۴۱، ۲۴۰، ۲۳۹، ۲۳۸، ۲۳۷، ۲۳۶، ۲۳۵، ۲۳۴، ۲۳۳، ۲۳۲، ۲۳۱، ۲۳۰، ۲۲۹، ۲۲۸، ۲۲۷، ۲۲۶، ۲۲۵، ۲۲۴، ۲۲۳، ۲۲۲، ۲۲۱، ۲۲۰، ۲۱۹، ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶، ۲۱۵، ۲۱۴، ۲۱۳، ۲۱۲، ۲۱۱، ۲۱۰، ۲۰۹، ۲۰۸، ۲۰۷، ۲۰۶، ۲۰۵، ۲۰۴، ۲۰۳، ۲۰۲، ۲۰۱، ۲۰۰، ۱۹۹، ۱۹۸، ۱۹۷، ۱۹۶، ۱۹۵، ۱۹۴، ۱۹۳، ۱۹۲، ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۸۹، ۱۸۸، ۱۸۷، ۱۸۶، ۱۸۵، ۱۸۴، ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۸۱، ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۷۸، ۱۷۷، ۱۷۶، ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱

رد^۱ (جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔) و حدیث کل بدعة ضلالة^۲ (ہر بدعت گمراہی ہے۔) و کل ضلالة في النار^۳ (اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔) و حدیث شر الامور محدثاتها^۴ سب سے بری بات نئے امور ہیں۔) و حدیث اصحاب البدع کلاب اهل النار^۵ (بدعت والے جہنم کے کتے ہیں۔) و وارد ہوں گی یا نہیں، اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیں، اوروں سے کرائیں، کتابوں میں لکھیں، زبانی بتائیں، حسب تصریح تقویۃ الایمان ان کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں، اور وہ بدعتی، فاسق، مخالف سنت قرار پائے یا نہیں، اور ان سے کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ و حسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کر جاتے، اور میاں بشیر قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادت کو توفیقی بتائیں گے یا نہیں، پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام و پیشوا جاننے اور ان کی مدح و ستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں (جیسے شاہ ولی اللہ مداح و معتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز و ضاف و مرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل غلام و بادخوان ہر دو شاہ صاحب اور تمام حضرات و ہابیہ مداحین و معتقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا حکم حدیث من و قر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام^۶ (جس نے بدعت والے کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔) یہ سب کے سب قصر اسلام کے ڈھانے والے ہوئے یا نہیں، یا یہ احکام صرف مجلس میلاد

^۱ صحیح بخاری کتاب الصلح مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۳، صحیح مسلم کتاب الاقضية مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۷۷، السنن الکبریٰ کتاب

آداب القاضی مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۱۹/۱۰

^۲ صحیح مسلم کتاب الجمعہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۸۵، سنن ابن ماجہ باب اجتناب البدع والجدل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۱

^۳ در منثور تحت آیت من یدعی اللہ فہو المہدی مطبوعہ منشورات مکتبہ آیت اللہ قم ایران ۱۳/۷۳

^۴ صحیح مسلم کتاب الجمعہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۸۵، مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل اول مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی

ص ۲۷

^۵ کنز العمال فصل فی البدع حدیث ۱۰۹۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۱۸/۱

^۶ مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام والسنۃ فصل سوم مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ص ۳۱، کنز العمال فصل فی البدع حدیث ۱۱۰۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت

وغیرہ انہیں امور کے لئے ہیں جن میں محبوبان خدا کی محبت و تعظیم ہو باقی سب حلال و طیب، اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصور رزخ کو اتنا پسند کیا کہ اسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اسے نقل کر کے مسلم، رکھایہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین و مداح سب کے سب مشرک و شرک پرست ٹھہرے یا نہیں، یا یہ حضرات احکام شرع سے مستثنیٰ ہیں، اور تقویۃ الایمان و تذکیر الاخوان وغیرہما کی آیتیں حدیثیں صرف مؤمنین اہل سنت کو جو خاندان عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں، بینوا تو جروا۔ سبحان اللہ ان صاحبوں کے یہ احداث و اختراع سب مقبول ہوں، اور ناجائز و بدعت ٹھہرے تو وہ نماز جو حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضائے حاجات کے لئے ارشاد فرمائی ع

بیس تفاوت رہ از کجاست تا کجا

(دیکھ راستہ کہاں سے کہاں تک ٹیڑھا ہے)

حق جل علاہ مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے محبوبوں کی جانب میں معاذ اللہ بدعتیہ نہ کرے خصوصاً حضور سیدالمحبوبین مطلوب الملوہین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گدائے سرکار فیضبار قادر یہ پر برکات و نعمات حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائز ہوا، ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے بے نوا فقیر ناسزا اپنے تاجدار عظیم الجو عمیم العطا کے لطف بے منت و کرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ دارنا پائدار سے رخصت ہوتے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزیز پسر، بتول زہرا کے لخت جگر، علی مرتضیٰ کے نور نظر، حسن و حسین کے قریر بصر، محی سنت ابی بکر و عمر صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب و علیہم وسلم یعنی حضور غوث صمدانی قطب ربانی و اہب الآمال و معطی الامانی حضور پر نور غوث اعظم قطب عالم محی الدین ابو محمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه و جعل حرزنا فی الدارین رضاه کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے او جس دن یَوْمَ نَدْعُوکُمْ اُنَّا بِسَادِہُمْ¹ (جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ ت) کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ زیر لوائے یکس پناہ سرکار قادریت ظل آلہ جگہ پائے،

¹ القرآن ۷۱/۷

پس بیشک یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، بحمد اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مسودہ سے ۸ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو فرائض ہوئی یہ مسودہ تین دن کی تین مجلسوں میں تیار ہوا۔ سید اکائنت پران کی آل پر اور آپ کے بیٹے جو آپ کی بزرگی اور کمال کے وارث ہیں پر افضل درود اور کامل سلام اور پاکیزہ تعریفیں اور بڑی برکات ہوں آمین آمین اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اللہ سبحانہ، و تعالیٰ زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم بڑا ہے اور اس کی بزرگی مضبوط اور تام ہے۔ (ت)	فَإِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بِحَمْدِ اللَّهِ وَقَعَ الْفَرَاغُ مِنْ تَسْوِيدِهِ لَشِمَانِ خُلُونِ لِلْقَبْرِ الزَّاهِرِ مِنْ شَهْرِ سَيِّدِنَا الْغُوثِ الْفَاخِرِ أَعْنَى شَهْرِ رَبِيعِ الْآخِرِ فِي ثَلَاثَةِ مَجَالِسٍ مِنْ ثَلَاثِ غَدَوَاتٍ وَعَامَرِ الْفِ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَخَمْسٍ مِنْ هَجْرَةِ سَيِّدِ الْكَائِنَاتِ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَابْنِهِ الْوَارِثِ لِمَجْدِهِ وَكَمَالِهِ أَفْضَلَ الصَّلَوَاتِ وَاكْمَلَ تَسْلِيَمَاتٍ وَازَكَى التَّحِيَّاتِ وَأَنَسَى الْبَرَكَاتِ أُمِينَ أُمِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ وَعَلَيْهِ جَلْ مَجْدُهُ أتم واحكم۔



۱۳۰۵ھ

ازہار الانوار من صبا صلوة الاسرار

(صلوة الاسرار کی باد صبا سے غنچوں کے پھول)

(نماز غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ)

بسم الله الرحمن الرحيم ۵

تیرا شکر ہے اے ایسی ذات جس کی طرف وسیلہ پیش کرنے سے کثیر گناہ معاف ہوتے ہیں اور تیری حمد ہے اے وہ ذات کہ جس پر توکل سے شکستہ دلی ختم ہو جاتی ہے، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل فرما اس پر جو تیری کائنات کا چراغ اور تیری مخلوق کا مل جا اور تیرے حق کے لئے قائم لوگوں سے افضل اور تیری سہولت اور مہربانی لے کر مبعوث ہونے والے رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین اور ڈرنے والوں کے لئے امان اور حاجت مندوں کی سہولت اور ناامید ہونے والوں کے لئے بشارت رؤف، رحیم نبی، کرم والے سخی، بلند مرتبہ، بڑے علم والے، غنی، تابندہ حکمت والے، بردبار، نیکیوں کو بنانے والے، غلطیوں کو مٹانے والے، حاجتوں کو پورا کرنے والے، مرادیں

شکرا لك يا من بالتوسل اليه يغفر كثر الذنوب، وحيدا لك يا من بالتوكل عليه يجبر كسر القلوب، اسألك ان تصلى وتسلم وتبارك على سراج افقك، وملجأ خلقك، وافضل قائم بحقك، المبعوث بيتيسرك ورفقك، رحمة للعالمين، وشفيعاً للمذنبين، وامناً للخائفين، ويسراً للبائسين (سخت حاجت مند ۱۲)، وبشرى للأتسين (نامیدال ۱۲)، محمدن النبی الرؤف الرحيم، الجواد الكريم، العلی العلیم، الغنی الحی الحکیم الحلیم، ومصحح الحسنات، مقیل العثرات، قاضی الحاجات.

برلانے والے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ والہ الطاہرین اور حق کو ظاہر کرنے والے صحابہ اور اس کی پاک ازواج پر جو مؤمنین کی مائیں ہیں اور اس کے کامل، عارف اولیاء امت ہدایت یافتہ، رہنما، اس کی امت کے امینوں پر خصوصاً ایسی کیلتا، منفرد، غوث بزرگی والے، برکت دینے والی بارش، انعامات دینے والے، محروموں کو بنانے والے، تسلط والے، سخیوں کے سخی، کریموں کے کریم، عرب و عجم کی جائے پناہ، عطیات دینے اور مصیبتوں کو دفع کرنے والے، قطب ربانی، خدائی مدد، ہمارے آقا و مولیٰ ابو محمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی پر رضی اللہ عنہم اور جس کو وہ راضی کرے، اور اس کو دونوں جہانوں میں ہمارے لئے محفوظ خزانہ بنائے آمین آئین، یا ارحم الراحمین، اور میں گواہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ، لا شریک ہے اور گواہ ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور اس کے خاص رسول ہیں جن کو اس نے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس پر اللہ کی رحمتیں اور سلام ہو اور ہر اس پر جو اس کا محبوب اور پسندیدہ ہو۔ اما بعد کامل فاضل، اچھے اخلاق والے، فضائل کے جامع، بڑے فخر، عظیم شرف والے، مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری مدرسی حیدر آبادی (اللہ تعالیٰ ان کو صاحب قوت بنائے اور ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے) نے مجھ سے "صلوٰۃ غوثیہ" مبارکہ پسندیدہ جو کہ ہمارے ہاں "صلوٰۃ الاسرار" کے نام سے معروف ہے کی جازت طلب کی، یہ صلوٰۃ الاسرار قضائے حاجت اور دفع شر کے لئے بارہا مجرب ہے، انہوں نے مجھ فقیر، حقیر، اپنے نفس پر ظلم

واہب المرادات، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الطاہرین، واصحابہ الطاہرین وازواجه الطیبات امہات المؤمنین، واولیاء امتہ کاملین العارفین، وامناء ملتہ الراشدین المرشدین، لاسیما علی هذا الفرد الغرید، الغوث المجید، الغیث المجید، واہب النعم، سالب النقم، کاسب العدم، صاحب القدر جود الجود وکرم الکرم، ملاذ العرب ومعاذ العجم، مناح العطایا، مناع الرزایا، القطب الربانی، الغوث الصمدانی، سیدنا ومولنا ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه، وجعل حزننا فی الدارین، آمین آمین، یا ارحم الراحمین، واشہدان محمدًا عبدہ ورسولہ بالرحمة ارسلہ، صلوات اللہ وسلامہ علیہ، وعلی کل محبوب ومرضی لدیہ، اما بعد فقد سألنی الفاضل الكامل، جمیل الشائل، جامع الفضائل، والفخر الجسیم، والشرف العظیم، مولانا الشاہ محمد ابراہیم القادری المدرسی الحیدر آبادی، جعلہ اللہ من اولی الایادی، وحفظہ من شر العادی، اجازۃ الصلوٰۃ الغوثیۃ، المبارکۃ المرضیۃ، المعروف عندنا بصلوٰۃ الاسرار، المجربۃ مرار القضاء الاوطار، ودفع الاشرار، تحسین ظن منہ بهذا العبد

کرنے والے، نہایت گنہگار، عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے یہ سوال کیا (اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی فرمائے اور ان کو معاف فرمائے اور ان کے اعمال کو درست فرمائے) حالانکہ میں اس قابل نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا اہل ہوں لیکن ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کہ دنیا و آخرت میں ہم دونوں کے لئے باعث برکت ہو (تقویٰ اور مغفرت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے) (ان کو میری طرف سے اجازت ہے جیسا کہ مجھے میرے آقا، مولیٰ، جائے اعتماد، ماؤی، اور میرے شیخ، مرشد، سہارا، خزانہ اور میرے آج اور کل کے لئے ذخیرہ اور کالین کے تاج، واصلین کے چراغ، حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اجازت دی جیسا کہ ان کو روایت اور اجازت ملی، ان کے عظیم شیخ اور ان کے بزرگوار چچا، کامل امام، وسیع کرم، خوبصورت چاند، اپنے زمانہ کے منفرد اور قطب، عظیم فیض اور واضح فضیلت، حضرت ابوالفضل، ملت اور دین کے سورج، سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور ان کو اپنے والد گرامی عارف کامل، مضبوط فہم، بحر بیکراں، پختہ ماہر، صاحب بقاء و فناء، صاحب وصول و حضور، حضرت شاہ حمزہ عینی مارہروی (ان پر اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا) سے، اسلاف در اسلاف سے ان کی مسلسل، سند سے، جوان کو بلند دربار، مضبوط چوکھٹ، مخلوق کے مرجع، دربار قادریہ (وہاں کے رہنے والوں اور وہاں کے

الظلام، الكثير الاثام، الفقير الاذل، الحقير الارذل، عبدالمصطفیٰ احمد رضا، المحمدی السنی الحنفی، القادری البرکاتی البریلوی، لطف اللہ بہ، وعفا عن ذنبه، واصلح عمله، وحقق امله، مع انی لست هنالك، ولا اهلا لذلك، لکنی اجبتہ بالانقیاد، واجزته بالمراد، رجاء البرکة لی وله فی الدنیا والأخرة، ان ربنا تعالیٰ هو اهل التقویٰ واهل المغفرة، کما اجازنی بها سیدی ومولای، وسندی ومأوی، شیخی ومرشدی، وکنزی وذخری لیومی وغدی، تاج کاملین، سراج الواصلین، حضرة السيد الشاه آل الرسول الاحمدی، المارہری، رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی، بحق روایتہ لہا واجازتہ بها عن شیخہ الاجل، وعمہ الاجل، الامام الاکمل، والکرم الاشمل، والقبر الاجمہ، فرد عصرہ، وقطب دھرہ، ذی فیض العظیم، و الفضل الببین، حضرة ابی الفضل شمس البلة و الدین، السيد الشاه آل احمد اچھے میاں المارہری، رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضوان لابی، عن ابیہ العزیز، النبیہ الغطریف، البحر الطمطم، والخبز الصمصام، ذی الفناء والبقاء، والوصول واللقاء، حضرة السيد الشاه حمزة العینی المارہری علیہ الرضوان الدائم العلی القوی، بسندہ المسلسل کابرا

خدام پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو) سے حاصل ہوئی کیونکہ "صلوٰۃ الاسرار" کاشیوت متعدد طرق سے منقول ہے۔ برگزیدہ دربار سے جیسا کہ اس کو بہت سے علماء نے ذکر فرمایا ہے جن میں امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی صوفی شطنوفی نے بھجے الاسرار میں، اور امام اجل عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی و فاضل علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی اور شیخ محقق علماء ہند کے شیوخ کے شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ

عن کار، عن الحضرة الرفيعة، والسدة المنيعة، مرجع البرية، الحضرة القادرية، على حضارها وخدامها رضوان القادر، فإن اصلها ماثور بطرق عديدة، عن الحضرة المجيدة، كما ذكره العلماء منهم الامام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر عہ اللخمی الصوفی الشطنوفی فی بھجة الاسرار، و الامام الاجل عبداللہ بن الاسعد الیافعی الشافعی، والفاضل علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی، والشیخ المحقق شیخ

یاد رہے کہ یہ ابن جھضم نہیں ہے جن کے اولیاء کرام کے بارے میں خصوصی نظریات پر ذہبی نے اعتراض کیا ہے کیونکہ وہ غوث اعظم سے بہت پہلے کے ہیں یہ امام ذہبی کے معاصر ہے جب کہ ان کے اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، انہوں نے قاضی القضاۃ نصر کی انہوں نے اپنے والد محترم نے حضرت عبدالرزاق کی انہوں نے اپنے والد حضرت غوث اعظم کی صحبت پائی جن کو خود امام ذہبی نے طبقات القراء میں ذکر فرمایا اور امام سیوطی نے بھی حسن المجاہرہ میں ذکر کیا، امام ذہبی کے ابن جھضم کی طرف کتاب بھجۃ الاسرار کو منسوب کرنا جب درست ہوگا جب اس نام کی کوئی کتاب ان کی ہو ورنہ یہ نسبت درست نہیں ہے بلکہ ان کو اشتباہ ہوا ہے۔ (ت)

عہ: يجب ان يعلم انه ليس بأبن جھضم الذي تكلم فيه الذهبي على دابه مع الصوفية الكرام في "الميزان" فانه مقدم على سيدنا الغوث رضى الله تعالى عنه بزمان وهذا معاصر الذهبي وبينه وبين سيدنا واسطتان صاحب المولى اباصالح قاضى القضاة نصرا صاحب اباه سيدى عبدالرزاق صاحب اباه سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنهم وقد وصفه الذهبي نفسه في "طبقات القراء" بالامام الاوحد وكذلك الامام الجلال السيوطى في "حسن المحاضرة" اما نسبة الذهبي كتاب بھجة الاسرار الى ذلك فان كان له ايضا كتاب اسمه هذا فذاك والاشتباہ عظیم واجب التنبيه ۱۲ (م)

علیہم اجمعین سے منقول کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس نے کسی مصیبت میں میرا وسیلہ دیا تو اس کی مصیبت ختم ہوگی، اور جس نے اپنی حاجت کے لئے مجھ سے مدد مانگی تو اس کی حاجت پوری ہوگی، اور جس نے نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر صلوٰہ وسلام پڑھا اور پھر عراق کی جانب گیارہ قدم میرا نام کہتے ہوئے چلا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے

گ۔ قلت "فرجت" اور "قضیت" دونوں صیغہ، واحد غیب مونث مجہول اور واحد متکلم معلوم بن سکتے ہیں، اور شاہ ابوالعالی نے "تحفہ قادریہ" میں واحد متکلم معلوم کا ترجمہ فرمایا ہے (یعنی میں اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کروں گا) بہر حال جو بھی صیغہ ہو ما حاصل ایک ہے کیونکہ پہلا صیغہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاتی باطنی حقیقت کا احتمال ہے جبکہ دوسرا

اشیوخ علماء ہند عبدالحق بن سیف الدین المحدث الدہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انہ قال سیدنا و مولنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ من توسل بی فی شدة فرجت عنہ ومن استغاث بی فی حاجة قضیت له ومن صلی بعد المغرب رکعتین ثم یصلی ویسلم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یخطوا الی جهة العراق احدى عشرة خطوة ینذکر فیہا اسی قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ^۱۔ قلت وفرجت وقضیت تحتلان صیغۃ المجهول لواحدة غائبة، وصیغۃ المعلوم للواحد المتکلم وعلی هذه ترجمة الشاہ ابی المعالی رحمہ اللہ تعالیٰ فی التحفة القادرية، وایما کان فالحاصل واحد، اولہما تحتل الحقیقة الباطنة الذاتية ع^۱ والظاہرة ع^۲ المستفادۃ.

یہ بالذات ثابت ہے عطاء اور جعل کی طرف منسوب نہیں، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات سے مختص ہے اور بس ۱۲۔ (ت)

یہ صرف عطاء سے حاصل ہے اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے پر جیسا کہ مخلوق کی تمام صفات ہیں مثلاً انسان کا علم، قدرت، عطا، امداد حتیٰ کہ مخلوق کا وجود بھی عطائی ہے ۱۲۔ (ت)

ع^۱ : وہی التي تثبت بالذات من دون عطاء ولا الاستناد الی جعل وهذا مختص بصفات اللہ سبحنہ وتعالیٰ فحسب ۱۲۔ (م)

ع^۲ وہی التي حصلت بالعطاء ولا ثبوت لہا الا بالجعل وكذا جميع صفات المخلوق كالعلم والقدرة والعطاء والعون حتی الوجود ۱۲۔ (م)

^۱ بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ، وبشر اہم مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبي مصر ص ۱۰۲

صیغہ، ظاہری حاصل کردہ حقیقت کا معین احتمال ہے لیکن وہ ہے جس کو خود حضور غوث اعظم نے بعد میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا کیونکہ تیرے رب کی طرف ہر چیز کی انتہی ہے۔" پھر ہمارے مشائخ (رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے سبب ہم پر رحم فرمائے) نے اس نماز کے بارے میں دو طریقے بتائے ہیں، ایک مختصر اور دوسرا طویل ہے، اور ہمارے ہاں جو مروج ہے وہ آسان اور جامع اور ہر ایک کے مناسب ہے یہ مرتبہ شہود پر فائز لوگوں یا مرتبہ وجود میں طالبین کے لئے مخصوص نہیں، یہ بہترین طریقہ اختصار والا ہے، اس کا طریقہ ایسا ہے جو خود لفظ (صلوۃ الاسرار) کی شرح جیسا ہے اور اس عاجز بندے کا پسندیدہ ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی، تو وہ مغرب کی نماز کے بعد سنتوں کے ساتھ دو رکعت "صلوۃ الاسرار" کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور حضور غوث اعظم کی روح کو ہدیہ کے لئے پڑھے، اور اگر اس کے لئے نیا وضو کرے تو یہ نور ہوگا کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک نابینا کو یہ فرمایا تھا، ورنہ نیا وضو ضروری نہیں، مجھے تو یہ پسند ہے کہ صلوۃ الاسرار پڑھنے سے پہلے کوئی صدقہ کرے کیونکہ یہ عمل کامیابی جلدی لاتا ہے اور مصیبتوں کے دروازوں کو خوب بند کرتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مناجات کیلئے

والاخری تتعین للاخیر والمرجع مآذکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر بقولہ قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ ان الی ربک المنتہی، ثم ان لمشاہدنا قدست اسرارہم ورحمنا اللہ تعالیٰ بہم فی هذا الصلوۃ طریقتین، صغریٰ، وکبریٰ، والمعہول عندنا الاسهل الاشمل من حیث السوغ لکل احد من دون الاختصاص بالقائمین فی مجالی الشہود الہائئین فی فیافی الوجود ہی الطریقة الانیقة الصغریٰ، صفتہا بحیث یکون کالشرح لللفظ الکریم ویتضمن مختارات هذا العبد الاثیم، ان من عرضت له حاجة دینیة اودنیویة صلی بعد صلوۃ المغرب بسنتہا رکعتین من غیر فریضة تاویاً صلوۃ الاسرار تقرباً الی اللہ تعالیٰ و ہدیة لروح سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وان جددلہما الوضوء فهو اضواء، وقد عہدنا ذلك من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صلوۃ الحاجة، والا فهو بسبیل من الرخصة فان توضأ فلیحسن وضوءه هکذا امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلك المكفوف بصره واحب الی ان یقدم عہ صدقة فانہا اسرع فی

صدقہ میں افضل یہ ہے کہ پوشیدہ دے کیونکہ قرآن کا (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ الافضل الاسرار بنص القرآن وہی

پہلے صدقہ دینے کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، تو اللہ تعالیٰ سے مناجات میں اور زیادہ بہتر ہے باوجودیکہ اس نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی مناجات موجود ہے، اگرچہ اس صدقہ کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے جس میں اُمت کی آسانی ہے مگر استحباب کے طور پر جواز میں کوئی شک نہیں ہے، اس نماز میں فاتحہ کے بعد کوئی آسان سورت پڑھے بہتر ہے کہ سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو بہت اچھا ہے، نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اس کی شان کے مطابق بجالائے اور اس میں بہتر وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

الانجاح واسد الابواب والبلاء وقد امر الله تعالى من ينامي رسولہ ان يقدموا بين يدي نجوهم صدقة، فنجوى الله احق مع ان هذه الصلوة تشتمل على نجوى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايضاً، والوجوب وان نسخ رحمة من الله تعالى فلا مريية في الاستحباب هذا يقرأ الاخلاص احدى عشرة مرة فهو احسن حتى اذا سلم حمد الله تعالى واثنى عليه بآهو اهله، والافضل الصبيغ ع الواردة عن النبي صلى الله

(ایقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہ حکم ہے، اور یہی برے احتمال سے بچاؤ ہے، جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں بہت زیادہ فضیلت ہے اور بہتر یہ ہے کہ صدقہ میں جو دے، دو کی تعداد دے، دو پیسے، دو روٹیاں، اگر اور کچھ نہ پائے تو کم از کم دو خر مہرے دے ۱۲ (ت) اور جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اے اللہ! تیرے لئے ایسی حمد جو تیری نعمتوں کے برابر ہو اور مزید کرم کو کفایت کرے، اور حضور کا ارشاد کہ تیری حمد کہ تو آسمانوں اور زمین کا نگران ہے اور تیری حمد کہ تو زمین اور آسمانوں اور ان میں ہر چیز کا مالک ہے، اور تیری حمد کہ تو زمین اور آسمانوں اور ان میں

تقی مصارع السوء کبافی الحديث فضائلها اکثر من ان تحصى والاحسن ان يتصدق بزوجة بفضل ذلك ورد حديث وفلسان زوجان وخبران زوجان ومن لم يجد فودعتان زوجان والودعة خر مہرہ ۱۲ (م)

عہ کقولہ اللہم لك الحمد حمد ایوانی نعمك ویکافیئ مزید کرمك وقوله اللہم لك الحمد انت قیم السموات والارض ومن فیہن ولك الحمد انت ملك السموات والارض ومن فیہن ولك الحمد انت نور السموات

بطور حمد و ثنا پڑھے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام سے بڑھ کر بہتر حمد اور اچھی ثنا کوئی نہیں کر سکتا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ بہترین محامد میں ایک یہ ہے: اے اللہ! ہمارے رب! تیرے لئے کثیر، طیب، مبارک حمد جیسے تجھے پسند ہے اور تو راضی ہے، زمیں اور آسمان اور ہر وہ چیز بھر کر جس کو تو چاہے اور ان میں سے ایک اور یہ ہے: اے اللہ! تیرے لئے دائمی حمد جیسا کہ تیرا دوام ہے اور تیری حمد جو باقی رہنے والی ہو تیری بقاء کے ساتھ، تیری ایسی حمد جو تیری مشیت کے بغیر ختم نہ ہو اور ایسی دائمی حمد جس کو بیان کرنے والا صرف رضا کا طالب ہو، اور تیرے لئے ایسی حمد جو آنکھ کی ہر پلک	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فأنه لا يقدر احداً يحمد الا احد كحمد احد صلى الله تعالى عليه وسلم ومن احسنها اللهم ربنا لك الحمد حمد اكثر اطيباً مبركاً فيه كما تحب ربنا وترضى ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما شئت من شئ بعد، ومنها اللهم لك الحمد حمداً دائماً مع دوامك ولك الحمد حمداً خالداً مع خلودك ولك الحمد حمد الا منتهى له دون مشيتك ولك الحمد حمداً دائماً لا يريد قائله الا رضاك ولك الحمد حمداً عند كل طرفه عين وتنفس كل نفس،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہر چیز کا نور ہے اور مالک حمد ہے۔ اور آپ کا یہ قول: اے اللہ! تیری مخلوق کے لئے تیرے امتحان اور تیرے حکمت والے عمل پر تیری حمد۔ ہمارے گھر والوں کے لئے امتحان اور تیری کار سازی پر حمد۔ اور خاص ہماری جانوں میں تیرے امتحان و کار سازی پر حمد۔ ہمیں مستور کرنے پر تیری حمد، قرآن سے تیری حمد اہل و مال دینے پر، عافیت دینے پر تیری حمد، حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے، تیرے لئے حمد ہے جب تو راضی ہو، اے تقویٰ اور مغفرت والو۔ اور ان جیسے دیگر الفاظ کثیرہ سے حمد پڑھے ۱۲ منہ (ت)

والارض ومن فيهن وملك الحمد وقوله اللهم لك الحمد في بلائك وصنيعك الى خلقك ولك الحمد في بلائك وصنيعك الى اهل بيوتنا ولك الحمد في بلائك وصنيعك الى انفسنا خاصة ولك الحمد بما هديتنا ولك الحمد بما اكرمتنا ولك الحمد بما سترتنا ولك الحمد بالقرآن ولك الحمد بالاهل والبال ولك الحمد بالعافاة ولك الحمد حتى ترضى ولك الحمد اذا رضيت يا اهل التقوى واهل المغفرة الى غير ذلك من صيغ كثيرة ۱۲ منه (مر)

ومنها اللهم لك الحمد كما ينبغى لجلال وجهك وعظيم سلطانك ومنها اللهم لك الحمد شكراً ولك المن فضلاً، ومنها اللهم لك الحمد كما تقول وخيراً مما نقول الى غير ذلك مما وردت به الاحاديث فليجمعها اوليكتف ببعضها، ويعجبني ان يختبها بقوله اللهم لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك فانه من اجمع حمد واوسع ثناء عليه سبحانه وتعالى ومن لم يحسن من ذلك شيئاً فليقل الحمد لله ثلاثاً اوليقرء الفاتحة او آية الكرسي بنية الثناء فلا يجد ثناء افضل منها. ثم يصلي ويسلم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم احدى عشرة مرة اذلايستجاب دعاء الاباء الصلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم وامر بالسلام احرار الفضلين واحتراز اعن الخلاف فان من العلماء من كره الافراد ثم العبد يختار ههنا الصلوة الغوثية المروية عن سيدنا الغوث الاعظم رضى الله تعالى عنه. وهى اللهم صل على (سيدنا عه ومولنا) محمد

اور ہر سانس کے وقت ہو، اور ایک اور یہ ہے: اے اللہ! تیرے لئے تیری ذات کے جلال اور تیری عظیم سلطنت کے شایان شایان حمد ہو، اور ایک یہ ہے: اے اللہ! شکر بجالانے کے لئے تیری حمد اور تیرا احسان و فضل ہے اور ایک یہ ہے اے تیرے لئے وہ حمد جو تو نے فرمائی اور وہ بہتر جو ہم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر جو احادیث میں مروی ہیں سب کو یا بعض کو پڑھے۔ اور مجھے تو پسند ہے کہ آخر میں یہ حمد پڑھے: اے اللہ! میں تیری ثناء کو بجا نہیں لاسکتا جس طرح تو نے خود اپنی ثنائی فرمائی ہے کیونکہ یہ حمد بہت جامع اور وسیع ہے۔ اور اگر کسی مذکورہ محامد میں سے کوئی حمد یاد نہ ہو تو تین بار الحمد للہ پڑھ لے یا سورہ فاتحہ یا آیت الکرسی حمد و ثنائی نیت سے پڑھے، ان سے بہتر ثناء نہ پائے گے، اور پھر آخر میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام گیارہ مرتبہ پڑھے کیونکہ درود شریف کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور سلام کا بھی حکم ہے تاکہ دونوں کی فضیلت ہو جائے۔ اور بعض علماء نے دونوں میں سے ایک پر اکتفاء مکروہ قرار دیا ہے اس لئے دونوں کو ملا کر پڑھنے سے اس خلاف سے بچے گا۔ پھر مجھ بندہ کو یہاں درود غوثیہ جو آپ سے مروی ہے

سیدنا و مولانا کا لفظ اس فقیر نے بڑھایا ہے، یہ لفظ ہمارے مشائخ کا نہیں، یہ اضافہ جائز ہے جیسا کہ امیر المؤمنین عمر فاروق اور ان کے صاحبزادے عبداللہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ اعلم ان لفظہ سیدنا و مولانا من زیادات للفقیر علی ما بلغنا عن مشایخنا وقد زاد امیر المؤمنین عمرو ابنہ عبداللہ

پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے: اے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ محمد جو دو کرم کی کان پر رحمت نازل فرما اور آپ کی آل پر، اور سلامتی نازل فرما۔ جس کو یہ بندہ یوں پڑھتا ہے: اے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ محمد جو دو کرم کی کان پر اور آپ کی برگزیدہ آل اور کریم بیٹے اور برگزیدہ امت پر صلوة و سلام فرما، اے برگزیدوں کے برگزیدہ، اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف دلی توجہ کر کے گیارہ مرتبہ یوں پڑھے: یا رسول اللہ یا نبی اللہ! میری مدد کرو، اور اے حاجات پوری کرنے والے! میری حاجت کے پورا ہونے میں مدد فرماؤ۔ پھر عراق کی طرف قدم بڑھائے اور ہمارے ہاں عراق شمال مغرب میں ہے یہ میرے آقا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے اور یہی مدینہ منورہ اور کربلا معلیٰ کی جہت ہے اور اس عبد ضعیف نے اپنے علاقہ بریلی سے دربار بغداد کی جہت جیومیٹری کی بنیاد پر متعین کی ہے یوں کہ بغداد کا عرض لحک اور اس کا طول مدح اور بریلی کا	معدن الجود والکرم وأله وسلم والعبد يقولها هكذا اللهم صل على سيدنا ومولنا محمد معدن الجود والکرم وأله الکرام وابنه الکريم وامته الکريمة يا اکرم الاکرمين وبارک وسلم ثم ليتوجه بقلبه الى المدينة الطيبة وليقل احدى عشرة مرة يا رسول الله يا نبی الله اغثنی وأمددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات، ثم یخطو الى جهة العراق وهو من بلادنا بین الشمال والمغرب افاده سيدي حمزة رضى الله تعالى عنه وهي ايضا جهة المدينة المنورة وكربلاء والعبد الضعیف قد استخرج جهة حضرة بغداد من بلدتنا بریلی بالمؤامرة البرهانية على ان عرضها لحصه ك^ع وطولها مد^ع الح وعرض بریلی

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تلبیہ کے الفاظ میں زائد الفاظ شامل کئے، اور ہمارے علماء نے بھی درود شریف میں "سیدنا" کا لفظ بڑھایا جیسا کہ در مختار میں ہے تو اس کے غیر میں بھی جائز ہوگا، نیز دلائل الخیرات میں ترکی کا قصہ معلوم ہے جبکہ ولایت بھی سیادت کے معنی میں ہے ۱۲ (ت) تینتیس درجے اور ایک ثلث ۱۲ (ت) چوالیس درجے اور ۲۸ دقیقے (ت)	(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی تلبیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجاز العلماء زیادة السیادة فی الصلوة کما فی رد المحتار فکیف فی غیرها وقصة التری فی قرأة دلائل الخیرات معلومة والولاية مثل السیادة ۱۲ (م) عہ ۱: ثلاث وثلاثون درجة وثلث ۱۲ (م) عہ ۲: اربع واربعون درجة وثمان وعشرون دقيقة ۱۲ (م)

عرض الح صہ اور اس کا طول عطا رہے۔ اس سے شمالی انحراف یعنی نقطہ مغرب سے نقطہ شمال کی طرف لمحہ لح حاصل ہوا، اب خط زوال نکال کہ اس پر قائمہ کی صورت میں عمود، مغرب کی طرف کھینچا جائے اور خط زوال اور عمود پر قوس اس طرح بنایا جائے کہ اس القائمہ کو مرکز قرار دیا جائے اور قوس کے پانچ جز بنائے جائیں اور اس القائمہ اور مغرب کی طرف سے پہلے خمس کو خط کے ذریعے ملایا جائے تو یہ خط دربار بغداد کی جہت ہوگی۔ لیکن مدینہ منورہ نقطہ مغرب سے شمال کی جانب

چار درجے ہے



جیسا کہ میں نے جامیڑی کے متعدد طریقوں سے معلوم کیا ہے بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم عادت کے مطابق درمیانے قدم چلے کیونکہ کلام سے یہی سمجھا جا رہا ہے اور بعض عوام کی طرح نہ کرے کہ وہ قدم چلنے کی بجائے ہر مرتبہ صرف تین یا چار انگشت آگے بڑھتے ہیں حالانکہ یہ قدم کا فاصلہ نہیں کھاتا، جبکہ ہمیں گیارہ قدم کے بارے میں حکم ہے اس لئے بغیر ضرورت اور بلا عذر اس حکم سے عدول نہیں کرنا چاہئے، اور یہ عدول غلط ہے۔ ہاں اگر

الح صہ^{۱۴} کا طولاً عطا حہ^{۲۴} عطا الرفجاء الانحراف الشمالی اعنی من نقطة المغرب الى نقطة الشمال لح صہ^۳ لح فیستخرج خط الزوال ویقیم علیہ عبود الى المغرب ویدیر علیہما قوساً بجعل راس القائمة مرکزاً فیجزیہا اقساماً^۴ ویصل خطابین الراس والخمس الاول مایل إلى المغرب فهذا



الخط هو سمت حضرة بغداد اما المدينة الكريمة فاربعة درج اعنی حہ نر من نقطة المغرب الى الشمال علی ما استخرجت بعدة طرق برهانية احدى عشرة خطوة معتدلة معتادة فانه المتبادر من الكلام لا مايفعله بعض العوام من انهم لا يرفعون قدماً ولا يخطون خطوة وانما يتقدمون كل مرة نحو ثلاث اصابع او اربع فليس هذا من الخطوة فی شیء وانما امرنا بالخطا فالعدول عنها بدون ضرورة

۲۸ درجے اور ۲۱ دقیقے ۱۲ (ت)

۷۹ درجے اور ۲۷ دقیقے، لندن کی قرنیص رصدگاہ سے ۱۲ (ت)

۸ درجے اور ۱۸ دقیقے ۱۲ (ت)

پانچ حصوں کو بیان کیا ہے کیونکہ دقیقے بنانے میں دقت ہے

۱۲ (ت)

عہ ۱: ثمان وعشرون درجة واحدى وعشرون دقيقة ۱۲ (م)

عہ ۲: تسع وسبعون درجة وسبع وعشرون دقيقة من قرنیص مرصد لندن ۱۲ (م)

عہ ۳: ثمانی عشرة درجة ومثلها الدقائق ۱۲ (م)

عہ ۴: اقتصر عی التخییس لعدم الحاجة الى تدقیق الدقائق مع فیہ من الدقة ۱۲ (م)

عذر ہو مثلاً جگہ تنگ ہو اور پورا قدم چلنے کی گنجائش نہ ہو اور کھلی جگہ نہ ملے تو پھر حسب گنجائش قدم کا فاصلہ بنائے، اور اس سے بڑھ کر قابل اعتراض وہ صورت ہے جو میں نے بعض جہال کو کرتے دیکھا کہ وہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دوسری رکعت کی قرات کے آخر میں نماز میں ہی عراق کی طرف منہ پھیر کر چلتے ہیں اور گیارہ قدموں کے بعد پھر واپس پہلی جگہ پر لوٹ کر قبلہ رو ہو جاتے ہیں اور پھر نماز کو مکمل کرتے ہیں، ان غریبوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ طریقہ مرویہ کے خلاف بھی ہے اور اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے، حالانکہ عبادت کو شروع کر کے توڑنا حرام ہے۔ چونکہ نفل ہیں اور نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتے ہیں اس لئے ان پر دو رکعتوں کی قضا لازم ہے، جبکہ اسے مسئلہ معلوم ہی نہیں تو قضا کیا کرے گا لہذا اس کو دوہرا گناہ ہے۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں حدیث شریف

عین الخطأ نعم ان كان في مضيق لا يجد مساعاً للخطوات المعهودة ولا الخروج الى مندوحة فليأت بما استطاع واشد شناعة من هذا ما رأيت بعضهم من انه يصلي ركعتين حتى اذا كان في آخر قراءة الاخرى انحرف الى العراق فتخطى، ثم عاد الى مكانه فتوجه نحو القبلة واتم الصلوة ولا يدري المسكين ان هذا مع مخالفته للوارد ^ع مفسد ^ع لصلوته وابطال العمل حرام ثم النفل يجب بالشروع فيلزمه القضاء وهو لا يريد ولا يدري به فيأثم مرتين ^ع، ولمثل هذا ورد ^ع في الحديث "المتعبد بغير فقه كالحمار"

اس نماز کو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ طریقہ میں جیسا کہ میں نے سنا ہے ۱۲ (ت) کیونکہ چلنا، کثیر عمل ہے ۱۲ (ت) ایک جاری عبادت کو توڑنا وقتی گناہ اور دوسرا گناہ قضا کا ترک جو موت کے وقت ظاہر ہوگا العیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ (ت) اس کی تخریج امام ابو نعیم نے واہد بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی کتاب حلیہ میں کی ہے، اور ایسا ہی ایک قول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہے کہ دو چیزوں نے میری کمر توڑ دی ہے ایک جاہل عامل نے اور دوسرے متشدّد عالم نے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کے خواستگار ہیں ۱۲ (ت)

عہ ۱: فی صفة هذه الصلوة عن سيدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما سمعت (م) عہ ۲: لان المشی عمل کثیر (م) عہ ۳: اثم الابطال حاضر الوقت واثم ترك القضاء يظهر عند الموت، والعياذ باللہ تعالیٰ (م) عہ ۴: اخرجه ابو نعیم فی الحلیة عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ومثله قول علی کرم اللہ وجہہ قصم ظہری اثنان جاہل متنسک وعالم متہتک نسأل اللہ العفو والعافیة ۱۲ (م)

میں آیا ہے کہ بغیر علم عبادت کرنے والا اس گدھے کی طرح ہے جو آٹے کی چکی میں جتا ہو، ایسا عمل کرنے والے سے بڑھ کر اس کا وہ شیخ مجرم ہے جس نے اسے یہ طریقہ بتایا ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، اور قدم چلتے وقت خشوع، خضوع اور ادب و ہیبت کی کیفیت ہونی چاہئے، اور مجھے یوں پسند ہے کہ اس وقت یوں خیال کرے کہ وہ بغداد شریف میں آپ کی مرقد شریف کے سامنے حاضر ہے اور اسے دیکھ رہا ہے، اور یہ خیال کرے کہ حضور غوث اعظم اپنی قبر انور میں قبلہ رو سوئے ہوئے ہیں اور قدم چلنے والا بندہ آپ کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے مگر اپنے گناہوں کے پیش نظر آگے جانے میں حیا کرتے ہوئے حیران کھڑا ہو جاتا ہے اور گویا اب آپ سے بڑھنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہے کیونکہ آپ کا جود و سخا و وسیع ہے اور آپ کی یہ بات بشارت ہے کہ "اگر میرا مرید خوب نہیں میں تو خوب تر ہوں۔" قدم

فی الطاحونة (آسیا)¹ و اکبر اثبات منہ شیخہ الذی علمہ هذا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم هذا ولیکن عند التخطی علی ہیأة الہیبة والخضوع والادب والخشوع. وانا احب ان یتخیل کانہ حاضر فی بغداد و مرقدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بین عینیہ و هو راقد فیہ مستقبل القبلة الکریمۃ والعبد یتعبد کرمہ فیرید ان یتقدم الیہ اذ یعتریہ الحیاء من قبل المعاصی فیقف حیران کانہ یتأذن ویستشفع الیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسعة جودہ و وبشری مقالته "ان عہ لم یکن مریدی جیدا فانا جید"²، فبیناھو

امام شنفونی نے بحجۃ الاسرار میں شیخ امام ابوالحسن علی قرشی سے تخریج فرمائی ہے کہ میرے آقا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مدبصر تک دراز ایک دفتر مجھے عطا کیا گیا جس میں میرے (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: اخرج الامام الشنفونی روح اللہ تعالیٰ روحہ فی بهجة الاسرار عن الشیخ القدوة ابی الحسن علی القرشی قال قال سیدی الشیخ محی الدین عبدالقادر الجبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعطیت

¹ حلیۃ الاولیاء عنوان ۳۱۸ خالد بن معدان عن واثلہ بن الاسقع مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۲۱۹/۵

² بحجۃ الاسرار و معدن الاسرار ذکر فضل اصحابہ و بشرہم مطبوعہ البابی مصر ص ۱۰۰

كذلك وهو رضى الله تعالى عنه ينظر اليه ويعلم فقره وحيائه اذ يجيئ الكرم العبيم فيشفع للعبد الاثيم فكانه رضى الله تعالى عنه يقول "اذنت لهذا الفقر المضطر ان يخطو الى تلك الخطوات، ويذكر فيها اسى ولا يخشى المعاصى عندى فانى انا ضبينه وكفيل مهباته فى الدنيا والاخرة" فينشط العبد ويتقدم على اقدام الوجد قائلًا على كل خطوة يا غوث الثقلين ويا كريم الطرفين فانه رضى الله تعالى عنه حسنى الاب حسينى الامر اغثنى وامدنى فى قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات

بڑھانے والے کی اس کیفیت کو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کے فقر و حیا کو جان کر آپ وسیع کر فرمائیں گے اور اس بندے گنہگار کی شفاعت فرمائیں گے، اور گویا یہ فرمائیں گے کہ میں اس فقیر تنگدست کو اپنی طرف قدم بڑھانے کی اجازت دیتا ہوں، یہ چلتے ہوئے میرا نام ذکر کرے اور میرے پاس آکر اپنے گناہوں کا فکر نہ کرے کیونکہ میں دنیا و آخرت میں اس کی مشکلات کا کفیل اور ضامن ہوں، تو بندہ یہ سن کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ہر قدم پر وجدانی کیفیت میں یا غوث الثقلين، یا کریم الطرفين، پکارتا ہے (کریم الطرفين اس لئے کہ آپ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں) اور کہتا ہے میری حاجت براری میں میری مدد کرواے حاجات کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سجّلامد البصر فيه اسماء اصحابي ومريدي الى يوم القيامة وقيل لي قد وهبوا لك وسألت مالكا خازن النار هل عندك من اصحابي احدا فقال لا وعزة ربي وجلاله ان يدي على مريدي كالسبأ على الارض ان لم يكن مريدي جيدا فانا جيد وعزة ربي وجلاله لا بروت قدمای من بين يدي ربي حتى ينطلق بي وبكم الى الجنة¹ اه والحمد لله رب العلمين الكرم عبيم والرجاء عظيم² امنه (م)

ساتھیوں اور مریدین کے نام ہیں جو قیامت تک میرے سلسلے میں داخل ہوں گے مجھے کہا گیا یہ آپ کی ملکیت ہے، اور میں نے جہنم کے خازن فرشتے سے پوچھا کہ کیا تیرے پاس میرے اصحاب میں سے کوئی ہے؟ تو اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کہ تمام مریدین پر میرا ہاتھ ایسے ہے جیسے زمین پر آسمان سایہ فگن ہے۔ اور فرمایا: اگر میرا مرید خوب نہیں تو میں خوب تر ہوں، اور رب ذوالجلال کی عزت کی قسم میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے دربار سے حرکت نہ کروں گا جب تک مجھے اور تم سب کو جنت کا پیغام نہ مل جائے گا، الحمد للہ رب العلمین الکرم^۲ امنه (ت)

¹ بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ و بشر اہم مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۰۰

پورا کرنے والے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے (غوث اعظم) کے وسیلے سے دعا کرے، مذکورہ دعا میں ان آداب کا خیال رکھے جو علماء کرام نے ذکر فرمائے جیسا کہ "حصن حصین" وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ مختلف دعاؤں کو جمع کرنے اور فضیلت بیان کرنے والوں میں میرے والد گرامی نے اپنی کتاب "احسن الوعاء ناداب الدعا" میں بہترین دعاؤں کو ذکر فرمایا ہے اور پھر ان کا خلاصہ محققین کے امام مدققین کے پیشوا، عالم ربانی، میرے آقا والد گرامی قدر قدس سرہ نے اپنی بہترین کتاب	ثم ليدع الله سبحانه وتعالى متوسلا اليه بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم ثم بجاه ابنه هذا السيد الكريم غوثنا الاعظم رضى الله تعالى عنه، وليراع آداب الدعاء المذكورة في كلمات العلماء كالحصن الحصين وغيره ومن احسن من فضلها وجمع شتاتها مقدم المحققين امام المحدثين العالم الرباني سيدى ووالدى (عه) قدس سره الزكى في كتابه الشريف "احسن الوعاء آداب الدعاء" وقد لخصها تلخيصا حسنا

یہ گہرا سمندر، روشن چاند، چمکنے والا ستارہ، سنت کی حمایت والا اور فتنوں کو مٹانے والا، عالم با عمل، کامل فاضل الحاج اور مدینہ منورہ کی زیارت والا، فخر کا جامع، مولانا مولوی محمد نقی علی خان محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، خلیفہ اجل حضرت ہمارے شیخ، مرشد، رحمت کے دریا، نعمت کے مالک، حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی (قدس اللہ سرہما) اللہ تعالیٰ ان کی بھلائی کا ہم پر فیضان فرمائے، آپ کی پیدائش ابتدائے رجب ۱۲۳۶ھ میں ہوئی، انہوں نے علمی اور عرفانی ماحول میں پرورش پائی اور اپنے والد فاضل اجل، عارف اکمل، مولانا مولوی محمد رضا علی خاں قدس سرہ سے علم حاصل کیا، اور ۲۵ کے قریب تصنیفات جلیلہ تصنیف فرمائیں، اور ان کتب میں سے یہ کتاب "جواہر البیان" (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: هو البحر الزاخر، البدر الباهر، النجم الزاهر، حامی السنن، مآب الفتن، العالم العامل، الفاضل کامل، الحاج الزائر، الجامع المفخر مولانا مولوی محمد نقی علی خان المحدثی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی اجل خلفاء حضرة شيخنا ومرشدنا بحر الرحمة مولی النعمة حضرة السيد الشاه آل الرسول الاحمدی مارہروی قدس اللہ تعالیٰ سرہما وافاض علينا برہما، ولدرحمہ اللہ تعالیٰ ستمہل رجب ۱۲۳۶ھ ونشأ فی حجر العلم و العرفان تفقه علی ابيه الفاضل الاجل العارف الاكمل مولانا مولوی محمد رضا علی خان قدس سرہ وصنّف تصانیف

"جواہر البیان فی اسرار الارکان" کے باب الحج میں بیان فرمایا اور دعا کی ابتداء میں "یا رحم الراحمین" تین مرتبہ کہے، کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے تو اس کو فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ بیشک ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے اور "یا بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاكرام" بھی ابتداء میں پڑھے کیونکہ ایک قول کے مطابق یہ "اسم اعظم" ہے، ایسے ہی حضرت سیدنا ذی النون علیہ السلام کی تسبیحات باری تعالیٰ کو ابتداء میں پڑھے اور دعا کے آخر میں تین مرتبہ آمین کہے کیونکہ یہ دعا کی مہر ہے اور یہ خاص اس امت مرحومہ کو عطیہ ہے، اور دعا کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام، اور "الحمد لله رب العلمین" پڑھے تاکہ دعا کی ابتدا اور اس کا خاتمہ، نمازیں عطا کرنے والے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درود شریف پر ہو جائے، یہ اس لئے کہ دعا ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پر ہیں، اور اس لئے بھی کہ درود شریف مقبول ہے،

فی باب الحج من کتابہ "المستطاب جواہر البیان فی اسرار الارکان" ولیداً بیاً ارحم الراحمین ثلاثاً فان من قالہ ناداه ملک موکل بہ ان ارحم الراحمین قد اقبل علیک وبیاً بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاكرام فأنه اسم الله الاعظم علی قول، وكذا تسبیح سیدنا ذی النون علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم ولیختمه بأمین عن ثلاثاً فأنه خاتم الدعاء ومباخص الله تعالیٰ به هذه الامة المرحومة وبالصلوة عفو والسلام علی خاتم النبیین والحمد لله عفو رب العلمین لیكون البدء وختم کلامها بالصلوة علی واهب الصلوٰۃ صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم، فان الدعاء طائر والصلوة جناحه فبذلك يتم الجناحان ولان الصلوٰۃ علیہ علیہ الصلوٰۃ و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بے مثل ہے، اور ایک سورہ الم نشرح کی تفسیر فرمائی ہے، اور ایک سرور القلوب فی ذکر المحبوب، اور ایک اصول الرشاد لقیع مبانی الفساد، اور اذاقۃ الاثام لما نعی عمل المولد والقیام وغیر ذلک ہیں، اور آپ کی وفات آخر ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ (ت)

جلیلة تأقت خمسة وعشرين من اجلها هذا الكتاب جواہر البیان "الذی لم یرمثله فی بابہ والتفسیر الکبیرۃ لسورۃ الانشراح وسرور القلوب فی ذکر المحبوب واصول الرشاد لقیع مبانی الفساد واذاقۃ الاثام لما نعی عمل المولد والقیام وغیر ذلک توفی سلخ ذی القعدة ۱۲۹۷ھ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (م)

السلام مقبولة لاشك فاذا استجيب الطرفان فالله تعالى اكرم من ان يدع ما بينهما وليكن الدعاء وترافان الله وتر يحب الوتر وليصل بعد كل مرة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فانه لم ير شيئا اجلب للاستجابة من الصلوة والسلام على هذا النبي الكريم عليه وعلى آله افضل الصلوة والتسليم وليجتهد ان تخرج دمعة فانها علم الاجابة فان لم يبك فليتبك فمن تشبهه بقوم فهو منهم ثم المختار عندى ان يبقى حين الدعاء ايضا كما هو مستقبل الجهة العراقية فانها كما اسمعناك جهة الشفعاء الكرام ولا عليه ان لا ينحرف الى القبلة وقد سأل ابو جعفر المنصور ثانی الخلفاء العباسية

توجب دعاء کے ابتداء و انتہاء میں درود ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے بعید ہے کہ وہ درمیان میں دعا کو قبول نہ فرمائے، اور دعا میں و تر کا لحاظ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے، اور ہر بار درود شریف پڑھے کیونکہ درود شریف سے بڑھ کر کوئی چیز مقبولیت کو حاصل کرنے والی نہیں ہے صلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم وآلہ افضل الصلوة والتسليم، اور کوشش کرے کہ دعا میں آنسو نکلیں کیونکہ یہ بھی قبولیت کی علامت ہے، اگر رونانہ آئے تو رونے والی صورت بنائے کیونکہ جو کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی انہی میں شمار ہوتا ہے پھر مجھے یہ پسند ہے کہ دعاء کے وقت بھی عراق کی طرف متوجہ رہے کیونکہ یہ جہت شفاعت والوں کی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، لہذا اس دعا میں قبلہ کی طرف متوجہ نہ رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ابو جعفر منصور خلیفہ ثانی خاندان عباسیہ نے

عہ قال الفقیر احمد رضا غفر الله تعالى له ابنا سراج الحنفية عبد الرحمن بن عبد الله السراج المكي عن مفتي الحنفية جمال بن عبد المكي عن المولى عابد السندی المدنی عن الشيخ صالح الفلانی عن محمد بن سنة عن الشريف محمد بن عبد الله عن محمد بن ارکماش عن الحافظ ابن حجر العسقلانی عن ابی اسحق القنوجی عن ابی المواهب ربیع

فقیر احمد رضا غفر له کہتا ہے کہ مجھے خبر دی حنفیوں کے چراغ عبد الرحمن بن عبد الله سراج مکی نے، انہوں نے حنفیوں کے مفتی جمال بن عمر مکی سے روایت کی، انہوں نے آقا عابد سندی مدنی سے، انہوں نے شیخ صالح فلانی سے، انہوں نے محمد بن ارکماش سے، انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے، انہوں نے ابواسحق قنوجی سے، انہوں نے ابو مواہب ربیع بن ابی عامر (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عالم المدینة مالك بن انس رضى الله تعالى عنه
يا ابا عبد الله استقبل القبلة وادعوا ما استقبل
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ولم
تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك
أدم عليه السلام الى الله عز وجل يوم القيامة بل
استقبله واستشفع به فيشفعك الله تعالى¹ اه
فمن فعل ذلك موثقاً بقبله

ایک دفعہ حضرت امام مالک عالم مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے سوال کیا کہ میں قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا حضور علیہ
الصلوة والسلام کی طرف متوجہ رہوں، تو امام مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنا
چہرہ نہ پھیرے کیونکہ وہ تیرا اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ
السلام کا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے دربار میں وسیلہ ہیں بلکہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

(البقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بن ابی عامر یحیی بن عبد الرحمن بن ربیع انا
الحسن بن علی الغافقی اجازنا القاضی عیاض ثنا
القاضی ابی عبد الله محمد بن عبد الرحمن الاشعری
وابو القاسم احمد بن بقی الحاکم وغیر واحد فیما
اجازونیہ قالوا انا ابو عباس احمد بن عمر بن
دلہاث نا ابو الحسن علی بن فہر ابو بکر محمد بن
احمد بن فرج نا ابو الحسن عبد الله بن منتاب
نا یعقوب بن اسحق بن ابی اسرائیل نا بن حمید
قال ناظر ابو جعفر امیر المؤمنین مالک ف ذکر
الحديث، وفيه و قال يا ابا عبد الله ما استقبل،
الحديث منه يحفظه الله تعالى ابدًا۔ (م)

یعلیٰ بن عبد الرحمن بن ربیع سے، انہوں نے کہا کہ مجھے حسن بن
علی غافقی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے قاضی عیاض نے
اجازت دی، انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی قاضی ابو عبد الله
محمد بن عبد الرحمن اشعری اور ابو القاسم احمد بن بقی حاکم وغیر ہم
نے مجھے اجازت دی اور انہوں نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا ابو عباس
احمد بن عمر بن دلہاث نے، انہوں نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن
علی بن فہر ابو بکر محمد بن احمد بن فرج نے، انہوں نے کہا مجھے بیان
کیا ابو الحسن عبد الله بن منتاب نے، انہوں نے کہا مجھے بیان کیا
یعقوب بن اسحق بن ابی اسرائیل نے، انہوں نے کہا مجھے بیان کیا
ابن حمید نے اور کہا کہ ابو جعفر امیر المؤمنین نے امام مالک سے
بحث کی اور پوری حدیث بیان کی اور اس میں ہے کہ ابو جعفر نے
کہا اے ابو عبد الله (مالک) ! میں کس طرف منہ کروں،
الحديث ۲۱ منہ الله تعالى اس کی حفاظت فرمائے۔ (ت)

¹ کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مطبوعه مطبعة شركة صحافية بلاد عثمانية ۳۵/۲، نسيم الرياض شرح شفاء فصل واعلم ان
حرمة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مطبوعه دار الفكر بيروت ۳۹۸/۳

طرف متوجہ ہو کر ان کو شفع بنا اللہ تیرے لئے ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جو شخص دلی یقین سے یہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا، بشرطیکہ عجلت سے کام لیتے ہوئے مایوسی کا اظہار نہ کرے کہ میں نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی۔ یہ دعا قبول ہوگی جبکہ اس میں گناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ ہو۔ "صلوٰۃ الاسرار" کا یہ طریقہ ہے (آپ کی طرف لکھی گئی تحریر میں) اصل منقول الفاظ سرخ سیاہی سے لکھے گئے ہیں اور جن الفاظ پر سرخ خط ہے وہ الفاظ ہمیں اپنے مشائخ کرام سے پہنچے ہیں، ان کے علاوہ باقی الفاظ مجھ گنہگار بندے کے زائد کردہ ہیں، اور عارف شخص ضرور جانے کہ میرے ذکر کردہ الفاظ اصل کلمات کے ذرہ بھر خلاف نہیں ہیں اور نہ ہی یہ کوئی اجنبی زیادتی ہے بلکہ یہ محفی کی تصریح اور نیت میں مراد کی وضاحت ہے یا پھر مجمل کا بیان یا افضل کی تعیین ہے اور یہ سب کچھ کثیر احادیث سے اخذ کردہ ہے جن کی طرف میں نے مختصر جملوں میں اشارہ کیا ہے جن کو ماہر خوب جانتا ہے جس طرح دھوپ اور سایہ کی معرفت رکھتا ہے اور غافل شخص کوئی توجہ کئے بغیر گزر جائے گا، الحمد للہ، صلوٰۃ الاسرار کا طریقہ، دلکش دلہن جس کے خوبصورت رخسار سے نقاب اٹھایا گیا ہو، کی طرح واضح طور پر حاصل ہو گیا، میں نے اس دلہن کو زیورات سے آراستہ کر کے مزید جلا دی ہے، الحمد للہ اوگا و آخرگا، باطناً و ظاہراً۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم (سائل) کی مہربانی سے توقع اور امید ہے کہ وہ اور دوسرے ہمارے قادری بھائی (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے) اس

غیر مستعجل من ربہ يقول بيا لا استعجال دعوت فلم
يجب لي قضي الله تعالى حاجته ما لم يدع باثم
او قطيعة رحم، فهذه صفتها واللفظ الكريم
مكتوب فيها بالحمرة، وما عليه خط احمر فهو
الذي بلغنا عن مشايخنا قدست اسرارهم،
وما دون ذلك فهو من هذا العبد الاثيم غفر الله
تعالى له وليعلم العارف ان ما ذكرته لا يركن
الى خلاف لذرة من الكلمات العلية، ولا فيه عليها
زيادة اجنبية، وانما هو تصريح مطوي،
او توضيح منوي، او تبیین مجمل، او تعيين
افضل، معتمدا في ذلك على احاديث كثيرة، اشترت
اليها في جمل يسيرة، يعرفها الماهر كالشس في
فيئ، ويبر الغافل كان لم يكن شبيئ، فجاءت
بحمد الله عروسا مليحة، مكشوفة النقاب عن
عوارضها الصبيحة، بحليتها حليتها، ثم
اجتليتها، فالحمد لله اولا و آخر، وباطنا و ظاهرا،
و المامول من لطف مولنا الشاه محمد ابراهيم،
وغیره من اخواننا القادرية سلمهم المولى
الكريم،

ان لا ينسوا هذا الفقير في صالح دعائهم ، غب هذه الصلوة وفي سائر انائهم ، ويسمحوا له بسؤال المغفرة. وكمال العافية في الدنيا والآخرة. والعبد يدعوله ولهم ، والدعاء يغني عن ذروع بضبتين قلعا^{۱۲} واطم ، لاسيما دعوة المسلم لاختيه بظهر الغيب ، طهرنا الله جميعا من كل عيب ، ووقانا شرور الجهل والريب ، وحشرنا طرّا في الامّة المحمدية ، والجماعة المباركة اے جميعا السنية السنة ، والزمة الكريمة القادسة القادرية ، انه على ما يشاء قدير ، فنعم المولى ونعم النصير۔

لطيفة نظيفة: بامرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یخطوا احدى عشرة خطوة ، علم ان لهذا العدد مزية اختصاص بالحضرة القادرية من زمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وليس ان القادريين هم اختاروه لكون العرس الشريف في الحادی عشر ولكن لم اكن اعلم سرّا في ذلك حتى صليت في شاهجهان عہ آباد

ان لا ينسوا هذا الفقير في صالح دعائهم ، غب هذه الصلوة وفي سائر انائهم ، ويسمحوا له بسؤال المغفرة. وكمال العافية في الدنيا والآخرة. والعبد يدعوله ولهم ، والدعاء يغني عن ذروع بضبتين قلعا^{۱۲} واطم ، لاسيما دعوة المسلم لاختيه بظهر الغيب ، طهرنا الله جميعا من كل عيب ، ووقانا شرور الجهل والريب ، وحشرنا طرّا في الامّة المحمدية ، والجماعة المباركة اے جميعا السنية السنة ، والزمة الكريمة القادسة القادرية ، انه على ما يشاء قدير ، فنعم المولى ونعم النصير۔

لطيفة نظيفة: بامرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یخطوا احدى عشرة خطوة ، علم ان لهذا العدد مزية اختصاص بالحضرة القادرية من زمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وليس ان القادريين هم اختاروه لكون العرس الشريف في الحادی عشر ولكن لم اكن اعلم سرّا في ذلك حتى صليت في شاهجهان عہ آباد

یہ ہندوستان کا مرکزی مقام (ضلع) ہے جو دہلی کے نام سے معروف ہے اور یہ واقعہ ۱۳۰۲ھ کا ہے جب میں وہاں سیدی سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہ کی حاضری کے ارادہ سے گیا ۱۲۸۲ (ت)

عہ ہی قاعدۃ دیار ہند المعروفۃ بدہلی وکان ذلك سنة اثنتین بعد الالف وثلثباتہ حین شدت الیہا رحلی قاصدا زیارة سیدہ سلطان المشایخ نظام الحق والدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ المکین ۱۲۸۲منہ (م)

میں رات کے وقت صلوٰۃ الاسرار پڑھی اور میں پوری توجہ قلبی سے مصروف تھا اور میرا اس راز کی طرف ذرا بھی التفات نہ تھا کہ میرے دل پر ایک عظیم رازدار تجلی چمکی، خدا کی قسم مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کس طرح یہ چمک آئی جبکہ وہ میرے دل میں سرایت کر چکی تھی میں نے نماز سے فارغ ہو کر غور و تأمل کیا تو وہ میری مراد اور خواہش میری تمنا کے مطابق تھی، وہ قلبی القاء یہ تھا کہ گیارہ کے عدد میں ایک دہائی اور ایک کا عدد ہے، اور (ابجد کے حساب سے) دس کا حرف "ی" اور

یعنی مکمل طور پر ۱۲ منہ (ت)

جب کوئی عدد ایک حرف والا نہ ہو تو وہاں ترکیب ضروری ہے اور ترکیب حسب ضرورت ہوگی اگر ترکیب ثنائی کافی ہو ثنائی کی ضرورت نہیں اور ثنائی کافی ہو تو رباعی کی ضرورت نہیں ہے، پھر اکائیوں اور دہائیوں میں سو تک ہوگی، اور اسی طرح سو سے اوپر ہزارک، لیکن خالص دہائیوں اور خالص سوکے لئے ترکیب کی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کے لئے ایک ایک حرف ہے مثلاً ترکیب ثنائی تمام اکائیوں کی آپس میں ہو سکتی ہے مثلاً ترکیب ثنائی تمام اکائیوں کی آپس میں ہو سکتی ہے مثلاً طب، حُج، رَد، گیارہ میں جو کہ پہلا عدد ہے جس میں ترکیب ثنائی کی ضرورت ہے اگرچہ کوئی دو حرف ملائے جاسکتے ہیں مگر ان حروف میں سے یہاں بعض کو لینا اور بعض کو نہ لینا مقصد ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

قدمت العقد وای ان

ایک کا حرف "الف" ہے اور اگر دہائی کو مقدم کریں تو دونوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والتركيب الطبعی ان یلتمس العقد۔ فیوضع حرفه
ثم حرف ما زاد علیه من الأحاد و هكذا فیقدم
الالف ثم المئات ثم العشرات ثم الأحاد و یکفی هذا
الی الف وتسعة وتسعين فلفظها 'غظصط' فإذا زاد
فیدور الامر فالفان 'بغ' وثلاثة آلاف 'جغ' ومائة الف
'قغ' والالف 'غغ' وهكذا الی ما لانهاية له یعرف
ذلك من یعلم ارقام الهیئة والنجوم ومن منافع
هذا الوضع الامن من الالتباس فی غالب الصور فان
'غظصط' المذكور مثلاً ان کتب من دون نقط
التعینت الحروف بالوضع الطبعی فالاول لا یسکن
ان یکون ع مهمله لانه لا یتقدم ص ولا الثالث ض
معجبة لانها لاتعقب ظ ولا الرابع ظ معجبة لانها
لاتعقب ص ولا الرابع ظ معجبة لانها لاتعقب ص
وتتام الکلام فی رسالتنا اطیب الاکسیر ۱۲ امنه (م)

اس لئے طبعی ترکیب کو ملحوظ رکھنا ہوگا وہ یہ کہ جو دہائی مقصد ہو پہلے
اسے پھر اکائی جو مقصود ہو، اگر ہزار ہو تو پہلے ہزار پھر سواور پھر دہائی
اور پھر اکائی کو ترکیب وار ذکر کر کے ترتیب دی جائے گی یہ ترکیب
ایک ہزار سو ننانوے تک کام دے گی، اس کے لئے حروف میں
غظصط سے مرکب ہوگا، اور اس پر ایک زائد ہو تو دو ہزار ہوگا جس کے
حروف میں بغ، اور تین ہزار بغ، لاکھ کے لئے قغ، اور دس لاکھ کے
لئے غغ، اسی طرح جتنا چاہے آگے جائے، جس کو علم نجوم اور ہیئت
کی رقوں کی معرفت ہے خوب جانتا ہے۔ اس ترکیب کا ایک فائدہ
یہ ہے کہ انسان ہندسوں میں غلطی سے بچ جاتا ہے کیونکہ مثلاً
غظصط میں اگر نقطے نہ بھی لکھے جائیں تو مذکورہ حروف اپنی طبعی
ترتیب کے لحاظ سے سمجھے جاسکتے ہیں کیونکہ غ کو ع اور ط کو ط نہیں
پڑھ سکتے کیونکہ اس ترکیب میں ظ سے غ مقدم ہوتا ہے اور ع
مقدم نہیں ہو سکتا ہے، اسی طرح ص سے ظ مقدم ہے ط مقدم
نہیں ہو سکتا، اور آخری دو حروف ص، ط کو ض، ظ نہیں پڑھا جاسکتا،
کیونکہ ض ظ کے بعد نہیں ہو سکتا ہے، اور آخری دو حروف ص، ط کو
ض، ظ نہیں پڑھا جاسکتا، کیونکہ ض ظ کے بعد نہیں ہو سکتا اور یو نہی
ظ بھی ص کے بعد نہیں ہو سکتا ہے، یہ اس لئے کہ ایک ترکیب میں
بڑے عدد والا حرف پہلے اور چھوٹے والا بعد ہوتا ہے یہی ترکیب
طبعی ہے اور یہ پوری بحث ہمارے رسالہ 'اطیب الاکسیر' میں
ہے ۱۲ امنه (ت)

حرفوں کا مجموعہ "یا" ہے اور اگر الٹ کریں تو مجموعہ "ای" ہے جبکہ "یا" ندا اور طلب کے لئے ہے اور "ای" قبول و منظوری کے لئے ہے تو اس طرح گیارہ کے عدد میں حضور غوث اعظم کا سوال اور امداد طلب کرنے کا لوگوں سے معاملہ سمجھ آتا ہے (کہ جس طرح "یا" میں "ی" دہائی اور کثرت اور اس کے بعد "الف" وحدت ہے) یوں ہی ساکنین کثیر تعداد والے کثیر مطالبہ کرنے والے اپنے مطالبات کو دربار عالیہ میں پیش کرتے ہوئے کثرت سے وحدت کی طرف متوجہ ہوں گے (کیونکہ آپ واحد ہیں) نیز یوں بھی کہ ساکنین اور حاجت مند کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود غوث پاک کی طرف متوجہ ہونے میں یکساں ہیں خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی، شہنشاہ ہوں یا گدا، تو قلبی حاجات مختلف و کثیر مگر ان کے ازالہ کا ڈھنگ ایک، لہذا کثرت

عکست ۱۰ و یا اللنداء، و ای ۲۰ لایجاب فكانت في ذلك اشارة الى معاملته رضى الله تعالى عنه مع السائلين والفقراء المستغيثين فانهم في مقام الكثرة مع كثرتهم في انفسهم، و اذا اراد وسؤال حاجاتهم من الحضرة العلية توجهوا الى الوحدة وكان عليهم افرار القلوب من تشتت خاطر مع كونهم ههنا على منهج واحد، سواء منهم العاكف والباد وعظيم ۳۰ الملك وعديم الزاد فقد انتقلوا بوجهين من الكثرة الى الوحدة و

یہاں اس کا استعمال "نعم" کی طرح ہے جیسا کہ ایک قول ہے ورنہ اصل میں، اے میرے آقا! کیا آپ میری حاجت روائی فرمائیں گے، جواب میں ای واللہ ہے ۱۲ منہ (ت) یہ جفری علم کی رقم کا طریقہ ہے جس میں اکائی کو دہائی پر مقدم کرتے ہیں مثلاً ہزار، سو کے بعد گیارہ کا ذکر ان کی رقم میں "لثع" ہے اور نجومی رقم میں "غقیا" ہے ۱۲ منہ (ت) یہ اضافت لفظی ہے یعنی اس کا ملک عظیم ہے اور اگر اضافت معنوی بنائی جائے تو عظیم بمعنی سلطان ہوگا جیسے عظیم الروم ہے ۱۲ (ت)

۱۰ وقوعہ ہهنا علی قول انه كنعم مطلقاً ظاهراً ولا فالتقدير یا سیدی هل تقضى حاجتی الجواب ای واللہ ۱۲ منہ (م) ۲۰ و ذلك طريق الارقام الجفرية یقدمون فیها الاحاد ثم عشرات الخ فالف ومائة واحد عشر بار قامهم "ایقح" وبالأرقام النجومية "غقیا" ۱۲ (م) ۳۰ الاضافة لفظية ای عظیم ملکہ او معنوية فالعظیم بمعنی السلطان کعظیم الروم ای سلطانه ۱۲ (م)

کے بعد وحدت جیسے "ی" کے بعد "الف" ہے دو طرح سے ثابت ہے۔ یہ "یا" کے لحاظ سے ہے پھر "ی" کی حرکت، طالبین کے اضطراب، اور اس حرکت کا فتح ہونا اس ندا کی برکت سے فتح و فیض کی علامت ہے، اور "ای" کے اعتبار سے یہ کہ غوث اعظم بحر وحدت میں مستغرق ہیں اور کثیر اجتماعات سے آپ کا مقام بلند و بالا ہے، جب آپ کو مصائب مٹانے اور عطیات نچھاور کرنے کے لئے پکارا جاتا ہے تو آپ کو کرم و سخا مجبور کرتا ہے کہ آپ وحدت غیب سے تنزل فرما کر کثرت مشاہد پر توجہ فرمائیں (یہ وحدت سے کثرت کی طرف رجوع ہے جیسا کہ "ای" میں "الف" اور "پھر" "ی" ہے) اور "ای" کا کسرہ (زیر) تنزل کی حکایت ہے اور "ی" کا سکون طالبین کا پریشانی سے سکون ہے۔ معنی یہ ہوا کہ حاجت مند لوگ اضطراب کی حالت میں متفرق طور پر مقام کثرت سے مقام وحدت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور سب کے سب امید و خوف میں یکساں ہیں اور آپ یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام وحدت پر ساکن ہیں، پھر آپ ندا کرنے والے کثیر لوگوں کی طرف تنزل فرما کر ان کے دلوں کو تسکین دیتے ہیں اور ان کی پرآگندہ حالت کی اصلاح فرماتے ہیں غرضیکہ جب آپ کو ندا دی جائے تو آپ جواب دیتے ہیں اور

هذا شان ع^۱ یا وحركة الياء لاضطرابهم في الطلب وتخصيص الفتح يدل مالهم من فتح و فيض ببركة هذا النداء. ثم هو رضى الله تعالى عنه مستغرق في بحار الوحدة رفيع مقامه عن مجامع الكثرة فاذا نودي لكشف بلاء اورشف عطاء دعاة الكرم الى التنزل من غيب الوحدة الى مشاهد الكثرة وذلك شان ع^۲ اى والكسري حكي التنزل و سکون الياء لتسكين قلقهم فكان المعنى انهم تحركوا من مقام الكثرة مضطربين وهم يوزعون متوجهين الى حضرة الوحدة متحدين هنالك في الرغبة والرهبة وكان رضى الله تعالى عنه ساكناً في مقام الوحدة فتنزل منه الى نادى الكثرة لتسكين قلوبهم و اصلاح خطوبهم والحاصل انه اذا دعى يجيب وسائله لا يخيّب، ومن عجائب

کیونکہ اس میں دہائی سے اکائی کا انتقال ہے ۱۲ (ت)
کیونکہ واحد، کثیر پر مقدم ہے ۱۲ (ت)

ع^۱ ۱۲ فانه ينتقل فيها من العقد الى الواحد ۱۲ (م)

ع^۲ ۲۵ فان الواحد مقدم فيه على الكثير ۱۲ (م)

سائل کو محروم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے عجائبات میں سے ہے کہ "الف" پہلا حرف ہے اور "ی" آخری حرف ہے جس کے بعد کوئی حرف نہیں ہے، اگر کوئی "ی" سے آگے بڑھنا چاہے تو آگے الف ہی پائے گا، اور اگر کوئی الف سے آگے بڑھے گا تو "ی" سے آگے کوئی منزل نہ پائے گا تو گیارہ کے حرف یعنی "یا" سے پتا چلتا کہ آپ دونوں طرف انتہائی مقاصد پر رسائی رکھتے ہیں اور تمام کاملین حضرات سیر فی اللہ میں غوث اعظم کی سیر فی اللہ سے بہت پیچھے ہیں، اسی لئے آپ کا قدم گردنوں پر ہے اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ انسان اور جن اور ملائکہ کے اپنے اپنے مشائخ ہیں جبکہ ان سب کا شیخ میں ہوں اور میرے اور تمام مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے مجھے کسی دوسرے پر اور کسی دوسرے کو مجھ پر قیاس نہ کرو، اور ایسے ہی کوئی کامل شخص آپ کی سیر فی اللہ کو اللہ تعالیٰ سے کامل طور پر حاصل نہ کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ

صنع اللہ سبحنہ وتعالیٰ ان اول الحروف فلا حرف فوقها وی آخر الكل فلا حرف تحتها فمن ترقى من ی فلا مظهر له وراء او من تنزل من افلا منزل له تحت ی فذلک ان سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخذ فی الطرفين بغایة الغایات فتقطع مطایا کاملین دون سیرہ فی اللہ فلذا كانت قدمه علی جمیل الرقاب ولذا قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ الانس لهم مشایخ، والجن لهم مشایخ وانا شیخ الكل بینی وبين مشایخ الكل کما بین السماء والارض لا تقیسونی بأحد ولا تقیسوا علی احد او کذا ما استکمل المکملون عہ سیرہ من اللہ ولذا كانت

یعنی ان کے اول اور آخر سب کو جمع کریں گے ۱۲ (ت)

یہاں انبیاء و مرسلین کے استثناء کا اظہار ضروری نہیں کیونکہ یہ بات تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں مرکوز ہے یوں ہی صحابہ و تابعین کا استثناء بھی معلوم ہے حاصل یہ کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں مگر اس میں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے ۱۲ (ت)

یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

عہ ۱: ای یجمع اولہم و آخرہم ۱۲ (م)

عہ ۲: ولا حاجة الی ابداء استثناء الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام فانہ مرکوز فی اذهان المسلمین وکذا الصحابة والتابعون لهم باحسان لما عرف فی محلہ وبالجملة فسیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الاولیاء الا من قائم الدلیل علی استثنائہ ۱۲ (م)

عہ ۳: هذا کذلک ۱۲ منہ (م)

عہ ۴: هذا کذلک ۱۲ منہ (م)

ہدایتہ اتم واوفر، وطریقته انفع و ایسر، وکراماتہ اکثر واظہر، حتی لم ینقل عشرہا ولا معشارہا عن احد من الاولیاء فیما نعلم ذلك فضل اللہ یتوبہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم، وأخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین، والصلوة والسلام علی خاتم النبیین، محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، وابنہ هذا الفرد المکین، والغوث المبین، وعلینا بہم یا ارحم الراحمین، واوفیٰ ختامہ ستا بقین من صفر الخیر یوم جمع المسلمین، سنة الف وثلثمائة وخمس، من ہجرة من اتی بالصلوات الخمس، وردت لامرہ من المغرب الشمس، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ اجمعین، والحمد للہ رب العلمین۔

آپ کی رہنمائی اتم اور اکمل ہے اور آپ کا طریقہ آسان و واضح ہے اور آپ کی کرامات کثیر اور غالب ہیں حتیٰ کہ کسی ولی کی کرامات آپ کی کرامات کی نسبت عشر عشر بھی منقول نہیں جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ ہمارا آخری اعلان ہے کہ سب تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں اور صلوة و سلام خاتم النبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی آل و صحابہ پر اور آپ کے اس حاکم بیٹے اور واضح غوث پر، اور ان کے ساتھ ہم پر یا ارحم الراحمین۔ اس رسالہ کا اختتام ۲۴۲۴ صفر بروز جمعہ ۱۳۰۵ھ کو ہوا، سن ہجری اس ذات کی ہجرت جس کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں اور جن کے حکم پر مغرب سے سورج واپس پلٹا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین، الحمد للہ رب العلمین۔ (ت)

وَصَافِ الرَّجِيحِ فِي بَسْمَلَةِ التَّرَاوِيحِ ۱۳۱۲ھ

(تراویح میں بسم اللہ سے متعلق رائج قول کا بیان)

(ختم تراویح میں ایک بار جسر سے بسملہ پڑھنے کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۱۱۳: از او جین، مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۶/رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلاد ہندوستان میں کہ سب اہل سنت و جماعت بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سنا کہ تمام حفاظ قرآن، تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سورت پر، بس ایک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اور بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعوٰی کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجر ہر سورت کے سرے پر ماسواہ سورہ برات کے، از بس لازم ہے ورنہ ۱۱۳ ایک سوتیرہ اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ ۱۱۴ آیت کا نقصان لازم آئے گا، بسم اللہ کا جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک تو اترنا منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ، بلکہ اجماع امت متفق ہیں، عمرو نے اس جسر سے انکار کیا، اس پر زید نے اسے کہا بتسویل نفسانی، منہک سیات کے ہوا اور تخریب دین محمدی میں کمر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے برطرف ہوا، اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولوین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۱۵ پر لکھا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمہ تحفہ نذریہ میں فرماتے ہیں جان لو کہ جب اہل قرأت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں، پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے

والے پر، جو ان قاریوں کی قرأت پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں، واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اس کو ایک سو چودہ ۱۴ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے، ان شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے، پس معلوم نہیں اس ترک و غفلت کا کیا سبب ہے فقط، صفحہ ۷۷ پر لکھا "استفتاء مولوی رشید احمد گنگوہی، بسم اللہ کا جس سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحت نہیں ہوتی، یہ بھی قرا کا مذہب ہے، اگر حضرت حفص کی اقتداء کرو، درست و مقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھے تاہم کوئی عیب نہیں، سب حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبدالرحمن صاحب کے عند الحفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی"، صفحہ ۱۸ پر لکھا "استفتاء قاری عبدالرحمان صاحب پانی پتی، زمانہ قراء سبعہ کا، زمانہ اجتہاد و عمل بالسنۃ کا تھا، زمانہ تابعین کا تھا، اور مذہب مسائل اجتہاد یہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں، اور مدار قراء کا فقط روایت و صحت پر ہے اور قراء سب اپنی اپنی قرأت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قرأت میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے۔ ائمہ مذہب تازمانہ قراء، محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے، ائمہ قرأت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے، حمق ہے، بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذ اصح الحدیث فھو مذہبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف کا ہے، جب مدار صحت روایت پر مذہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قرأت پڑھے گا اس کی قرأت میں جو ہو اس کی اتباع کرے، جو کہ امام عاصم کی قرأت میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایت، اور کہیں حنفیہ کی کتب میں ممانعت قرأت عاصم و حفص کی استیجاباً واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا والا پورا ختم روایت حفص میں نہ ہو فقط واللہ اعلم بالصواب العبد عبدالرحمن عفی عنہ"۔ صفحہ ۲۱ پر لکھا "صلوۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اس لئے وہاں جسے لازم نہیں وہاں اتباع ابو حنیفہ کا چاہئے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرأت مسلمان، بسم اللہ کو جسے پڑھنا ساتھ تاکد کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تحریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمن صاحب کی زبانی بھی سنی ہے"۔ اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات و فتاویٰ صحیح ہیں یا غلط، اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں آہستہ اور بلند، دن اور

الحمد للہ سرا و جہارا و لیلاً و نہارا حمداً

کبارا ادامة واكثرًا والصلوات السامية والتحيات النامية على من سن في الصلوة اسرار التسمية وعلى اله وصحبه النفوس الحامية لبيضة السنة من الغوغاء العامة امين امين يا ارحم الراحمين۔	رات کو، بڑی حمدیں اور زیادہ، بلند درود اور اونچا سلام اس ذات پر جس نے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا سنت فرمایا اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ خالص سنت کو عوام کے شور ش سے محفوظ رکھنے والے ہیں آمین آمین یا ارحم الراحمین۔ (ت)

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جسر، مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح، اور حنفیہ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر جسر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اس کے دونوں متبوعوں کی تحریر سراسر بے تحریر و غیر صحیح ہے، مسلم الثبوت میں ہے:

البسملۃ من القرآن ایتۃ فتقرأ فی الختم مرة ¹ ۔	یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔

ملک العلماء بحر العلوم اس کی شرح فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

على هذا ينبغي ان يقرأها في التراويح بالجهر مرة ولا تتأدى سنة الختم دونها ² ۔	یعنی اس بنا پر چاہئے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جسر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی۔

شرح مولانا ولی اللہ میں ہے:

من قال بكون البسملۃ جزء من القرآن من غير تعيين المحل او جزئيتها له في اول كل سورة قال بوجوب قراءتها فيا ياختتم فيه القرآن من الصلوة كالتراويح الا ان الجماعة الاولى تقول بوجوب قراءتها جهراً مرة والثانية	یعنی جو علماء بسم اللہ شریف کو جزو قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح، اس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ و جمہور علماء کے نزدیک

¹ مسلم الثبوت کامل، مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۱۵۱

² فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفیٰ مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۲

تقول بوجوب قرأتها جہراً فی اول کل سورة سواء البراءة ¹ ۔	صرف ایک بار آواز اور شافعی مذہب میں سورہ برات کے سوا ہر سورت کی ابتدا پر۔

قمر الاقمار مولانا عبدالحلیم انصاری میں ہے:

اعلم ان التسمية آية من القرآن كله انزلت للفصل بين السور وليست جزء من الفاتحة ولا من كل سورة فالقرآن عبارة عن مائة واربعة عشر سورة وآية وهي التسمية فلا بد في ختم القرآن من قراءة التسمية مرة على صدراية سورة كانت وهذا كله عندنا على المختار ² مختصراً۔	یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی، نہ وہ فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سوچو وہ ۱۱۴ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے اھ مختصرًا۔

جواب مسئلہ تو اسی قدر سے ہو گیا مگر فقیر غفر اللہ بعون رب قدیر جل جلالہ، تحقیق حق کھج و تلخیص قول ریح کے لئے چند افادات عالیہ لکھے جن سے بتوفیق تعالیٰ احکام مسئلہ کو نوراً نکشاف اور اوہام باطلہ کو ظہوراً نکشاف ملے واللہ المعین وبہ نستعین (اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ت)

افادہ اولیٰ: بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ و تابعین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب حق و محقق یہ ہے کہ وہ کسی سورت قرآن کی جز نہیں، جداگانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک و فصل بین السور کے لئے مکرر نازل ہوئی۔ امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کہ اجلہ ائمہ حنفیہ ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں:

الصحيح من المذهب انها من القرآن لكنها ليست جزء من كل سورة عندنا بل هي آية منزلة للفصل بين السور كذا ذكر ابوبكر الرازي ومثله روى عن محمد رحمه الله تعالى ³ ۔	صحیح مذہب ہمارا یہ ہے کہ وہ قرآن کی جز ہے مگر ہر سورت کی جز نہیں بلکہ یہ ایسی آیت ہے جو سورتوں میں فاصلہ کے لئے نازل کی گئی ہے، یوں ابوبکر رازی نے ذکر کیا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ (ت)

¹ شرح مسلم الثبوت ولی اللہ

² قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار مقدمہ الکتاب مطبوعہ مطبع علیی دہلی ص ۹

³ کتاب التحقیق شرح حسامی مقدمہ الکتاب مطبوعہ منشی نوکشتور لکھنؤ ص ۶

امام محقق ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

المشہور عن اصحابنا انها ليست بأية من الفاتحة ولا من غيرها بل هي آية من القرآن مستقلة نزلت للفصل بين السور ¹ ۔	ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی مستقل آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے (ت)

علامہ ابراہیم حلی غنیہ میں فرماتے ہیں:

ان مذهبنا ومذهب الجمهور ليست آية من الفاتحة ولا من كل سورة ² ۔	ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام ابوالبرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلی ملتقی الابحر اور علامہ محمد بن عبد اللہ غزی تمر تاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں:

هي آية من القرآن انزلت للفصل بين السور وليست من الفاتحة ولا من كل سورة ³ ۔	یہ قرآن کی آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا البسملة آية من القرآن انزلت للفصل بين السور ليست من الفاتحة ولا من اول كل سورة ⁴ ۔	ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے نہ تو یہ فاتحہ کی جز ہے اور نہ ہی کسی سورۃ کا یہ اول ہے (ت) اسی طرح بہت کتب میں ہے:

افادہ ثانیہ: مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں ورنہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورہ فاتحہ مانتے کہ ان کے نزدیک فاتحہ مکہ معظمہ میں نازل ہو کر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری۔ علامہ حسن چلی حاشیہ تلوت

¹ حلیہ المکی شرح منیہ المصلی

² غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی بیان صفۃ الصلوۃ مطبوعہ سہیل الکیڈمی لاہور ص ۳۰۶

³ ملتقی الاجماع مجمع الانہر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۵/۱، در مختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

بھارت ۷۵/۱

⁴ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری خطبۃ الکتاب مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت ۱۲/۱

میں فرماتے ہیں:

تعدد نزولہا یقتضی تعدد قرآنیتھا کیف و قد قیل بتکرار نزول الفاتحة ولم یقل احد بتعدد قرآنیتھا ^۱ ۔	بسم اللہ کے نزول کا تعدد اس بات کو لازم نہیں کہ وہ متعدد بار قرآن کا جز بنے، یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ سورہ فاتحہ کے نزول میں تعدد کا قول ہے لیکن فاتحہ کا قرآن کے متعدد جز ہونے کا قول کسی نے نہیں کیا (ت)

علامہ خسرو کے حاشیہ تلویح میں ہے:

القول بتکرار لا یقتضی القول بتعددها کیف وقد قیل الی اخر ما مر ^۲ ۔	بسم اللہ کے تکرار نزول کا قول اس کے متعدد ہونے کو لازم نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ سورہ فاتحہ کے بارے، الی آخرہ۔ (ت)

ولمذا علامہ بحر نے بحر الرائق میں فرمایا:

انھا فی القرآن آیة واحدة یفتتح بها کل سورة وعند الشافعی آیات فی السور ^۳ ۔	یہ بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے اس سے ہر سورۃ کا افتتاح کیا جاتا ہے، اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورۃ کی علیحدہ آیت ہے۔ (ت)

اسی طرح قرآن اقرار سے بھی گزرا کہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سوتیرہ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت ادائے سنت ختم کے لئے آپ ہی کافی کمال یعنی علی کل عاقل (یہ کسی عاقل سے مخفی نہیں چہ جائیکہ فاضل سے مخفی ہو۔ ت) کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک سوار نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو۔

افادہ ثالثہ: بسم اللہ شریف کا جزو سورت ہونا، ہر گز ہر گز حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار، اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان و افتراء، بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ،

کحدیث قسمة الصلوة وحديث ثلاثین آیة	جیسا کہ تقسیم نماز والی حدیث، اور وہ حدیث جس میں سورۃ

^۱ تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح حاشیہ ۲۵ متعلق ص ۵۰ مطبوعہ منشی نوکشتور کانیپور ص ۵۵

^۲ حاشیہ تلویح لملا خسرو مطبوعہ منشی نوکشتور کانیپور ص ۳۱

^۳ بحر الرائق باب صفۃ الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۳۱۳

للملك وغيرها كما فصله العلماء الكرام في تصانيفهم ولا حاجة الى ايرادها هنا فان شهرة الكلام فيه اغنتنا عن اعادته و اطالة المقال بتذكاره۔	ملک کی تیس آیتوں کا ذکر اور ان جیسی اور احادیث جن کو علماء کرام نے مفصل طور پر اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، یہاں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس بات کی شہرت نے ہمیں یہاں ذکر کرنے سے مستغنی کر دیا ہے نیز ان کے ذکر سے بات لمبی ہوگی۔ (ت)

افادہ رابعہ: یونہی اس پر اجماع امت کا بیان افترا و بہتان، بلکہ علماء فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزو سور نہیں، قول جزئیت اُن کے بعد حادث و نوپیدا ہوا، سیدی فقیہ مقری علی نوری سفاقی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

هذا ان قلنا ان البسمللة ليست بأية ولا بعض آية من اول الفاتحة ولا من غيرها وانما كتبت في المصحف للتيين والتبرك وانها في اول الفاتحة لا ابتداء الكتاب على عادة الله جل وعز في ابتداء كتبه وفي غير الفاتحة للفصل بين السور قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يعرف فصل السورة حتى ينزل عليه بسم الله الرحمن الرحيم وهو مذهب مالك وابي حنيفة والثوري وحكي عن احمد وغيره وانتصر له مكي في كشفه وقال انه الذي اجمع عليه الصحابة والتابعون و القول بغیره محدث بعد اجمعهم وشنع القاضي ابوبكر بن الطيب بن الباقلاني المالكي البصري نزيل بغداد على من خلفه	یہ تب ہے جب ہم یہ کہیں کہ بسم اللہ آیت نہیں اور فاتحہ اور کسی سورۃ کی جز نہیں اور یہ صرف قرآن میں برکت کے طور پر لکھی گئی ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کتابوں میں بسم اللہ سے ابتداء فرمائی لہذا سورۃ فاتحہ کے ابتداء میں بھی ذکر فرمائی اور باقی سورتوں کے ابتداء میں صرف سورتوں کے درمیان فصل کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو سورتوں کا فصل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نازل ہونے پر معلوم کرتے تھے، یہی امام مالک، ابو حنیفہ، ثوری کا مذہب ہے، اور امام احمد وغیرہ سے یہی بیان کیا گیا ہے اور امام مکی نے اسی کو اپنی کتاب کشف میں اپنایا ہے اور فرمایا کہ یہی وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے، بسم اللہ کے بارے میں کوئی اور بات اس اجماع کے بعد نئی چیز ہوگی، اور قاضی ابوبکر بن طیب بن باقلانی مالکی بصری نیز بغدادی نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے اور یہ

وكان اعرف الناس بالمنظرة وادقهم فيها نظر ¹ ۔	قاضی ابوبکر خود بحث کے ماہر اس میں دقت نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

امام زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

قال بعض اهل العلم ومن جعلها من كل سورة في غير الفاتحة فقد خرق الاجماع لانهم لم يختلفوا في غير الفاتحة ² ۔	بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ کسی سورت کا جز مانتا ہے وہ اجماع کا خلاف کرتا ہے کیونکہ فاتحہ کے بغیر کسی سورۃ کے بارے میں اختلاف نہیں۔ (ت)

امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

فان قيل نحن نقول انها آية من غير الفاتحة فكذلك انها آية من الفاتحة قلت هذا قول لم يقبل به احد ولهذا قالوا زعم الشافعي انها آية من كل سورة وما سبقه الى هذا القول احدلان الخلافا بين السلف انما هو في انها من الفاتحة اوليست بأية منها ولم يعدها احد آية من سائر السور ³ ۔	اگر اعتراض کیا جائے کہ ہم بسم اللہ کو آیت مانتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ فاتحہ کی آیت ہے اور کسی اور سورۃ کی بھی آیت ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے اسی لئے جمہور نے کہا کہ صرف امام شافعی کا خیال ہے کہ یہ ہر سورہ کی آیت ہے جبکہ امام شافعی سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، کیونکہ اس سے پہلے اسلاف میں صرف یہ تھا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں، اور اس کو کسی نے باقی سورتوں کا جز نہیں مانا۔ (ت)

افادہ خامسہ: تمام مصاحف حفصیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت تامہ ہے، اب
سورہ بقرہ سے لے کر سورہ ناس تک تمام سور میں آیات حفصیہ کی گنتی بتائیے، دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے،
مثلاً سورہ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں، سورہ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جدا ہی تین آیتیں
ہیں و علیٰ هذا القیاس بخلاف سورہ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انعمت علیہم پر آیت نہیں ولہذا ہمارے
مصاحف

¹ غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۷

² فتح المعین علی شرح الکفر فضل واذا اراد الدخول الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۱

³ عمدۃ القاری شرح بخاری باب ما یقول بعد التکبیر مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت ۲۹۲/۵

میں اس پر نشان آیت، عند الغیر ۵، لکھتے ہیں نہ ۵: یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انہیں قاریوں کی کیا تخصیص، سب کے نزدیک، سوافاتحہ کے، کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اس ارشاد علما کا پتا دیتا ہے کہ قول جزئیت حادث و خلاف اجماع ہے۔ امام زیلیعی تبیین پھر علامہ ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں:

ان کتاب المصاحف کلہم عدوا آیات السور فاخرجوها من کل سورة وقال بعض اهل العلم ¹ الی آخر ما مر۔	قرآن پاک کے تمام کتابوں نے سورتوں کی آیات کو شمار کیا ہے اور انہوں نے بسم اللہ کو کسی سورت کی آیات میں شمار نہیں کیا، اور بعض علماء نے گزشتہ قول کو انہوں نے آخر تک بیان کیا۔ (ت)

عمدہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا: لم یعدھا احد اية من سائر السور² (اس کو کسی نے باقی سورتوں کی آیت نہیں مانا۔ ت)

تبیین: شمار سے اخراج تو عدم جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علمائے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہو سکے گا، امام زیلیعی نصب الراية اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

لعل ابأهريرة مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقراها فظننها من الفاتحة. فقال انها احدى آياتها و نحن لاننكر انها من القرآن، و لكن النزاع وقع في مسئلتين احدهما انها اية من الفاتحة، والثانية ان لها حكم سائر آيات الفاتحة جهرا وسرا، ونحن نقول، انها اية مستقلة قبل السورة. وليست منها، جمعاً بين الادلة، و ابوهريرة لم يخبر عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال: هي احدى آياتها،	ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھتے ہوئے سنا تو خیال فرمایا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ فاتحہ کی آیات میں شامل ہے، بسم اللہ کا قرآن کی آیت ہونے سے ہمارا انکار نہیں ہے صرف بحث دو مسئلوں میں ہے ایک یہ کہ کیا یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا بسم اللہ کا حکم فاتحہ کی دوسری آیات والا ہے کہ جس دوسری میں ان کی طرح پڑھی جائے گی یا نہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں یہ ایک مستقل آیت ہے یہ سورہ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں، یہ بات دلائل کو مطابق بنانے کے لئے ہے، حالانکہ

¹ فتح المعین علی شرح الکنز: فصل واذا اراد الدخول مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۱

² عمدۃ القاری شرح بخاری باب ما یقول بعد التکبیر مطبوعۃ الطباعة المنیریۃ بیروت ۲۹۲/۵

وقراء تها قبل الفاتحة لا يدل على ذلك و اذا جازان يكون مستند ابى هريرة قراءة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لها، وقد ظهر، ان ذلك ليس بدليل على محل النزاع، فلا يعارض به ادلتنا الصحيحة الثابتة¹ اهـ	ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر نہیں دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورۃ فاتحہ کی ایک آیت ہے جبکہ محض سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور جب صرف حضور کا پڑھنا ہی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل ہو تو یہ محل نزاع یعنی فاتحہ کا جز ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی، لہذا یہ روایت ہمارے صحیح ثابت شدہ دلائل کے مقابل نہیں ہو سکتی (ت)

افادہ سادہ: جزیئت بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا محض جہالت اور تصریحات ائمہ کرام، علمائے عظام، سے غفلت ہے بلکہ جزیئت سورت در کنار جزیئت قرآن بھی خبراً متواتر نہیں،

ولذا انكرها الامام الاوزاعي والامام مالك و بعض مشايخنا ونسب للمتقدمين بل وقع في التلويح و حواشي الكشف وغيرهما انه المشهور من مذهب ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه² قال القهستاني ان هذا لم يوجد³ قال الشامي في رد المحتار اى بل هو قول ضعيف عندنا⁴۔	بسم اللہ کے قرآن کا جز ہونے کا امام اوزاعی، امام مالک اور ہمارے بعض مشائخ نے انکار کیا ہے۔ متقدمین کی طرف منسوب بلکہ تلویح میں اور کشاف کے حواشی وغیرہ میں ہے کہ یہی امام ابو حنیفہ کا مشہور مذہب ہے، امام قمستانی نے فرمایا اس قول کا وجود نہیں ہے، علامہ شامی نے رد المحتار میں فرمایا ہے بلکہ یہ قول ضعیف ہے۔ (ت)

علامہ حسن چلیپی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں:

قال الجد المحقق في تفسير الفاتحة قال ابو حنيفة ومالك رحمهما الله تعالى المعتبر التواتر في قرأيتها لافي نقله فقط وهو الحق	بزرگ محقق نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے فرمایا ہے بسم اللہ کے قرآن ہونے کیلئے صرف نقل متواتر نہیں بلکہ اس کا قرآن ہونا متواتر چاہئے اور یہی معتبر اور حق ہے

¹ عمدة القاری شرح بخاری احادیث البسملة فی الصلوٰۃ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۲۸۶/۵، نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ

المکتبۃ الاسلامیہ ریاض الشیخ ۳۴۳/۱

² التوضیح والتلویح مع حاشیہ چلیپی بیان اولہ اربعہ مطبوعہ منشی نوکشتور کاپنور ص ۵۰

³ جامع الرموز فصل صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۵۱/۱

⁴ رد المحتار مطلب قرۃ البسملة بین الفاتحہ والسورۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹۱/۱

اذمن الظاهر ان النقل اذالم یکن علی انه قرآن لا یفید القرآنیۃ والتواتر فی نقل البسامل لیس علی انه قرآن والالم یخالف فیہ بل کتب فی المصاحف للفصل والتبرک بها ¹ الخ	کیونکہ ظاہر بات ہے کہ اگر قرآن ہونا منقول نہ ہو تو پھر بسم اللہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوگا، اور بسم اللہ کے نقل میں جو تواتر ہے وہ اس کے قرآن ہونے کا تواتر نہیں ورنہ اس میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ بسم اللہ کو قرآن میں سورتوں کے فصل اور تبرک کے لئے لکھا گیا ہے الخ (ت)

ہمارے ائمہ کہ اثبات فرماتے ہیں، بوجہ اثبات فی المصاحف و امر بالتجريد، دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمعی، بالجملة حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا جزء قرآن عظیم ہونا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جزء سور ہونا ہر گز نفقاً عقلاً کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل، اور بعض اخبار احاد کو، کہ موہم جزئیات واقع ہوئے، مخالف قاطع کے سبب نامقبول و مضحل بتاتے ہیں، نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کہ قائلین جزئیات ہیں خود منکر قطعیت ہیں، امام نووی شافعی فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ امام عبدالعزیز بن احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں:

النقل المتواتر لمالم یثبت انها من السورة لم یثبت ذلك ² ۔	جب نقل متواتر بسم اللہ کو سورت کا جزء ہونا ثابت نہیں کرتا تو اس کا جزء ہونا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

علامہ بہاری مسلم الثبوت اور علامہ بحر فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

(لم یتواتر انها جزء منها) فلا تثبت الجزئية اذ قد سبق ان تواتر الجزئية شرط لاثباتها ³ ۔	اس کا جزء ہونا تواتر سے ثابت نہیں، لہذا جزئیات ثابت نہ ہوگی کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے جزئیات کے اثبات کے لئے جزئیات کا تواتر شرط ہے۔ (ت)

انہیں میں ہے:

(عارضه القاطع) وهو عدم تواتر الجزئية الدال على عدمها في الواقع فيضحل المظنون	بسم اللہ کے جزء ہونے کو ایک قطعی دلیل معارض ہے اور وہ جزئیات کے تواتر کا نہ ہونا جو کہ فی الواقع جزء نہ ہونے

¹ تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح بیان اولہ اربعہ حاشیہ ۲۶ متعلق ص ۵۰ مطبوعہ منشی نوکسٹور کراچیور ص ۵۵

² کتاب التحقیق شرح الحسامی مقدمہ الکتب مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ص ۶

³ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملة من القرآن مطبوعہ مطبعة امیریۃ بولاق مصر ۱۲/۱۳

وہذا هو الجواب عن الاخبار الاحاد التي توهم الجزئية بل يجب ان تكون هذه الاخبار مقطوع السهو والتواترات ¹ الخ	کی دلیل ہے پس ظنی امر کمزور قرار پائے گا، یہ جزئیت کا وہم پیدا کرنے والی اخبار احاد کا جواب ہے لہذا ان اخبار کا سہو قطعی ہے ورنہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جز ہوتی تو تواتر سے ثابت ہوتی۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

لا يثبت كونها آية من كل سورة من السور بل دليل قطعي كما في سائر الآيات واجماع الصحابة على اثباتها في المصحف لا يلزم منه انها آية من كل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجريد عن غير القرآن انها من القرآن وبه نقول انها آية منه نزلت للفصل بين السور ² ۔	قطعی دلیل کے بغیر اس کا تمام سورتوں میں سے کسی کا جز ہونا اور آیت ہونا ثابت نہیں ہو سکتا، جس طرح باقی آیات کے بارے میں ہے، اور صحابہ کرام کا اس کو مصحف میں لکھنے پر اجماع ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ کسی سورۃ کی آیت ہے بلکہ قرآن کو غیر سے مبرا رکھنے کے حکم سے اتنا لازم آتا ہے کہ یہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو کہ فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔ (ت)

علامہ بحر الفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار پھر علامہ سید محمد آفندی شامی منہج الخالق حاشیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

هي قرآن لتواتر في محلها ولا كفر لعدم تواتر كونها في الاوائل قرآن ³ ۔	بسم اللہ قرآن ہے کیونکہ تواتر سے قرآن میں شامل چلی آرہی ہے لیکن سورتوں کی ابتدائی آیت ہونے کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ بات تواتر سے ثابت نہیں۔

علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

ثبوت قرآنيته لا على سبيل التواتر ولهذا علل في النهر عدم تكفير جاحدها بعدم	بسم اللہ کے قرآن ہونے پر تواتر نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی اس بات کا انکار کرے تو کفر

¹ فوائح الرحمن شرح مسلم الثبوت بذيل المستضي، مسئلة البسملة من القرآن مطبوعه مطبعة اميرية بولاق مصر ١٥/٢

² غنية المستملى صفحة الصلوة مطبوعه سهيل أكيدى لاہور ص ٣٠٤

³ منہج الخالق حاشیہ علی البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول فی الصلوة مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٣١٢/١

تواتر کو نہا قرآن ¹	نہ ہوگا نہر میں عدم تکفیر کی یہی علت بیان کی گئی ہے (ت)

علامہ سیدی احمد طحاوی مصری حاشیہ مرقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

لانہا وان تواترت کتابتھا فی المصاحف ولم یتواتر کو نہا قرآن ²	مصحف میں اس کو لکھنے کے تواتر سے اس کے قرآن ہونے کا تواتر ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

علامہ شہاب خفاجی عنایہ القاضی وکفایہ الرازی میں فرماتے ہیں:

لم یتواتر تسبیتھا قرآناً وأیۃ بالنقل عنہ علیہ الصلوۃ والسلام اذلو تواتر لکفر جاحداً وهو لا یکفر بالاتفاق ³	بسم اللہ کا نام، قرآن یا سورۃ کی آیہ، تواتر سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے منقول نہیں اور اگر یہ بات تواتر سے ثابت ہوتی تو اس کا انکار کفر ہوتا، حالانکہ باتفاق یہ کفر نہیں ہے۔ (ت)

اُسی سے امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے:

المسألة اجتهادية ظنية لا قطعية كما ظنه بعض الجہلۃ من المتفقہۃ ⁴	یہ مسئلہ ظنی اور اجتہادی ہے، قطعی نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے۔ (ت)

اسی میں تفسیر امام سمین مسی بالوجیز سے ہے:

المطلوب هنا الظن لا القطع ⁵	اس مسئلہ میں ظن مطلوب ہے یقین مطلوب نہیں (ت)

اسی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے:

انه اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن ⁶	ہماری بحث میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

¹ فتح اللہ المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول فی الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۱

² حاشیہ الطحاوی علی مرقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلوۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۱

³ حاشیہ الشاب علی تفسیر البیضاوی بحث البسملة مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۰/۱

⁴ حاشیہ الشاب علی تفسیر البیضاوی بحث البسملة مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۰/۱

⁵ حاشیہ الشاب علی تفسیر البیضاوی بحث البسملة مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۰/۱

⁶ حاشیہ الشاب علی تفسیر البیضاوی بحث البسملة مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۰/۱

البسملۃ اُیۃ من الفاتحة عملاً وظناً لا قطعاً ^۱ الخ نقلہ عنہ القاری فی المرقات۔	بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جز ہونا ظنی ہے قطعی اور یقینی نہیں ہے الخ اس کو ملا علی قاری نے مرقات میں ان سے نقل کیا ہے (ت)

علامہ سفاسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

ان المحققين من الشافعية وعزاه المأوردی للجمهور علی انه اُیۃ حکماً لا قطعاً قال النووی والصحيح انها قرآن علی سبیل الحکم ولو كانت قرآناً علی سبیل القطع لکفرنا فیها وهو خلاف الاجماع ^۲ ۔	محققین شافعیہ نے اور ماوردی کے بیان کے مطابق ان کے جمہور نے کہا ہے کہ بسم اللہ کا فاتحہ کی جز ہونا حکمی بات ہے قطعی نہیں ہے، اور امام نووی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ کا قرآن ہونا حکمی ہے اور اگر قطعی ہوتا تو ہم مخالف کو کافر کہتے جبکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ (ت)

اسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین محلی شافعی سے ہے:

البسملۃ منها ای من الفاتحة عملاً لانه صلى الله تعالى عليه وسلم عدها اُیۃ منها صححه ابن خزيمة والحاكم ويكفي في ثبوتها من حيث العمل الظن ^۳ ۔	بسم اللہ سورہ فاتحہ کا حصہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو فاتحہ کی آیت شمار کیا ہے جس کی ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور اس کے عملی ثبوت کے لئے ظن ہی کافی ہے۔ (ت)

افادہ سابع: اقول: وبالله التوفيق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی
ہے کہ ابتداء تلاوت عہ سورۃ غیر برات میں اتیان بسمہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت کے درمیان اثبات وحذف میں قراء
مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبد اللہ بن کثیر مکی و

عہ شروع تلاوت اگر ابتدائے سورت کے علاوہ، کہیں وسط سے ہو، تو بسم اللہ کی حاجت نہیں، بہتر ہے اور اگر ابتدائے سورت سوائے
برات سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ بالاجماع پڑھے، پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں اُن پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں
اختلاف ہے ۱۲ (م)

^۱مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ فصل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۹۶/۲

^۲غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری، باب البسملۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۹

^۳غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری، باب البسملۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۹

امام عاصم بن بہدلہ کوئی و امام علی بن حمزہ کسائی کوئی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبد اللہ بن عامر شامی و امام حمزہ بن حبیب زیات کوئی و امام ابو عمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسہ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بابتدائے واحد ختم کرے، تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا۔ غیث النفع میں ہے:

لا خلاف بینہم فی ان القارئ اذا افتتح قراءۃ
 بآول سورة غیر برائۃ انه یبسم سوا کان
 ابتداءہ عن قطع او وقف (الی ان قال) و اختلفوا
 فی اثباتہا بین السورتین سوا کانتا مرتبتین
 او غیر مرتبتین فأثبتہما قالون والمکی وعاصم
 و علی وحذفہا حمزۃ و وصل السورتین (الی قولہ)
 وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء
 لانہا مرسومة فی المصاحف فمن یترکھا فی
 الوصل لو لم یأت بہا فی الابتداء لخالف
 المصاحف و خرق الاجماع^۱ الخ۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قاری کسی سورۃ کو ابتداء سے شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے ماسوا سورۃ براءت کے، خواہ قاری قطع کے بعد ابتداء کرے یا وقف کے بعد، ہر طرح بسم اللہ پڑھے (اس کے بعد یہاں تک فرمایا) اور تلاوت میں دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے خواہ دونوں کو ترتیب سے پڑھے یا غیر ترتیب پر پڑھے، امام قالون، مکی، عاصم اور علی نے بسم اللہ کو ثابت مانا ہے اور امام حمزہ نے حذف کرنا، قرار دیا ہے اور دونوں سورتوں میں وصل کا قول کیا ہے (اور پھر اس کو بیان کیا کہ) ان ائمہ نے دونوں سورتوں کے وصل کے بارے میں یہ اختلاف کیا ہے، اور ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف نہیں کیا، کیونکہ بسم اللہ قرآن میں لکھی ہے لہذا اگر کوئی دونوں سورتوں میں وصل کرتے وقت بسم اللہ کو ترک کرے اور سورۃ سے ابتداء کرتے وقت بھی ترک کرے تو مصاحف اور اجماع کے خلاف ارتکاب کرے گا الخ (ت)

سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے:

اخبرنا رجلا بسملا بین السورتین وهم قالون
 و الکسائی وعاصم وابن کثیر والباقرین لا یبسمون
 بین السورتین لان هذا من قبیل الاثبات
 والحذف^۲ ملخصاً۔

معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگوں نے کوئی دو سورتوں میں بسم اللہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور وہ قالون، کسائی، عاصم اور ابن کثیر ہیں اور باقی لوگوں نے ان دونوں سورتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنے کا قول کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اثبات و حذف والا ہے اھ ملخصاً (ت)

^۱ غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری باب البسملة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۲

^۲ سراج القاری شرح شاطبیہ لابن القاصح مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۴۸

اب نظر غائر کیجئے تو حذف صراحۃً ثانی و منافی جزئیت ہے کہ اگر جز ہوتی تو حذف کیونکر ہو سکتی، اور اثبات اصلاً مفید جزئیت نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے او وہ بھی مثل اثبات بسملہ متواتر، حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں، غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بین العلماء ان القارئ مطلوب منه في اول قرأته ان يتعوذ ¹	الخ علماء میں یہ کوئی اختلاف نہیں کہ قاری قرآن کی تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھے الخ (ت)

شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے:

الاستعاذة قبل القراءة باجماع وقوله مسجلا ای مطلقاً الجميع القراءة وفي جميع القرآن ² ۔	اعوذ باللہ قرأت شروع کرنے سے قبل بالاجماع پڑھی جائے، اس کے قول مسجلاً کا معنی تمام قراء کے نزدیک تمام قرآن کے شروع میں۔ (ت)

تو مجرد اثبات و روایت متواترہ قراء سے عند التحقيق جزئیت قرآن پر بھی جزم نہ ہو سکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر، ولذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواتر تعوذ پر اجماع کر کے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں یونہی اثبات و تواتر بسملہ یک بار مطلقاً پر اجماع فرما کر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء و تواتر روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے، ہاں قرآنیت بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گزرا، جمہور ائمہ قائل قرآنیت ہوئے اور جزئیت سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانب جزئیت نہ گئے، بحمد اللہ تعالیٰ اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ائمہ قراء کا اثبات متواتر اصلاً مفید جزئیت نہیں، اس بنا پر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تواتر جزئیت کا ادعائے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہو سکتا بالجملہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت و عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات و جزئیت میں شرق و غرب کافرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے کہ قائلان جزئیت بعض احادیث احاد سے احتجاج و استناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیت مسئلہ کی تصریحیں کر گئے دفع اعتراض کے لئے یہاں کفایت ظن کے قائل ہوئے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجة الاسلام و امام ماوردی و امام نووی محلی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قراء مثبت جزئیت ہوتا تو اسی پر تعویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اترتے ہذا کلمہ جلی واضح عند کل من له فهم و عقل فضلاً

¹ غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۸۸

² تذکار المقری شرح شاطبیہ لابن القاصح باب البسملة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۶

عن اهل العلم والفضل (یہ تمام اہل فہم اور اہل عقل کے ہاں واضح ہے چہ جائیکہ اہل علم و فضل پر واضح نہ ہو۔ ت) اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت و سخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً روایت قراء نے جزئیّت میں کچھ دخل نہ دیا واذگوں فہموں نے الٹا سمجھ لیا، آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سن چکے کہ مسئلہ اجتہاد یہ ہے۔ علامہ بہاری و علامہ بحر فرماتے ہیں:

اس کو نصف اہل علم اور قراء حضرات نے ترک کیا ہے اور وہ ابن عامر، نافع اور ورش کی روایت کے مطابق ابو عامر اور حمزہ ہیں، اور مطلع الاسرار البیہ قدس سرہ نے غیر فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ سورتوں کو پڑھنے میں آپ نے بسم اللہ کو ترک فرمایا کیونکہ قراء حضرات کی قراءت متواترہ ہیں، اور ممکن نہیں کہ سورۃ کو پڑھتے وقت اس کے اول (بسم اللہ) کو چھوڑ دیں لہذا ضروری ہے کہ بسم اللہ سورتوں کا جز نہیں، اور یہ بات اس کی شہادہ ہے کہ صحیح طور پر مروی حدیث میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں فرمایا اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ باقی قراء حضرات نے بسم اللہ کو سورتوں کے ساتھ پڑھا ہے اور جب قراء حضرات کی قراءت متواترہ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ بسم اللہ کا سورتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم والہ وصحبہ سے متواتر ہو گا اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتوں کا جز ہے تو جواب میں کہا کہ باقی قراء حضرات کی قراءت سے حضور علیہ السلام کی قراءت کے متواتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سورتوں کا جز ہو جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبرک کے طور پر پڑھا ہو جیسا کہ اعوذ باللہ کا حکم ہے۔ (ت)

(ترکھا نصف القراء) وهم ابن عامر و نافع بروایة الورش و حمزة و ابو عمر و قال مطلع الاسرار الالهية قدس سرہ فی غیر الفاتحة (وتواتر انہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی الہ واصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراءة السور لان قراءة القراء متواترة (ولا معنى عند قصد قراءة سورة ان يتروك اولها) فيجب ان لا تكون جزءا ويشهد عليه ما روى في الخبر الصحيح عدم الجهر بها في الصلوة فان قلت قد قرأها الباقون من القراء فتواتر قراءته عليه وعلى الہ واصحابہ الصلوة والسلام فيجب ان تكون جزءا قال (وتواتر قراءتها عنہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بقراءة) القراء (الآخرين) لا يستلزم كونها جزءا (منها) لجواز ان يكون للتبرک كالاستعاذة¹۔

اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہال زمانہ کو خبر نہیں۔

¹ فواتح رحمت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملة من القرآن مطبوعہ منشورات الرضی قم ذی الحیجہ ۱۴۱۲ھ

افادہ ثامنہ: اقوال: روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند المسلمین سے بھی بے علاقہ ہونا تو ظاہر ہو چکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمار آیات و سور دلیل واضح ہے کہ قراء المسلمین بھی جزئیت سور نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ جد ابات ہے اس میں ہمیں کلام نہیں، مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں، نہ ان کی قراءت کا اختیار برخلاف مذہب، ان کے مذہب پر عمل لابد کر سکے، امر واضح پر دلیل روشن درکار ہو تو سنئے، شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قرأت عاصم بروایت حفص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالاجماع نماز سریہ و جسر یہ سب میں ہمارے یہاں اختفاء بسملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر نماز جسر یہ میں ایک آیت کے سہو آخفا پر بالاجماع سجدہ اور عہد پر اعادہ لازم، تو قطعاً ثابت کہ حفص و عاصم اگرچہ جزئیت فاتحہ کی طرح جزئیت ہر سورت بھی مانتے ہوں مگر ان کی قرأت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جسر یہ میں جسر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا اور اس کا ترک سجدہ سہو یا اعادہ چاہتا، پھر بعد فاتحہ سر سورت پر اثبات بسملہ میں عامہ متون مذہب مثل ہدایہ و وقایہ و نقایہ و اصلاح و غرر و ملتقى الابحر و تنویر وغیرہ انکار محض پر ہیں اور اسی پر بدائع و شرح و قایہ و درر و جوہرہ نیرہ و مجمع الانہر وغیرہ شروع نے مشی فرمائی، محققین کے نزدیک اگرچہ اس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنیت ہے کما بیننا فی فتاؤنا العطایا النبویة فی فتاویٰ الرضویة (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ "العطایا النبویة فی فتاویٰ الرضویة" میں بیان کیا ہے۔ ت) تاہم اگر اختیار قرأت عاصم، اختیار جزئیت لازم کرتا تو نفی سنیت اور التزام ترک بسملہ میں نفی کراہت پر اجماع حقیقہ ناممکن تھا، ابھی مسلم و فواریح سے سن چکے کہ سورت پڑھتے وقت اس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

اس میں بعض قرآن کا ترک لازم آئے گا، حالانکہ یہ بات مسلمانوں کے عمل سے بعید ہے اھ اس کو علامہ شامی نے باب سجود التلاوة میں نہر کے حوالے سے امام صاحب سے نقل کیا ہے۔ (ت)	فیہ ہجر شیعی من القرآن وذلك ليس من اعمال المسلمين ¹ اھ نقلہ الشامی عن النہر عن الامام فی باب سجود التلاوة۔

پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے ائمہ کرام کے اجتماع تام کے خلاف اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد و عدم قصد ختم سے تفرقہ محض جہالت، اختیار قراۃ عاصم موجب عمل برجزئیت نہیں، تو ختم میں کیا نقصان، اور اگر ہے تو فرض میں وجوب جسر کیوں نہیں، کیا فرائض میں ہم قرآن

¹ رد المحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷/۲

بقرات عاصم نہیں پڑھتے، بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی، یہاں تو واجب ترک ہوتا ہے۔

افادہ تاسعہ: اقوال: بطور مناظرہ علی الترنل اگرمان لیجئے کہ اختلاف قراء روایت جزئیت و عدم جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں، تو پورے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی، کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو، اگر اول مانو تو محض باطل اور شرع مطہر پر کھلا افتراء کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اہتمام مسنون، اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یوں بھی ختم ہو گیا پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ، کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذ اللہ ناقص، حاشا للہ ہر طرح تام و کامل ہے ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پر نور سید العالمین و حضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہا وسلم میں ناقص قرآن کا دور ہوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قرأت میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات و حذف ہے، اپنے نزدیک تمامی عند اللہ تمامی کو مستلزم نہیں، اور جب عند اللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوئے ظن ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ^۱ (بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔) اگر کہئے گویہ قرآن فی نفسہ تام و کامل ہے مگر مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا۔

اقوال: دو حال سے خالی نہیں یا تو قراء کے نزدیک روایات آخر بھی متواترہ نہیں اور ان میں ایک کا اعتبار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یونہی پڑھاؤں کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی یا تو آخر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول بلاشبہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الہی پورا ختم ہو گیا اگرچہ اُن کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا، نہ خاص ان کی روایت پر، و علی الثانی جب ہم پر مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح اُن روایات کا تواتر روشن ہو گیا تو امام عاصم کا نہ جاننا، مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں، غرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا خلاف بتواتر ماثور، کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الانمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعم باطل پر چھوڑا جائے کہ اذا صح الحديث فهو مذهبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدم اطلاع پر مبنی ہوا، اس پر جمود ایسا ضرور کہ اس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نا منظور۔

^۱ القرآن ۱۲۰/۹

افادہ عاشرہ: اگر بعد طلوع فجر ساطع و ظہور حق لامع، اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعویٰ نقصان ثواب سے عدول کر کے، اس راہ چلے کہ بلاشبہ قرآن بھی کامل ختم، ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم قرأت امام عاصم اختیار کئے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انہیں کی روایت پر قرآن ختم کریں۔

اقول: یہ بھی محض باطل اتباع قرأت واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا نام کر کے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ و تخلیط و تغلیط لازم آئے کہ اس تقدیر پر اس کا مفاد، یوں ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اس کی روایت نہیں، تلاوت میں تعین قرأت واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمن ہے تو تخصیص بعض و انکار بعض کے کیا معنی، اختلاف قرأت مثل اختلاف مذاہب نہیں کہ تعین واجب یا تلفیق باطل ہو، یہاں اگر بعض سور بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قرأت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر کے تو عند التحقيق اصلاً ممانعت نہیں جب تک وہ تلفیق موجب اختلاف نظم یا فساد معنی نہ ہو، اور اگر ایک کلام ختم ہو کر دوسری بات شروع ہو جب تو احق و اولیٰ بالجواز ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو، امام خاتم الحفاظ جلال الحق والدین سیوطی اتقان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملک والدین ابوالخیر ابن الجزری سے نقل فرماتے ہیں:

یہ کہنا درست ہوگا کہ دونوں قراءت میں ایک دوسری پر مرتب ہے تو یہ ممنوع بطور تحریم ہے جیسا کہ فتاویٰ ادم من ربہ کلت میں لفظ "ادم" اور "کلت" دونوں پر پیش پڑھے یادوں پر زبر پڑھے، یوں کہ "ادم" پر پیش کو غیر ابن کثیر کی قراءت سے اور "کلت" کی پیش ابن کثیر کی قراءت سے اخذ کرے، اس طرح یہ عربی میں اور لغت میں جائز نہیں، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر روایت اور غیر روایت کے مقام میں فرق ہوگا، اور اگر روایت کے طور پر ہو تو بھی حرام ہے کیونکہ یہ روایت میں خلط اور کذب ہوگا، اور اگر بر سبیل تلاوت ہو تو یہ جائز ہے۔ (ت)

الصواب ان يقال ان كانت احدى القرائتين مرتبة على الاخرى منع ذلك منع تحریم کمین یقرأ فتلقى ادم من ربہ کلت برفعهما و نصبهما اخذ ارفع ادم من قراءة غير ابن کثیر و رفع کلمات من قراءة و نحو ذلك مما لا يجوز في العربية واللغة و ما لم یکن كذلك فرق فيه بین مقام الرواية و غيرها فان كان على سبيل الرواية حرم ايضا لانه كذب في الرواية و تخلیط و ان كان على سبيل التلاوة جاز¹۔

¹ الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس فی آداب تلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱۰۱ھ

ہاں ائمہ کرام نے حفظ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قرأت غریبہ و وجہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزاء کی آفت میں نہ پڑیں، درمختار میں ہے:

یجوز بالروایات السبع لکن الاولى ان لا یقرء بالغریبة عند العوام صیانة لدينهم ¹ ۔	قرأت سبع پڑھنا جائز ہے مگر عوام کے لئے اجنبی قرأت کو نہ پڑھے تاکہ عوام کے دین میں خلل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله یجوز بالروایات السبع. بل یجوز بالعشر ایضاً کما نص علیہ اهل الاصول. قوله بالغریبة ای بالروایات الغریبة و الامالات. لان بعض السفهاء یقولون ما لا یعلمون فیقعون فی الائم والشقاء. ولا ینبغی للائمة ان یحملوا العوام علی ما فیہ نقصان دینهم. ولا یقرء عندهم مثل قراءة ابی جعفر و ابن عامر و علی بن حمزة و الکسائی صیانة لدينهم فلعلهم یتستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحة قطعیة ومشائخنا اختاروا قراءة ابی عمر وحفص عن عاصم اه عن التتارخانیة عن فتاوی الحجة ² ۔	قوله روایت سبع جائز ہے بلکہ عشرہ بھی جائز ہے جیسا کہ اہل اصول نے تصریح کی ہے، قوله اجنبی یعنی روایات اور امالات اجنبیہ کو نہ پڑھے کیونکہ بعض جاہل لوگ لاعلمی کی وجہ سے باتیں بنائیں گے اور گناہ اور بدی میں مبتلا ہوں گے، امامت کرانے والے حضرات کو مناسب نہیں کہ لوگوں کو دینی نقصان میں ڈالیں، اور ان کے سامنے امام ابو جعفر، ابن عامر، علی اور کسائی جیسی قرأت نہ کریں، ہو سکتا ہے کہ عوام لاعلمی کی بنا پر ان کی قراءت کو حقیر جانتے ہوئے ان پر ہنسنا شروع کر دیں اور ان کا دین محفوظ رکھنا ضروری ہے اگرچہ یہ تمام قراءت قطعی طور پر صحیح ہیں، جبکہ ہمارے مشائخ نے ابو عمرو کی عاصم سے روایت کردہ قراءت کو اپنایا ہے اھ یہ فتاویٰ الحجہ سے تارخانہ کی روایت ہے۔ (ت)

اسی طرح غلگیریہ وغیرہا میں ہے:

افادہ حادیہ عشر: اقول: جس مصلحت کے لئے یہاں علما نے پیش عوام، روایت غریبہ کی

¹ درمختار فصل و بجہ الامام مطبوعہ مطبع مجتہدائی دہلی بھارت ۸۰/۱

² ردالمحتار فصل و بجہ الامام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۳۱/۱

تلاوت سے منع کیا، مسئلہ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کہ تمام حفاظ و قراء و سامعین عامہ مسلمین کے کان ہر سورت پر جسر بسم اللہ سے آشنا نہیں وہ اسے سن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے زعم میں یہ اعتراض اس امر پر ہوگا جو قرآناً فقرتاً حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے، اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفاء تم خود بھی مقرر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کر کے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے اب اپنے زعم باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کراؤ کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے، کیا اسی پر قاری یا ملا ہونا رہ گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی بیگانہ، تازی، جدا، اکثر مسلمین کے گوش نا آشنا نہ ہو، شہرت نام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر پناہم بخدا، کہ قاریان قرآن، قرأت قرآن سے شہرت نام کی نیت رکھیں، علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی، امام علامہ جلال الدین زبیلی نصب الراہیہ میں نقل فرماتے ہیں:

یسوغ للانسان ان يتترك الافضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الكلمة خوفاً من التنفیر، کما ترك النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بناء البيت علی قواعد ابراهيم لكون قریش کانوا حدیثی عهد بالجاهلیة، وخشی تنفیذهم بذلک، وراى تقدیم مصلحة الاجتماع علی ذلک، ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکماله الصلوة خلف عثمان، قال الخلاف شر، وقد نص احمد وغیره علی ذلک فی البسيلة وفي وصل الوتر وغیر ذلک مفاہیہ العدول عن الافضل الی الجائز المفضل مراعاة لائتلاف المأمومین اولتعریفهم السنة وامثال ذلک و هذا اصل کبیر فی سد	لوگوں کی تالیف قلبی اور ان کو مجتمع رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ ہو جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ قریشی نو مسلم ہونے کی وجہ سے اس کی نئی بنیادوں پر تعمیر کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں تو آپ نے اجتماع کو قائم رکھنے کی مصلحت کو مقدم سمجھا، اور جیسا کہ حضرت ربیع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز میں اختلاف کی بنا پر روکا تو انہوں نے فرمایا کہ خلاف کرنے میں شر ہے، اسی لئے امام احمد وغیرہ نے بسم اللہ اور وتر کے وصل وغیرہ کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے، یہ وہ معاملات ہیں جن میں افضل سے عدول کر کے جائز مفضل کو

الذرائع ¹ ۔	اختیار کیا گیا ہے تاکہ مقتدی حضرات کی تالیف قلبی اور ان کی سنت شناسی وغیرہ کا پاس کیا جاسکے، یہ بات فتنہ کے سدباب کے لئے بڑا ضابطہ ہے۔ (ت)

یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرض باطل قطیعت جزئیّت مان لی جائے ورنہ حق و تحقیق کا ایضاً پہلے ہو چکا اس تقدیر پر قاری و ملا اپنی اس تسخیر و اثارت فتنہ کی حدیں بتائیں یہاں تو بدایہ عوام اس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تسخیر و ایقاع اختلاف ویسے مستند معتمد سے نا محفوظ کہا لایخی واللہ الہادی (جیسا کہ مخفی نہیں، اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

افادہ ثانیہ عشر: یہاں تک دعویٰ قطیعت جزئیّت و لزوم نقصان ختم کار د تھا کہ بحمد اللہ با حسن وجوہ ظاہر ہوا اب بعونہ تعالیٰ جسروا خفا کی طرف چلے، تراویح میں جسر بسمد کا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح افتراء ہے تو اتدر کنار، زہار کسی حدیث احاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں، جسری التراویح تو جہاں، مطلقاً کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جسر سے پڑھنا ہر گز متواتر نہیں، تو اتدر کیسا نفس ثبوت میں سخت کلام و نزاع ہے، امام حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں:

لا یصح فی الجہر بالبسملة حدیث مسند ² ۔	بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں، اسے عمدۃ القاری میں ذکر کیا گیا ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

لم یصح فی الجہر حدیث ³ ۔ ذکرہ فی عنایۃ القاضی۔	جسر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ اسے عنایۃ القاضی میں ذکر کیا گیا۔

یہی امام دارقطنی جب مصر تشریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارہ جسرا یک جز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر براہ انصاف اعتراف فرمایا کہ:

کل ما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ	یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جسر میں جو کچھ

¹ نصب الراية لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۲۸/۱

² عمدۃ القاری باب ما یقول بعد التکبیر مطبوعہ ادارۃ الطبائع النیریہ بیروت ۲۸۸/۵

³ عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی بحث البسملة مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۱/۱

وسلم فی الجہر فلیس بصحیح ^۱ ۔ ذکرہ الامام الزیلعی عن التنقیح عن مشایخہ عن الدار قطنی والمحقق فی الفتح۔	روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں۔ اس کو امام زیلعی نے اپنے مشائخ کی تنقیح قرار دے کر دار قطنی سے نقل کیا ہے اور محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا۔

امام ابن الجوزی نے کہا:

لم یصح عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الجہر شیعی ^۲ ۔ ذکرہ القاری فی المرقاة۔	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جسر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں۔ اسے ملا علی قاری نے مرقاة میں ذکر کیا۔

یہاں تک کہ تنقیح میں احادیث جسر لکھ کر فرما گئے:

هذه الاحادیث فی الجملة لاتحسن بمن له علم بالنقل ان یعارض بها الاحادیث الصحیحة، ولولان یعرض للمتنفكة شبهة عند سماعها فیظنھا صحیحة لكان الاضراب عن ذکرھا اولی، ویکفی فی ضعفھا اعراض المصنفین للمسانید والسنن عن جمہورھا ^۳ ۔	ان احادیث کو صحیح احادیث کے معارض قرار دینا نقل کے فن میں علم والے کو درست نہیں۔ اگر ان روایات کو فقیہ سن کر غلط فہمی کی بنا پر صحیح گمان کرنے کاغذ شہ نہ ہوتا تو ان کو ذکر نہ کرنا مناسب تھا، اور ان روایات کے ضعف پر دلیل تمام مسانید و سنن کے مصنفین کا ان کو ذکر نہ کرنا ہی کافی ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل، ولذا مصنفان مسانید و سنن نے ان کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الراية (اس کو نصب الراية میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) خود پیشوائے وہابیہ ابن القیم نے اپنی کتاب مسٹی بالہدی میں لکھا:

فصحیح تلك الاحادیث غیر صریح و صریحھا غیر صحیح ^۴ ۔ نقلہ امام الوہابیہ الشوکانی	ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جسر میں صریح نہیں اور جو جسر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کو وہابیوں کے

^۱ نصب الراية لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۵۹/۱

^۲ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۸۶/۲

^۳ نصب الراية بحوالہ التنقیح کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۵۸/۱

^۴ نیل الاوطار باب ما جاء فی بسم اللہ الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۲۸/۲

فی نیل الاوطار۔	امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔
امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں:	
الحاصل ان احادیث الجہر لم تثبت ^۱ ۔ اثرہ السید الازہری فی الفتح۔	خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں۔ سید ازہری نے اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔
امام زیلعی نصب الراية میں فرماتے ہیں:	
هذه الاحادیث كلها ليس فيها صريح صحيح، وليست مخرجة في شيء من الصحيح ولا المسانيد ولا السنن المشهورة وفي روايتها الكذابون والضعفاء والمجاهيل ^۲ الخ	ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں، نہ یہ صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں مروی ہوئیں ان کی روایتوں میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں الخ
امام عینی عمدة القاری میں فرماتے ہیں:	
احادیث الجہر ليس فيها صريح بخلاف حديث الاخفاء فانه صحيح صريح ثابت مخرجه في الصحيح والمانيد المعروفة والسنن المشهورة ^۳	جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح و صریح نہیں بخلاف حدیث اخفاء کہ وہ صحیح و صریح اور صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہے۔
امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد چاروں ائمہ مذہب اور بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ چھوٹوں ائمہ حدیث اور دارمی و طحاوی و ابن خزیمہ و ابن حبان و دارقطنی و اطبرانی و ابویعلیٰ و ابن عدی و بیہقی و ابونعیم و ابن عبد البر اکابر حفاظ و اجلہ محدثین اپنی صحاح و سنن و مسانید و معاجم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:	
صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلف ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منهم یقرأ بسم اللہ الرحمن	میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا

^۱ تبیین الحقائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلوة مطبوعہ مکتبہ امیریہ بولاق مصر ۱۱۲

^۲ نصب الراية لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۵۵/۱

^۳ عمدة القاری النوع الرابع اختلاف الفقهاء فی البسملة مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۲۹۱/۵

الرحیم^۱ هذا لفظ مسلم وفي لفظ للامام احمد والنسائي وابن حبان في صحيحه وغيرهم باسناد على شرط الصحيح كما افاده في الفتح كانوا لا يجهرن ببسم الله الرحمن الرحيم^۲ وفي لفظ لابن خزيمة والطبراني وابي نعيم كانوا يسرون ببسم الله الرحمن الرحيم^۳ ولا بن ماجة فكلهم يخفون بسم الله الرحمن الرحيم^۴	وہ بسم اللہ شریف کاجس نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے، یہ امام مسلم کے الفاظ تھے، امام احمد، نسائی اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور دوسروں نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ جیسا کہ فتح القدیر نے بیان کیا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ کاجس نہ فرماتے تھے، اور ابن خزيمة، طبرانی، ابو نعیم کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ بسم اللہ کو پوشیدہ پڑھتے تھے، اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ، کہ وہ سب بسم اللہ کا خفاء فرماتے تھے۔ (ت)

یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور چھوٹوں اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی نے انہیں سے روایت کی:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يسر ببسم الله الرحمن الرحيم وابابكر وعمر وعثمان وعلياً^۵۔	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔

امام الائمہ امام ابو حنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و غیر ہم ابن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، قال:

^۱ صحیح مسلم باب حجۃ من قال لا یجسر بالبسملة مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۷۲/۱

^۲ مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۷۳، ۷۴، ۷۵، فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۵۴/۱

^۳ صحیح ابن خزيمة معنی قول انس رضی اللہ عنہ انہم كانوا یسرون الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۳۹/۱

^۴ سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

^۵ المعجم الکبیر مروی از انس رضی اللہ عنہ حدیث ۷۳۹ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵۵/۱، صحیح ابن خزيمة معنی قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم كانوا یسرون الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۵۰/۱

ف: طبرانی کبیر اور صحیح ابن خزيمة میں عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں۔ نذیر احمد

سمعی ابی وانا اقول بسم الله الرحمن الرحيم فقال ای بنی ایاک والحدث قال ولم ارا احدا من اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان ابغض اليه الحدث في الاسلام یعنی منه قال وصليت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منهم یقولها فلا تقلها، انت اذا صليت فقل الحمد لله رب العالمین¹۔	یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا، فرمایا اے میرے بیٹے! بدعت سے بچ۔ ابن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں اُن سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا، انہوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین، سے شروع کرو۔

انہی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جس سے پڑھتے سنا، پکار کر فرمایا:

یا عبد الله انی صلیت خلف رسول الله صلی الله تعالى عليه وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان رضی الله تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جس سے پڑھتے نہ سنا، اس کو امام اعظم رحمہ اللہ نے روایت کیا اسے فتح میں ذکر کیا گیا ہے۔	یا عبد الله انی صلیت خلف رسول الله صلی الله تعالى عليه وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان رضی الله تعالیٰ عنہم فلم اسمع احدا منهم یجهر بها²۔ رواہ الامام الاعظم ذکرہ فی الفتح۔

امام اعظم و امام محمد و امام احمد و امام طحاوی و امام ابو عمر ابن عبد البر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم قراءة الاعراب³۔	بسم الله شریف آواز سے پڑھنی گواروں کی قراءت ہے۔

¹ جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک الجهر بسم الله الرحمن الرحيم مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳۳/۱، سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

² مسند الامام الاعظم بیان عدم الجهر بالبسملة مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۵۸، فتح القدير باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۵۴/۱

³ شرح معانی آثار باب قراءت بسم الله الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰/۱، المصنف لابن ابی شیبہ من کان لا یجهر بسم الله الخ مطبوعہ ادارة القرآن الخ کراچی ۴۱۱/۱

نیز اسی جناب سے مروی ہوا:

لم یجهر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبسملة حتی مات ¹ ۔ ذکرہ المحقق فی الفتح۔	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جسر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اسے محقق نے فتح میں ذکر کیا۔

اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی ثنا گرد خاص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

انا اعرابی ان جهرت ببسم الله الرحمن الرحيم ² ۔	میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جسر سے پڑھوں۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی:

حدثنا حماد بن زيد عن كثير بن شظير ان الحسن سئل عن الجهر بالبسملة فقال انما يفعل ذلك الاعراب ³ ۔	حماد بن زید نے کثیر بن شظیر سے بیان کیا کہ امام حسن بصری سے جسر بسم اللہ کا حکم پوچھا گیا، فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم نخعی تابعی سے راوی: الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم بدعة⁴۔ بسم
اللہ شریف شریف جسر سے کہنا بدعت ہے۔ اثرم انہیں سے راوی:

ما أدركت احدا يجهر بسم الله الرحمن الرحيم والجهر بها بدعة ⁵ ۔	میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جسر کرتے نہ پایا اس کا جسر بدعت ہے۔

سبحان اللہ! حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو اتر درکنار ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو تمنا یہ
اجلہ صحابہ و تابعین معاذ اللہ اسے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کر سکتے تھے و لکن الجملة يقولون ما لا يعلمون (لیکن جاہل لوگ
غیر معلوم باتیں کرتے ہیں۔ ت) نہایت کہ امام الفقہاء امام المحدثین سیدنا امام سفیان ثوری رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے اختیار جسر بسم اللہ کا قول سخت مجبور و مجور مانا اور اس کے انخفا کو افضل واولیٰ سمجھنا تتمہ عقائد اہل سنت جانا
محدث لا الکاکی کتاب السنہ میں بسند صحیح راوی:

¹ فتح القدر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۵۴/۱

² فتح القدر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۵۴/۱

³ نصب الراية لاحادیث الہدایہ بحوالہ سنن سعید بن منصور کتاب الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۵۸/۱

⁴ مصنف ابن ابی شیبہ من کان لا یجهر بسم اللہ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۴۱۱/۱

⁵ نصب الراية لاحادیث الہدایہ بحوالہ الاثرم، کتاب الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۵۸/۱

حدثنا المخلص نا ابو الفضل شعيب بن محمد نا
 علي بن حرب بن بسام سمعت شعيب بن جرير
 يقول قلت لسفين الثوري حدث بحديث السنة
 ينفعني الله به فاذا وقفت بين يديه وسألني عنه قلت
 يارب حدثني بهذا سفين فأنجوانا وتوخذ فقال
 اكتب بسم الله الرحمن الرحيم القرآن كلام الله
 غير مخلوق منه (وجعل يسرد الى ان قال) يا شعيب
 لا ينفعك ما كتبت حتى تری المسح على الخفين
 وحتى تری ان اخفاء بسم الله الرحمن الرحيم
 افضل من الجهر به وحتى تؤمن بالقدر (الى ان قال)
 اذا وقفت بين يدي الله فسألك عن هذا فقل يارب
 حدثني بهذا سفين الثوري ثم خل بيني وبين الله
 عز وجل¹۔

یعنی شعیب بن جریر نے امام سفیان ثوری سے کہا مجھے عقائد
 اہلسنت بتادیتے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اس
 کے حضور کھڑا ہوں اور مجھ سے ان کے متعلق سوال ہو تو
 عرض کروں کہ الہی! یہ مجھے سفیان نے بتائے تھے تو میں
 نجات پاؤں اور جو پوچھ گچھ ہو آپ سے ہو تو فرمایا لکھو بسم اللہ
 الرحمن الرحیم قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں، اور اسی طرح
 اور عقائد و مسائل لکھوا کر فرمایا اے شعیب! یہ جو تم نے لکھا
 تمہیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا جواز نہ مانو اور جب
 تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا، باواز پڑھنے سے
 افضل ہے اور جب تک تقدیر الہی پر ایمان نہ لاؤ، جب تم اللہ
 عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام
 لے دینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفیان ثوری نے بتائے پھر
 مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا۔

امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں: هذا ثابت عن سفین وشيخ المخلص ثقة²۔ یہ روایت سفیان سے ثابت ہے
 اور راوی ثقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادہ ثالثہ عشر: قول: ہم آفتاب روشن کی طرح ثابت کرائے کہ اگر بفرض باطل مذہب ثابت نہیں کہ ان کا طریقہ نماز میں
 ہر جگہ بسم اللہ تھا تاہم ان کی قراءت اختیار کرنی، ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں درباہ جسر و اخفاء اُن کی پیروی
 ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے مقلد نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ہمارے ائمہ کرام نے ان کی قراءت اختیار فرمائی
 اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفاء کا حکم دیا، لاجرم ہمارے علماء نے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جسر و اخفاء بسم اللہ
 شریف میں امام قراءت کا اتباع بیرون نماز

¹ تذکرۃ الحفاظ للذہبی عنوان سفیان بن سعید ثوری ۴۳، بحوالہ الاکائی مطبوعہ مجلس دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۹۳۱

² تذکرۃ الحفاظ للذہبی عنوان سفیان بن سعید ثوری ۴۳، بحوالہ الاکائی مطبوعہ مجلس دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۹۳۱

ہے نماز میں اخفا ہی کرے، اور بیرون نماز بھی اتباع قاری خاص صرف بروجہ اولویت ہے نہ بطور وجوب و لزوم و ضرورت۔

لما قدمنا ان القراء ات كلها حقة باليقين لا احتمال فيها للخطأ ولا ينافي بعضها بعضاً فلا هجر في شيء منها لاجتماع ولا افراد مالم يؤد التلفيق الى التغيير بخلاف المجتهدات الخلافيه فان المجتهد يخطئ ويصيب فلا نعد وعما اعتقدنا انه صواب يحتمل الخطأ الى ما ظننا انه خطأ يحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الاقوال على فساد العمل۔	جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ تمام قراءات برحق ہیں، ان میں خطا کا احتمال نہیں ہے اور ایک دوسرے کے منافی بھی نہیں ہیں، لہذا ان کو ملا کر پڑھنا یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا اس وقت تک جائز ہے جب تک ان کا مختلف انداز معنی کی تبدیلی پیدا نہ کرے۔ اس کے برخلاف اجتہادی اختلافی مسائل میں چونکہ مجتہد کے اجتہاد میں درستی اور خطا دونوں کا احتمال موجود ہے اس لئے وہاں ہم اپنے ظن میں درست کو اپنائیں گے اور جس کو ہم خطا سمجھیں گے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطا کا احتمال ہے، اور یہاں اجتہادی مسائل میں مختلف مجتہدین کے اجتہاد کو اپنانا عمل میں فساد پیدا کر دے گا۔ (ت)

مجتبیٰ شرح قدوری پھر کفایہ شرح ہدایہ پھر ردالمحتار حاشیہ در مختار میں ہے:

لا يجهر بها في الصلوة عندنا خلافاً للشافعي وفي خارج الصلوة اختلاف الروايات و المشايخ في التعوذ والتسمية قيل يخفى التعوذ دون التسمية والصحيح انه يتخير فيهما ولكن يتبع امامه من القراء وهم يجهرون بهما الا حمزة فانه يخفيهما¹۔	ہمارے نزدیک نماز میں جہر نہیں ہے، امام شافعی اس کے خلاف ہیں، اور خارج از نماز بسم اللہ اور اعوذ باللہ میں مشائخ اور روایات کا اختلاف ہے ایک قول میں اعوذ باللہ کو مخفی اور بسم اللہ کو جہر کے ساتھ لیکن صحیح یہ ہے قاری کو اختیار ہے کہ دونوں کو آہستہ پڑھے یا بلند پڑھے، لیکن ائمہ قراء میں سے اپنے امام کی اتباع بہتر ہے امام حمزہ جہر کے قائل نہیں ہیں باقی ائمہ جہر کے قائل ہیں اھ (ت)

بحمد اللہ تعالیٰ یہ خیالات وہابیہ کے رد میں ہمارے علماء کا نص صریح ہے۔

افادہ رابعہ عشر: اقول: وبالله التوفيق حقیقت امر یہ ہے کہ روایات قراء

¹ ردالمحتار بحوالہ الکفایہ عن المجتبیٰ فصل واذا اراد الشروع فی الصلوة الخ مطبوعہ المجمع سید کمپنی کراچی ۱۴۰۱ھ

طبقة فطیحة قرناً بقرناً بذریعہ تدریس و تعلیم و تلقی تلامذہ عن الشيوخ ہیں تو یہ جسر و اخفاوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی، حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے بتاتے، نہ یہ کہ نمازوں میں سن سن کر سیکھتے جس میں سوال و جواب و تفہیم و تفہم کا کوئی موقع نہیں، بیرون نماز بھی قراءت شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کر لیتا استاد اعادہ کر دیتا۔ اتفاق شریف میں ہے:

محدثین کے ہاں اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرنے کے کئی طریقے ہیں، شیخ کے الفاظ کو سننا، شیخ پر پڑھنا، دوسرے شاگرد کو پڑھتے ہوئے سننا، لکھے ہوئے کو لینا، مرویات کی اجازت لینا، لکھنا، وصیت کے طور پر اپنانا، اطلاع حاصل کرنا، شیخ کے لکھے ہوئے کو پہچان کر یاد کرنا، لیکن قرآن کی قراءت کے بارے میں پہلے دو طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقے جائز نہیں جیسا کہ اس کی وجہ ہم بیان کریں گے، یہاں قراءت میں شیخ پر شاگرد کا پڑھنا ابتداء سے آج تک مروج ہے اور شیخ سے سننا بھی یہاں جائز ہو سکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قرآن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر اخذ کیا ہے، لیکن قراء حضرات نے اس طریقہ کو نہیں اپنایا اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءۃ میں ادائیگی کی کیفیت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ استاذ کی ادائیگی کی کیفیت کو محض سننے پر اخذ کر لے، لہذا قراءت میں یہ طریقہ منع ہے مگر حدیث میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہاں معنی یا لفظ مقصود ہوتے ہیں لیکن ادائیگی والی کیفیت قرآن کی طرح یہاں معتبر نہیں ہے، ہاں صحابہ کرام کا معاملہ

أوجه التحمل عند أهل الحديث السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه، والسماع عليه بقراءة غيره، والمناولة والاجازة والمكاتبة والعرضية والاعلام والوجادة، فاما غير الاولين فلا ياتي هنا لما يعلم مما سنذكره، واما القراءة على الشيخ فهي المستعملة سلفاً وخلفاً، واما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل ان يقال به هنا لان الصحابة رضی اللہ عنہم انما اخذوا القرآن من في النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لكن لم يأخذ به احد من القراء والمنع فيه ظاهر لان المقصود ههنا كيفية الاداء وليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدر على الاداء كهيأته، بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنى واللفظ لا بالهيأت المعتبرة في اداء القرآن، واما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضي قدرتهم على الاداء كما سمعوه من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لانه نزل بلغتهم، ومما يدل للقراءة على الشيخ

عرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القرآن علی جبریل فی رمضان کل عام^۱	الگ ہے کیونکہ وہ اپنی فصاحت اور سلامتی طبع کی بناء پر حضور علیہ السلام سے سن کر قراءت کو اسی کیفیت سے ادا کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور اس لئے بھی کہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا ہے، اور قرآن کو اخذ کرنے میں شیخ کو سنانے والا طریقہ اس لئے بھی جائز ہے کہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سناتے تھے (ت)

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افادہ حضور فاعل کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہایت استعداد نفوس قوایل رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم و تلقین ظاہر و باطن و نظم و معنی و حکم و حکمت تھانہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کر لئے، صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے جب ان پر قادر ہو جاتے دس اور تعلم فرماتے۔ اسی طرح امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ برس میں سورہ بقرہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدریس زائد و یر زائد، ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، قال:

کنّا اذا تعلّمنا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر آیات من القرآن لم نتعلم من العشر التي نزلت بعدها حتی نعلم ما فیہ، فقیل لشریک من العمل قال نعم^۲	ہم جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن کی دس آیات کا علم حاصل کرتے تو اس کے بعد والی دس آیات کی تعلیم حاصل نہ کرتے جب تک پہلی آیات میں بیان شدہ اعمال کو معلوم نہ کر لیتے۔ شریک سے پوچھا گیا کہ آیات کے بیان شدہ اعمال سیکھنا مراد ہے، تو انہوں نے کہا ہاں۔ (ت)

ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے راوی، قال:

حدثنا من کان یقرینا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہم کان یقترون من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر آیات ولا یأخذون فی العشر الاخری	صحابہ کرام میں سے جو حضرات ہمیں قراءت پڑھاتے انہوں نے فرمایا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس آیات پڑھتے اور ان کے بعد دس آیات کو اس وقت تک اخذ نہ کرتے جب تک پہلی دس آیات کے علم و عمل کو

^۱ الاثنان فی علوم القرآن النوع الرابع والاثناون الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۹۹/۱

^۲ مختصر تہارخ دمشق لابن عساکر عنوان عبداللہ بن مسعود بن عاقل نمبر ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۹/۱۳

حتیٰ یعلموا ما فی هذه من العلم والعمل فانا علمنا العلم والعمل ¹ ۔	نہ سیکھ لیتے، یوں ہم علم اور عمل دونوں کو حاصل کرتے۔ (ت)

ابن سعد طبقات میں بطریق عبد اللہ بن جعفر عن ابی الملح عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی:

ان ابن عمر تعلم البقرة في ثمان سنين ² ۔	بیشک عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ بقرہ کو آٹھ سال میں سیکھا۔ (ت)

خطیب بغدادی کتاب رواۃ مالک میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، قال:

تعلم عمر البقرة في اثنتي عشرة سنة فلما ختمها نحر جزورا ³ ۔	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا، جب انہوں نے اسے ختم کیا تو ایک اونٹ ذبح کیا۔ (ت)

تو ظاہر ہوا کہ یہ روایات جسر و اخفاء قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحمد اللہ تعالیٰ اس ارشاد علماء کار از واضح ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قراءت مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوذ ہے عامہ قرا کا اس کے جسر پر اتفاق ہے۔ امام اجل ابو عمرو دانی نے اس پر اجماع اہل ادا نقل فرمایا، امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلاف، تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ رواۃ اس کا اخفاء نہیں مانتے۔ تیسیر باب ذکر الاستعاذہ میں ہے:

لا اعلم خلافا بين اهل الاداء في الجهر بها عند افتتاح القرآن وعند الابتداء برؤس الاجزاء وغيرها في مذهب الجماعة اتباعا للنص واقتداء بالسنة ⁴ ۔	قرآنی نص اور سنت کی اتباع میں قرآن کی ابتداء میں اور پاروں وغیرہ کی ابتداء میں تلاوت شروع کرتے وقت جیسا کہ ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اعوذ باللہ کو جسر سے پڑھنے میں اہل ادا یعنی قراء حضرات کا اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

عہ ای وان جاءت الرواية على انحاء وصلها منه | اگرچہ تعوذ کے بارے میں مختلف صورتیں مروی ہیں ۱۲ منہ (ت)

¹ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب فضائل قرآن ۷۵۵ حدیث ۹۹۷۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲۶۰/۱۰

² موطا امام مالک باب ما جاء في القرآن مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۹۰/۱

³ رواۃ مالک للخطیب بغدادی

⁴ تیسیر باب ذکر الاستعاذہ

حرز الامانی و وجہ التہانی میں ارشاد فرمایا: ے

اذا ما اردت الدهر تقهر فاستعذ

جہارا من الشیطان باللہ مسجلا¹

(تو زندگی بھر جب بھی قرآن کی قراءت کرے تو اعوذ باللہ کو بلند آواز سے پڑھ، مسجلا۔ ت) سراج القاری میں ہے:

اس کا قول مسجلا یعنی تمام قراء حضرات کے نزدیک اور تمام قرآن میں۔ (ت)	"قوله مسجلا ای مطلقا لجميع القراء و فی جمیع القرآن"۔ ²

پھر فرمایا: ے

واخفاءه فصل آباہ وعائنا

و کم من فقی کالمہدوی فیہ اعلا³

اس کی شرح میں ہے:

یعنی امام حمزہ اور نافع سے اعوذ باللہ کا اخفاء مروی ہے "فصل" کی فاء سے حمزہ کی طرف "آباہ" کے الف سے نافع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور باقی قراء حضرات نے اعوذ باللہ کو جسر مانا ہے اور باقی حضرات یہ ہیں: ابن کثیر، ابو عمرو، ابن عامر، عاصم اور امام کسائی۔ باطنی طور پر اس نظم کا یہ مقصد ہے، اور ظاہر میں انہوں نے یہ تنبیہ کی ہے کہ جن ائمہ کی طرف قراءت منسوب ہے انہوں نے اخفاء کا انکار کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اعوذ باللہ کا جسر کیا ہے اور یہاں اول میں مطلقاً کہہ کر تمام قرآن میں تعوذ کے جسر کی طرف اشارہ کیا ہے (ت)	ای روی اخفاء التعوذ عن حمزة ونافع اشار الى حمزة بالفاء من فصل والى نافع بالالف من آباہ وجہر بہ الباقون وهم ابن کثیر و ابو عمرو وابن عامر وعاصم والكسائی هذا هو المقصود بهذا النظم بالباطن ونبه بظاہرہ علی ان من ترجع قراءتہ الیہم من الامة ابوالاخذاء ولم یأخذوا بہ بل اخذوا بالجہر للجمیع ولذلك امر بہ مطلقا فی اول الباب ⁴ ۔ ملخصاً

¹ حرز الامانی و وجہ التہانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۰

² سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی، باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۳۱

³ حرز الامانی و وجہ التہانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۰

⁴ سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۳۲

اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباق جمہور رواۃ و اتفاق جمیع اہل اداء نماز و غیر نماز سب کو شامل، وہ سب تمام قراء کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بجمہر پڑھتے تھے، حاشا، بلکہ قطعاً یہ روایات و نقول سب محل روایت و تلاوت بیرون نماز سے متعلق ہیں لاجرم شرح میں فرمایا:

قوله فاستعذ جہاراً هو المختار لسائر القراء وهذا في الاستعاذة القاري على المقرئ او بحضرة من يسمع قرائته اما من قرأ خالياً او في الصلوة فالأخفاء أولى ¹	اس کا قول "جہاراً" یہ تمام قراء حضرات کا قول ہے، یہ اس صورت میں ہے جب قاری استاذ کے سامنے یا مجمع میں پڑھے، لیکن اگر کوئی شخص خلوت میں یا نماز میں قراءت کرے تو پھر اخفاء کرنا اولیٰ ہے (ت)

امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد بن محمد ابن الجزری سے ناقل:

المختار عند أئمة القراءۃ الجهر بها وقيل يسر مطلقاً وقيل فيبدأ عدا الفاتحة وقد اطلقوا اختيار الجهر وقيدة ابوشامه بقيد لابد منه وهو ان يكون بحضرة من يسمعه لان الجهر بالتعوذ اظهار شعار القراءۃ كالجهر بالتلبية وتكبيرات العيد ومن فوائده ان السامع ينصت للقراءة من اولها لا يفوته منها شيئاً واذا اخفى التعوذ لم يعلم السامع بها الا بعد ان فاتته من المقر وشيئاً وهذا المعنى هو الفارق بين القراءۃ في الصلوة وخارجها ²	قراءت کے ائمہ کے ہاں اعوذ باللہ کا جہر ہے اور ایک قول میں یہ ہے کہ اس کو مطلقاً آہستہ پڑھے، اور ایک قول میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآن میں آہستہ پڑھے جبکہ جہر کا عموم رائج ہے، اور ابوشامہ نے اس جہر کو ایک ضروری قید سے مقید کیا ہے کہ جب مجلس میں سننے والے ہوں تو جہر کرے کیونکہ اعوذ باللہ کا جہر قراءۃ کا شعار ہے اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب قاری اعوذ باللہ کا جہر کرے گا تو سامع ابتداء سے ہی خاموشی سے سننا شروع کرے گا اور اس کا سماع فوت نہ ہوگا، اور جب اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھے گا تو سامع کو تلاوت کے شروع ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سماع ابتداء فوت ہو جائے گا، نماز اور خارج نماز اعوذ باللہ کے بارے میں یہی وجہ فرق ہے۔ (ت)

افادہ خامسہ عشر: قرآنیت بسم اللہ ضرور حق ہے مگر وہ ہر گز من حیث الروایہ ثابت

¹ سراج القاری المبتدی شرح حرز الامانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۳۱

² اتقان النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۰۵

نہیں بلکہ کتابت مصاحف و اجماع علی التجرید سے، ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصیدہ میں فرمایا:

وبسمل بین السورتین بسنة

رجال نموها درية وتحملا

(دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سنت صحابہ سے ثابت ہے جس کو انہوں نے جاری رکھا، عقل و نقل کے طور پر)

شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراد بالسنة التي نموها كتابة الصحابة لها في المصحف (سنة التي نموها سے مراد صحابہ کرام کا بسم اللہ کو مصحف شریف میں لکھنا ہے۔ ت) پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلام الہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جز ہے یا ختم میں ہر جگہ اس کا ہر لازم کما مر فی الافادة السادسة (جیسا کہ چھٹے افادہ میں گزرا۔ ت) اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجئے اور صرف اس کی صحت کو مناط مان کر اثبات مدعا کا حوصلہ کیجئے تو یہ محض باطل و ہوس عاقل، فقط صحت روایت پر مدار قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے، آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہو جاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود، افادہ ششم میں اس کا بیان موجود۔

اقول: (میں کہتا ہوں) قرآن ہونا محض شہرت سے اگرچہ سب سے منقول ہو ثابت نہیں ہوگا جب تک قطعی تواتر سے تمام اجزاء منقول نہ ہوں، اگرچہ تواتر کا بعض اجزاء کے بارے میں علم نہیں تو متواتر ہونے کے لئے تیرے ہاں تواتر ضروری بھی نہیں ہے۔ (ت)

اقول: ولا نسلم انه في القرآن حتى عن السبعة ما لم يتواتر وان اشتهر بل القرآن متواتر قطعاً بجميع اجزاءه وان لم تقف انت على تواتر بعضه فليس من شرط المتواتر عندك۔

اتقان میں ہے:

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ قرآن کا حصہ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اور اس کے تمام اجزاء متواتر ہوں، قرآنی حصہ کا محل، مقام اور ترتیب بھی اسی طرح متواتر ہونا اہلسنت کے محققین کے ہاں ضروری ہے کیونکہ اس معاملہ میں تفصیل عادتاً تواتر سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ

لا خلاف ان كل ما هو من القرآن يجب ان يكون متواتر في اصله واجزاءه واما في محله و وضعه وترتيبه فكذاك عند محققى اهل السنة للقطع بان العادة تقضى بالتواتر في تفاصيل مثله لان هذا

المعجز العظيم الذی هو اصل الدين القويم والصراط المستقیم مباتتوفر الدواعی علی نقل جملہ وتفاسیلہ فبانقل احاد او لم يتواتر یقطع بانہ لیس من القرآن قطعاً الخ¹۔	یہ عظیم معجزہ جو کہ دین تویم اور صراط مستقیم کی بنیاد ہے اس کے اجمال و تفصیل کے دواعی وافر طور پر پائے جاتے ہیں، جو اجزاء خبر واحد یا غیر متواتر طور پر ثابت ہوں ان کے قطعی طور پر قرآن ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا الخ (ت)

اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو، رد نہ کریں گے صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو اؤنگا یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قراء و محدثین و فقہاء و اصولیین اس کے بطلان کے قائل،

اقول: کیف لا وانما الکلام فی قراءتہ قرأنا وھی موقوفة علی ثبوت قرأنیته الموقوف علی تواترها والا فلا شک فی جواز قراءۃ الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بها فی حکم کخبر الواحد اولاستشهاد بها علی مسئلة ادیبة مثلاً اذا لم یعتقد قرأنیتها ولم یوهمها والاحرم باجماع مسلمین کما نص علیہ فی غیث النفع عن ابی القاسم النویری فی شرح طیبة النشر عن الامام ابی عمر فی التمهید۔	اقول: یہ کیسے نہ ہو جبکہ بحث قرآن ہونے کے لحاظ سے قراءت میں ہے، قراءت بطور قرآن کا ثبوت اس کے قرآن ہونے پر اور قرآن ہونا موقوف ہے اس کے تواتر پر، ورنہ محض قراءت کا جواز تو احاد بلکہ شاذ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے جبکہ اس سے کسی ادب کے بارے مسئلہ پر شاید بنانا مقصود ہو بشرطیکہ اسے قرآن نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس سے قرآن ہونے کا وہم پیدا ہو، ورنہ قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا تمام مسلمانوں کے اجماع پر حرام ہے جیسا کہ اس کی تصریح غیث النفع میں ابو القاسم نویری کے حوالہ سے کی ہے کہ انہوں نے طیبة النشر کی شرح میں امام ابو عمر کے حوالہ سے کہ انہوں نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غیث النفع میں ہے:

مذہب الاصولیین وفقہاء المذاهب الاربعة والمحدثین والقراء ان التواتر شرط فی صحة القراءۃ ولا تثبت	اہل اصول، چاروں فقہاء کرام، محدثین اور قراء حضرات کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کی قراءت کے طور پر متواتر ہونا ضروری ہے، اور محض صحیح سند سے ثابت ہونا

¹ الاثنان النوع الخامس والاثلاثون فی آداب تلاوتہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۷۷۷

بألسند الصحيح غير المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانية والعربية وقال الشيخ ابو محمد مكي القراءة الصحيحة ما صح سندها الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وساغ وجهها في العربية ووافقت خط المصحف وتبعه على ذلك بعض المتأخرين ومشى عليه ابن الجزري في نشره وطيبته وهذا قول محدث لا يعول عليه ويؤدى الى تسوية غير القرآن بالقرآن ولا يقدح في ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراءة عند قوم دون قوم¹ الخ	کافی نہیں ہے اگرچہ وہ الفاظ مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط اور عربی کلام کے معیار پر کیوں نہ ہو، شیخ ابو محمد مکی نے فرمایا کہ قراءۃ صحیحہ وہ ہے کہ جس کی سند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک صحیح ہو اور اس کا انداز عربی ہو اور قرآنی رسم الخط کے موافق ہو، اس کو بعض متاخرین نے معیار بنایا ہے اور ابن جزری نے بھی اپنی کتاب نشر اور طیبہ میں اس کی پیروی کی ہے حالانکہ یہ معیار نئی بات ہے اور اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس سے قرآن اور غیر قرآن مساوی ہو جائیں گے، تواتر کے ثبوت میں قراء حضرات کا آپس کا اختلاف مانع نہیں ہے کیونکہ ہر ایک تواتر سے قراءت کرتا ہے اگرچہ ہر ایک کا تواتر مختلف ہے الخ (ت)

اور بعض متاخرین کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ وقبول قراء شرط کرتے ہیں، مجرد صحت روایت پر قناعت کسی معتمد فی الفن کا قول نہیں، خود امام ابن الجزری جنہوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ:

كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت احدى المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح سندها فهي القراءة الصحيحة²۔	ہر وہ قراءت جو کسی طرح عربی معیار، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی سے موافق ہونے کا احتمال، اور اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیحہ ہے۔ (ت)

انہیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا:

اذا كانت القراءة مباشعا وذاع وتلقاه الائمة بالاسناد الصحيح اذ هو الاصل الاعظم والركن الاقوم³۔	جب وہ قراءۃ مشہور و معروف ہو اور امت نے صحیح سند سے اس کو قبول کر لیا ہو، یہ اس لئے ضروری ہے کہ تلقی امت، رکن اعظم اور مضبوط بنیاد ہے (ت)

¹ غیث النفع فی القراءات السبع علی هامش سراج القاری، فوائد تشدید الحاجۃ الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۶،

² الاقان بجوالہ کتاب النشر لابن جزری النوع الثانی الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۱۱

³ الاقان بجوالہ کتاب النشر لابن جزری النوع الثانی الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۱۱

پھر فرمایا:

نعنی به ان یروی تلك القراءة العدل الضابط عن مثله وهكذا حتى تنتهی و تكون مع ذلك مشهورة عند ائمة هذا الشأن ¹ ۔	ہماری مراد یہ ہے کہ اس قراءت کو عادل کامل ضبط شخص نے اپنے ہی جیسے سے آخر تک سلسلہ وار روایت کیا ہو اور اس کے باوجود وہ ایسے ہی عظیم شخصیات کے ہاں مشہور بھی ہو۔ (ت)

امام جلیل جلال سیوطی جنہوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام، مذکور سابق افادہ فرمایا جس
نے اس کے مضمون کی تضعیف عہ کی:

اعنی لا خلاف ان کل ماہو من القرآن یجب ان یکون متواترا ² الی اخر ما مر۔	یعنی جو بھی قرآن ہے اس کا متواتر ہونا واجب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں:

اتقن الامام ابن الجزری هذا الفصل جدا وقد تحرر لی منه ان القراءات انواع الاول المتواتر الثانی المشہور وهو ما صح سندہ ولم یبلغ درجة التواتر و وافق العربية والرسم واشتہر عند القراء و یقرؤ به علی عہ ما ذکر ابن الجزری الثالث الاحاد وهو ما صح سندہ وخالف الرسم او العربية ولم یشتہر الا شتہار المذكور ولا یقرؤ به ³ ۔	امام ابن جزری نے اس بحث کو خوب مضبوط بنایا، مجھے ان کی بحث سے یہ واضح ہوا کہ قراءتیں کئی قسم ہیں، ایک متواتر، دوسری مشہور، یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو مگر درجہ تواتر کو نہ پہنچی ہو اور عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق ہو، اور قراء حضرات کے ہاں مشہور ہو اور اس کی قراءت کی جاتی ہو، جیسا کہ ابن جزری نے ذکر کیا ہے، اور تیسری احاد ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو لیکن عربی رسم الخط یا قواعد کے خلاف ہو اور مذکورہ شہرت کے معیار کو نہ پائے اور نہ ہی اس کی قراءت کی جاتی ہو (ت)

عہ ۱ بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی برائت اس سے ظاہر فرمادی کماسیاتی ۱۲ منہ (م)

عہ ۲ ہذہ کلمۃ التبوی ۱۲ منہ (م)

¹ الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ کتاب النشر النوع الثانی والثالث مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۶۱۱

² الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ کتاب النشر النوع الثانی والثالث مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۶۱۱

امام ابن جزری نے اس بحث کو خوب مضبوط بنایا، مجھے ان کی بحث سے یہ واضح ہوا کہ قراءتیں کئی قسم ہیں، ایک متواتر، دوسری مشہور، یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو مگر درجہ تواتر کو نہ پہنچی ہو اور عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق ہو، اور قراءت کے ہاں مشہور ہو اور اس کی قراءت کی جاتی ہو، جیسا کہ ابن جزری نے ذکر کیا ہے، اور تیسری احاد ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو لیکن عربی رسم الخط یا قواعد کے خلاف ہو اور مذکورہ شہرت کے معیار کو نہ پائے اور نہ ہی اس کی قراءت کی جاتی ہو (ت)

ہاں اگر بالفرض یہ مسلم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا، جواز قراءت نہ، بروجہ قرآنیت، یہ محض ایک امر زائد و خارج ہے جس سے نہ لزوم و ضرورت ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک، حکم نقصان ختم کی راہ ملے،

اللهم الاعند مجنون نابذ العقول لا يسمع ما يقال ولا يدري ما يقول۔	اے اللہ! مگر جو مجنون بے عقل ہو جو بات کو نہ سنے نہ سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ (ت)

بالجملہ یہاں تین چیزیں اثباتِ مسلمین کتابتِ مصاحف، روایتِ منصوصہ۔

اول: تواتر بلا بحث سے محض، ہر کراں جس سے جزئیت سورہ در کنار، قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان،

ہاں: روایات جسر و اثبات، سب بیرون نماز کی حکایات، اس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات۔

ہاں: بفرض باطل بطور مناظرہ، ادعائے نقصان ختم میں، یوں بھی کلام، کہ خلاف و اثبات دونوں طور پر قرآن تمام۔

دوم: ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیت سورہ و جسر فی الصلوٰۃ سے علاقہ نہیں، نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل معقول، تو ایک بار پراقتصار میں، نقصان ختم، کا زعم مخدول۔

سوم کی دو صورتیں ہیں: تواتر یا مجرد صحت، اور ہر ایک دربارہ جسر فی التراویح یا در باب جزئیت بسم اللہ شریف میں تواتر نص تو سرے سے دربارہ قرآنیت ہی نہیں تا جزئیت چہ رسد اور جسر مذکور و جزئیت سور میں نفس صحت معدوم، تا بتواتر چہ کشد، خود قائلان جزئیت، مصرحان ظنیت اور نافیان ظنیت اور عند التحقیق انتفاء قطعیت خود انتفاء جزئیت و لہذا صحابہ و تابعین و جمہور ائمہ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیت کے محدث و نوپیدا ہونے کا صاف اظہار، ہاں صرف دربارہ فاتحہ، بعض اخبار آحاد مذکور، کہ عند المحققین مخالفت قاطع کے سبب مجبور اور مجرد صحت روایت پراقتصار و قناعت باطل و مقہور، پھر علی التسلیم ان سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعویٰ مخالف کے عموم و خصوص دونوں کا مخالف و رد شدید یعنی صرف جزئیت فاتحہ تو ہر سورت پر جسر کے لئے، یہ تعیم سور کا رد ہوا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جسر میں اخفاء کس وجہ سے، اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا، یہ تو امور ثابتہ تھے ولو بوجہ جن میں مخالف کے لئے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلہ کو منصوصہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا، مذہب کو اس میں دخل نہ جاننا، محض جہل مسترد، اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیت سور یا جسر فی التراویح مذہب عاصم، اور ان کی قراءت کے اخذ پر جسر و اخفاء نماز میں ان کا اتباع لازم، اول ائمہ قراءت پر افترا و تہمت اور ثانی محض جہل و سفاہت مخالفت تصریح ائمہ حنفیت، غرض حفاظ حنفیہ پر سر پر جسر، محض ظلم و قہر نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلہ و فرعہ ہمارے قول پر حاکم، ہمارے ہی قول کی ناصر، وراعی مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی و للہ الحمد والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ والہ وصحبہ سادات الجنۃ۔ امین!

تذلیل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب، حق و صواب بے نقاب و حجاب، شک و ارتباب جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا اب کیا حاجت کہ حشویات زائدہ و لغویات بے فائدہ کے رد و ابطال میں تضيغ وقت کیجئے زید بے قید اپنی شدت جہالت و قوت سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اس کی بات قابل التفات ہو اس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا، زورِ تناقض و شورِ تعارض نے جا بجا اپنا ہی لکھا، خود رد کر دیا، عناد و اجترائے مکابرہ و افتراء سب و شتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماوراء جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متنبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں، متنبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تماشا کیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں، گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین، دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہاد یہ ہے حفص کا مذہب جسر، امام اعظم کا مذہب اخفاء ہے جس کی پیروی کیجئے درست و بجا ہے، قاری صاحب، جسر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حفص کی روایت ہے، عاصم کی قراءت ہے منقول عن الرسول بروجہ صحت ہے، گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے، ہاں مذہب سب بجا ہیں، یوں حق ارشاد ہے، قاری صاحب یہ اُن امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ بدمذہب بھی خلاف سے کنارہ گزریں، گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے، خود ائمہ سنت نزاع کر رہے ہیں، خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے، قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحت روایت پر مدار کار ہے، گنگوہی صاحب حضرت چاروں درکنار، خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے، قاری صاحب جب مسئلہ بروایت صحیحہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو چکا خلاف ابو حنیفہ باقی ہی کب رہا، اذا صح الحدیث فہو مذہبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف ہے، تو بعد صحت روایت خلاف و تحالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بدایۃً مردود، خلاف امام اعظم قطعاً موجود، قاری صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل سماعت، گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق و ہدایت جس کی اقتداء کروا ہتداء کی بشارت، غرض اولاً قاری صاحب کے خیالات کا ردِ کلی فرما کر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سردھرا، کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، ملک خدائے غالب کا حکم، جناب قاری صاحب کا، جو ہر سورت پر ہر بسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا۔

اقول: ان سب خرافاتوں کا ردِ بالغ و طرزِ بازغ، تو طرح طرح سے افادات میں گزرا، یہاں حضرت سے اوقاتِ یادداشت کرنا ہے کہ جب سب مذاہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت، سب کے اقتدا کی عام اجازت، ثوابِ حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم و ضرور ہو گیا، حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اس وقت تو آپ یہی فرما رہے تھے کہ اس میں عیب، نہ اس میں حرج، اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق، ایک ہدایت کو ضلالت، ایک جائز کو ناجائز کر دیا۔

حاشیہ: یہ آپ فتویٰ لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خاکگی پنچایت، قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت، کون سی شرعی حجت،

حاشیہ: ثبوت تو دیتے کہ مذہب حفص تمام سور میں جزئیت بسامل تھا۔

راہِ باغ: پہلے اسی سے چلئے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا۔

حاشیہ: مسئلہ اجتہاد یہ ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے فتویٰ میں ذکر فرمان پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر لیے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے، باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھانا، پانی پت کی خاک پر دھونی رمانا، کس نے مانا اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو ان کے خلاف امام فتویٰ بتانا کیسا ستم، افسوس کہ آپ نے اول تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذاہب بحاسب پر عمل روا، آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک و مجبور اور تقلید پانی پت کی پت رکھنی ضرور، اس شتر گرگی کی کیا سند، صلت علی الاسد و بُلت عن النقطہ (شیر پر حملہ کیا اور بکری کے ڈر سے پیشاب آگیا۔ ت)، خیر انہوں نے سب ڈھلی بگڑی، قاری صاحب پر ڈھال کر ان کی ڈھال پکڑی۔ قاری صاحب کی سنئے تو ان سے بہت کچھ کہنا ہے:

یکم: وہ بھی کوئی سند نہ لاسکے، ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھاسکے، اور عاقل جانتا ہے کہ محل فتویٰ میں ادعائے بے دلیل، ذلیل و علیل۔

دوم: سند دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ جملے خلاف مذاہب کہے، لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذاہب کا جھگڑا ہی نہ رہے، اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں، ترک تقلید پر معترض ہیں، انہیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں، تحریراً و تقریراً جلی کٹی سنایا کرتے ہیں، اب کہ اپنا اجتہاد گرمایا، وہ کچھ فرمایا کہ انہیں بھی شرمایا، بعد صحت روایت کسی مذاہب کی کیا حاجت، عمل بالحدیث ہی طریق انصاف ہے، جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فہو مذہبی (حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ ت) خود قول احناف ہے، زمانہ قراء زمانہ اجتہاد و عمل بالسنہ گزرا، تخصیص دلیل ہے کہ جب دور تقلید آیا عمل بالسنہ نے منہ چھپایا، حالانکہ تقلید ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اس کا خلاف صریح فتنہ ہے

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوم: اذا صح الحديث توسن ليا مگر صحت فقہی و صحت حدیثی میں فرق نہ کیا، خاص اس بات میں فقیر کا رسالہ الفضل البوہبی فی معنی اذا صح الحديث فهو مذہبی مطالعہ کیجئے کہ مطلب کھلے، شک و ریب کی ظلمت دھلے۔

چہارم: اگر تلقی والقائے بیرون نماز میں صحت روایت جسر مراد، چشم مارو شن دل ماشاء، اس سے تراویح پر حکم خراط القناد، اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جسر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود، افادہ ۱۲ و ۱۳ یاد کیجئے اور خدا انصاف دے اذا صح الحديث سے اپنے عکس مراد کا خردہ لیجئے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ، اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست خالی ہاتھ۔

پنجم: مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی، مجرد کسی روایت صحیحہ کا وجود، مسئلے کو مجتہد فیہانہ رکھے یہ تو بدایہً مردود و کتب مع للہ خلافہ دیکھئے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فریق یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود، ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھا سکتے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اس کا جسر چاہئے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں اور جب اس کی قدرت نہیں تو محض ربانی ادعاؤں سے مذہب حنفیہ رد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے۔

ششم: جزیت جمع سور میں اختلاف ائمہ قراءت آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت، افادہ ۴ ملاحظہ ہو کہ ماورائے فاتحہ میں قول جزیت حادث و بے اصل ہے، افادہ ۵ معلوم ہو کہ سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک بسم اللہ باتفاق قراءت سورہ سے خارج امارت فصل ہے۔

ہفتم: ایک سوچودہ آیتوں کی کمی کس حساب سے جمی، قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور برائت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسامل اوائل ایک سو تیرہ ہی رہیں۔ حفاظ بالاتفاق ایک بار جسر کے عامل، تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ ہی کا نقصان حاصل، چودہ کس گھر سے آئیں، کیا خد و خلع بھی دو سورتیں شمار فرمائیں، بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارک جسر ہی سہی تاہم کیا برائت مستثنی ہو کر بھی گنتی چودہ کی چودہ ہی رہی، اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ کہا۔

ہشتم: یہ تو اہل اہوا گراہان باطنوی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں، قراءت امر منقول ہے نہ اجتہادی لہذا اس میں کسی بد مذہب کا خلاف نہیں، سبحان اللہ مگر گراہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشتیاء صراحۃً بدایہً منکر صدا با طواع و نصوص و یحک یا مقری کانک لاتدری ما علی لسانک یجری۔ فان کنت لاتدری الخ (افسوس ہے اے استاذ! معلوم ہوتا ہے تجھے سمجھ نہیں جو تیری زبان پر جاری ہے، پس اگر تو سمجھ نہیں رکھتا الخ۔ ت)

نہم: قراءت میں اہل ہوا کا خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوتاہ نظری، خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے ائمہ کی کسی قراءت پر طاعن و منکر ہوں یا کہیں اپنی نئی گھڑت کے مظہر، اہل ہوا خذلم اللہ تعالیٰ دونوں راہ چل چکے، سر دست تحفہ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے، باب دوم مکائد روافض قتلہم اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں:

کید سیز دہم آنست کہ گویند عثمان ابن عفان بلکہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن را تحریف کردند و آیات فضائل اہلبیت اسقاط نمودند از اں جملہ وجعلنا علیا صھرک کہ در الم نشرح بود ¹ ۔ ملخصاً	تیر ہواں مکر یہ ہے کہ کہتے ہیں عثمان ابن عفان بلکہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن میں تحریف کر دی ہے، اور انہوں نے فضائل اہل بیت کی آیات کو ساقط کر دیا ہے اور ان میں سے ایک "الم نشرح" میں یہ آیت تھی کہ علی کو ہم نے تیرا داماد بنایا ہے۔ (ت)

ایک سنی نے اس پر طرائف کہا ہاں اس کے بعد ایک آیت اور تھی وہ رافضیوں نے گھٹادی یعنی و علی الروافض قھرک (رافضیوں پر تیرا قہر ہے۔ ت) تتمہ باب چہارم میں اُن اشتیاق کا زعم نقل کیا:

"صحابہ بجائے من المرافق الی المرافق ساختند و بجائے ائمہ ہی از کی من ائمتکم، امة ہی ار بی من امة نوشتند و علی ہذا القیاس" ²	صحابہ نے من المرافق کی بجائے الی المرافق کر دیا اور ائمہ ہی از کی من ائمتکم کی بجائے امة ہی ار بی من امة کر دیا (یعنی تمہارے اماموں سے زیادہ پاکیزہ امام" کی جگہ "امت یہ دوسری امت سے بڑی" کر دیا) علی ہذا القیاس۔ (ت)

شرح حدیث الثقلین میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصحاب الکتاب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قراءت میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ، یہاں تک کہ مہدی آکر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں³۔ اسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی: وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث (نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدث جس سے فرشتے باتیں کریں) اور فرمایا مولیٰ علی محدث تھے⁴۔ اسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا: امة ہی ار بی من

¹ تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم از باب دوم کید سیز دہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸

² تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

³ تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

⁴ تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

لے (یہ اُمت دوسری امت سے بڑی۔ ت) کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالیٰ نے یوں اتارا تھا ائمہ ہی ازکی من ائمتکم¹ (یہ ائمہ تمہارے ائمہ سے زیادہ پاکیزہ۔ ت) یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ:

لفظ ویک قبل از لاتحزن ان الله معنا نیز ساقط کردہ اند ولفظ عن ولاية علی بعد ازیں آیت وَقَفُّهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ﴿۳۰﴾ و یملک بنو امیة بعد خیر من الف شهر و بعلی بن ابی طالب بعد و کفی الله المؤمنین القتال و آل محمد ازیں لفظ و سيعلم الذین ظلموا، ال محمد منقلب ینقلبون و لفظ علی بعد از و لکل قوم هاد، و ذکر کل ذلك ابن شهر آشوب المأزندرانی فی کتاب المثلالب له و علی هذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را کرده اند ² ۔ ملخصاً	"نہ ڈر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے" سے پہلے لفظ "ویک" (تجھے ہلاکت ہو) ساقط کر دیا۔ "ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا" کے بعد "عن ولاية علی" (علی کی ولایت کے بارے میں) ساقط کر دیا۔ "اور بنو امیہ بادشاہ نہیں بنیں گے" کو "خیر من الف شهر" (ہزار مہینوں سے بہتر) کے بعد بڑھادیا ہے اور "کفی الله المؤمنین القتال" کے بعد "علی بن ابی طالب" بڑھایا، یعنی "اللہ تعالیٰ مومنوں کو جنگ میں کافی" کے بعد رافضیوں نے "علی کی وجہ سے" بڑھادیا۔ اور "سيعلم الذین ظلموا" کے بعد "آل محمد" کا لفظ انہوں نے بڑھادیا، یعنی "عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے علم کو ظالموں کے بارے میں ظاہر فرمائے گا" کے بعد "آل محمد پر ظلم کرنے والے" بڑھادیا۔ اور "ہر قوم کے لئے ہادی" کے بعد لفظ "علی" بڑھادیا۔ یہ سب کچھ ابن شهر آشوب المأزندرانی نے اپنی کتاب "المثلالب" میں ذکر کیا، اور اسی طرح انہوں نے بہت سے کلمات اور بہت سی آیات بڑھادیں۔ (ت)

نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انہوں نے ائمہ ہی ار بی کی جگہ ائمہ ہی ازکی پڑھا۔ راوی کہتا ہے میں نے
عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمہ ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو ار بی پڑھتے ہیں، حقارت سے ہاتھ جھٹک
کر فرمایا ار بی کیا۔³

دہم: آپ کے زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت صحیح ہو چکا

¹ تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

² تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۱

³ تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۲

اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحت روایت پر مدار ہے، ائمہ حنفیہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہو لیا کہ انہوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا مدار نکالا، مالکیہ سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں، ہمارے یہاں تو باوصف جسر سور اخفا ہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہر گز پڑھے ہی نہیں، نہ آواز سے نہ آہستہ، روایت اباحت ضعیف ہے، پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی، ہاں نفلوں میں اختیار ہے کیا انہیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قراءت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں، علامہ زر قانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں:

المشہور من مذہب مالک کراہتہا فی الغرض ^۱ ۔	امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فرضوں میں یہ مکروہ ہے۔ (ت)

مقدمہ عثمانویہ علامہ عبد الباری منونی رفاعی مالکی میں ہے:

المشہور فی البسملۃ والتعوذ الکراہۃ فی الفریضۃ دون النافلۃ وعن مالک القول بالاباحۃ ^۲ ۔	بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں مکروہ نہیں، اور امام مالک سے ایک قول میں مباح ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابو عمر قال مالک لا تنقروا البسملۃ فی الغرض سرا ولا جہرا وفي النافلۃ ان شاء فعل وان شاء ترک ^۳ ۔	ابو عمر نے کہا کہ امام مالک نے فرمایا بسم اللہ کو فرضوں میں نہ بلند آواز سے پڑھو نہ پست آواز سے، اور نفلوں میں پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ (ت)

ذرا اس تفریق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجئے۔

یازدہم تاشانزدہم: تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ 'زمانہ قراء سبعہ زمانہ اجتہاد تھا زمانہ تابعین تھا، ائمہ مذہب تازمانہ قراء محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ 'بعد قراء کے تھے قراء کا مذہب پوچھنا عبث ہے، ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلًا دخل ہی نہیں تو زمانہ قراء زمانہ اجتہاد ہو یا عصر تقلید، عہد تابعین ہو یا وقت جدید، ائمہ مذہب اس وقت

^۱ شرح الزرقانی علی الموطا

^۲ المقدمۃ فی الفروع المالکیۃ للعثمائی

^۳ عمدة القاری شرح بخاری باب ما یقول بعد التکبیر حدیث ۱۳۱ مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۵/ ۲۸۳

محتاج الیم ہوں یا بیکار، معدودے چند ہوں یا بے شمار، قراء سے سابق ہوں یا لاحق، قاری مجتہد ہوں یا مقلد، ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا، اور ان کے خلاف بھی ماننے تو تفاوت کیا، فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین و محدثین تک چار ہیں حصر مذہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے، جب اور مذہب مندرس ہو گئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہو گیا، اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے یوں ہی بیگانہ و اجنبی ہے۔

ہند ہم: ثبوت دیجئے کہ قراء سبعہ سب مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حماقت ہونے لگا۔
ہیجہ ہم: اس زمانہ میں عدم حصر و کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت احمق جاہل، یا انتساب گو عام نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل، کیا امام ابو یوسف و اما م محمد و غیرہ حنفیہ اور امام اشب و امام قاسم و غیرہ مالکیہ میں معدود نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں محقق ہوا۔

نوزو ہم: در فن تاریخ ہم کمالے دارند (فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ت) ائمہ مذہب بعد قراء کے تھے، شب جانے دیجئے، بدور ہی میں کلام کیجئے، سات میں چار ہمارے امام سے وفات متاخر ہیں، امام ابو عمر و بن العلاء بصری نے ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ، امام حمزہ زیات نے ۱۵۴ھ یا ۱۵۶ھ یا ۱۵۸ھ، امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ، امام علی کسائی نے ۱۸۹ھ، امام الانمہ ابو حنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں، امام کی ولادت ۸۰ یا ۷۰ عہ میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں۔ یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں، دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رے میں فقہ و ادب دونوں دفن کر دیئے۔ اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے۔

بستم: ائمہ مذہب محتاج الیہ و محصور نہ تھے یہ خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق، اول تو بدہائے عقل سے عاقل، چار کبھی بھی نا محصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شنیع و باطل، زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہیں نہ گزرے کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو، ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے

عہ بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۶۱ھ ہے کما فی و فیات الاعیان (جیسا کہ و فیات الاعیان میں ہے۔ ت) یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے (م)

تو ائمہ سے بے نیازی کیونکر ممکن بلکہ علما کی طرف حاجت توجنت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلفی نہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اهل الجنة يحتاجون الى العلماء في الجنة وذلك انهم يزورون الله تعالى في كل جمعة فيقول لهم تمنوا على ما شئتم فيلتفتون الى العلماء فيقولون ماذا نتمنى فيقولون تمنوا عليه كذا وكذا فهم يحتاجون اليهم في الجنة كما يحتاجون اليهم في الدنيا¹۔ رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللهم انی اسألك بعلماء امة حبیبك محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ترحمنا بهم فی الدنیا والاخرة وترزقنا بحاھم عندك العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیة والبغفرة وصل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اٰمین والحمد لله رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم²۔

بے شک اہل جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جا کر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف منہ کر کے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں، وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو، تو لوگ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے، اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علماء کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کہ تو ہم پر ان کے وسیلے سے دنیا و آخرت میں رحم فرما اور ان کو جو عزت و کرامت تیرے ہاں حاصل ہے اس کی برکت سے ہمیں نافع علم، خشوع والا دل، معافی، عافیت اور مغفرت عنایت فرما اور درود و سلام اور برکت ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور ان کی آل اور صحابہ پر فرما، آمین والحمد لله رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

¹ الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۵۱/۱۳۶

² تہذیب تاریخ ابن عساکر زیر عنوان ثقفی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶/۱، مختصر تاریخ ابن عساکر زیر عنوان صفوان ثقفی مطبوعہ

دار الفکر بیروت ۹۹/۱۱

مآخذ و مراجع

نام	مصنف	سن وفات ہجری
۱۔	الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس ۴۱۶
۲۔	الاجتناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطقی الحنفی ۴۴۶
۳۔	الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی ۶۸۳
۴۔	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶
۵۔	ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی ۹۲۳
۶۔	ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی ۹۵۱
۷۔	الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم ۱۲۲۵
۸۔	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم ۹۷۰
۹۔	اشعة المبعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی ۱۰۵۲
۱۰۔	اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی ۴۸۲
۱۱۔	الاصلاح للوقایة فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا ۹۴۰
۱۲۔	آکامہ المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی ۷۶۹
۱۳۔	انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی ۷۵۸
۱۴۔	امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی ۱۰۶۹
۱۵۔	انوار الاثمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردوبلی الشافعی ۷۹۹
۱۶۔	الایضاح للوقایة فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا ۹۴۰
۱۷۔	امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران ۴۳۲
۱۸۔	الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی ۳۶۴
۱۹۔	القاب الروات	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی ۴۰۷

۵۸۷	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۲۰۔ بدائع الصنائع
۵۹۳	علی بن ابی بکر المرغینانی	۲۱۔ البدایۃ (بدایۃ المبتدی)
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۲۲۔ البحر الرائق
۹۲۲	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۲۳۔ البرہان شرح مواہب الرحمن
۳۷۲	فقیہ ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی	۲۴۔ بستکان العارفین
۵۰۵	حبیب الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۲۵۔ البسیط فی الفروع
۸۵۵	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۲۶۔ البنایۃ شرح الہدایۃ
ت		
۱۲۰۵	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۲۷۔ تاج العروس
۵۷۱	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۲۸۔ تاریخ ابن عساکر
۲۵۶	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۹۔ تاریخ البخاری
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۳۰۔ التجنیس والمزید
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الامام	۳۱۔ تحریر الاصول
۵۴۰	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۳۲۔ تحفۃ الفقہاء
۷۳۰	عبد العزیز بن احمد البخاری	۳۳۔ تحقیق الحسابی
۸۷۹	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۳۴۔ التوجیح والتصحیح علی القدوری
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۳۵۔ التعریفات لسید شریف
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری	۳۶۔ تفسیر ابن جریر (جامع البیان)
۶۹۱	عبد اللہ بن عمر البضاوی	۳۷۔ تفسیر البیضاوی
۹۱۱-۸	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی	۳۸۔ تفسیر الجلالین
۱۲۰۴	سلیمان بن عمر النجیب الشیرازی	۳۹۔ تفسیر الجمل
۶۷۱	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۴۰۔ تفسیر القرطبی
۲۶	امام فخر الدین الرازی	۴۱۔ التفسیر الکبیر

۴۲۔	التفسیر لنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	۷۲۸
۴۳۔	تقریب القریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۹۱۱
۴۴۔	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبي	۸۷۹
۴۵۔	التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶۔	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزلیلی	۷۴۳
۴۷۔	تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸۔	تنویر البقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹۔	تنویر الابصار	نفس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰۔	تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱۔	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲۔	التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحق السراج الہندی	۷۷۳
ج			
۵۳۔	جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
۵۶۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸۔	جامع الفقہ (جامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹۔	جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل باین قاضی	۸۲۳
۶۰۔	الجامع الکبیر	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین انکرفی	۳۴۰
۶۱۔	جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخطا طی	۰
۶۲۔	الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳۔	جواہر الفتاویٰ	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴۔	الجوبرة النيرة	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد البیسی	۸۰۰
۶۵۔	الجرح والتعديل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶۔	الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

ح

۱۱۷۶	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخدادی	حاشیہ علی الدرر	۶۷
۱۰۲۱	احمد بن محمد الشلبی	حاشیہ ابن شلبی علی التبیین	۶۸
۱۰۱۳	عبدالجلیم بن محمد الرومی	حاشیہ علی الدرر	۶۹
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموز ملاحسرو	حاشیہ علی الدرر لملاحسرو	۷۰
۰	علامہ سفطی	حاشیہ علی المقدمة العشماویہ	۷۱
۹۴۵	سعد اللہ بن علی الآقندی	الحاشیہ لسعدی آقندی	۷۲
۱۱۴۳	عبدالغنی النابلسی	الحدیقة الندیة شرح طریقہ محمدیہ	۷۳
۶۰۰	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	الحاوی القدسی	۷۴
۳۷۲	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	حصر المسائل فی الفروع	۷۵
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبحانی	حلیۃ الاولیاء	۷۶
۸۷۹	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	حلیۃ المجتبی	۷۷

خ

	قاضی جکن الحنفی	خزانة الروایات	۷۸
۵۴۲	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	خزانة الفتاوی	۷۹
۷۴۰ کے بعد	حسین بن محمد السمعانی السیقانی	خزانة المفتیین	۸۰
۵۹۸	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	خلاصة الدلائل	۸۱
۵۴۲	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	خلاصة الفتاوی	۸۲
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	خیرات الحسان	۸۳

د

۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	الدراية فی تخريج احادیث الهدایة	۸۴
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموز ملاحسرو	الدرر (درر الحکام)	۸۵
۱۰۸۸	علاء الدین الحسکفی	الدر المختار	۸۶
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	الدر النثیر	۸۷

۹۰۵	یوسف بن جنید الجلی (چلبی)	ذخیرۃ العقبی	۸۸۔
۶۱۶	برہان الدین محمود بن احمد	ذخیرۃ الفتاوی	۸۹۔
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	ذم الغیبۃ	۹۰۔
			<u>ز</u>
		الرحمانیۃ	۹۱۔
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	رد المحتار	۹۲۔
۷۸۱	ابو عبداللہ محمد بن عبد الرحمن الدمشقی	رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمة	۹۳۔
۲۳۹	ابو مروان عبد الملک بن حبیب السلی (القرطبی)	رغائب القرآن	۹۴۔
۹۷۰	شیخ زین الدین بابر نجیم	رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	۹۵۔
۲۸۰	عثمان بن سعید الدارمی	رد علی الجہمیۃ	۹۶۔
			<u>ز</u>
	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسیجانی التونی اواخر القرن السادس	زاد الفقہاء	۹۷۔
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن المہام	زاد الفقیر	۹۸۔
تقریباً ۱۰۱۶	محمد بن محمد التمر تاشی	زواہر الجواہر	۹۹۔
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	زیادات	۱۰۰۔
			<u>س</u>
۸۰۰	ابو بکر بن علی بن محمد الحداد الیمینی	السراج الوہاج	۱۰۱۔
۲۷۳	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	السنن لابن ماجہ	۱۰۲۔
۲۷۳	سعید بن منصور الحر اسانی	السنن لابن منصور	۱۰۳۔
۲۷۵	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	السنن لابن داؤد	۱۰۴۔
۳۰۳	ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	السنن للنسائی	۱۰۵۔
۴۵۸	ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	السنن للبیہقی	۱۰۶۔

۱۰۷-	السنن لدارقطنی	علی عمر الدار قطنی	۳۸۵
۱۰۸-	السنن لدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی	۲۵۵
ش			
۱۰۹-	الشافی	نفس الائمۃ عبد اللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰-	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱-	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ الماکی	۱۱۰۶
۱۱۲-	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳-	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴-	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵-	شرح الدرر	شیخ اسماعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶-	شرح سفر السعاده	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷-	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸-	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹-	شرح مختصر الطحاوی للاسیبیجانی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسیبیجانی	۴۸۰
۱۲۰-	شرح الغریبین		
۱۲۱-	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲-	شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳-	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنتہ	۹۲۱
۱۲۴-	شرح المنظومۃ فی رسم المفق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵-	شرح المینیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبي	۹۵۶
۱۲۶-	شرح مواہب اللدنیۃ	علامۃ محمد بن عبد الباقي الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷-	شرح مؤطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبد الباقي الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸-	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹-	شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی البرجندي	۹۳۲
۱۳۰-	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷

۸۹۰	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	شرح الهداية	۱۳۱-
۵۷۳	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	شرعة الاسلام	۱۳۲-
۴۵۸	ابو بکر احمد بن حسين بن علي البيهقي	شعب الايمان	۱۳۳-
۴۸۰	احمد بن منصور الحنفي الاسمي	شرح الجامع الصغير	۱۳۴-
۵۳۶	عمر بن عبد العزيز الحنفي	شرح الجامع الصغير	۱۳۵-
ص			
۳۹۳	اسماعيل بن حماد الجومري	صحاح الجومري	۱۳۶-
۳۵۴	محمد بن حبان	صحيح ابن حبان	۱۳۷-
۳۱۱	محمد بن اسحاق ابن خزيمه	صحيح ابن خزيمه	۱۳۸-
تقریباً ۶۹۰	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي	الصرح	۱۳۹-
ط			
۱۳۰۲	سيد احمد الطحاوي	الطحاوي على الدر	۱۴۰-
۱۳۰۲	سيد احمد الطحاوي	الطحاوي على المراق	۱۴۱-
۹۸۱	محمد بن بمر على المروف بركلي	الطريقة المحمدية	۱۴۲-
۵۳۷	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	طلبة الطلبة	۱۴۳-
ع			
۸۵۵	علامہ بدر الدين ابی محمد محمود بن احمد العيني	عمدة القارى	۱۴۴-
۷۸۶	اکمل الدين محمد بن محمد البارتی	العناية	۱۴۵-
۱۰۶۹	شهاب الدين الخفاجی	عناية القاضی	۱۴۶-
۳۷۸	ابو الليث نصر بن محمد السمرقندی	عيون المسائل	۱۴۷-
۱۲۵۲	محمد امين ابن عابدین لشای	عقود الدرّة	۱۴۸-
۱۰۳۰	كمال الدين محمد بن احمد الشيربازي	عدّة	۱۴۹-
			۱۵۰-

ع

۱۵۱۔	غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲۔	غرد الاحکام	قاضی محمد بن فراموزما خسرو	۸۸۵
۱۵۳۔	غریب الحدیث	ابوالحسن علی بن مغيرة البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴۔	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی النحوی	۱۰۹۸
۱۵۵۔	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶۔	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبي	۹۵۶

ف

۱۵۷۔	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸۔	فتح القدير	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الممام	۸۶۱
۱۵۹۔	فتاویٰ النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰۔	فتاویٰ بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱۔	فتاویٰ حجۃ		
۱۶۲۔	فتاویٰ خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳۔	فتاویٰ سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴۔	فتاویٰ عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السعدي	
۱۶۵۔	فتاویٰ غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶۔	فتاویٰ قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷۔	فتاویٰ ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸۔	فتاویٰ ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹۔	فتاویٰ الولوالجیہ	عبدالرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰۔	فتاویٰ الکبریٰ	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۱۷۱۔	فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲۔	فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

۹۲۸	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	فتح المعین شرح قرۃ العین	۱۷۳
۶۳۸	حجی الدین محمد بن علی ابن عربی	الفتوحات المکیة	۱۷۴
۱۲۲۵	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	فواتح الرحوت	۱۷۵
۴۱۴	تمام بن محمد بن عبد اللہ الجلی	الفوائد	۱۷۶
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	فوائد المخصصة	۱۷۷
۱۰۳۱	عبد الرؤف المناوی	فیض التذکر شرح الجامع الصغیر	۱۷۸
۲۶۷	اسماعیل بن عبد اللہ الملقب بسویة	فوائد سوییة	۱۷۹

ق

۸۱۷	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	القاموس	۱۸۰
۹۲۸	علامہ زین الدین بن علی الملباری	قرۃ العین	۱۸۱
۶۵۸	نجم الدین مختار بن محمد الزہدی	القنیة	۱۸۲
		القرآن	۱۸۳

ک

۳۳۴	حاکم شہید محمد بن محمد	الکافی فی الفروع	۱۸۴
۳۶۵	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	الکامل لابن عدی	۱۸۵
۹۷۳	سید عبد الوہاب الشعرانی	الکبریة الاحمر	۱۸۶
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الآثار	۱۸۷
۱۸۲	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	کتاب الآثار	۱۸۸
	ابو المحاسن محمد بن علی	کتاب الہام فی آداب دخول الحمام	۱۸۹
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	کتاب السواک	۱۹۰
۱۰۵۰	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	کتاب الهدیة لابن عماد	۱۹۱
	لابی عبید	کتاب الطهور	۱۹۲
۳۲۷	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	کتاب العلل علی ابواب الفقہ	۱۹۳
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الاصل	۱۹۴
	ابو بکر بن ابی داؤد	کتاب الوسوسة	۱۹۵

۱۹۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰۔
۱۹۷۔	کشف الرموز	علاء المقدسی	
۱۹۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	ابن الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸۔
۱۹۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵۔
۲۰۰۔	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰۔
۲۰۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳۔
۲۰۲۔	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰۔
۲۰۳۔	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵۔
۲۰۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶۔
۲۰۵۔	کتاب الجرح والتعديل	محمد بن حبان التیمی	۳۵۴۔
۲۰۶۔	کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸۔
۲۰۷۔	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱۔
۲۰۸۔	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰۔
۲۰۹۔	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸۔
ل			
۲۱۰۔	لبعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲۔
۲۱۱۔	لقط البرجان فی اخبار الجآن	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱۔
م			
۲۱۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبد اللطیف بن عبد العزیز ابن الملک	۸۰۱۔
۲۱۳۔	مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳۔
۲۱۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳۔
۲۱۵۔	مجری الانہر شرح ملتقى الابرار	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵۔
۲۱۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاهر الصدیقی	۹۸۱۔
۲۱۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰۔
۲۱۸۔	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آقندی	۱۰۷۸۔

۶۱۶	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	المحیط البرہانی	۲۱۹
۶۷۱	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	المحیط الرضوی	۲۲۰
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	مختارات النوازل	۲۲۱
۶۶۰	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	مختار الصحاح	۲۲۲
۶۴۳	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	المختارۃ فی الحدیث	۲۲۳
۹۱۱	علامہ جلال الدین السیوطی	المختصر	۲۲۴
۷۳۷	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العدری	مدخل الشرع الشریف	۲۲۵
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	مراق الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الايضاح	۲۲۶
۱۰۱۴	علی بن سلطان لما علی قاری	مرقات شرح مشکوٰۃ	۲۲۷
۹۱۱	علامہ جلال الدین السیوطی	مرقات الصعود	۲۲۸
	ابراہیم بن محمد الخفئی	مستخلص الحقائق	۲۲۹
۴۰۵	ابو عبداللہ الحاکم	المستدرک للحاکم	۲۳۰
۷۱۰	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	المستصفی	۲۳۱
۱۱۱۹	محب اللہ البساری	مسلم الثبوت	۲۳۲
۴۰۴	سلیمان بن داؤد الطیالسی	مسند ابی داؤد	۲۳۳
۳۰۷	احمد بن علی الموصلی	مسند ابی یعلیٰ	۲۳۴
۲۳۸	حافظ اسحاق ابن راہویۃ	مسند اسحق ابن راہویۃ	۲۳۵
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند الامام احمد بن حنبل	۲۳۶
۲۹۲	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالحق البرزازی	مسند البزار	۲۳۷
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	مسند عبد بن حبیذ	۲۳۸
۵۵۸	شہر دار بن شیر ویہ الدیلمی	مسند الفردوس	۲۳۹
۷۷۰	احمد بن محمد بن علی	مصباح المنیر	۲۴۰
۷۱۰	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	المصنف	۲۴۱
۲۳۵	ابو بکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	مصنف ابن ابی شیبہ	۲۴۲
۲۱۱	ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	مصنف عبدالرزاق	۲۴۳
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	مصباح الدجی	۲۴۴

۲۳۵	معرفة الصحابة	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصبهاني	۴۳۰
۲۳۶	المعجم الاوسط	سليمان بن احمد الطبراني	۳۶۰
۲۳۷	المعجم الصغير	سليمان بن احمد الطبراني	۳۶۰
۲۳۸	المعجم الكبير	سليمان بن احمد الطبراني	۳۶۰
۲۳۹	معراج الدراية	قوام الدين محمد بن محمد البخاري	۷۴۹
۲۵۰	مشكاة المصابيح	شيخ ولي الدين العراقي	۷۴۲
۲۵۱	المغنى في الاصول	شيخ عمر بن محمد الخبازي الحنفي	۶۹۱
۲۵۲	المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبد السيد المطرزي	۶۱۰
۲۵۳	مختصر القدوري	ابو الحسين احمد بن محمد القدوري الحنفي	۴۲۸
۲۵۴	مفاتيح الجنان	يعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵	المفردات للامام راغب	حسين بن محمد بن مفضل الاصفهاني	۵۰۲
۲۵۶	المقدمة العشماوية	ابو العباس عبد الباري العشماوي المالكي	
۲۵۷	المنتقط (في فتاوى ناصري)	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني	۵۵۶
۲۵۸	مجمع الزوائد	نور الدين علي بن ابی بکر السیتمی	۸۰۷
۲۵۹	مناقب الكردی	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰	المنتقى (في الحديث)	عبد الله بن علي ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱	المنتقى في فروع الحنيفه	الحاكم الشير محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲	منحة الخالق	محمد امين ابن عابد بن الشامي	۱۲۵۲
۲۶۳	منح الغفار	محمد بن عبد الله التمر تاشي	۱۰۰۴
۲۶۴	ملتقى الابحر	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	۹۵۶
۲۶۵	منهاج	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	۶۷۶
۲۶۶	مجمع البحرين	مظفر الدين احمد بن علي بن ثعلب الحنفي	۶۹۴
۲۶۷	المبتغى	شيخ عيسى بن محمد ابن ايناج الحنفي	
۲۶۸	المبسوط	عبد العزى بن احمد الحلواني	۴۵۶
۲۶۹	مسند في الحديث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي	۵۱۰

۲۶۲	یعقوب بن شیبہ السدوسی	المسند الكبير	۲۷۰
۷۰۵	سید الدین محمد بن محمد اکاشغری	منیۃ المصلی	۲۷۱
۱۷۹	امام مالک بن انس المدنی	موطا امام مالک	۲۷۲
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر الیشمی	موارد الظہان	۲۷۳
۶۴۲	احمد بن مظفر الرازی	مشکلات	۲۷۴
۴۷۶	ابی اسحاق ابن محمد الشافعی	مہذب	۲۷۵
۹۷۳	عبدالوہاب الشرنی	میزان الشریعۃ الکبریٰ	۲۷۶
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	میزان الاعتدال	۲۷۷
۴۱۰	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	المستخرج علی الصحیح البخاری	۲۷۸
۳۲۷	محمد بن جعفر الخرائطی	مکارم اخلاق	۲۷۹

ن

۷۴۵	عبداللہ بن مسعود	النقایۃ مختصر الوقایۃ	۲۸۰
۷۶۲	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	نصب الراية	۲۸۱
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	نور الايضاح	۲۸۲
۷۱۱	حسام الدین حسین بن علی السغنائی	النهاية	۲۸۳
۶۰۶	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	النهاية لابن اثیر	۲۸۴
۱۰۰۵	عمر بن نجیم المصری	النہر الفائق	۲۸۵
۲۰۱	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	نواذر فی الفقہ	۲۸۶
۱۰۳۱	محمد بن احمد المعروف بنشأ نجي زاده	نور العین	۲۸۷
۳۷۶	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	النوازل فی الفروع	۲۸۸
۲۵۵	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	نواذر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	۲۸۹

۷۱۰	عبداللہ بن احمد النسفی	الوافی فی الفروع	۲۹۰۔
۵۰۵	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	الوجیز فی الفروع	۲۹۱۔
۶۷۳	محمود بن صدر الشریعہ	الوقایۃ	۲۹۲۔
۵۰۵	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	الوسیط فی الفروع	۲۹۳۔
ھ			
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	الہدایۃ فی شرح البدایۃ	۲۹۴۔
ی			
۹۷۳	سید عبدالوہاب الشعرانی	الیواقیت والجوابر	۲۹۵۔
۷۶۹	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	ینابیع فی معرفۃ الاصول	۲۹۶۔



ڈائمند اردو بکس

پی ڈی ایف دنیا کا ایک منفرد اور الگ گروپ

- ✳ - ڈائمند اردو بکس میں سب کا خیر مقدم کرتے ہیں
- ✳ - یہاں آپ کو ملے گا کتابوں کا خزانہ
- ✳ - پی ڈی ایف میں موجود ہر طرح کی کتاب آپ کی ڈیمانڈ کرنے پہ بھیج دی جائے گی
- ✳ - ماہانہ رسائل ، ڈائجسٹس ، ناولز ، اسلامی کتب ، درسی کتب ، تدریسی کتب کے علاوہ یہاں آپ کو ہر قسم کی پی ڈی ایف کتاب پڑھنے کو ملے گی
- ✳ - ٹیم ڈائمند اردو بکس جن کا ایک ہی مشن ہے اور وہ کتابوں کی ترسیل ، ادب کی خدمت ، کتاب دوستی کی ترویج و اشاعت
- ✳ - ٹیم ڈائمند اردو بکس نے آپ سب کی انٹرٹینمنٹ کے لیے بھی مختلف گروپس تشکیل دیئے ہیں جن میں شامل ہو کر آپ اپنی ادبی اور معلوماتی تسکین کو پورا کر سکتے ہیں
- ✳ - ہمارے تمام گروپس کی کوئی فیس نہیں ، تمام کتب اور مواد آپ کو پی ڈی ایف بھیجا جاتا ہے
- ✳ - قادیانی مرتد ، گستاخ انبیا ، گستاخ صحابہ و اہل بیت ، منکرین حدیث ، گستاخ اولیاء ہمارے گروپس سے دور رہیں ، معلوم پڑنے پر ریموو کر دیا جائے گا
- ✳ - واٹس ایپ گروپس کے علاوہ آپ ہمارے ٹیلی گرام کے گروپس کو بھی جوائن کر سکتے ہیں جہاں ایک لاکھ اسی ہزار کتابوں کا خزانہ محفوظ ہے بس ایک کلک کر کے آپ اپنی کتاب خود بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔۔

ٹیم ڈائمند اردو بکس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

جزاکم اللہ خیرا کثی؟

ڈائمند اردو بکس ٹیم

شاہ زر خانج 03176699066

ایڈمنس cool 03415008107

گروپس میں شامل ہونے کے لیے ہمارے
ایڈمن پینل سے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے

DIAMOND

URDU BOOKS

923176699066